غوث الاغیاث

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و تعلیمات

تالیف

محمد ریاض قادری

غوث الاغیاث

حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کی حیات و تعلیمات

(اُردو ترجمہ کتاب سُلطان آف دی سینٹس)

تالیف و ترجمہ

محمد ریاض قادری

قرطاس پبلشرز

7۔ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

نام کتاب: غوث الاغیاث

نام مؤلف : محمد ریاض قادری

ناشر : چوہدری عبدالمجیب
قرطاس پبلشرز
7-میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور
7115854-7243081

طابع: کارواں پریس
دربار مارکیٹ لاہور پاکستان
7115854-7322742

ISBN : 969 - 8916 - 01- 6

قیمت : 360 روپے

بنام

غوث العصر

حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری

رحمۃ اللہ علیہ

(درگاہ معلیٰ غوث العصر، گوجرانوالہ)

فہرست مضامین

☆☆☆

دیباچہ

اِس حقیقت کا بطلان ممکن نہیں کہ نورِ مجسم سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد دینِ اسلام کی تحفیظ و سربلندی اور اُمّت مسلمہ کو سرگرم عمل رکھنے کے لئے ہر عہد میں ایسی انقلاب آفریں ہستیاں جنم لیتی رہیں جو حقیقی معنوں میں دانائے سبل خاتم الرسل ﷺ کے کمالاتِ علمیہ و عملیہ کی وارث و حامل تھیں۔ لاریب یہ لوگ علم و فضل اور اخلاقیات و روحانیات کے اعتبار سے اپنے اپنے زمانہ کے نیک و پاک طینت‘ مظہر جلال و جمال اور علومِ ظاہریہ و باطنیہ کے جامع صفات واتم کمالات تھے۔ اصطلاحِ شریعت میں ایسے ہی افراد کو اولیاء اللہ کہا گیا ہے۔ قرآن جن کی بایں الفاظ توثیق کرتا ہے: اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَـآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ ......الخ (۱۰۔ یونس ۶۲) کہ یاد رکھو! اولیاء اللہ کو کسی قسم کا خوف ہوتا ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں‘ ایمان اور تقویٰ ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے‘ ان کے لئے دینوی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی‘ اور اللہ کے فیصلوں کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔

اس ارشاد باری تعالیٰ کی تائید میں کئی احادیثِ مبارکہ بھی ہیں اور تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ مختلف ادوار میں اسلام کو جب کبھی سیاسی زوال و انحطاط درپیش ہوا اس کے روحانی نظام ہی نے اپنے پیہم استقرار کی بدولت اس دین کی حفاظت و آبیاری کی۔ ہمارے اولیائے کرام بلاشبہ اسلام کی اس روحانی سلطنت کے بےتاج بادشاہ تھے۔ چنانچہ کتاب و سنت کے نصوص کی روشنی میں جب ہم اولیاء اللہ کی پوری مقدس و نورانی جماعت پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں صحابہ کرامؓ و اہل بیت عظامؓ کے بعد قطب الاقطاب سیّدی محی الدین عبدالقادرؒ جیلانی جمیع اولیاء کرام کی ذات والاصفات آسمان ولایت پر صورت آفتاب و ماہتاب تابندہ و درخشاں دکھائی دیتی ہے۔ میرے محترم رفیق محمد ریاض قادری کی یہ تالیف غوث الاغیاث ان ہی بادشاہوں کے بادشاہ کے فضائل و مناقب اور احوال و آثار میں

ہے۔ آپ اسے دل نواز مرقع سیرت کہہ لیں یا روح پرور تذکرہ ایک ہی بات ہے۔

عالی مقام حضرت غوث الاعظمؓ کے احوال و آثار اور سیرت و سوانح پر ہر دور میں ممتاز اہل علم و فضل نے خامہ فرسائی کی اور اپنے اپنے انداز میں جو کچھ لکھا، خوب لکھا۔ آپ کے مداحین میں صاحب فوات الوفیات الکتبی، ابن العماد صاحب شذرات الذھب، امام عبداللہ یافعی صاحب مراۃ الجنان، ابن رجب مولف طبقات الحنابلہ، ابن کثیر صاحب البدایۃ والنھایۃ، ابن الاثیر مورخ تاریخ الکامل، البغدادی صاحب ہدیۃ العارفین وایضاح المکنون، حاجی خلیفہ مولف کشف الظنون، ابن تغری بردی مصنف النجوم الظاھرۃ کے علاوہ شیخ الاسلام عزالدینؒ، عبدالسلام، عبدالغنیؒ نابلسی، ملا علی قاریؒ، علامہ جلال الدین سیوطیؒ، علامہ ابن حجرؒ مکی اور شاہ عبدالحقؒ محدث دہلوی مؤلف اخبار الاخیار سے لے کر علی اللخمی الشطنوفیؒ صاحب بہجۃ الاسرار و معدن الانوار فی بعض مناقب عبدالقادر الجیلانی، محمد التادفیؒ صاحب قلائد الجواہر فی مناقب عبدالقادر اور دارا شکوہؒ صاحب سفینۃ الاولیاء اور پھر عہد حاضر کے ابوالحسن علی ندوی، نور بخش توکلی، قاضی عبدالنبی کوکب، غلام حیدر سہیل، الطاف حسین سعیدی، طارق جہلمی، علامہ فیض احمد اویسی اور حبیب الرحمٰن شروانی وغیرھم شامل ہیں، اور اب مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ ان اسمائے گرامی میں محترم محمد ریاض قادری کا اضافہ ہو رہا ہے، جو حضرت غوث الاعظمؒ ہی کے سلسلۃ الذھب سے تعلق رکھتے ہیں۔

جناب محمد ریاض قادری کو میں گزشتہ کئی برسوں سے جانتا ہوں۔ وہ بحیثیت چیف لائبریرین بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں میرے ہمسفر بھی رہے۔ اس دوران میں نے انہیں ہر وقت کتابوں، خصوصاً کتب تصوف اور مخطوطات کی تلاش میں ہمہ وقت سرگرداں دیکھا۔ وہ اپنا بیشتر وقت اولیاء اللہ کے مختلف موضوعات پر میرے اور میرے دیگر رفقائے تحقیق کے ساتھ گفتگو میں گزارتے۔ میں نے اکثر انہیں ابن عربیؒ اور بعض دوسرے اولیاء کرام کی تحقیق و جستجو اور ان بلند پایہ ہستیوں کے ملفوظات و نظریات کی تفہیم و تشریح میں

مستغرق پایا۔ حضرت غوث الاعظمؒ اور اُن کے عہد پر اُن کی یہ تالیف اُن کے اسی ذوقِ عقیدت کی ترجمان ہے۔ قبل ازیں وہ غوث الاعظم پر انگریزی زبان میں چار کتابیں تالیف کر چکے ہیں۔

قطب الاقطاب حضرت غوثِ الاعظمؒ کا دور درحقیقت اقوامِ عالم کی تاریخ کا ایک اہم دور ہے۔ عہد اموی میں جاہلیت کی رجعتِ قہقری اور مابعد ادوار میں خلقِ قرآن' اعتزال' فلسفہ ملحدانہ اور باطنیت کے فتنوں نے خواص اہل اسلام میں تشکیک والحاد اور عامۃ المسلمین میں عملی بے راہ روی کی جو تخم ریزی کی' اس نے اِس دور' یعنی پانچویں صدی ہجری / گیارھویں صدی عیسوی میں عالمِ اسلام کے سیاسی وفکری ضعف واضمحلال کو اوجِ کمال تک پہنچا دیا تھا۔ مستشرقین اسی صدی کو اسلام کے عہد تاریک سے تعبیر کرتے ہیں۔ قبل ازیں اگرچہ بعض مصلحین نے اپنی تجدیدی مساعی سے اسلام کی عظمت وسربلندی کو قائم رکھنے کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے' تاہم چوتھی صدی ہجری کے اواخر اور پانچویں صدی کے نصف اوّل میں رحمتِ یزداں کی بدولت دو نہایت بلند پایہ شخصیات جلوہ گر ہوئیں۔ اِن میں سے ایک امام غزالیؒ ہیں' جن کی فکری تحریک سے تشکیک اور الحاد کے فتنہ کی بیخ کنی میں موثر مدد تو ملی' البتہ جمہور ملت میں بے یقینی اور بے عملی کی روک تھام کا مداوا نہ ہو سکا اور ادبار کی گھٹائیں ایسے روشن آفتاب کی منتظر رہیں کہ جس کی ضیاء پاشیوں کا فیض دائمی ہو' اور جو دینِ فطرت کے جسدِ جاں بہ لب میں ہر نئے طوفان کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھنے والی زندہ روح کو پھونک دے۔ اِس بے مثال اور دشوار گزار کام کی انجام دہی کے لیے قدرت نے سیّدنا غوث الاعظمؒ کا انتخاب کیا۔ غوث الاغیاث اسی عظیم شخصیت کے حضور ریاض قادری کا ہدیہ سپاس ہے۔

عالی مقام حضرت غوث الاعظمؒ کی روحانی خدمات کا تابناک پہلو یہ ہے کہ آپ نے فنی اور اصطلاحی پیچیدگیوں سے ہٹ کر تصوف کو سادہ مگر واضح اسلوب عطا کیا اور اس کے

دروازے عامۃ الناس پر کھول دیے۔ بحیثیت صوفی مبلّغ آپ نے چالیس سال تک لوگوں میں مسلسل وعظ و تلقین کی اور طریقت کو شریعت کے ساتھ ہم آہنگ کر کے تصوّف کو کشادگی کے جادہ پیما پر ڈال کر اس امر کی عقدہ کشائی فرمائی کہ اسلام کوئی انتہا پسند مذہب نہیں، بلکہ دینِ فطرت ہے اور دینِ انسانیت ہونے کے ساتھ ساتھ دین اعتدال بھی۔ لوگوں کے دل جبر و اکراہ اور ظلم و تعدّی سے نہیں، محبت و دل جوئی، خُلق اور مساوات کے جذبہ سے جیتے جا سکتے ہیں۔ شاہ عبدالحق ؒ محدث دہلوی کے بقول: غوث الاعظم ؒ کا طریق بیعت اگرچہ اہل الرشاد میں پہلے سے مروّج تھا، تاہم آپ نے اسے نظم قرآنی و ضبطِ روحانی، اخلاقیات و معاملاتِ اسلامی، عرفانِ الٰہی، عشقِ رسول ﷺ اور تلقینِ معروفات و تجنیب منکرات کی ایسی وسعت تازگی بخشی کہ آپ کا طریقہ قادریہ آپ کے حینِ حیات ہزاروں نفوس کو مستنیر کر گیا۔ آج بھی لاکھوں افراد اس طریقہ سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ ان میں عوام کے علاوہ خواص صوفیاء و مشائخ کی ایک بڑی جماعت شامل ہے، جس میں قادریوں کے ساتھ ساتھ چشتی، سہروردی اور نقشبندی بزرگ شامل ہیں۔ اس کی سیر حاصل تفصیل آپ کو ریاض قادری صاحب کی اس کتاب میں ملے گی۔

جمہور اولیاء امت اور علماء و فضلاء ملّت اور اہل سنّت والجماعت کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ ارشاد غوثِ پاک قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِ اللّٰہِ۔ بحالت صحو صادر ہوا اور آپ من جانب اللہ (بالہام) اس کے لیے مامور ہیں۔ نیز یہ کہ اس کا اطلاق ماسوا صحابہ کرامؓ اہل بیت عظامؓ اور اعاظم تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جمیع اولیاء اللہ پر ہوتا ہے۔ تصوّف کے اس نازک مسئلے پر مؤلف غوث الاغیاث نے نہایت حزم و احتیاط سے روشنی ڈالی ہے اور کہیں بھی اپنی عقیدت و وارفتگی کو غالب آنے دیا ہے نہ اسے مجروح ہونے دیا ہے۔

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ حضرت غوث الاعظم ؒ کی ولایت عظمیٰ اور قطبیت کبریٰ نیز علوم و

معارف کی رفعت وعبقریت کا شہرہ آپ کی حیات ظاہری میں ہی چہار دانگ عالم پھیل چکا تھا۔آپ کے ہم عصر علماء وفضلاء اور عرفاء واتقیاء آپ کے ارفع واعلیٰ مقام اور عباد الرحمان میں آپ کی امتیازی شان کا اعتراف کرتے رہے اور متقدمین آئمہ یہاں تک کہ اولیاء اللہ نے آپ کی ولادتِ باسعادت سے پہلے ہی آپ کی شانِ عظمت کی پیش گوئی کر دی تھی۔ اور تو اور ابن تیمیہ ایسے آپ کے بدترین مخالفین بھی یہ اعتراف کرنے پر مجبور تھے کہ حضرت شیخ جیلانی کی کرامات حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ پھر موجودہ وہابیت کے بانی شیخ محمد بن عبدالوہاب نے، جس کا ظہور بارھویں صدی ہجری میں ہوا، اپنی تصانیف میں اپنے زمانہ کے عام اہل اسلام یعنی باشندگان حجاز ونجد کو مشرک قرار دیتے ہوئے حضور پُر نور شافع یوم نشورؐ کے روضہ اقدس اور حضرت غوث الاعظمؒ کے مزار پُر انوار کو 'صنم اکبر' سے تعبیر کیا۔ ان کا یہ بغض اس بات کا ثبوت ہے کہ عرب کے فرزندانِ توحید حضور رحمۃ للعالمین کی ذات ذی جود کے بعد جس ذاتِ اقدس سے استعانت واستمداد کے طالب ہوتے تھے، وہ غوث الاعظمؒ ہی ہیں۔

اقوال صادقہ اور ان کی تفہیم وتفصیل کا حاصل تو یہی ہے کہ حضرت غوث الاعظمؒ کی کرامات صادق و پاک باز اور معتبر راویوں کی زبانی ہم تک فی الواقع اس تواتر کے ساتھ پہنچی ہیں کہ عالی مقام شیخ سید محی الدین عبدالقادرؒ جیلانی کے قطب الاقطاب وغوث الاغیاث ہونے سے وہی شخص انکار کرسکتا ہے، جو خود کو عقل کل سمجھنے کی خوش فہمی میں مبتلا ہو، اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کی شانِ اولیاء اور ان کی کرامات سے ناآشنا۔ شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی نے کیا درست فرمایا ہے کہ تمام روحانی فیضان کا اصل سرچشمہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اور آپ کے فیضِ نبوت کے دو طریقے ہیں: بطریق نبوت اور بطریق ولایت۔ چنانچہ وہ ہستی کہ جس میں فیضانِ محمدیؐ کے یہ ہر دو طریق مجتمع ہو گئے، وہ شیخ سید عبدالقادرؒ جیلانی کی ذات والاصفات ہے۔ آپ سراپا کرامت تھے اور آپ کی

کرامات دراصل ختم الرسلؐ کے معجزات کا پرتو ہیں۔

نبوت وولایت کے مباحث تصوف کی امہات الکتب میں بکثرت ملتے ہیں، مگر اس کے باوجو معجزہ یا کرامت خرقِ عادت کے معنی میں مغربی مصنفین کے ہاں عموماً ایک نا قابلِ فہم موضوع رہا ہے۔ محمد ریاض قادری نے حضرت غوث الاعظمؒ کی سیرت کے اس نمایاں پہلو پر علماء اسلام کے منہج تحقیق و معیارِ استدلال کے حوالہ سے، جو معجزات و کرامات پر مشتمل واقعات کو عقلِ سلیم اور اصولِ روایت ودرایت کی رو سے پرکھنے کے بعد قابلِ یقین حقائق قرار دیتے ہیں، نہایت قابل فہم اور آسان پیرایہ میں اثباتِ کرامات اولیاء بالخصوص کراماتِ غوثیہ پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے الہامات غوثیہ کو آسان پیرائے میں بیان کیا ہے اور عہد غوثیت کے پس منظر اور غوث الاغیاث کی مجالس اور مواعظ حسنہ کے پیش منظر کو اس خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے کہ تصوف کے آغاز وارتقاء کی تاریخ کامل بھی منصہ شہود پر آجاتی ہے۔ چنانچہ بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ آج کا قاری، جو واقعات کے ساتھ ان کا پس منظر بھی دیکھنا چاہتا ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے حضرت غوث الاعظمؒ کی مقدس وپُر وقار شخصیت اور ان کے فضائل ومناقب کے مطالعہ کی روشنی میں، اور مجالس و مواعظ حسنہ اور اقوال وافکار وتعلیمات سے بہت کچھ حاصل کرسکتا ہے۔

حضرت غوث الاعظمؒ کا یہی فیض عام آج بھی جاری وساری ہے اور انشاء اللہ العزیز جاری وساری رہے گا۔ غوث الاغیاث کے مؤلف ومحقق محمد ریاض قادری نے اسی فیض عام کی خوشبوؤں کو پیمانۂ روحانیت وساغرِ عقیدت میں بند کر کے اسے عشاق غوث الاعظمؒ کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور ان تمام مباحث اور واقعات واحوال کے ساتھ ساتھ ان اسباب ونتائج پر بھی سیر حاصل گفتگو کی ہے، جو قطب الاقطاب حضرت غوث الاعظمؒ کے فضائل ومناقب اور ان کے عہد سے عبارت ہیں۔ اس طرح انہوں نے غوث پاک کی سیرت نگاری کا حق کما حقہ ادا کرنے کی سعئ جمیل فرمائی ہے۔ میں بقلم خود سعدی شیرازیؒ

کے مسلک کا قائل ہوں کہ ہر بات میں بحث کرنا جائز نہیں ہوتا۔

نہ در ہر سخن بحث کردن رواست
خطا بر 'بزرگاں' گرفتن خطاست

بہرکیف محترم محمد ریاض قادری نے غوث الاغیاث کی تالیف و تحقیق میں عقیدت و احترام اور ادب و آداب کو بدرجہ اتم ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ ملفوظات خواجہ نظام الدینؒ اولیاء میں ہے کہ ایک شخص حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس نے دیکھا کہ ایک آدمی جس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے ہیں، خانقاہ کے دروازے پر پڑا ہے۔ آنے والے شخص نے حضرت شیخ جیلانیؒ سے اس آدمی کی حالت زار کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: خاموش رہو، یہ آدمی بے ادبی کا مرتکب ہوا ہے۔ اس شخص نے پوچھا: یا شیخ! اس نے کیا بے ادبی کی ہے؟ آپ نے لب کشائی فرمائی کہ وہ ابدال میں سے ہے، کل وہ خود کو بخشی گئی قوتِ پرواز کے تحت اپنے دو ساتھیوں کی معیت میں ہوا میں اڑ رہا تھا۔ جب وہ تینوں ہماری اس خانقاہ کے اوپر پہنچے تو اس کا ایک ساتھی اڑتے ہوئے ایک طرف ہٹ گیا اور ادب کے طور پر خانقاہ کی دائیں جانب سے نکل گیا۔ اس کا دوسرا ساتھی اڑتا ہوا خانقاہ کی بائیں جانب ہو لیا، مگر اس تیسرے نے بے ادبی کی اور خانقاہ کے اوپر سے گزرنا چاہا، لہٰذا نیچے آ رہا اور اب اس کی یہ حالت ہو گئی جو سب کے سامنے ہے۔

فوائد الفواد میں یہ واقعہ 'پہلی مجلس اتوار ۳ شعبان المبارک' میں بیان ہوا ہے اور اس طرح کے کئی اور واقعات و اشارات بھی حضرت غوث الاعظمؒ کی شانِ عظمت میں محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی زبانِ فیض ترجمان سے وارد ہوئے ہیں۔ 'سرّ' دراصل روحِ انسانی کا وہ اعلیٰ مقام ہے، جب اس کا نور صرف اور صرف صاحب دل و راسخین فی العلم ہی کو ہوتا ہے۔ اور غوث الاغیاث کے مطالعہ سے اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ

اس کے مؤلف و محقق محمد ریاض قادری بھی اپنے ممدوح کی شانِ غوثیت بیان کرتے ہوئے احوال و آثار اور ان کی سیرت نگاری میں کبھی دائیں گزر گئے اور کبھی بائیں، اور انہوں نے اپنے قلم کی پرواز میں حتی المقدور کوشش کی ہے کہ بے ادبی کا ایک حرف بھی ان کے قلم کی نوکِ زبان سے ادا نہ ہوا اور طرز نگارش کی روانی و سلاست میں بھی کوئی فرق نہ آئے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بزرگانِ دین سے ان کی اس محبت و عقیدت کو اور فزوں کر دے اور انہیں غوث الاغیاث ایسی کتاب لکھنے کا اجرِ عظیم عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

ڈاکٹر ایم۔ ایس ناز
WWW.mSna2.com
۱۱ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ

ادارہ تحقیقات اسلامی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی
اسلام آباد

☆☆☆

مقدمہ

تصوف ایک ایسا موضوع ہے جس کی حقیقت کو پانا اور اس کی ماہیت پر لکھنا یا بحث کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ جو پالیتا ہے وہ خاموش ہو جاتا ہے فقط اجازت ملنے پر گفتگو کرتا ہے۔ یہ فقر محمدیؐ کا ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں اور نہ آج تک اس کی وسعت یا گہرائی معلوم ہو سکی۔ البتہ اس بحرِ بے کراں کے شناور اپنے اپنے مقام و مرتبہ کے مطابق اس میں شناوری کرتے چلے آئے ہیں اور آج بھی کر رہے ہیں۔ رہی یہ بات کہ ناقدین تصوف میں بڑے بڑے عالم فاضل لوگ ہو گزرے ہیں اور آج بھی موجود ہیں تو عرض یہ ہے کہ ایسا ہوتا رہے گا کیونکہ اس موضوع کا تعلق ظاہری علوم و فنون سے نہیں اس کا تعلق باطنی سربلندیوں سے ہے۔ یہ معاملہ قلبی واردات کا ہے حالی ہے قالی نہیں۔ اسی لئے بزرگ فرماتے ہیں کہ جو لوگ تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، ریاضت و عبادات کے ذوق و شوق کے بغیر تصوف کی حقیقت کو جاننے کی سعی کرتے ہیں وہ اس اندھے کی طرح ہوتے ہیں جو کور چشمی کے باوجود اپنے خدوخال کو آئینے میں دیکھنے کی خواہش کرتا ہے۔ تصوف کا منبع و سرچشمہ ابتداء و انتہا تو دربارِ رسالتؐ ہے جو سب سے پہلے شریعت مطاہرہ کی پابندی اور پاسداری طلب کرتا ہے۔ اس کی تکمیل کے بعد ہی خوش بخت سالکین پر طریقت و حقیقت کے دروازے کھلتے ہیں۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ کسی فرد و بشر کے بس کی بات نہیں کہ وہ اپنے طور پر کسی کامل ہستی کو پہچان لے اور اس کا مُرید ہو جائے تاوقتیکہ وہ برگزیدہ ہستی اپنی پہچان خود نہ کرائے۔ اسی لئے دیکھا گیا ہے کہ ہزاروں ملنے والے بھی اندھیرے میں رہتے ہیں ان کی ملاقاتیں بھی محض رسمی ہوتی ہیں۔ یہ عطیہ خداوندی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے نواز دیتا ہے۔

اولیاء کرام کا وجود مسعود دراصل حجت نبویؐ کا ثبوت ہے۔ آپؐ کے ظاہری پردہ فرما جانے کے بعد تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا کام صحابہ کرام کے زمانے میں ہوتا رہا۔ خلفائے راشدین کے بعد جب ملوکیت نے قبضہ جمایا اور سیاسی و معاشرتی ابتری دیکھنے میں آئی تو اہل اللہ نے یہ

منصب عظیم اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ تصوّف کو حجاز کی بجائے عجم میں پھلنے پھولنے کا زیادہ موقع ملا۔ خانقاہی نظام وجود میں آیا۔ مورخین کہتے ہیں کہ خانقاہی نظام عرب کے مقابل عجم و عراق میں زیادہ ملتا ہے اور حضرت سلمان فارسیؓ نے سیاسی فتنوں اور شورشوں سے دور رہ کر ملتِ اسلامیہ کی اصلاح اور شریعت محمدیؐ کے احیاء کے لئے خانقاہی نظام کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اس کے بعد تبلیغ واشاعتِ اسلام کے لئے یہ نظام دنیا بھر میں پھیلتا چلا گیا اور یہی نظام تعلیم و تربیت' اصلاح معاشرہ اور تبلیغ اسلام کے فرائض سرانجام دینے میں کامیاب ہوا۔ اور صوفیائے کرام میں ایسی ایسی نادرِ روزگار ہستیاں پیدا ہوئیں جنہوں نے تاریخ کا دھارا موڑ دیا۔

تاریخ عالم اس بات کی شاہد ہے کہ دنیائے اسلام کی سیاسی قوت کو تو زوال آتا رہا مگر دین اسلام کی روحانی قوت کو کبھی زوال وانحطاط کا سامنا نہیں کرنا پڑا بلکہ روحانی فتوحات بلا روک ٹوک مسلسل جاری رہیں۔ اور اس امر کو غیر مسلموں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ عالم اسلام پر جب بھی سخت وقت آیا تو امتِ مسلمہ میں کوئی نہ کوئی مقتدر' بلند مرتبت روحانی شخصیت سامنے آئی جس نے اس کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے لگا دیا۔ ان مقدس ہستیوں میں سیّدنا حضرت سیّد عبدالقادر جیلانیؓ کا نام پاک سرفہرست نظر آتا ہے۔

سیّدنا غوث پاک کی آمد سے قبل صوفیاء کے کچھ سلاسل وجود میں آ چکے تھے اور خانقاہی نظام بھی موجود تھا۔ مگر ناگفتہ بہ سیاسی حالات کے تناظر میں پسپائی اختیار کئے ہوئے تھے۔ تاریخ کے عین اس نازک موڑ پر ذات باری تعالیٰ نے شہنشاہ بغداد' تاجدار ولایت' غوث کون و مکاں ولامکان شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینیؓ کو تجدید دین' اشاعتِ اسلام اور اصلاح احوال ملت کے لئے دنیا میں بھیجا۔ قطبیتِ کبریٰ اور غوثیت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز آپ سرکار باطنی سلطنت کے شہنشاہ تھے۔ جن وانس اور ملائکہ تک میں آپ کے کمال' جلال اور جمال کا شہرہ تھا۔ آپ ازلی وابدی ولایت کے مالک تھے جس میں افاقیت تھی مرکزیت بھی تھی۔ اور حق تعالیٰ نے بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور ظاہری وباطنی تصرفات کے تمام لوازم واسباب آپ کے اختیار واقتدار میں دے دیئے تھے۔ آپ کو تمام اولیاء اللہ کا سالار و سردار بنا دیا تھا۔ اور آج

بھی آپ سلطنت ولایت کے بلاشرکتِ غیرے ایسے سرخیل اور تاجدار ہیں جن کا کوئی ہمسر و ثانی نہیں اور تمام سلاسل کے مشائخ اور اولیاء آپ کی مشکوٰۃ نور ہی سے نور محمدیؐ حاصل کرتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ آپ کی ذات حضور سرور کونینؐ کی ذات وصفات اور جمال ظاہری و باطنی کی مظہر کامل واتم ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے حکم اور ہدایت پر آپ نے مسند ارشاد وتلقین سنبھالی۔ آپ کے مواعظ وخطبات سے امت مسلمہ میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی۔ عالم اسلام کو نئی حیات ملی۔ احیائے دین اور اصلاح معاشرہ کا عظیم فریضہ بخوبی سرانجام دیا۔ اور مضبوط بنیادوں پر ایسے ادارے اور افراد تیار کئے جنہوں نے آپ کے وصال کے بعد آپ کے مشن کو جاری رکھا اور آج بھی صوفیائے کرام چاہے وہ کسی بھی سلسلے سے منسلک ہوں پوری دنیا میں پھیلے روحانی فتوحات حاصل کر رہے ہیں۔ اور طاقتور مغربی ممالک کے مفکرین اور پالیسی ساز افراد اسلام کی حقانیت اور روحانی قوت سے خائف ہیں اور وہ اپنی تہذیب وتمدن کا بھیانک انجام دیکھ رہے ہیں۔ یہی چیزیں اہل مغرب کو اسلام کی جانب راغب کر رہی ہیں۔ آج بھی دنیا کے ۴۹۰ سے زیادہ مذاہب میں تیزی سے پھیلنے اور اثر دکھانے کی صلاحیت رکھنے والا دین اسلام ہی ہے جس کے نور کی کرنیں سورج کی طرح پورے کرہ ارض پر بسنے والے ہر ذی روح کو منور کر رہی ہیں۔ امریکی اور مغربی تھنک ٹینک کے اندازے کے مطابق 2025ء تک اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہوگا۔ ٹی ڈبلیو آرنلڈ اپنی کتاب ''دعوت اسلام'' میں جابجا لکھتے ہیں کہ ''مستشرقین کا یہ الزام سراسر غلط اور بے بنیاد ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تبلیغ اسلام میں کہیں جبر واکراہ نظر نہیں آتا۔ اگر کسی نے جبر یا تلوار سے کام لینے کی کوشش کی بھی تو وہ ناکام ہوا۔'' ان حقائق سے خوفزدہ ہو کر آج غیر مسلم بڑی طاقتیں عالم اسلام کو کچلنے کے درپے ہیں۔ اغیار کے مذاہب اور نظریات کی بنیاد زیادہ تر مادہ پرستی پر ہے جبکہ دین اسلام کی بنیاد سراسر روحانیت پر ہے۔ جس میں کوئی ملاوٹی عنصر نہیں نہ ہی یہ دوسرے نظریات وعقائد کا مرہون منت ہے۔ آج بھی دنیا میں یہ واحد مذہب ہے جس کی حقانیت مسلم ہے۔ جو دہشت گردی کا

نہیں بھائی چارے' انسانیت اور محبت کا درس دے رہا ہے اور عبد کو معبود سے ملانے کا ذریعہ بن رہا ہے۔ جو نشہ ذاتِ کبریا کی حمد و ثنا' طاعت و بندگی میں ہے وہ دنیا کی پر تعیش زندگی میں ہرگز نہیں۔

سیّدنا غوث پاک کی حیات و تعلیمات پر میری انگریزی زبان میں پہلی جامع کتاب ''سلطان آف دی سینٹس'' کے نام سے 2000ء میں شائع ہوئی جس کو بفضل خدا خاصی مقبولیت حاصل ہوئی۔ لیکن اس کتاب کی اشاعت کے ساتھ ہی دوست' احباب اور پبلشرز مجھے اس کا اردو ترجمہ کرنے پر اصرار کرنے لگے۔ لیکن چونکہ میں مسلسل سیّدنا غوث پاک پر انگریزی میں کام کر رہا تھا اور آپ پر مزید تین کتابیں انگریزی میں شائع کروائیں مجھے اردو ترجمہ کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ لیکن نصرت و تائید ایزدی سے مجھے کچھ وقت ملا اور میں ایک سال کے اندر اس انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ لیکن کتاب ہذا اس کا لفظ بلفظ اردو ترجمہ نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ جامع' نظر ثانی شدہ اور اضافی مواد پر مشتمل تالیف ہے۔ ویسے تو اردو زبان میں سیّدنا غوث پاک کی حیات و افکار اور تعلیمات پر متعدد کتابیں موجود ہیں اور چھپتی رہتی ہیں لیکن کم از کم میری نظر سے ایسی کوئی جامع کتاب نہیں گزری جتنی یہ زیر نظر کتاب آپ کے پاس اب موجود ہے۔

کتاب 'غوث الاغیاث' سیّدنا غوث اعظمؓ کے حالات' سوانح' فضائل و مناقب' افکار و تعلیمات پر ایک جامع دستاویز ہے جس میں آپ کی ظاہری حیات کے علاوہ آپ کی شان و عظمت' روحانی زندگی اور تعلیمات کو ہر پہلو سے اجاگر کیا گیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں تصوف اسلام کی ابتداء اور ارتقاء کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ کے مناقب و فضائل پر مواد کو یکجا کیا گیا ہے۔ قصائد غوثیہ جو آپ کی عظمت اور شان بیان کر رہے ہیں متن اور اردو ترجمے کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔ اس کتاب میں آپ کے ہمعصر با کمال قوی حال' صوفیائے عظام جو آپ کے در اقدس پر حاضری دیتے رہے' آپ سے روابط رکھتے اور ان میں سے بعض آپ کے آستانہ عالیہ پر جاروب کشی بھی کرتے رہے' مستفیض ہوئے اور آپ کی نگاہ کیمیا گر سے

ولایت کے میدان میں بلند مقامات پر فائز ہوئے کا خصوصی تذکرہ کیا گیا ہے ان کے حالاتِ زندگی کے مطالعہ سے تصوف کے اسرار و رموز' حقائق و دقائق کھل کر سامنے آتے ہیں' شعور اور بیداری پیدا ہوتی ہے' روح کو لطافت اور بالیدگی نصیب ہوتی ہے۔ سیّدنا غوث اعظمؓ کے زمانے میں عالم اسلام کی جو سیاسی و معاشرتی حالت تھی اور آج جو کچھ عالم اسلام میں اور ہمارے اپنے وطن ملک پاکستان میں ہو رہا ہے کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔اس لئے اس کتاب کے باب ''عہد غوثیت' تاریخی پس منظر'' میں اس کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے تاکہ ہمیں عبرت حاصل ہو۔ہم اپنا قبلہ درست کریں اور ہم اپنے اختلافات کو بھول کر ملت اسلامیہ کی وحدت کے لئے کام کریں۔اور اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو ان خطوط پر استوار کریں جن پر صوفیائے عظام کا عمل رہا ہے اور اپنی اصلاح کرتے ہوئے اس مقدس فریضہ کو کامیابی سے ہمکنار کریں۔

چونکہ اس کتاب کا محور و مرکز قاسم ولایت حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی کی ذاتِ اقدس ہے۔اس لئے اس کو خصوصی طور پر وہی پڑھیں جو عاشقانِ غوث پاک ہیں یا جو صوفیاء کے کسی بھی سلسلے سے منسلک ہیں یا راہ حقیقت کے مسافر ہیں۔عوام الناس جن کے دلوں میں حضور غوث پاک اور اولیاء اللہ کی عقیدت و محبت ہے اس کتاب کے مطالعہ سے بہت کچھ پائیں گے جو شاید کسی اور کتاب میں بمشکل ملے۔ بزرگان دین کی حیات و افکار اور ان کی تعلیمات کے مطالعہ سے یقیناً شرح صدر ہوتی ہے اور یہی چیز ان کو عشق رسالت مآبؐ سے ہمکنار کرتی ہے اور رب کی یاد و بندگی پر اُبھارتی ہے۔صوفیاء متقدمین کے زمانے میں بھی عملیات کے ماہر نام نہاد صوفی اور شعبدہ باز پیر اپنا وجود رکھتے تھے لیکن عصر حاضرہ میں جہاں ایک طرف مذہبی و اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں۔وہاں پیشہ ور صوفیوں اور شعبدہ باز فقیروں نے اولیاء اللہ کا روپ دھار کر ہر گلی کوچے اور ہر موڑ پر اپنی دوکانیں کھول رکھی ہیں۔ یہ لوگ عوام کو چند دنوں میں روحانیت کے بلند مقام و مراتب دلانے کا چکمہ دے کر دن رات لوٹ رہے ہیں۔اچھے تعلیم یافتہ لوگ بھی ان کے کرتب دیکھ کر ان کو ولی اللہ سمجھتے ہیں اور ان کی شعبدہ بازی کو عین اسلام کی روحانیت تصور کرتے ہیں اور ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ کتاب ہذا روحِ تصوف کو

سمجھنے کے لیے پورا سامان فراہم کر رہی ہے۔امید ہے معاندین تصوف بھی اس سے مستفید ہوں گے۔حضور نبی کریم ﷺ کا لایا ہوا دین آفاقی ہے اس کا پیغام آفاقی ہے۔آپ ﷺ کی روحانیت آفاقی ہے۔اولیاء کرام بھی آپ ﷺ کے توسط سے آفاقی ہوتے ہیں۔

زیر نظر کتاب میں ضرور کہیں نہ کہیں خامیاں اور سقم ہوں گے کیونکہ مؤلف کتاب ھذا میں بہت سی علمی خامیاں اور کمزوریاں پائی جاتی ہیں لیکن اس کو اولیاء اللہ سے محبت ورثہ میں ملی ہے اور بذات خود سلسلہ عباسی قادری سے منسلک ہے جس کے جدامجد فخر اخیاء سخی احمد یار صاحب قدس سرہ (کوٹ پیرو شریف) ہیں جو حضرت میاں میر بالا پیر لاہوری کے روحانی وارث ہیں۔اس کتاب کی تالیف میں کوئی تاریخی، علمی یا واقعاتی غلطی سرزد ہو گئی ہو تو اس کی تمام تر ذمہ داری مولف پر ہے۔اس لئے میں اہل علم و فضل سے معذرت خواہ ہوں۔اگر اس غلطی کی نشاندہی کر دی جائے تو آئندہ کے ایڈیشن میں اس کی تصیح کر لی جائے گی۔اس کتاب کی تالیف میں استعمال ہونے والے ماخذات کی مکمل فہرست آخر میں منسلک ہے۔

سب سے پہلے میں ان تمام مصنفین اور مؤلفین کا شکر گزار ہوں جن کی تخلیقات کی مدد سے میں اس کتاب کو مرتب کرنے میں کامیاب ہوا۔پھر حضرت صاحبزادہ شبیر احمد کمال عباسی (مدظلہ العالی) سجادہ نشین درگاہ معلیٰ غوث العصر گوجرانوالہ کا جن کی ظاہری و باطنی توجہ ہمہ وقت میرے شامل حال رہی اور وہ مجھے ہدایات دیتے رہے اور رہنمائی کرتے رہے۔اس کے بعد میں سیّد امیر علی شاہ نقوی البخاری بانی و مہتمم مرکز فیضان شاہ مردان علی ضلع قصور کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تالیف میں میری گراں قدر مدد کی اور مسودے پر نظر ثانی فرمائی۔

بارگاہ ربوبیت میں استدعا ہے کہ وہ میری کوشش کو قبول فرمائے اور قارئین کرام کے قلوب صوفیائے کرام اور سیّدنا غوث اعظمؓ کی محبت سے بھر دے۔

۳۰ مارچ ۲۰۰۴ء

سگ درگاہ مُعلیٰ غوث العصر

حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری (گوجرانوالہ)

محمد ریاض قادری

ولادت، نسب اور بچپن

تاجدار ولایت، مجسمہ روحانیت، پیکر سنت و شریعت محمدی، قاسم عرفان، نور مجسم، محبوب سبحانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی، شہنشاہ بغداد کا اسم گرامی عبدالقادر، لقب محی الدین، کنیت ابو محمد المعروف غوث اعظم ہے۔ آپ نجیب الطرفین سیّد ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب والد ماجد کی طرف سے حضرت امام حسنؓ اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حضرت امام حسینؓ سے ملتا ہے۔ ایک بزرگ نے آپ کے نسب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

ایں بارگاہ حضرتِ غوث الثقلین است
نقد کرم حیدر و نسل حسینؓ است
مادرش حُسینی نسب است و پدر اُو
اولادِ حسنؓ یعنی کریم الابوین است

یعنی یہ بارگاہ جن وانس کے فریادرس کی ہے۔ جو اولادِ علی کرم اللہ وجہہ اور امام حسینؓ کی نسب ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ حسینی نسب اور آپ کے والد اولاد امام حسنؓ ہیں۔ گویا آبا دونوں کریم ہیں۔

ولادت باسعادت: حضور غوث پاک کی ولادت باسعادت اتوار کی رات یکم رمضان ۴۷۰ ہجری بمطابق ۱۸ مارچ ۱۰۷۸ء ایران کے ایک قصبے گیلان (جیلان) میں ہوئی۔ ایک بزرگ نے آپ کے سن ولادت اور سن وصال کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے: جَاءَ فِیْ عِشْقٍ وَ تَحَرَّفِیْ فِی کَمَالٍ یعنی عشق (۴۷۰) میں پیدا ہوئے اور کمال (۵۶۱) میں وصال فرمایا۔ اس طرح غوث پاک کی عمر مبارک ۹۱ برس ہوئی۔ آپ کے شجرہ نسب کی تفصیل یہ ہے:

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ — حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ — سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

سیّد حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ — سیّدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

سیّد عبداللہ محض رضی اللہ عنہ — سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

سیّد موسےٰ الجون رضی اللہ عنہ — سیّدنا موسےٰ کاظم رضی اللہ عنہ

سیّد عبداللہ صالح رضی اللہ عنہ — سیّدنا علی رضا رضی اللہ عنہ

سیّد موسےٰ ثانی رضی اللہ عنہ — سیّد ابو علاؤ الدین محمد الجواد رضی اللہ عنہ

سیّد ابوبکر داؤد رضی اللہ عنہ — سیّد کمال الدین عیسےٰ رضی اللہ عنہ

سیّد شمس الدین زکریا رضی اللہ عنہ — سیّد ابوالعطا عبداللہ رضی اللہ عنہ

سیّد یحییٰ زاہد رضی اللہ عنہ — سیّد محمود رضی اللہ عنہ

سیّد عبداللہ جیلی رضی اللہ عنہ — سیّد محمد رضی اللہ عنہ

سیّد ابو جمال رضی اللہ عنہ

سیّد عبداللہ صومعی رضی اللہ عنہ

سیّد ابوصالح موسیٰ جنگی دوستؒ — سیّدہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

روایات میں ہے کہ جس رات حضور غوث پاک کی ولادت ہوتی ہے اس رات گیلان (جیلان) میں گیارہ سو بچے پیدا ہوئے۔ جو سب کے سب وقت کے ولی کامل ہوئے۔ یہ آپ کی ولادت اور ولایت کا پہلا نمونہ عرفان ہے۔ اس کے بعد جیلان سے اٹھنے والے اس ابر علم و عرفان نے پوری دنیا کو منور کیا۔ آپ کے غلامان سلسلہ قادریہ کی روشنی لے کر پوری دنیا میں پھیلتے چلے گئے اور جہاں بھی پہنچے نور محمدی ﷺ کی شمعیں روشن کیں اور اسلام کا پیغام محبت و آشتی اور

بندگی ذاتِ کبریا لوگوں تک پہنچایا۔

گیلان کا محل وقوع: آپ نے گیلانی یا جیلانی ہونے میں اختلاف نہیں۔ البتہ اس موضع و قصبہ میں قدرے اختلاف ہے جہاں آپ کی پیدائش ہوئی۔ علامہ شطنوفی نے اس کا نام نیف یا نائف لکھا ہے جو بحیرہ اسود کے جنوب میں واقع ہے مگر امام یعقوب حموی نے بشتیر لکھا ہے۔ ہو سکتا ہے دونوں نام ایک ہی مقام کے ہوں۔ گیلان کو دیلم بھی کہا جاتا ہے یہ ایران کے شمال مغربی صوبے کا حصہ ہے۔ اس کے جنوب میں برز کا پہاڑی سلسلہ ہے جو اس کو آذربائیجان اور عراق عجم سے جدا کرتا ہے۔ اس کے جنوب میں ماژندران کا مشرقی حصہ ہے۔ گیلان کو معرّب کر کے جیلان بنا دیا گیا۔ ورنہ محل وقوع کے اعتبار سے دونوں ایک ہی مقام کے نام ہیں یاد رہے کہ ہندوستان کے ضلع پٹنہ میں گیلانی ایک بستی کا نام بھی ہے۔ (نام و نسب)

خاندانی حالات: سیّدنا غوث پاک کے نانا حضرت سیّد عبداللہ صومعی جیلان کے مشہور مشائخ اور روسا میں سے تھے۔ آپ بڑے زاہد متقی، مستجاب الدعوات، قائم الیل، صائم النہار، صابر، شاکر، منکسر المزاج اور صاحب کشف و کرامت ولی کامل تھے۔ غوث پاک کے والد گرامی کا نام سیّد ابو صالح موسیٰ جنگی دوست اور والدہ کا نام نامی فاطمہ، کنیت اُمُّ الخیر اور لقب اَمَۃُ الجبار تھا۔

سرکار کے نانا سیّد عبداللہ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ چنانچہ شیخ ابو عبداللہ قزوینی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہمارے بعض احباب سامان تجارت لے کر قافلے کے ساتھ سمرقند کی طرف گئے۔ جب وہاں ایک صحرا میں پہنچے تو بہت سے مسلح سواروں نے انہیں گھیر لیا۔ پریشانی اور استعجاب کے عالم میں انہوں نے بآواز بلند شیخ عبداللہ صومعی کو پکارا۔ معاً پکارتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ شیخ عبداللہ (مثالی روپ میں) ان کے درمیان کھڑے فرما رہے ہیں۔ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا اللّٰهُ تَفَرَّقِيْ يَا خَيْلُ عَنَّا۔ یعنی ہمارا پروردگار پاک و بے عیب ہے۔ اے سوارو! ہم سے دور ہو جاؤ۔

اس کا سننا ہی تھا کہ گھوڑے اپنے سواروں کو پہاڑوں، جنگلوں اور بیابانوں کی طرف

بھاگے اور پھر واپس نہ آ سکے۔ اور تمام قافلہ لوٹ مار سے بچ گیا۔ اس کے بعد قافلے والوں نے شیخ عبداللہ کی جستجو کی مگر آپ کہیں نظر نہ آئے اور نہ ہی پتہ چل سکا آپ کس طرف تشریف لے گئے جب یہ لوگ جیلان واپس آئے تو انہوں نے لوگوں سے یہ ماجرا بیان کیا تو انہوں نے بتایا واللہ شیخ تو اس وقت یہاں موجود تھے۔ الغرض اس قسم کی بے شمار آپکی کرامتیں مشہور ہیں۔

آپ کی پھوپھی صاحبہ: سرکار غوث پاک کی پھوپھی کا نام سیّدہ عائشہ اور کنیت اُمّ محمد تھی۔ بڑی نیک، پارسا اور صالحہ خاتون تھیں۔ ابوالعباس احمد ابو صالح مطقی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جیلان میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط سالی واقع ہوئی۔ لوگوں نے بہت دعائیں مانگیں، نماز استسقاء بھی پڑھی گی مگر بارش نہ ہوئی۔ لوگوں نے سیّدہ عائشہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعائے استسقاء کی درخواست کی۔ آپ گھر کے صحن میں آ گئیں اور زمین کو جھاڑ و دیا۔ اور پھر بارگاہ ایزدی میں عرض کی: اے میرے مولا! جھاڑو تو میں نے دے دیا ہے اب تو چھڑکاؤ کر دے۔ یہ کہنا ہی تھا کہ آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہوگی اور تمام لوگ بھیگتے ہوئے گھروں کو واپس ہوئے۔

آپ کے والد ماجد: سرکار غوث پاک کے والد ماجد سید ابو صالح کو جنگ سے بہت اُنس تھا اسی سبب سے آپ کا لقب جنگی دوست مشہور ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ ریاضات و مجاہدات کے دوران ایک مرتبہ آپ کو تیسرا فاقہ تھا اور آپ دریا کے کنارے بیٹھے تھے کہ دریا میں ایک سیب بہتا ہوا دکھائی دیا۔ آپ دریا میں کود گئے اور سیب پکڑ کر تناول فرمالیا۔ معاً آپ کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ نہ معلوم یہ سیب کس کا تھا اور میرے لئے اس کا کھانا کیونکر حلال ہوسکتا ہے؟ لہٰذا اپنا قصور معاف کرانے کے لئے مالک سیب کی تلاش میں دریا کے کنارے کنارے اوپر کی جانب چل دیئے۔ کئی روز متواتر سفر کرنے کے بعد آپ کو ایک عالی شان عمارت نظر آئی جس میں ایک وسیع باغ تھا اور اس باغ میں سیب کا ایک بہت بڑا درخت بھی نظر آیا جس کی پھل دار شاخیں دریا پر پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ کو یقین ہوگیا کہ جو سیب میں نے کھایا ہے وہ اسی درخت کا ہوسکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے مالک باغ کے متعلق پوچھا اور تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ اس

باغ و محل کے مالک کا نام حضرت سیّد عبداللہ صومعی ہیں۔ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تمام ماجرا سنانے کے بعد معافی کی درخواست کی۔

حضرت سیّد عبداللہ نور فراست سے جان گئے کہ یہ شخص بندگان خدا میں سے ہے۔ فرمایا بارہ برس ہماری خدمت میں رہو تب قصور معاف ہوگا۔ آپ نے بسر و چشم یہ شرط قبول کر لی۔ بارہ برس خدمت کے مکمل ہوئے تو حضرت عبداللہ صومعی نے فرمایا کہ ایک خدمت اور ہے۔ اسے بھی انجام دو تب سیب کھانے کا قصور معاف کر دیا جائے گا۔ فرمایا میری ایک لڑکی ہے جس میں چار عیب ہیں: آنکھوں سے اندھی ہے کانوں سے بہری ہے، ہاتھوں سے لنجی ہے اور پاؤں سے لنگڑی ہے اس کو اپنے نکاح میں قبول کرو۔ اور نکاح کے بعد دو سال ہماری خدمت میں رہو تاکہ اس نکاح کے نتیجے میں ایک فرزند کی صورت اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ اس کے بعد جہاں جی چاہے چلے جانا۔ آپ نے اسے بھی قبول کر لیا۔

نکاح کے بعد صاحبزادی کو دیکھا تو حیران رہ گئے کہ اس کے تمام اعضاء صحیح و سالم ہیں اور حُسن و جمال کے سامنے چاند بھی شرمندہ ہے۔ آپ نے اس کو خلاف حلیہ پا کر تمام شب اُس سے کنارہ کش رہے اور اگلے دن صبح کو حضرت سیّد عبداللہ صومعی سے ملنے گئے، انہوں نے فراست سے سارا حال معلوم کر کے فرمایا کہ اے ابو صالح! میں نے اپنی لڑکی کی جو صفات تم سے بیان کی تھیں وہ سب من و عن صحیح ہیں۔ نامحرم کے لئے اس کی آنکھیں اندھی ہیں، غیر حق بات سننے کے لئے اس کے کان بہرے ہیں، نامحرم کو چھونے کے لئے اس کے ہاتھ لنجے ہیں اور تمہارے حکم کے خلاف قدم اٹھانے کے لئے اس کے پاؤں لنگڑے ہیں۔

اس توجیہہ کو سن کر حضرت ابو صالح کے قلب میں اپنی زوجہ مطاہرہ کی بڑی قدر و منزلت ہوئی اور دونوں میاں بیوی بخوشی رہنے سہنے لگے۔ ابو صالح ابتداء سے لے کر اوسط عمر تک لاولد رہے۔ آخر عمر میں پہنچ کر اولاد پیدا ہوئی۔

آپ کی والدہ ماجدہ: آپ کی والدہ ماجدہ ام الخیر فاطمہ حضرت سیّد اللہ صومعی کی بیٹی تھیں۔ ساٹھ سال کی عمر میں آپ کے بطن سے حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی تولّد ہوئے۔ اس عمر

میں بچے کی پیدائش از قسم خرق عادت ہے۔

بشارت ولادت: اس مظہر روحانیت نور مجسم اور قاسم ولایت کے ظہور کے متعلق جن اولیائے کرام نے جو جو بشارات دی تھیں وہ یہاں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت خلیل بلخی نے کشف کے ذریعہ حضور غوث پاک کی ولادت سے قبل اپنے مریدوں کو بشارت دی تھی کہ پانچویں صدی ہجری کے آخر میں ایک عظیم بزرگ ولی اللہ ظاہر ہوں گے جو تمام اولیاء واقطاب کے صدر نشین ہوں گے۔ مخلوق الٰہی کثرت سے ان کی اقتدا کرے گی۔ ان کا تصرف حیات کی طرح بعد از وفات بھی جاری رہے گا۔

۲۔ امام یعقوب ہمدانی بیان کرتے ہیں کہ میرے شیخ نے ایک دفعہ فرمایا کہ مجھے حضرت غوث اعظم کی ولادت سے چند سال پہلے شیخ المشائخ ابو عبداللہ علی نے فرمایا تھا کہ عنقریب سرزمین عراق میں ایک بزرگ ظاہر ہوں گے۔ ان کا نام عبدالقادر ہوگا اور وہ تمام اولیاء کے سرتاج ہوں گے۔

۳۔ حضرت شیخ منصور بطائحی عراق کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ ایک دن اپنی مجلس میں فرمایا کہ عنقریب ایک شخص عبدالقادر نام ظاہر ہوگا۔ اس کا مرتبہ عارفین میں بلند ہوگا۔ اس کی وفات اس حال میں ہوگی کہ وہ روئے زمین پر اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔ اگر کوئی تم میں سے اس وقت تک زندہ رہے تو حرمت کو ملحوظ رکھ کر اس کی تعظیم کرنا۔

۴۔ حضرت شیخ عقیل منبجی علیہ الرحمۃ سے لوگوں نے پوچھا کہ اس وقت کا قطب کون ہے؟ جواب دیا کہ عنقریب عراق سے ایک عجمی نوجوان ظاہر ہوگا جو بغداد میں لوگوں کو وعظ کرے گا۔ وہ کہے گا میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ اولیاء اللہ اپنی گردنیں اس کے آگے جھکا دیں گے۔ اگر میں اس کے زمانہ میں ہوتا تو اپنا سر اس کے آگے جھکا دیتا۔ جو اس کی کرامت کی تصدیق کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ نفع دے گا۔

۵۔ حضرت شیخ ابو احمد عبداللہ بن احمد بن موسیٰ علیہ الرحمۃ نے ۴۶۸ ہجری میں کوہ حرو پر بیٹھے

بیٹھے فرمایا کہ سرزمین عجم میں عنقریب ایک لڑکا پیدا ہوگا جو کثرت کرامات کے سبب تمام عالم میں مشہور ہوگا۔ تمام اولیاء اللہ میں اس کو قبولیت عامہ وتامہ ہوگی کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

۲۔ سیدالمشائخ شیخ جنید بغدادی نے ایک مرتبہ جمعہ کے روز حالت مکاشفہ میں فرمایا: "ان کا قدم میری گردن پر بھی ہے۔"

ولادت کے وقت عجائبات: (۱) حضور غوث پاک کے والد ماجد حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست علیہ الرحمۃ کو حضور سرور کونین ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ نے ارشاد فرمایا اے میرے بیٹے ابو صالح تجھے اللہ تعالیٰ وہ فرزند دے گا جو میرا بیٹا اور محبوب اور خدا کا بھی محبوب ہوگا اور بہت جلد اس کا مقام عظیم الشان اولیاء واقطاب میں یوں بلند ہوگا جیسا کہ میرا مرتبہ انبیاء و مرسلین میں ہے۔

۲۔ تمام انبیاء ورسل نے آپ کے والد ماجد کو خواب میں بشارت دی کہ سوائے صحابہ اور ائمہ کرام کے تمام اولیاء اولین وآخرین آپ کے فرزند کے مطیع ہوں گے اور اس کا قدم اپنی گردنوں پر رکھیں گے اور اس کی اطاعت ان کے درجات کی بلندی کا باعث ہوگی۔

۳۔ شب ولادت غوث پاک جیلان میں سب کے سب لڑکے پیدا ہوئے جن کی تعداد گیارہ سو تھی۔ اور وہ سب اولیائے کاملین ہوئے۔

۴۔ سرکار نے یکم رمضان ہونے کی وجہ سے اور پھر تمام رمضان سحر سے افطار تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیا۔

۵۔ سرکار غوث پاک کے دوش مبارک پر جناب رسول اللہؐ کے قدم مبارک کا نشان تھا جبکہ معراج کی رات جناب رسالت مآبؐ نے آپ کے کاندھے پر اپنا قدم مبارک رکھا تھا۔

۶۔ آپکی ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر ساٹھ برس کی تھی۔ اس عمر میں آپ کی پیدائش بھی ایک کرامت تھی۔

۷۔ ولادت کے وقت آپؓ کی شکل مبارک اتنی نورانی اور بارعب تھی کہ کوئی شخص آپ کو غور

سے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ آپؓ کو اخلاق محبوب صاحب لولاکؐ عطا فرمائے گئے تھے۔ آپ کو صدق صدیق اکبرؓ عدلِ فاروقؓ حلم عثمان غنیؓ اور علم و شجاعت و قوت حیدر کرار رضی اللہ عنہم اجمعین سے مشرف کیا گیا۔

تفویض سجادہ: حضرت شیخ ابو محمد بطائحی فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ نے وفات کے وقت اپنا سجادہ ایک معتمد بزرگ کے حوالے کر کے وصیت فرمائی تھی کہ پانچویں صدی ہجری کے آخر میں ایک بزرگ سیّد عبدالقادر نام پیدا ہوں گے یہ سجادہ ان کے لئے ہے ان کے ظہور تک یہ سجادہ ایک دوسرے سے منتقل ہوتا ہوا ان کے پاس پہنچنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ سجادہ حضرت غوث اعظم کے ظہور تک منتقل ہوتا ہوا آخر ماہ شوال ۴۹۷ ہجری میں ایک عارف نے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اولیاء اللہ نے آپ کے ظہور کے متعلق بشارات دی تھیں۔

ایام رضاعت و بچپن: سیّدنا غوثِ پاک کی ولادت کے بعد سب سے پہلا واقعہ جو پیش آیا وہ یہ تھا کہ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب میرے ہاں عبدالقادر پیدا ہوئے تو رمضان المبارک شروع ہو گیا تو میرے بیٹے نے دن کے وقت دودھ نہیں پیا۔ شہر میں بادل کی وجہ سے ماہ رمضان کے چاند میں شک پڑ گیا تو لوگ مجھ سے پوچھنے کے لئے آئے۔ میں نے انہیں بتایا کہ آج میرے بیٹے نے دودھ نہیں پیا۔ بعد میں اس کی تصدیق ہو گی کہ اس دن ماہ رمضان کی پہلی تاریخ تھی۔ اس واقعہ سے تمام شہر میں مشہور ہو گیا کہ سادات کے گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا۔ حضور غوث اعظم نے ایک شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بِدَایَۃُ اَمْرِیْ ذِکْرُہٗ مَلَاءَ الْفَضَا وَ صَوْمِیْ فِیْ مہدی بِہٖ کَانَ

یعنی میرے ابتدائی حالات کے ذکر سے تمام عالم پُر ہے اور میرا گہوارہ میں روزہ رکھنا مشہور ہے۔

ابھی آپ نے ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا اور بچپن ہی کا زمانہ تھا کہ آپ کے والد محترم انتقال فرما گئے اور آپ آغوش پدری سے محروم ہو گئے۔ یتیمی کا داغ اٹھانا پڑا۔ آپ کے نانا شیخ سیّد عبداللہ صومعی نے آپ کو اپنی شفقت میں لے لیا اور توجہ سے آپ کی پرورش فرماتے

رہے۔ حضور سیدنا غوث پاک بچپن ہی سے اپنے ہم عمروں کے ساتھ کھیلا نہیں کرتے تھے۔ جب کبھی کھیلنے کا خیال دل میں آتا تو غیب سے ایک ہدایت آپ کے کانوں میں سنائی دیتی۔ آپ کے فرزند سیّد عبدالرزاق کا بیان ہے کہ ایک دن میرے والد ماجد نے فرمایا کہ جب کبھی میں دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو ایک آواز مجھے سنائی دیتی اِلیَّ مبارک (اے خدا کے برکت دیئے ہوئے میری طرف آ' یعنی میں نے تجھے اپنے لئے پیدا کیا ہے کھیل کود کے لئے نہیں) یہ آواز سن کر میں ڈر جاتا اور کھیل کود کا خیال ترک کر کے دوڑ کر اپنی ماں کی گود میں جا بیٹھتا۔ آواز دینے والا مجھے کبھی نظر نہ آتا۔ اب بھی کبھی جب میں عالم استغراق میں ہوتا ہوں تو ایسی آواز مجھے سنائی دیتی ہے۔ (اخبار الاخیار)

ابتدائی تعلیم: آپ کی والدہ ماجدہ نے ناموافق حالات کے باوجود آپ کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ فرمائی۔ یہ تو صحیح طور پر معلوم نہیں کہ آپ کی تعلیم و تربیت کا آغاز کب سے ہوا مگر اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ آپ دس برس کی عمر میں اپنے شہر کے مکتب میں تعلیم حاصل کرنے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو اپنے ولی اللہ ہونے کا علم کب ہوا تو سرکار نے فرمایا کہ جب میں دس برس کا تھا تو اپنے شہر کے مکتب میں پڑھنے جایا کرتا تھا' راستہ میں ملائکہ میرے پیچھے پیچھے چلتے دکھائی دیتے تھے۔ اور جب میں سکول پہنچتا تو ان کو بارہا یہ کہتے ہوئے سنتا کہ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لئے جگہ دو! اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لئے جگہ دو! حضور غوث پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کو میں پہچانتا نہ تھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر اور فرشتوں کی آواز سن کر کہا: ''یہ نہایت معزز گھرانے کا فرد ہے۔ اور عنقریب اس کو وہ عظمت حاصل ہوگی کہ جس میں کوئی مزاحمت نہ کر سکے گا۔ اور اس کو ایسا قرب ملے گا کہ اس کو کوئی فریب نہ دے سکے گا۔'' پھر چالیس برس کے بعد میں نے اس شخص کو پہچانا کہ ابدال میں سے تھا۔

حضور غوث اعظمؓ نے دس سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم کے حصول کے دوران بہت سے علوم حاصل کر لئے اور سترہ سال کی عمر تک جیلان ہی میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس دوران میں علم کی تشنگی برابر بڑھتی گئی اور اعلیٰ تعلیم کی تحصیل و تکمیل کا جذبہ پیدا ہو گیا اور پھر اپنی عمر رسیدہ والدہ ماجدہ سے بغداد جانے کی اجازت مانگی۔

دوسرا باب:

عہد غوثیت: تاریخی پس منظر

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ عالم اسلام نے جو سطوت وعظمت خلفائے راشدین کے زمانے میں دیکھی وہ زیادہ سے زیادہ تیسری صدی ہجری تک قائم رہ سکی۔ اس کے بعد تمام دنیائے اسلام پر ایک انحطاط کی سی کیفیت رہنے لگی اور اسلام کی دیرینہ جلالت وعظمت تاریخ کا حصہ بنتی چلی گئی' خلفائے راشدین کا ۲۹ سال دور خلافت ۶۳۲ء میں شروع ہوتا ہے اور ۶۶۱ء میں حضرت امام حسنؓ کی دست برداری کے بعد یہ ختم ہو جاتا ہے۔ خلافت بنوامیہ صرف ۹۰ سال یعنی ۶۶۱ء سے ۷۵۰ء تک (۴۱ سے ۱۳۲ ہجری) قائم رہی۔ اس خلافت کی بنیاد حضرت امیر معاویہؓ نے رکھی۔ اس خاندان کے کل ۱۴ خلفاء ہوئے آخری خلیفہ مروان دوم کو ۷۵۰ء میں تاریخی جنگ زاب میں شکست ہوئی۔ وہ مصر کی طرف بھاگا اور وہاں قتل کر دیا گیا جس سے دور خلافت بنوامیہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ خلافت عباسی کا آغاز ۱۳ ربیع الاوّل ۱۳۲ ہجری کو ہوا اور اختتام ۴ صفر ۶۵۶ ہجری کو ہوا۔

سیّدنا غوث پاکؓ کی ولادت کے وقت عالم اسلام پر خلافت عباسیہ قائم تھی ان کا دور خلافت سن ہجری کے مطابق ۵۲۴ سال (۱۳۲ھ تا ۶۵۶ھ) اور سن عیسوی کے مطابق ۵۰۸ سال (۷۵۰ء تا ۱۲۵۸ء) تک قائم رہا۔ اس خاندان کے ۳۷ خلفاء ہوئے۔ سب سے آخری خلیفہ مستعصم باللہ کا دور حکومت ۱۲۵۸ء (۶۵۵ ہجری) میں ختم ہوا جب تاتاریوں کے ہاتھوں وہ قتل ہوئے اور بغداد تباہ و برباد ہوا۔

سیّدنا غوث اعظمؓ نے اپنی حیات پاک میں مندرجہ ذیل چھ عباسی خلفاء کے عہد حکومت دیکھے:۔

(۱)	مقتدی بامراللہ	۴۶۷ھ (۱۰۷۵ء)	تا	۴۸۷ھ (۱۰۹۴ء)
(۲)	مستظہر باللہ	۴۸۷ھ (۱۰۹۴ء)	تا	۵۱۲ھ (۱۱۱۸ء)

(۳) مسترشد باللہ	۵۱۲ھ(۱۱۱۸ء)	تا	۵۲۹ھ(۱۱۳۵ء)
(۴) راشد باللہ	۵۲۹ھ(۱۱۳۵ء)	تا	۵۳۰ھ(۱۱۳۵ء)
(۵) مقتفی لامر اللہ	۵۳۰ھ(۱۱۳۵ء)	تا	۵۵۵ھ(۱۱۶۰ء)
(۶) مستنجد باللہ	۵۵۵ھ(۱۱۶۰ء)	تا	۵۶۶ھ(۱۱۷۰ء)

مستنجد باللہ کے بعد پانچ خلفاء ہوئے اور فتنہ تاتار نے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

عالم اسلام کی حالت: سیّدنا غوث اعظمؓ کی پیدائش سے قبل دنیائے اسلام پر دور انحطاط شروع ہو چکا تھا۔ اگرچہ بظاہر اسلامی سلطنتوں کے اقتدار کا سلسلہ اندلس (موجودہ سپین) سے لے کر ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا مگر اندرونی طور پر ان کی سیاسی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ بغداد میں دنیائے اسلام کی مرکزی طاقت یعنی خلافت عباسیہ بہت کمزور ہو چکی تھی اور باقی ہر طرف طوائف الملوکی اور لاقانونیت کا دور دورا تھا۔ سیاسی و معاشرتی اعتبار سے ہر جگہ انتشار ہی انتشار تھا علامہ شبلی نعمانی‘ سیّد سلیمان ندوی نے اپنی کتابوں اور علامہ ابن جوزی نے ”المنتظم“ میں اُس وقت کے اسلامی ممالک کے جو حالات تحریر کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بدکاری‘ فسق وفجور‘ سیاسی ابتری‘ لاقانونیت اور اخلاقی انحطاط انتہاء کو پہنچ چکے تھے۔

مصر: مصر میں امام جعفر صادق ؒ کے بعد شعیوں کا گروہ دو حصوں میں بٹ گیا۔ ایک بڑی جماعت نے حضرت امام موسیٰ کاظمؓ کو امام مانا جبکہ دوسری مختصر جماعت نے حضرت اسماعیل بن محمد کو امام مانا جن کو شاید چھپا ہوا امام بھی کہتے ہیں۔ حالانکہ ان کو در اصل قتل کر کے مگر اس قتل کو عام لوگوں سے مخفی رکھ کر اس جماعت نے پورے عالم اسلام میں سازشوں کا جال پھیلا دیا۔ یہ فرقہ دراصل قدیم ایرانی فرقہ تھا جو کہ مانی کو مانتا تھا۔ اور اپنے آپ کو شیعوں اور صوفیوں کے گروہ میں روپوش رکھ کر خفیہ طور پر اپنے باطل عقائد کی تبلیغ اور فاطمی خلافت قائم کرنے کی کوشش کرتا رہا اور شمالی افریقہ اور بعد ازاں ۲۹۷ ہجری میں مصر کے اندر فاطمی خلافت قائم کرنے میں کامیاب ہوا جو کہ ۵۶۷ ہجری تک قائم رہی۔ اسی فرقہ کو قرامطہ اور باطنیہ بھی کہا جاتا تھا۔ مصر

میں سلطنت باطنیہ کو علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب ''تاریخ الخلفا'' میں دولت خبیثہ کے نام سے پکارا ہے جو الحاد اور بے دینی کے نظریات پھیلا رہی تھی۔اس کے ارباب حل وعقد نے اسلامی اقدار کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔اسی باطنی فتنہ کے زیر سایہ حسن بن صباح (جو ایک یہودی تھا) کی فتنہ انگیزی نے صدہا علمائے اہل سنت کو شہید کیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''زبدۃ الاثار'' میں رقمطراز ہیں کہ ''عالم اسلام کی مذہبی اور روحانی صورت حال ناگفتہ بہ تھی۔قرامطہ اور باطنیہ نیز اہل رفض واعتزال وعلمائے سُو کے فتنوں اور لاتعداد پیدا ہونے والے دیگر فرقوں نے اسلام کے مرکزی شہر بغداد تک میں اُودھم مچا رکھا تھا۔ہر روز بے شمار علماء، مشائخ، اُمراء اور دیگر سرکردہ مسلمان فرقہ باطنیہ کی سازشوں اور خنجر خونِ آشام کا شکار ہو رہے تھے۔مشہور زمانہ سلجوقی وزیر نظام الملک طوسی اور اس کے بعد ۴۸۵ ہجری میں سلجوق فرماں روا ملک شاہ بھی ان ظالم قاتلوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر چکے تھے (زبدالاثار) اس زمانہ میں بغداد کا ہر شخص اپنی جان کے لئے لرزاں رہتا تھا کیونکہ حسن بن صباح کے فدائی ہر جگہ موجود تھے۔ایک امام مسجد نے ایک روز وعظ میں فرقہ باطنیہ کے عقائد کی تردید کی۔دوسرے دن وعظ کیا تو ان کے عقائد کی تعریف کرتے ہوئے ایک تیغ بکف انسان کی طرف اشارہ کیا اور کہا ''برہانے دارند قاطع'' برہان سے مراد اس شخص (فدائی) کی تلوار تھی۔اس زمانہ میں کسی عالم کا حق گو ہونا موت کو دعوت دینا تھا۔امام غزالی نے بھی درس و تدریس چھوڑ کر تصوف کی راہ لی اور ملک شام چلے گئے۔یہی وہ سال ہے کہ غوث پاک جیلان سے بغداد تشریف لائے۔

اندلس: خلافت بنو امیہ کے آخری شہزادے عبدالرحمٰن الداخل نے اندلس میں عہد امارت، جس کا آغاز موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کی قائم کردہ حکومت سے ہوا تھا کو ۱۳۸ ہجری میں (۷۵۶ء) ختم کیا اور وہاں مروانی سلطنت کا آغاز کیا۔وہاں اموی خلافت ۴۲۲ ہجری تک قائم رہی۔آخری حکمران ہشام ثالث بن محمد عبدالملک کو ۴۱۸ ہجری (۱۰۲۷) میں خلیفہ چن لیا گیا۔ تین سال بعد اس کو تخت سے اتار دیا گیا اس طرح مروانی سلطنت کے ۴۰۳ ہجری (۱۰۱۳ء)

تک دس خلفاء ہوئے پھر اس کے طوائف الملو کی کا آغاز ہوا تھوڑے عرصہ کے لئے لوگ تخت نشین ہوتے رہے۔ اور بالاخر اس آخری حکمران ہشام ثالث بن محمد کی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ۴۲۲ ہجری (۱۰۳۱ء) میں بنو امیہ کی حکومت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ اس کے بعد ۴۵۰ ہجری (۱۰۵۸ء) سے ۶۳۵ ہجری (۱۲۳۷ء) تک بنو حمود' بنو عباد' مرابطین' موحدین' بنو ھود نامی خاندان حکمران رہے۔ غرناطہ کی سلطنت کا بانی یوسف ابن الاحمر تھا۔ اس نے ۱۲۳۶ء میں غرناطہ کی آزاد ریاست قائم کی۔ اس نے ۱۲۷۲ء میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کے جانشین ۶۳۳ ہجری (۱۲۳۶ء) سے ۸۹۷ ہجری (۱۴۹۲) تک حکومت کرتے رہے۔ اس دوران مسلمان حکمرانوں کا عیسائی بادشاہوں سے جنگوں کا آغاز ہوا چکا تھا آخری حکمران ابو عبداللہ نے تقریباً سات سال عیسائی حکمرانوں کو ناک چنے چبوائے۔ لیکن ۸۹۷ ہجری (۱۴۹۲ء) میں ہتھیار ڈال دیئے اور غرناطہ کی آخری اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

☆ غرناطہ میں بھی وہی باہمی آویزش نظر آتی ہے۔ جس وقت سیدنا غوث پاک کی عمر شریف ۴۴ برس کی تھی عین اس وقت مرابطین اسپین میں عیسائیوں سے برسر پیکار تھے اور عیسائی مسلمانوں کو اسپین سے بے دخل کر رہے تھے۔ ادھر موحدین نے مرابطین کے خلاف جنگ چھیڑ دی تھی جس سے مسلمان کی فوجی قوت کمزور ہو رہی تھی۔ اسپین میں مسلمانوں کی اخلاقی حالت بھی گر چکی تھی۔ امراء کا طبقہ عیش و عشرت میں مبتلا تھا۔ مشرق وسطیٰ کے ایک اوسط درجے کے رئیس ابن مروان کی حرم سرائے میں صرف گانے بجانے والی لونڈیوں کی تعداد پانچ سو کے قریب تھی یہ خلافت بنو امیہ کے آخری شہزادگاں کا حال تھا۔ اور بقول امام یافعی قرطبہ کے ایک امیر معتمد نامی کے ہاں گانے بجانے والی عورتوں کی تعداد آٹھ سو تھی۔ اور ہسپانیہ کے نقاب پوش سلاطین کے دور میں اسلامی پردہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ مردوں نے نقاب پہننا شروع کر دیا تھا۔ اور عورتیں کھلے منہ پھرتی تھیں۔ بدکاری' فحاشی اور شراب نوشی عام تھی۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا' اُمرا' سلاطین اور علماء تک وجاہت پرستی اور دُنیوی عیش پرستی کا شکار تھے (زبدۃ الاثار)

خطۂ ہند: افغانستان و ہندوستان کے شمالی مغربی علاقہ جات میں سلطان محمود غزنوی کے

جانشینوں کا زوال شروع ہو چکا تھا۔ ہند میں مختلف علاقوں میں مسلمانوں کی جو ریاستیں قائم تھیں وہ قریب قریب ناپید ہوتی جارہی تھیں۔ منصورہ اور ملتان کی اسلامی ریاستوں کا صرف وجود باقی تھا روح ختم ہو چکی تھی۔ ہندو راجے مہاراجے اپنی سابقہ شکستوں اور ذلتوں کا بدلہ لینے کے لئے صلاح ومشورے کر رہے تھے۔ سیدنا غوث اعظم کا وصال تو ۵۶۱ ہجری میں ہو چکا تھا۔ آپ کے بعد شہاب الدین محمد غوری نے ۵۷۴ ہجری میں ہند پر پہلا حملہ کیا۔ اور نواں حملہ ۵۹۶ ہجری (۱۱۹۹ء) میں کیا۔ اس کے بعد خاندان غلاماں کی بنیاد پڑی اور ہند میں مسلمانوں کو استحکام نصیب ہوا۔

ایران اور دیگر علاقہ جات: خلافت بنی عباس کے مشرقی ممالک چھوٹی چھوٹی خودمختار یا نیم خودمختار ریاستوں میں منقسم ہو رہے تھے۔ یہاں پر طاہری خاندانِ خراسان' صفاری خاندان' سامانی خاندان اور غزنوی خاندان برسر اقتدار رہے۔

خاندان عباسیہ نے خلافت حاصل کرنے کے لئے چونکہ ایرانیوں سے زیادہ امداد حاصل کی تھی لہٰذا انہوں نے ایرانیوں کے اقتدار و اثر کو بڑھانے اور عربوں پر چیرہ دست بنانے میں کوئی تامل نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مغلوب ایرانیوں کو خود غلبہ پانے اور اپنی حکومت قائم کا خیال پیدا ہوا اور ابو مسلم خراسانی اور برامکہ وغیرہ کو شاہانہ اقتدار حاصل کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی لیکن جب تک عباسی خاندان میں فاتحانہ اور سپاہیانہ جذبات باقی رہے ایرانی اپنے مقصد میں کما حقہ کامیاب نہ ہو سکے۔ خلفائے عباسیہ کی عیش پرستی و کمزوری نے جب ایرانیوں کے لیے ان کی اولوالعزمیوں کے پورا ہونے کا راستہ صاف کر دیا تو سب سے پہلے یعقوب بن لیث جس کے خاندان میں ٹھیٹرے کا پیشہ ہوتا تھا اور اسی لیے وہ صفار کے نام سے پکارا جاتا تھا اپنی خودمختار حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ صفاریوں کی حکومت کے خاتمہ کے بعد' دولتِ سامانیہ' دولتِ دیلمیہ' اور پھر ۳۸۷ ہجری میں سلطان محمود غزنوی تخت نشین ہوا۔ خلیفہ قادر باللہ عباسی نے اس کو یمین الدولہ اور امین الملت کا خطاب دیا۔ سب سے آخر میں خسرو ملک بن خسرو شاہ ۵۵۵ھ ہجری میں بمقام لاہور تخت نشین ہوا۔ مگر غوریوں نے اسے گرفتار کر

کے پنجاب پر قبضہ کرلیا یہ علاقہ ان کے آخر میں قلمرو میں تھا۔ اس طرح دولتِ غزنویہ کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

دولت سلجوقیہ: ترک قوم کا ایک شخص جس کا نام وقاق اور لقب تیمور تالیغ تھا وہ ترکستان کے بادشاہ پیغو کے متوسلین میں سے تھا۔ اس کے بیٹے کا نام سلجوق تھا۔ ایک روز کسی بات پر سلجوق پیغو سے خفا ہو کر مع اپنے بیٹوں کے سمرقند' بخارا کی طرف چلا گیا اور مقام جند کے قریب اس مختصر قافلے نے قیام کیا۔ جند کے مسلمان عامل کی ترغیب سے سلجوق نے اسلام قبول کیا۔ یہ علاقہ اس زمانے میں پیغو بادشاہ ترکستان کا باج گزار تھا۔ چند روز کے بعد پیغو کے عمال زرخراج وصول کرنے آئے تو سلجوق نے وہاں کے حاکم سے کہا کہ مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کفار آ کر مسلمانوں سے خراج وصول کریں۔ سلجوق کی اس ہمت کو دیکھ کر وہاں کے باشندے بھی جنگ پر آمادہ ہو گئے اور سلجوق کے ساتھ مل کر پیغو کے عمال پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں سلجوق کو فتح حاصل ہوئی لیکن ایک لڑائی میں اس کا بیٹا میکائیل مارا گیا۔ اس کے بعد اس کے قبیلہ کے لوگ آ آ کر اس کے ساتھ شامل ہوتے گئے۔ میکائیل کے دو بیٹے طغرل بیگ اور چغر بیگ اپنے دادا سلجوق کے زیر تربیت پرورش پانے لگے۔ بعد میں دونوں بھائی آپس میں اتفاق و اتحاد کے ساتھ اپنے متعلقہ قبائل پر حکومت کرتے رہے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے سلجوقی نسلاً ترک تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وسط ایشیا کے میدانوں میں نکل کر خراسان میں آباد ہو گئے تھے۔ جس زمانے میں یہ خراسان میں آباد ہوئے وہاں غزنوی سلطنت قائم تھی۔ جب اس حکومت کو زوال ہوا تو غزنوی حکمرانوں سے سلجوقیوں کی خراسان میں خوب لڑائیاں ہوئیں۔ سلجوقی سردار طغرل بیگ (۴۲۹ھ تا ۴۵۵ھ) بڑا قابل سپہ سالار تھا اس نے ۴۲۹ھ (۱۰۳۷ء) غزنوی حکمران مسعود کو شکست دے کر خراسان میں سلجوقی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ خراسان میں حکومت مضبوط ہو جانے کے بعد طغرل نے مغرب کا رُخ کیا اور ایران فتح کرتا ہوا ۴۴۷ ہجری میں بغداد آ پہنچا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ طغرل نے اپنی زندگی میں اتنی بڑی سلطنت قائم کر دی جو سامانیوں' بنی بویہ اور بنی فاطمہ

سب کی حکومتوں سے بڑی تھی۔ یہ اپنی وسیع سلطنت پر ۲۶ سال حکومت کرنے کے بعد ۴۵۵ ہجری میں فوت ہوا۔ اس کا بھائی چغر بیگ ۴۵۱ ہجری میں فوت ہوا۔

طغرل بیگ لا ولد تھا۔ اس لیے اس کا بھتیجا الپ ارسلان بن چغر بیگ (۴۵۵ھ تا ۴۶۵ھ) تخت نشین ہوا۔ الپ ارسلان نے آرمینیا' ایشیائے کوچک' شمالی شام اور ماوراالنہرا کو فتح کر کے سلجوقیوں کی سلطنت کو اور وسیع کر دیا۔ اس کے نام کا خطبہ مکہ اور مدینہ میں بھی پڑھا جانے لگا جو اس سے پہلے فاطمیوں کے قبضے میں تھے۔ الپ ارسلان نے ایشیائے کوچک کے شہر ''ملازکرد'' کے پاس رومی شہنشاہ کو جو زبردست شکست دی اسکی وجہ سے اس کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ ملازکرد کی جنگ تاریخ کی فیصلہ کن لڑائیوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں پورا ایشیائے کوچک مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور اس خطہ نے بتدریج ترکوں کے وطن کی حیثیت اختیار کر لی۔

الپ ارسلان نے دس سال حکومت کی اور ۴۶۵ ہجری میں فوت ہوا۔ وہ بڑا فیاض نیک اور عادل بادشاہ تھا اس کے زمانے میں سارے ملک کے فقیروں اور محتاجوں کے نام رجسٹر میں درج تھے اور حکومت کی طرف سے ان کو امداد دی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ الپ ارسلان کو اطلاع ملی کہ اس کے ایک غلام نے ایک دیہاتی کا تہبند چھین لیا ہے۔ الپ ارسلان نے اس جرم میں غلام کو سولی پر چڑھا دیا۔ اس کی اس سختی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک میں امن و امان ہو گیا اور جرائم ختم ہو گئے۔

الپ ارسلان کے بعد اس کا لڑکا ملک شاہ (۴۶۵ھ یا ۴۸۵ھ) اٹھارہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس کے زمانہ میں سلجوقی سلطنت اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ مغرب میں شام فتح ہوا اور جنوب میں یمن اور عمان سلجوقی سلطنت کے ماتحت آ گئے اور مشرق میں چین تک سلطنت کی حدود پھیل گئیں۔ ایک مورخ کا بیان ہے کہ دیوار چین سے بحیرہ قلزم تک ملک شاہ کا حکم جاری ہوا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔

ملک شاہ سب سے بڑا اور سب سے اچھا سلجوقی حکمران تھا۔ اس نے رعایا کی آسائش

کے لیے رفاہِ عامہ کے بہت سے کام انجام دیئے۔ بہت سے ٹیکس ختم کر دیئے۔ جگہ جگہ سڑکیں بنوائیں، سرائیں اور پُل تعمیر کیے۔

اس کو انصاف کا بڑا خیال تھا۔ اس کے زمانہ میں کسی پر ظلم نہیں ہو سکتا تھا اور اگر کسی پر ظلم ہو جاتا تو مظلوم خود آ کر ملک شاہ سے فریاد کر سکتا تھا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ اس کے فوجیوں نے ایک بیوہ بڑھیا کی گائے پکڑ کر ذبح کر لی۔ بڑھیا کو جب اس کا پتہ چلا تو وہ شہر اصفہان کے اس پُل پر آ کر کھڑی ہوگئی جہاں سے ملک شاہ گزرتا تھا۔ جب بادشاہ اس پُل پر سے گزرا تو بڑھیا نے اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا:

''بتاؤ تم میرا انصاف اس پُل پر کرو گے یا پُل صراط پر۔''

ملک شاہ گھوڑے سے اُتر پڑا اور کہا ''پلصراط کی مجھ میں طاقت نہیں اسی پُل پر فیصلہ کروں گا۔''

اب بڑھیا نے اپنا قصہ سنایا۔ ملک شاہ نے بڑھیا کی فریاد سُن کر مجرم فوجیوں کو سخت سزائیں دیں اور عدل کا حق ادا کر دیا۔ ملک شاہ بیس سال حکومت کرنے کے بعد ۴۸۵ ہجری میں فوت ہوا۔

ملک شاہ کے بعد اس کے لڑکوں محمود اور برکیارق میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ اس آپس کی لڑائی میں سلطنت کمزور ہوگئی اور شام، حجاز اور ایشیائے کوچک یا تو سلجوقیوں کے قبضہ سے بالکل نکل گے یا مرکزی حکومت کے تسلط سے آزاد ہو گئے۔ سلجوقیوں کی یہ خانہ جنگی اسلامی دنیا کے لئے بڑی نقصان دہ ثابت ہوئی۔ بالآخر ۱۲ سال کی خانہ جنگی کے بعد ملک شاہ کے ایک لڑکے محمد (۴۹۸ھ تا ۵۱۱ھ) نے سلجوقی سلطنت کے بڑے حصے میں پھر ایک مستحکم حکومت قائم کر دی۔ اب سلجوقی سلطنت اتنی وسیع تو نہیں تھی جتنی ملک شاہ کی تھی لیکن پھر بھی اپنے زمانے کی سب سے بڑی سلطنت تھی۔ عراق، آرمینیہ، ایران، ترکستان اور افغانستان کا مغربی حصہ اب بھی اس سلطنت میں شامل تھا۔

سلجوقیوں کا آخری طاقت ور حکمران محمد کا بھائی سنجر (۵۱۱ھ تا ۵۵۲) تھا۔ اس نے

چالیس سال سے زیادہ حکومت کی۔ ترکستان اور خراسان کا علاقہ اس کی براہِ راست حکومت میں تھا اور باقی مملکت یعنی مغربی ایران اور عراق میں اس کے بھائی اور ان کی اولاد سنجر کی طرف سے حکومت کرتے تھے۔

سنجر اپنی وسیع سلطنت پر آرام سے حکومت کر رہا تھا کہ (۵۳۶ھ یا ۱۱۴۰ء) میں شمال مشرق کی طرف سے ایک غیر مسلم ترک قوم نے جو قرہ خطائی کہلاتی تھی حملہ کر دیا۔ سنجر نے سمرقند کے قریب مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور ماوراء النہر کا سارا علاقہ سنجر کے قبضہ سے نکل گیا۔ سنجر اب بھی باقی سلطنت کو سنبھالے رہا لیکن بارہ سال بعد ایک نو مسلم ترک قبیلہ جو غز کہلاتا تھا اور بلخ کے نواح میں آباد تھا باغی ہو گیا۔ سنجر نے ۵۴۸ھ میں ان کے مقابلے میں بھی شکست کھائی اور غزوں کے ہاتھوں قید ہو گیا۔

غزواں نے اپنی اس کامیابی کے بعد سارے خراسان میں تباہی مچادی۔ لوگوں کا قتل عام کیا مسجدیں اور مدرسے مسمار کر دیئے اور شہر اور بستیاں اُجاڑ دیں۔ منگولوں کے حملے سے قبل اسلامی دور میں خراسان پر ایسی تباہی کبھی نہیں آتی تھی۔ چار سال کے بعد سنجر غزوں کی قید سے رہا ہوا۔ لیکن اس رہائی کے فوراً بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

سلجوقیوں کے تین دارالحکومت تھے۔ طغرل کا دارالحکومت شہر رےؔ تھا' الپ ارسلان اور سنجر کا مروؔ اور ملک شاہ کا دارالحکومت اصفہانؔ۔ ان تینوں شہروں نے اس زمانہ میں بڑی ترقی کی۔ یہاں عالیشان عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ مدرسے' شفاخانے اور مسجدیں بنائی گئیں۔ مرو نے خاص طور پر بڑی ترقی کی اور علم و ادب کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔ یہاں کے کتب خانے دُور دُور مشہور تھے۔ سلجوقیوں کے زمانہ میں سو سال کامل امن و امان رہا۔ ایسا امن اس خطے کو دریائے سیحوں سے دریائے فرات تک جس میں ترکستان' افغانستان' ایران اور عراق کے ملک شامل تھے' تاریخ میں بہت کم ملا۔ وزیر اعظم نظام الملک طوسی نے اس بات پر فخر کرتے ہوئے اپنی کتاب سیاست نامہ میں لکھا ہے: ''اگرچہ بعض خلفا کی سلطنت سے سلجوقی سلطنت زیادہ وسیع تھی لیکن ان کا زمانہ کسی وقت بھی بغاوتوں سے خالی نہیں رہا۔ لیکن الحمدللہ اس زمانہ میں کوئی

نہیں ہے جو بغاوت کا خیال دل میں لائے اور اطاعت سے انکار کر سکے۔''

سلجوقی سلطان محمود کی وفات کے بعد اس کے کم عمر بیٹے داؤد کو (۵۲۵ھ) تخت نشین کیا گیا جبکہ اس وقت اس کے کئی چچا مثلاً طغرل' مسعود اور سلجوق شاہ موجود تھے۔ ان میں سے کسی نے بھی داؤد کی حکومت کو تسلیم نہ کیا۔ داؤد کے نانا سنجر نے بھی اتنے کم سن بچے کی جانشینی کو نامناسب سمجھا۔ اور داؤد کی بجائے اپنے بھتیجے طغرل کو نامزد کیا۔ لیکن محمود کے خودغرض امراء نے سنجر کے فیصلہ کو نہ مانا۔ اس لئے داؤد کے تینوں چچا طغرل' مسعود اور سلجوق شاہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے مسعود نے پایہ تخت ہمدان پر فوج کشی اور خلیفہ مترشد سے بغداد میں اپنے خطبہ کی درخواست کی۔ مسترشد نے یہ فیصلہ سنجر پر چھوڑ دیا۔ ابھی مسعود اور داؤد کی کشمکش کا فیصلہ نہ ہوا تھا کہ سلجوق شاہ اتابک قراجہ ساقی کے ہمراہ فوجیں لے کر بغداد پہنچ گیا۔ خلیفہ مسترشد بڑی عزت و توقیر کے ساتھ پیش آیا اور اس سے اپنی امداد و حمایت کا وعدہ لے لیا۔ مسعود کو اس کی اطلاع ہوگئی تو مترشد کو پیغام بھیجا کہ اگر بغداد میں اس کے نام کا خطبہ جاری نہ کیا گیا تو وہ طاقت کے زور سے پڑھوائے گا۔ مترشد نے اس دھمکی کی پرواہ نہ کی۔ اس لیے مسعود نے عماد الدین زنگی کے ساتھ بغداد پر فوج کشی کر دی۔ عماد الدین آ گے تھا۔ مترشد اور قراجہ ساقی نے بغداد سے نکل کر اس کو شکست فاش دی۔ مسعود کو شکست کی اطلاع ملی تو وہ واپس لوٹ گیا۔ اس کے بعد طغرل کو تاج و تخت دلانے کے لئے سلطان سنجر ہمدان روانہ ہوا۔ سنجر کے مقابلے کے لئے خلیفہ مسترشد' مسعود اور سلجوق شاہ متحد ہو گئے۔ اس معاہدہ کے بعد مسترشد نے مسعود' سلجوق شاہ اور قراجہ ساقی کو سنجر کے مقابلہ کے لئے آگے بھیج دیا اور خود ان کے عقب سے روانہ ہوا۔ سلطان سنجر نے عماد الدین زنگی کو فوجیں دے کر بغداد روانہ کر دیا۔ مسترشد بغداد کی حفاظت کے لئے واپس لوٹ آیا۔ دوسری جانب دینور کے قریب مسعود' سلجوق شاہ اور سلطان سنجر میں معرکہ آرائی ہوئی۔ قراجہ ساقی نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا۔ لیکن آخر میں زخمی ہو کر گرفتار ہوا۔ اور مسعود کو شکست ہوئی۔ قراجہ قتل کر دیا گیا۔

عباسی خلفاء اور سلجوقی سلاطین کی باہمی کشمکش: سلجوقی سلاطین کے خانہ جنگی سے ان

کی سلطنت کمزور ہو چکی تھی۔ بھائیوں بھائیوں کے درمیان اویزش اور چچا کے بھتیجوں کے ساتھ عرصہ تک معرکہ آرائیاں ہوتی رہیں۔ جو فریق طاقت ور اور غلب ہوتا بغداد میں اپنے نام کا خطبہ جاری کرا دیتا۔ خلفاء بغداد ان سلجوقی سلطانوں کی ہر طرح عزت و تکریم کرتے رہے۔ خطابات سے ان کو نوازتے رہے۔ سیدنا غوث اعظم کا عہد بہت اہم تاریخی واقعات سے لبریز ہے۔ اس عہد کے بارے میں مولانا سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں: سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفاء کی آویزش اس زمانے میں پورے عروج پر تھی۔ یہ سلجوقی سلاطین، خلفاء بغداد پر اپنا اقتدار قائم کرنے کے لئے دل و جان سے کوشاں تھے، کبھی خلیفہ کی رضامندی کے ساتھ اور کبھی اس کی مخالفت و ناراضگی سے۔ اس کے باوجود کبھی کبھی خلیفہ اور سلطان کے لشکروں میں باقاعدہ معرکہ آرائی بھی ہوتی اور مسلمان ایک دوسرے کا بے دریغ خون بہاتے۔

اس طرح کے واقعات مسترشد کے زمانے میں کئی مرتبہ پیش آئے، یہ عہد عباسی کا سب سے زیادہ طاقتور اور معقول خلیفہ تھا اور اکثر معرکوں میں فتح بھی اسی کو حاصل ہوتی، لیکن ۱۰ رمضان ۵۱۹ھ میں سلطان مسعود اور اُس کے درمیان جو معرکہ ہوا اس میں اس کو شکست فاش ہوئی۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

''سلطان کے لشکر کو فتح حاصل ہوئی، خلیفہ قید کر لیا گیا، اہل بغداد کی املاک کو لوٹ لیا گیا، اور یہ خبر دوسرے تمام صوبوں میں پھیل گئی، بغداد اس المناک خبر سے بہت متاثر ہوا، اور وہاں کے باشندوں میں ظاہر و باطن ہر لحاظ سے ایک زلزلہ سا آ گیا، عوام نے مسجد کے منبروں تک کو توڑ ڈالا اور جماعتوں میں شریک ہونا بھی چھوڑ دیا، عورتیں سر سے دوپٹہ ہٹا کر نوحہ خوانی کرتی ہوئی باہر نکل آئیں اور خلیفہ کی قید اور اس کی پریشانیوں اور مصیبتوں کا ماتم کرنے لگیں، دوسرے علاقے بھی بغداد ہی کے نقش قدم پر چلے، اور اس کے بعد یہ فتنہ اتنا بڑھا کہ کم و بیش تمام علاقے اس سے متاثر ہو گئے، ملک سنجر نے یہ ماجرا دیکھ کر اپنے بھتیجے کو معاملہ کی نزاکت اور اہمیت سے آگاہ اور خبردار کیا اور اس کو حکم دیا کہ خلیفہ کو بحال کر دے، ملک مسعود نے اس حکم کی تعمیل کی، لیکن

خلیفہ کو باطنیوں نے بغداد کے راستے میں قتل کر دیا۔'' (تاریخ دعوت وعزیمت)

مسترشد کے بارے میں ابن کثیر نے ان کے مناقب میں لکھا ہے کہ عباسی خلفاء میں وہ سب سے زیادہ شجاع، حوصلہ مند، فصیح وبلیغ شیریں کلام اور بہت ہی عبادت گزار خلیفہ تھا اور خاص وعام کی نظروں میں بہت محبوب تھا۔ وہ آخری خلیفہ تھا جس نے خطبہ دینے کی رسم برقرار رکھی۔ ۴۵ سال تین ماہ کی عمر میں شہید کر دیا گیا۔ مدت خلافت ۱۷ سال اور ۲۰ روز ہے۔ (البدایہ والنہایہ) مسترشد کے بعد اس کا بیٹا راشد تخت نشین ہوا۔ سلطان مسعود سلجوق کے ساتھ اس کے تعلقات بھی خراب رہے۔ اس کو تخت سے اتار دیا گیا تو اس کے بعد اس کا بیٹا مقتفی تخت نشین ہوا۔ ظالم سلطان مسعود نے اس سے ایک لاکھ دینار بطور خراج طلب کیا۔ وہ خراج ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا اس لیے انکار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں اس کا محل تاراج کر دیا گیا۔ چند گھوڑے اور خچر چھوڑ کر محل کا صفایا کر دیا اور خلیفہ بغداد کی سخت تذلیل کی گئی۔ روایت ہے کہ خلیفہ مقتفی چالیس روز تک سلطان مسعود کے لئے بدعا کرتا رہا۔ چالیسوں روز مسعود مردہ پایا گیا۔ اس کی موت ۱۱۵۲ء میں واقع ہوئی اس طرح مقتفی امر اللہ نے سلاطین سلجوق کا طوق غلامی اتار پھینکا۔ اس کے بعد چند ایک اور سلجوق سلاطین ایران میں ہوئے لیکن بغداد پر سلجوق قبیلہ کا تسلط پوری طرح ۱۱۹۴ء میں جلال الدین خوارزم شاہ کے ہاتھوں ختم ہوا۔

خوارزم شاہ کی وجہ سے بھی عباسی خلفاء کو بہت مایوسی ہوئی۔ اس نے سلطان کا لقب اختیار کیا اور اپنے نام کے سکے جاری کیے اور بغداد پر مکمل کنٹرول سنبھالنے کی تیاری کرنے لگا۔ شیعہ مذہب اختیار کر کے بغداد میں سنی خلافت عباسیہ کو ختم کرنے کے درپہ ہوا۔ لیکن وہ اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر زیادہ خطرناک منگولوں نے اس کی حکومت ختم کر دی اور وہ خود بھاگ گیا۔

خلافت بنو عباس کی سیاسی صورت حال: خلافت عباسیہ کے پہلے خلیفہ ابوالعباس سفاح (۱۳۲ھ تا ۱۳۶ھ بمطابق ۷۵۰ء تا ۷۵۴ء) سے واثق باللہ تک (۲۲۷ھ یا ۲۳۲ھ) خلافت کا جاہ وجلال قائم رہا لیکن متوکل علی اللہ کے قتل کے بعد دولت عباسیہ تیزی سے زوال

پذیر ہونا شروع ہو گی۔ متوکل کو حکومت دلوانے میں ترکوں کا ہاتھ تھا۔ لیکن جب اس خلیفہ نے ترکوں کے روز افزوں اقتدار کرپشن اور اثر و رسوخ سے نجات حاصل کرنے کی کوششیں شروع کیں اور اسی وجہ سے دمشق کو اپنا دار الخلافہ بنایا تو ترک اس کے تحت خلاف ہو گئے اور بالآخر ۲۴۷ ہجری میں چند ترک اس کے محل میں گھس گئے اور اُسے قتل کر ڈالا اس قتل کے بعد ۲۷ خلفاء یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ ان میں سے چند خلفاء صاحب علم و فضل بھی تھے اور صاحب تلوار بھی انہوں نے دولت عباسیہ کو زوال سے بچانے کے لیے تدابیر بھی کیں لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ دولت عباسیہ کے زوال کا یہ زمانہ ۲۴۷ھ سے ۶۵۶ھ تک پھیلا ہوا ہے۔ چار سو نو سالہ (۴۰۹) دور انحطاط میں حکومت عباسی اپنے روحانی اور مذہبی تقدس کی بدولت قائم رہی۔ امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ بہت سی چھوٹی بڑی خود مختار ریاستیں (جن کا ذکر ہو چکا ہے) وجود میں آئیں۔ ان میں طاہریہ، سامانیہ، صفاریہ، غزنویہ اور سلاجقہ قابل ذکر ہیں۔ ان حکومتوں کے سربراہ اگرچہ آزاد اور خود مختار ہوتے تھے اور آپس میں خوب جنگ و جدال میں مصروف بھی رہتے تھے تاہم وہ روحانی تقدس کے پیش نظر خلفائے بنو عباس سے پروانہ حکومت کا حصول ضروری سمجھتے تھے۔ لہٰذا زوال پذیر ہونے کے باوجود دولت عباسیہ پانچ سو سال تک قائم رہی۔

خلافت عباسیہ کا زمانہ فتوحات کا زمانہ نہیں تھا۔ فتوحات خلافت بنو امیہ میں ہو چکی تھیں۔ عباسی دور خلافت میں نئے نئے علاقے فتح نہیں ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی حکومت اتنی وسیع ہو گئی تھی کہ اس کا سنبھالنا ہی مشکل تھا۔ دریائے سندھ سے بحر اوقیانوس تک پانچ ہزار میل کا فاصلہ ہے۔ اُس زمانے میں ہوائی جہاز، ریلیں اور موٹریں موجود نہیں تھیں۔ یہ فاصلہ بہت زیادہ تھا۔ لوگ یا تو پیدل یا گھوڑوں پر سفر کرتے تھے اور ایک سرے سے دوسرے تک کئی کئی مہینوں میں پہنچتے تھے۔ یہ عوامل بھی سلطنت کی ریخت کا باعث بنتے چلے گئے۔

خلافتِ عباسیہ اور اسکے اثرات: خلافت عباسیہ، خلافتِ امویہ کی پوری پوری جانشین تھی، وہی دنیاداری کی روح، وہی شخصی و موروثی سلطنت کا نظام و آئین اور وہی اسکی خرابیاں اور بُرے نتائج، وہی بیت المال میں آزادانہ تصرف، وہی عیش و عشرت کی گرم بازاری، فرق اتنا تھا

کہ امویوں کی سلطنت میں اور ان کے زمانہ کی سوسائٹی میں عربی روح کارفرما تھی' اس کی خرابیاں اور بے اعتدالیاں بھی اسی نوع کی تھیں' عباسی سلطنت کے جسم میں عجمی روح داخل ہو گئی تھی اور عجمی قوموں اور تہذیبوں کے امراض وعیوب اپنے ساتھ لائی تھی' سلطنت کا رقبہ اتنا وسیع ہو گیا تھا کہ ہارون رشید نے ایک مرتبہ ابر کے ایک ٹکڑے کو دیکھ کر بڑے اطمینان سے کہا:

امطری حیث شئت فسیاتینی خراجک (جہاں تیرے جی میں آئے جا کر برس جا تیری پیداوار کا خراج بہرحال میرے ہی پاس آئیگا۔)

ابن خلدون کے اندازہ کے مطابق سلطنت عباسیہ کی سالانہ آمدنی ہارون رشید کے زمانہ میں سات ہزار پانچسو قنطار (سات کروڑ ڈیڑھ لاکھ دینار سے زیادہ تھی' یعنی اکتیس کروڑ پچاس لاکھ روپیہ ۳'۱۵۰'۰۰۰۰۰) سالانہ سے زائد' جو اس زمانہ کے اعتبار سے بہت بڑی مالیت تھی' مامون کے زمانہ میں اس میں کافی اضافہ ہوا' اس کثیر آمدنی میں سب سے بڑی سلطنت کا پایۂ تخت ہونے کی وجہ سے ساری دنیا کا سامان عیش وعشرت اور ساری دنیا کے اہل کمال صناع و مغنی' غلام' باندیاں' مصاحب وشاعر اور خوش باش وخوش فکر سمٹ کر بغداد میں آ گئے تھے' دولت کی فراوانی اور عجمیوں کے اختلاط سے تمدن کی ساری خرابیاں اور متمدن زندگی کی ساری بے اعتدالیاں دارالسّلام یا مرکزِ اسلام میں شروع ہو گئی تھیں' دولت کی بہتات' مال کی بے وقعتی اور اس وقت کے تمدن وعیش کا اندازہ کرنے کیلئے تاریخ میں مامون کی شادی کا حال پڑھ لینا کافی ہے' مورّخ لکھتا ہے:

"مامون مع خاندان شاہی وارکان دولت وکل فوج وتمام افسران ملکی و خدام حسن بن سہل (وزیراعظم جس کی لڑکی سے مامون کی شادی ہو رہی تھی) کا مہمان ہوا' اور برابر انیس دن تک اس عظیم الشان بارات کی ایسی فیاضانہ حوصلہ سے مہمانداری کی گئی کہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی نے بھی چند روز کے لئے امیرانہ زندگی بسر کر لی' خاندان ہاشم وافسران فوج اور تمام عہدہ داران سلطنت پر مشک وعنبر کی ہزاروں گولیاں نثار کی گئیں

جن پر کاغذ لپٹے ہوئے تھے اور ہر کاغذ پر نقد' لونڈی' غلام' املاک' خلعت' اسپ خاصہ' جاگیر وغیرہ کی ایک خاص تعداد لکھی ہوئی تھی نثار کی' عام لوٹ میں یہ فیاضانہ حکم تھا جس کے حصے میں جو گولی آئے' اس میں جو کچھ لکھا ہو اسی وقت وکیل المخزن سے دلا دیا جائے۔ عام آدمیوں پر مشک وعنبر کی گولیاں اور درہم ودینار نثار کئے گئے' مامون کے لئے ایک نہایت مکلف فرش بچھایا گیا جو سونے کے تاروں سے بنا گیا تھا اور گوہر ویاقوت سے مرصع تھا' مامون جب اس پر جلوہ فرما ہوا تو بیش قیمت موتی اس کے قدم پر نثار کئے گئے' جو زرّیں فرش پر بکھر کر نہایت دل آویز سماں دکھاتے تھے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت)

معاشرہ کی حالت: سیاسی مرکزیت کے اس طرح پارہ پارہ ہو جانے سے عالم اسلام جہاں ہر طرف افراتفری مچی ہوئی تھی ایک متحد اور مرغوب کن طاقت نہیں رہا تھا۔ اس صورت حال کا لوگوں کی اخلاقی حالت پر بھی بہت بُرا اثر پڑ رہا تھا اقتدار پرستی نت نئی سازشوں کو جنم دے رہی تھی۔ لوگوں کی وفاداریاں مشکوک ہو گئیں۔ مقاصد کی جگہ مفادات نے لے لی۔ ذرا ذرا سے فائدے کے لئے دین وایمان بک رہے تھے۔ جان ومال عزت اور آبرو کا تحفظ باقی نہ رہا۔ جرائم پیشہ اور قانون شکن گروہ ہر طرف یلغار کرتے پھیرتے تھے یونانی فلسفہ الگ اسلامی عقائد ونظریات کی جڑیں کھوکھلی کر رہا تھا۔ معتزلہ کے عقائد نے مذہبی انتشار پیدا کیا ہوا تھا اور علمائے اسلام اس سے متاثر ہو کر دین سے بتدریج دور جا رہے تھے۔ جو اہل اللہ سالس رہے تھے وہ اپنی اپنی خانقاہوں میں مقید ہو کر رہ گئے تھے۔ ہر طرف خوف وہراس اور قتل وغارت گری کا بازار گرم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مشہور مورخ سٹینلے گبن اور دیگر یوروپین مورخین نے اس زمانے کو دنیائے اسلام کا ایک تاریک دور شمار کیا ہے۔

سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی عہد غوثیت میں معاشرے کی حالت کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''حضور غوث پاک جس زمانہ میں جلوہ فرمائے عالم امکاں (دنیا) ہوئے وہ مسلمانوں

کے لئے انتہائی صبر آزما دور تھا۔ بغداد میں خلافتِ عباسیہ پر اموی خلافت کا پورا پورا رنگ چڑھ گیا تھا۔ اس لئے اس کی ساکھ ختم ہو چکی تھی۔ دنیاداری کی روح اپنی پوری کدورتوں سمیت انسانی زندگی میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ الحاد و زندقہ کا شور تھا۔ علم و یقین پر فلسفہ حاوی تھا۔ موروثی اور شخصی سلطنت کا نظام دستور الوقت تھا۔ بیت المال حکمرانوں کی عیش سامانیوں پر بے دریغ لٹایا جا رہا تھا۔ عیش و عشرت کی گرم بازایاں اور اس کی خرابیاں اپنے پورے مہلک اثرات کے ساتھ موجود تھیں۔ معتزلہ اور مبتدعین کے فتنے عروج پر تھے۔ آپ شیخ ابھی بچپن کی منزل سے بھی نہیں گزرے تھے کہ باطنیوں کے مشہور و معروف سردار اور اتحاد اسلامی کے سب سے بڑے دشمن حسن بن صباح نے قلعہ حضر موت پر قبضہ کر لیا تھا یہ وہ زمانہ تھا جب جاہل اور خود ساختہ صوفیاء شریعت و طریقت کو الگ کرنے میں مصروف تھے۔ اسلام کے سادہ بلند اخلاقی درس مذاہب باطلہ کے مسموم (زہر آلود) نظریات کے انبار تلے دب کر سسکیاں لے رہے تھے اور کوئی پرسان حال نہ تھا۔ آپ نے جب ہوش سنبھالا تو عالم اسلام کو روبہ زوال پایا۔ اُندلس میں مسلمانوں پر قیامت ٹوٹی ہوئی تھی۔ طارق بن زیاد کے مفتوحہ علاقے عیسائیوں کے قبضے میں جا رہے تھے۔ آپ کے ورود بغداد کے کچھ ہی مدت بعد صلیبی جنگ شروع ہو گئی تھی جس میں انطاکیہ اور حمص پر فرنگیوں نے قبضہ کر کے مسلمان آبادی کو تہ تیغ کر ڈالا تھا اور القدس پر قبضے کے بعد مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی تھی۔ ۴۹۷ ہجری میں انہوں نے مکہ پر قبضہ کر لیا اور ۵۰۳ ہجری میں طرابلس بھی عیسائیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ مختصر یہ کہ پانچویں صدی ہجری کے اس عہد تک عالم اسلام پوری طرح سیاسی و فکری انتشار اور اعتقادی ضعف و اضمحلال کی زد میں آ چکا تھا۔ ساری اُمتِ مسلمہ پر تشکیک و الحاد اور بے راہ روی کے منحوس سائے منڈلا رہے تھے۔ (نام و نسب)

امام غزالی اس زمانے کے علماء کے متعلق "احیاء العلوم" میں لکھتے ہیں کہ وہ ہر وقت شیعہ، سنی، حنبلی اور اشعری مناظرات میں مصروف رہتے تھے۔ گالی گلوچ اور کشت و خون تک نوبت پہنچنا تو ایک معمولی بات تھی۔ اور کچھ نہ ہو تو صدر نشینی (صدارت) پر ہی جھگڑا ہو جاتا تھا۔

معاشرے کا یہی وہ سیاسی اور روحانی ادبار تھا جسے حضورؐ نے مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ خطرناک قرار دیا تھا۔ صحاح ستہ میں بالفاظ مختلفہ یہ حدیث تحریر ہے: ''خدا کی قسم' غربت وافلاس کا تمہارے متعلق مجھے کوئی خوف نہیں بلکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم پر دنیا کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور پھر جیسے تم سے پہلی اُمتوں میں مقابلے کا بازار گرم ہوا' اُسی حالت میں تم بھی مبتلا ہو جاؤ گے۔ یعنی اس حالت میں اغیار نہیں بلکہ خود مسلمان ہی مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے ہو جائیں گے۔'' (زبدۃ الاثار)

۴۰۰ ہجری سے ۵۰۰ ہجری میں صرف بغداد میں علامہ خطیب بغدادی' امام غزالی اور علامہ ابن جوزی جیسے حضرات نے علمی کارنامے سرانجام دیئے جس سے کافی حد تک تشکیک کے فتنہ کا سدِ باب ہوا۔ مگر یہ تعلیمات غوثیہ ہی تھی جس نے پوری طرح بے یقینی اور بے عملی کے مہلک امراض کا مداوا کیا۔

مصلح اعظم کی تلاش: تاریخ اسلام اس بات کی شاہد ہے اور یورپی مورخین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ عالم اسلام پر سیاسی زوال تو آتے جاتے رہے مگر روحانی زوال کبھی نہیں آیا۔ جب بھی مسلمانوں پر سخت سے سخت وقت آیا تو نفوس قدسیہ میں سے کوئی نہ کوئی مسیحا سرمایۂ ملت اور محافظ امت بن کر سامنے آیا اور اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو طوفان سے بچا کر کنارے لے گیا۔ ایسے اللہ والوں کی ایک طویل فہرست موجود ہے۔ جن کے وجود مسعود' ارشادات عالیہ سے عقائد و عبادات اور اخلاق و معاشرت کی حیرت انگیز اصلاح ہوئی۔

تاریخ کے اس موڑ پر بھی ایک بار پھر ایک ایسی ہی روحانی قوت کی ضرورت تھی جو ان تمام طاغوتی طاقتوں کو مغلوب کر کے اپنے عالم گیر اثر کے باعث بنی نوع انسان کو از سر نو دین اسلام پر قائم کرے۔ دین کی تجدید' تقویت اور غلبہ ہو' سلطان الوقت ہو جس کا علم علوم الٰہیہ اور جس کی طاقت قادر مطلق کی قدرت کا مظہر ہو جو بنی نوع انسان کو مادہ پرستی کی ذلتوں' نفس پرستوں اور اخلاقی پستیوں سے نکال کر روحانی بلندیوں اور اخلاقی قدروں سے روشناس کرائے۔ ان کمالات و تصرفات روحانی کا حامل ایک باجبروت مرد قلندر ہی تھا جسے قیامت تک

دنیاباز اشہب' شہباز لامکان پیران پیر دستگیر حضرت سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نامی سے جانتی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ سیّدنا غوث پاک کے خداداد کمالات اور آپ کی باطنی وروحانی قوت کی شان وعظمت کو اپنی کتاب ''ہمعات'' میں ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ''حضرت غوث اعظم کی اصل نسبت' نسبت اویسیہ ہے جس میں نسبتِ سکینہ کی برکات ان معنوں میں شامل ہیں کہ یہ شخص ذات الٰہیہ کی ذال کے نقطے کی طرح شخص اکبر میں ارواح کاملہ وملاء اعلیٰ کے نفوس فلکیہ کی محبت میں محبوب ومراد بن جاتا ہے اور اس مقام محبوبیت کے ذریعے اس کے ارادہ وتوجہ کے بغیر تجلیات الٰہی میں سے وہ تجلی جو ابداع' خلق' تدبیر وتدلی کی جامع ہے اس پر ظہور کرتی ہے' جس کے باعث ایسے اُنس و برکات کا ظہور ہوتا ہے جن کی انتہا نہیں۔ گویا انتظامی اُمور کائنات خود بخود ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے کلماتِ فخریہ فرمائے ہیں اور اُن سے تسخیر عالم کا ظہور ہوا ہے۔'' (زبدۃ الآثار)

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ظہور: شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی کا عہد پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کا درمیانی عرصہ ہے۔ آپ ۴۸۸ ہجری میں بغداد تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و ارشاد کے تحت مسند رشد وارشاد سنبھالی۔ عالم اسلام میں افتراق' خانہ جنگی اور دشمنی کے خطرناک واقعات جن کا ذکر کیا جاچکا ہے آپ کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ غوث پاک نے دیکھا کہ دنیا کی محبت کی خاطر اور ملک وسلطنت اور جاہ ومرتبہ کے حصول کے لئے لوگ سب کچھ کر گزرنے پر آمادہ ہیں اور ان کو صرف دربار کی شان وشوکت سے دلچسپی باقی رہ گئی ہے اور صوبوں اور شہروں کی حکومت حاصل کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں اور مادیت کی طرف رجحان انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ ان حالات میں جناب سیّدنا غوث پاک کا وجود اگرچہ علیحدہ اور دُور رہا لیکن اپنے شعور واحساس کے ساتھ وہ اسی آگ میں جل رہے تھے۔ آپ نے فلسفیانہ مباحث سے ہٹ کر اپنے استدلال کی بنیاد قرآن وسنت پر رکھی۔ شریعت محمدیہ کی پابندی و پاسداری پر زور دیا۔ تصوف اور شریعت کو یکجا کیا۔ لوگوں میں اسلام کے لئے عمل کرنے اور قربانی دینے کا جذبہ بیدار کیا۔ صوفیاء کو جو سیاسی اور معاشرتی ابتری میں گوشہ نشین ہوگئے تھے اور

روپوش رہ کر ایام حیات گزار رہے تھے میدان عمل میں لائے۔ اہل اللہ کی ایک مضبوط جماعت تیار کی۔ امراء وسلاطین کو ملک گیری کی ہوس سے بچنے کی تلقین کی' عیش وعشرت کو چھوڑ کر پاک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی۔ عوام کو دنیا داری اور حرص وطمع سے دامن بچانے کی ہدایت کی۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب پر زور دیا ایمانی شعور اور عقیدۂ آخرت کا احیاء کیا۔ حیات جاودانی کی اہمیت' توحیدِ خالص اور اخلاص کامل کی دعوت پر اصرار کیا۔ آپ نے علماء وزہاد کو غرور وتکبر لایعنی جھگڑوں سے بچنے کی ترغیب دی۔ آپ کے خلفاء وتلامذہ مشرق ومغرب میں پھیل گئے اور آپ کی تعلیم وتربیت کے مطابق تبلیغ واحیائے دین کے مبارک مشن کو اس خوش اسلوبی سے سرانجام دیا کہ ہر ملک میں عوام وخواص اللہ کے رنگ میں رنگے جانے لگے اور آپ کی ذات گرامی کا پیران پیر دستگیر اور غوث اعظم کے القابات سے پوری دنیا میں شہرہ ہو گیا۔

مواعظ وتبلیغ کے اثرات: سیّدنا اعظم رضی اللہ عنہ کی تبلیغی سرگرمیاں قلیل مدت میں رنگ لائیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ آپ سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ورود بغداد کے ساتھ ہی روحانیت کا کچھ ایسا معنوی دور چلا کہ عراق میں بڑے بڑے وجاحت پسند علماء اور امراء میں روحانی انقلاب نمودار ہونا شروع ہو گیا۔ لوگ دین کی طرف زیادہ راغب ہو گے۔ علماء دست وگریبان ہونے کی بجائے عبادات وریاضات میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ شیعہ' سُنی اور حنبلی' اشعری تنازعات ختم ہو گے۔ سلجوقیوں کی خانہ جنگی بھی جس میں مسلمانوں کا بے شمار جانی نقصان ہو رہا تھا۔ بتدریج بند ہو گی آپ کے دور میں عراق وعرب کی اصلاحی صورت میں آپ کے ساتھ آپ کے خلیفہ شیخ ابوالنجیب سہروردی' ان کے بعد ان کے بھتیجے شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی اور ان کے خلیفہ حضرت شیخ سعدی شیرازی کی مساعی جمیلہ کو بھی بہت دخل تھا۔

اندلس میں حضرت عمار بن یاسر اُندلسی جو کہ حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی کے خلیفہ تھے اور حضرت ابومدین مغربی اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے ارشاد وتبلیغ اور کشف وکرامات وتصرفات کے باعث ''موحدین کی سلطنت معرض وجود میں آئی جس کی وجہ سے اُس نواح میں

عرصہ دراز تک اسلام کو استحکام نصیب ہوا۔

مصر کی حکومت باطنیہ بھی آپ ہی کے وقت میں زوال پذیر ہو کر بالآخر ۵۶۷ ہجری یعنی آپ کے وصال کے بعد پانچ سال کے اندر اندر صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئی اور اس کی جگہ سلطان نور الدین زنگی اور پھر سلطان صلاح الدین ایوبی بساط حکومت پر جلوہ گر ہوئے۔ جنہوں نے مرکزی خلافت سے تعلق جوڑ کر اپنی سلطنتوں کو وحدت اسلامی میں منسلک کرتے ہوئے عباسی خلیفہ کا نام خطبے میں پڑھوانا شروع کیا اور پھر اپنے اپنے وقت میں یورپ کی متحدہ صلیبی طاقت کو کئی لڑائیوں میں کمر توڑ شکستیں دے کر بیت المقدس کو آزاد کرا لیا۔ (زبدۃ الاثار)

ان ہی ایام میں غزنویوں کی تباہ شدہ سلطنت کی جگہ غوری خاندان نے ہندوستان میں ایک نئی اور وسیع تر اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ پھر یہ سلسلہ مختلف خاندانوں کے عہد حکومت سے گزرتا ہوا شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات تک قائم رہا۔ غرناطہ کے آخری دور میں جبکہ وہاں طاؤس ورباب کا زور تھا ایشیائے کوچک سے آل عثمان طوفانوں کی طرح اُٹھے اور بڑھتے چلے گئے اور اس آن بان سے کہ آسٹریا کے پایۂ تخت ویانا کی فصیل تک جا کر دم لیا۔

سیّدنا غوث پاک اور آپ کے بلاواسطہ اور بالواسطہ فیض یافتگان کی کوششوں سے دین اسلام میں نئی زندگی نمودار ہوئی۔ ساتویں صدی کے آغاز میں یعنی ۶۱۵ ہجری میں تاتاریوں کی قیامت خیز یلغار سے نصف صدی یعنی ۶۵۶ ہجری تک اسلامی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بج گئی جس کے نتیجے میں لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کا خون ہوا۔ بغداد کے تمام کتب خانے تباہ ہوئے۔ اور ابن خلدون کے مطابق بغداد میں جب تاتاریوں نے قتل عام شروع کیا تو چھ ہفتوں کے اندر اندر ۱۶ لاکھ افراد کو تہ تیغ کر دیا۔ یہ واقع غوث پاک کے وصال کے ۹۵ سال بعد اور شیخ شہاب الدین سہروردی کی وفات کے ۲۴ سال بعد پیش آیا۔ تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد تو ۶۵۶ ہجری میں تباہ ہوا اور عالم اسلام سیاسی لحاظ سے لامرکز اور لاامام ہو کر رہ گیا۔ مگر سیّدنا غوث اعظمؓ کے بلاواسطہ اور بالواسطہ فیض یافتگان کی کوششیں جاری رہیں۔ شیخ

شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ شیخ عزالدین عبدالسلام اور مجاہد اعظم رکن الدین بیبرس کے ذریعہ دو سال بعد بغداد کی اسلامی حکومت بحال اور اس کے بعد قاہرہ میں خلافت اسلامیہ کی مرکزیت بحال ہوگئی اور سو سال کے اندر اندر خونخوار فاتح تاتاری قوم پوری کی پوری حلقہ بگوش اسلام ہوگئی اور وہ مفتوح و مغلوب مسلمانوں کا دین قبول کر کے تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ فاتح بغداد ہلاکو خان کا بیٹا تکودار خان سب سے پہلے مسلمان ہوا۔ اور سلطان احمد کے نام سے ایران و عراق و بغداد میں اپنی حکومت قائم کی اور مبلغ اسلام بنا۔ اور پھر اس کی کوششوں سے اسکی قوم نے اسلام قبول کیا۔ عالم اسلام کی مکمل شکست و تباہی کے بعد اس مکمل فتح اسلام کا یہ معجزہ تاریخ عالم کا حیرت انگیز باب ہے۔

☆☆☆

تیسرا باب:

تصوّف: ابتداء وارتقاء

تصوف ایک ایسے علم کا نام ہے جو بندے کو حق تعالیٰ کی شناخت کرا دیتا ہے۔ یہ شناخت ایسی ہوتی ہے کہ بندہ اپنی ذات کو تو بھول جاتا ہے اور ذات حق میں مستغرق ہو کر تجلیات الٰہی کا مرکز بن جاتا ہے اور دائمی حیات پالیتا ہے۔ درحقیقت یہی علم اسلام کی روح، دین کی جان، عشق الٰہی کا قبلہ وکعبہ اور احسان ہے۔ تصوف اس حدیث قدسی ''تخلقوا باخلاق اللّٰہ'' کی عملی تفسیر وتعبیر ہے یعنی بندے کا صفات باری تعالیٰ سے متصف ہونا ہے پھر یہ کہ تصوف کا ضابطہ اور قانون دیرینہ ہے۔ یہ کوئی نئی چیز اسلام میں داخل نہیں ہوئی۔ یہ اسلام کے روحانی اور باطنی نظام کا نام ہے جس پر پیغمبروں اور صدیقوں کا عمل رہا ہے۔

بزرگان دین نے تصوف کو مختلف انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ لوگ اس کی معنوی تعبیر سے آگاہ ہو جائیں۔ بعض اکابرین نے فرمایا ہے کہ علم تصوف وہ مبارک علم ہے کہ جس میں حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقتوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اس میں ان مبارک اعمال اور برکات کا ذکر پاک ہوتا ہے جس سے باطن کی صفائی اور روح کی چمک دمک میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہاں سیّدنا غوث اعظم کا قول نہایت موزوں ہے۔ فرمایا: ''قلب مومن پر پہلے نجم حکمت طلوع ہوتا ہے پھر قمر علم، اس کے بعد شمس معرفت، نجم حکمت کے ذریعہ وہ دنیا کو دیکھتا ہے اور قمر علم سے وہ آخرت کا نظارہ کرتا ہے اور شمس معرفت سے اپنے رب کا مشاہدہ کرتا ہے (قلائد الجواہر)

اہل تحقیق میں سے کسی نے فرمایا کہ تصوف ایک باطنی خزانہ اور ایک ایسا پاک طریق ہے جو قرآن مجید اور حدیث پاک سے لیا گیا ہے اور نکالا گیا ہے جس کو صراط مستقیم کہا جاتا ہے کہ جس پر چلنے سے انسان اپنے رب کریم تک پہنچ جاتا ہے اور اس نورانی علم کا موضوع ذاتِ الٰہی اور صفات الٰہی ہے اور اس مشک اور عنبر کی خوشبو سے بھرے ہوئے علم تصوف کی جو غرض وغایت

ہے وہ اپنے رب کریم کی معرفت ہے جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔(انوار العارفین)

حضرت ابو السعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک ایسی چیز عطا فرمائی ہے جس کی وجہ سے ان کے نفوس کی اصلاح بلا تاخیر اور بطریق احسن ہو سکتی ہے اور وہ ہے شریعت رسول اللہ ﷺ کا اتباع۔ جو لوگ شریعت پر عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں ان کا شریعت پر عمل کرنا طریقت کہلاتا ہے۔ اس کے متعلق عبد الوہاب شعرانیؒ اپنی کتاب ''طبقات الکبریٰ'' میں لکھتے ہیں۔ ''علم تصوف اس علم کا نام ہے جو ولیوں کے دلوں میں اس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے جب کتاب و سنت پر عمل کرنے سے وہ منور ہو جاتے ہیں اور تصوف اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ بندے کا شریعت پر عمل کرنا اس کا ماحصل بن جائے اور اس (صوفی) کا عمل علتوں اور نفس کی لذتوں سے پاک ہو جائے۔''

لفظ تصوف کے اشتقاق کے بارے میں یہاں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔ سیدنا غوث اعظمؒ کا ارشاد ہے اور امام غزالی کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ لفظ صفا سے مشتق ہے۔ پھر صوفی کی جو تعریف بزرگان دین نے کی ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ جو اخلاق رذیلہ سے پاک اور اخلاق فاضلہ سے متصف ہو کر اپنے اوقات طاعات و عبادات میں گزارتے ہوئے آگے بڑھنے وہی صوفی ہوتا ہے۔ یعنی جو شخص دین محمدی ﷺ پر کما حقہ عمل کرتے ہوئے روحانی منازل طے کرے اس کا باطن نور الٰہی سے منور ہو جاتا ہے۔ اور عرفانی مشاہدات کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے۔ اس کے بغیر انوارات سماوی کا نزول ممکن نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوف ایک ایسا علم باطنی ہے جس کی حقیقت لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ جو اس سبزہ زار میں اترتا ہے وہی اس کی سرشاریوں اور کامیابیوں کو جانتا ہے۔ باطنی علوم کا تعلق باطنی ترقی سے ہے اور اس کی اساس شریعت محمدی ﷺ ہی ہوتی ہے۔

علم تصوف کی حقیقت سے آشنا ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ اسے وہی سمجھ سکتا ہے جو مجاہدات' ریاضات' تصفیہ قلب' تزکیہ نفس' مشاہدات' مراقبات' کیفیات اور واردات قلبی پر عبور رکھتا ہو۔ محض مصطلحات معلوم کر لینے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

یہ بات درست ہے کہ عہد رسالت میں لفظ صوفی وجود میں نہیں آیا تھا۔ ابو النصر سراج طوسی اپنی کتاب اللمع میں اس شبہ کا ازالہ اس طرح فرماتے ہیں:

اصحاب رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی دوسرا لفظ تعظیمی استعمال ہی نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ ان کے جس قدر فضائل تھے سب سے اشرف ان کی فضیلت صحابیت ہی تھی۔ بلاشبہ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام فضیلتوں سے بڑھ کر ہے۔ ان کے زہد فقر، توکل، عبادات، صبر رضاء غرضیکہ تمام فضائل پر شرف صحابیت غالب تھا۔ جس کسی شخص کو لفظ صحابی سے ملقب کر دیا گیا تو گویا اس کے فضائل کی انتہاء ہوگئی اور کوئی محل ہی باقی نہ رہا کہ اب اسے کسی دوسرے لفظ سے یاد کیا جائے۔ امام قشیری کی تحقیق کی رو سے لفظ صوفی ۲۰۰ ہجری کے کچھ پہلے مشہور ہوا۔ جن بزرگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کی تھی وہ اپنے زمانہ میں تابعین کہلائے اور تابعین کے فیض یافتہ حضرات اپنے زمانہ میں تبع تابعین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اس کے بعد زمانہ کا رنگ تبدیل ہوا۔ لوگوں کے احوال و مراتب میں فرق پیدا ہونا شروع ہوا۔ کچھ ہی عرصہ بعد بدعات ظاہر ہونے لگیں۔ ہر فریق اپنے زہد و تقوی کا دعوی کرنے لگا۔ ان حالات کے تناظر میں خواص اہل سُنّت نے جو اپنے نفوس کو خشیت الٰہی سے مغلوب رکھتے تھے۔ نمود و نمائش زمانہ سے الگ ہوکر گوشہ نشینی اختیار کر لی ان ہی کو صوفیہ کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔

حضرت قطب ربانی، غوث صمدانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی" اپنی کتاب سرالاسرار میں فرماتے ہیں کہ صوفیائے کرام کا اہل تصوف کے نام سے موسوم ہونا ان وجوہات سے ہے: نور معرفت اور توحید کے ذریعہ اپنے باطن کو جملہ آلائشوں سے پاک و صاف کرنے کی وجہ سے یا اس لئے کہ اصحاب صفہ کی طرف منسوب ہیں۔ فرمایا لفظ تصوف چار حروف پر مشتمل ہے: ت۔ ص۔ و۔ ف۔

ت سے مراد توبہ ہے اور وہ دو طرح کی ہے۔ توبہ ظاہری اور توبہ باطنی۔ توبہ ظاہری یہ ہے کہ انسان قولاً و فعلاً اپنے تمام اعضاء ظاہری کو گناہوں اور برائیوں سے ہٹا کر اطاعت کے کا اختیار کرے۔ نیز شریعت کے مخالف افعال سے توبہ کر کے اس کے احکام کے مطابق عمل

کرے۔توبہ باطنی یہ ہے کہ انسان دل کو آلائشوں سے پاک کر کے شریعت کے موافق اعمال صالح کی طرف رجوع کرے۔ پھر جب برائی نیکی سے بدل جائے تو ''ت'' کا مقام مکمل ہوگیا۔

''ص'' کا مطلب صفائی ہے۔اس کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) قلب کی صفائی (۲) مقام سِرّ کی صفائی۔قلب کی صفائی یہ ہے کہ دل ان بشری کدورتوں اور آلائشوں سے پاک ہوجائے جوعموماً دل کے اندر پائی جاتی ہیں۔ مثلاً بکثرت کھانے پینے' سونے اور گفتگو کرنے کی خواہشات' دنیوی رغبتیں مثلاً زیادہ کسب (کمائی) اور کثرت جماع۔اہل وعیال کی حد سے زیادہ محبت وغیرہ۔ان عادات ذمیمہ سے دل کو پاک وصاف کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ابتداء میں شیخ کامل کی تلقین سے ذکر الٰہی کا اہتمام کرے۔

مقام سِرّ کی صفائی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے منہ موڑ لینے اور اس کی محبت اور اسماء توحید کا زبان سر (یعنی باطنی زبان) سے دائمی ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔پس جب انسان اس صفت کا مالک ہوجاتا ہے تو مقام ''ص'' مکمل ہوجاتا ہے۔

''و'' سے مراد ولایت ہے۔یہ ایک مرتبہ ہے جو تصفیہ قلب کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''خبردار بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔اس ضمن میں ایک حدیث بھی بیان کی جاتی ہے۔ **من سمع صوت اهل التصوف فلا يومن على دعانهم كتب عندالله من الغافلين** o (یعنی جو اہل تصوف کی آواز سن کر آمین نہیں کہتا وہ خدا کے نزدیک غافلوں میں لکھا جاتا ہے۔) مولانا رومؒ نے مثنوی میں ایک حدیث تحریر فرمائی ہے۔ **من اراد ان يجلس مع الله فليجلس مع اهل التصوف** (یعنی جو اللہ کا ہمنشین ہونا چاہئے وہ تصوف والوں کے پاس بیٹھے۔)

تاریخی پس منظر: شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ فرماتے ہیں کہ اگر تصوف کی ابتداء پر غور کرو تو اس کو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ہی سے پاؤ گے۔تصوف کی دولت ایک نبی سے دوسرے نبی کو یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی۔صوفیوں کا یہ بھی معمول رہا ہے کہ کسی خاص جگہ

پر بیٹھ کر آپس میں مل جل کر راز و نیاز کی باتیں کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ صوفی اول حضرت آدم علیہ السلام کی اس خلوت در انجمن کے لئے خانہ کعبہ کی بنیاد پڑی۔ خرقہ اور خانقاہ کی اصل حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے قائم ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا میں صرف ایک کمبل پر اکتفا کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ہمیشہ وہی ایک کمبل رکھا جو پہلی ملاقات میں حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو عطا کیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ جامعہ صوف پہنتے تھے۔ اسی بناء پر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے بیت المقدس کو خانقاہ بنایا۔ پھر دور مبارک سیدنا و نبینا مختار کل سرور کائنات علیہ التحیۃ السلام آ پہنچا۔ حضور ﷺ نے بھی اسی طرح کمبل اختیار کیا۔ خانقاہ کعبہ کا قصد کیا۔ علاوہ ازیں خود مسجد نبوی میں ایک گوشہ معین کر دیا۔ اصحاب میں وہ گروہ جو سالکان راہ طریقت بعنوان خاص تھا ان سے وہیں راز و نیاز کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ ان حضرات کو خاص خاص اوقات میں آپ ﷺ وہاں بیٹھاتے اور اسرار الٰہی کی باتیں کرتے۔ ایسی ایسی باتیں ہوا کرتی تھیں کہ بڑے بڑے فصحائے عرب اور عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اس کے مغز تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ اس خاص جماعت صوفیہ کے لوگ قریب قریب ستر اشخاص تھے۔ نبی اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب کسی صحابی کی عزت و تکریم فرماتے تو ان کو ردائے مبارک (چادر) یا اپنا پیراہن شریف عنایت فرماتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں وہ شخص صوفی سمجھا جاتا تھا۔ ان حقائق سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ تصوف اور طریقت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور تکمیل حضور سرور کونین نے فرمائی (مکتوبات صدی)

جواہر غیبی میں ہے کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ اس فکر میں مغموم تھے کہ احکام شریعت تو ہر شخص دریافت کرتا ہے مگر اسرار باطن سے کوئی سوال نہیں کرتا۔ اس روز امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دل میں القا ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسرار باطن معلوم کرنے کی استدعا کی۔ رسالت مآب ﷺ شگفتہ خاطر ہوئے کہ ان اسرار کا اہل اور لائق پیدا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ مجھ کو حکم تھا کہ بجز طالب صادق یہ اسرار کسی کے

سامنے ظاہر نہ ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ تمہارے دل میں ان کی طلب پیدا ہوئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آگاہ فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ کلمہ توحید ہے جو میری نبوت ورسالت کا اظہار ہے۔'' پھر فرمایا اس کا دائمی ذکر جہاں کہیں بھی ہو قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ پھر فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ! جب تک دنیا میں ایک بھی اللہ! اللہ کہنے والا موجود ہوگا قیامت نہیں آئے گی۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی مجھے ارشاد فرمایا جائے میں اس کلمے کا کیسے ذکر کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے علی اپنی آنکھیں بند کرو اور سکون سے بیٹھ جاؤ میں تین بار کلمہ کا ذکر کرتا ہوں اور تم سنو۔ پھر تم تین مرتبہ اس کلمہ کا ذکر کرنا میں سنوں گا۔''

اس کے بعد سرور کائنات فخر موجودات ﷺ نے اپنی چشمان مبارک بند کیں اور تین مرتبہ کلمہ نفی واثبات کا ذکر کیا جو سب سے افضل کلمہ ہے یعنی ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ'' جب حضور ﷺ نے لَا اِلٰـــــهَ ورد کیا تو سر مبارک دائیں جانب کیا' پھر اپنا سر مبارک بائیں جانب قلب انور کی طرف متوجہ ہو کر پڑھا اِلَّا اللّٰہَ اس انداز میں آپ ﷺ نے تین مرتبہ جہری ذکر کیا۔ اس کے بعد اسی انداز میں جناب حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ نے اس کلمہ نفی واثبات کو تین مرتبہ بلند آواز میں پڑھا اور آپ ﷺ نے سماعت فرمائی۔ اس طرح حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذکر کی تلقین فرمائی جس سے ان کو قلب نورٌ علٰی نور ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس ذکر کی تلقین فرمائی۔ پھر کچھ عرصہ بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ اور خواجہ کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہ کو اس ذکر کی تلقین فرمائی بعد میں خواجہ حسن بصریؒ نے خواجہ حبیب عجمیؒ اور حبیب عجمیؒ نے داؤد طائیؒ اور داؤد طائیؒ نے سری سقطیؒ کو تلقین فرمائی اور یہ سلسلہ تلقین وارشاد کا جاری رہا۔

جس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تلقین فرمائی تو یہ بھی ارشاد ہوا: ''اے علیؓ! یہ علم سینہ بہ سینہ اور گوش بگوش ہے اور یہ قیامت تک جاری رہے گا۔'' اس خزانہ کی

تفویض کے بعد ہی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انا مدینۃ العلم و علی بابھا (میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو ظرف علم یعنی علم ظاہر اور علم باطن کے حاصل کئے ہیں۔ ایک تو میں نے بیان کر دیا ہے اور اگر دوسرے کو بیان کروں تو میرے گلے کی مری کٹ جائے (مرات العارفین)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنا جدی علم ظاہری کروں تو لوگ ہمارا خون حلال سمجھیں گے۔ اور یہی وہ اسرار المعرفت ہیں جو کہ امام پاک (امام حسین رضی اللہ عنہ) نے مرات العارفین میں رقم فرما کر عارفان الٰہی کی رہنمائی فرمائی ہے۔ (مرات العارفین)

ان بیانات سے قطعی طور پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کے اس عرفانی علم کا دنیا کے کسی خطے، مذہب یا نظریے سے کوئی تعلق نہیں یعنی یہ علم اپنی تکمیل کے لئے دیگر مذاہب یا نظریات کا محتاج نہیں۔ یہ ہر قسم کے ملاوٹی عنصر سے پاک ہے کیونکہ اس کے سربراہ ہمارے آقا سرورِ کائنات، صاحب لولاک، مختار شش جہات، سیّد انس و جان محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

تصوف اور اقوال صوفیاء کرام: تصوف اور صوفی کی تعریف میں اکابر صوفیاء کرام مشائخ اور بزرگوں نے اپنے اپنے مشاہدات وواردات کے مطابق ارشادات فرمائے ہیں اور اپنے اپنے خیالات کے مطابق اظہار خیال کیا ہے۔ تصوف کو توضیح کے ضمن میں انہیں خاص مقام حاصل ہے۔ شیخ ابو النصر سراج نے اپنی کتاب اللمع کے ایک باب میں صوفیائے متقدمین کے اقوال کو یکجا کیا ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

''حضرت جنید بغدادی فرماتے تھے کہ ہمارا یہ سارا علم احادیث کا نچوڑ ہے۔ قرآن میں اتباع سنت نبوی کا حکم صاف الفاظ میں آیا ہے۔ و ان تطیعو اتھتدو (اگر اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے) ابو عثمان سعید الخیری کا مقولہ تھا کہ جو شخص سنت نبوی کو قولاً و فعلاً اپنے اوپر حاکم بنا لے اس کی بات ہمیشہ حکمت سے لبریز نکلے گی۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے اللہ سے دعا کرنی چاہی کہ بھوک اور شہوت کی آفت سے ہمیشہ محفوظ رہیں، کہ معاً انہیں یہ خیال آیا کہ جب رسول

اللہ ﷺ نے اپنے لیے ایسی دعا نہیں کی تو میں کیونکر کر سکتا ہوں۔ یہ خیال کر کے وہ اس دعا سے باز رہے۔ اس احترام رتبہ رسالت کا صلہ انہیں یہ ملا کہ عورت کی خواہش ہی ان کے دل سے جاتی رہی۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول تھا کہ اللہ کو تو میں نے اللہ کے ذریعہ سے پہچانا باقی اور سب کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے پہچانا۔ سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے تھے کہ جس وجد کی شہادت کتاب اللہ وسنت رسول نہ دیں وہ باطل ہے۔ اور اسی کے قریب قریب قول ابوعثمان دارائیؒ کا ہے۔ حضرت شبلیؒ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ نزع کا وقت تھا۔ گویائی کی قوت جواب دے چکی تھی۔ ایک خادم وضو کر رہا تھا۔ داڑھی میں خلال کرانا بھول گیا۔ شبلیؒ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر داڑھی میں خلال کی کہ سنت رسول اللہ کا کوئی جزو فرد گذاشت نہ ہونے پائے۔"

امام قیشری نے رسالہ قشیریہ میں تصوف کے معنی صفائی کے لئے ہیں۔ یعنی صفائی باطن یا تصفیہ اخلاق اور اصلاح وتعمیر ظاہر و باطن۔ اسی لئے تصوف کی تعریف میں فرماتے ہیں:

الصفاء محمود بكل لسان وضده الكدورة وهي مذمومه (صفائی کی تعریف ہر زبان پر جاری رہتی ہے۔ جب کہ صفائی کے برعکس غلاظت ہوتی ہے اور یہ ناپسندیدہ چیز ہے)۔ حضرت ابوالحسن نوریؒ سے کسی نے پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ فرمایا۔ تصوف نہ رسوم میں سے ہے نہ علوم میں سے۔ اگر رسوم میں سے ہوتا تو مجاہدہ سے ہاتھ آتا اور اگر علوم میں سے ہوتا تو تعلیم سے ہاتھ آتا۔ مگر یہ تو اخلاق ہے۔ **تخلقو باخلاق الله** تصوف آزادی و جوانمردی ہے تکلف کا ترک کر دینا ہے ان کا قول ہے کہ تصوف عام حظوظ نفسانی کے ترک کرنے کا نام ہے۔ صوفی کے بارے میں فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کی روحیں آلائشوں سے پاک ہو چکی ہیں اور وہ رب العزت کے حضور میں صف اول میں حاضر رہتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں تصوف وہ صفت ہے جس میں بندے کی اقامت کی گئی ہے۔ لوگوں نے پوچھا یہ صفت بندے کی ہے یا حق کی؟ فرمایا کہ "حقیقتاً تو حق کی ہے مگر صورتاً بندے کی ہے۔" ان کا ایک قول یہ بھی ہے "تصوف خلق ہی کا نام ہے۔ جس کا خلق بڑھ کر ہے وہ تصوف میں بڑھ کر ہے۔" تصوف کی تعریف میں ایک مرتبہ فرمایا کہ تصوف یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ تجھے تیرے وجود سے فانی اور اپنے وجود میں باقی کر دے۔ کسی نے آپ سے پوچھا عارف کون ہے؟ فرمایا عارف اس وقت تک صحیح معنوں میں عارف نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس زمین کی مانند نہ ہو جائے جس پر نیک و بد بھی چلتے ہیں یا ان بادلوں کی مانند جو تمام سیاہ و سفید پر چھا جاتے ہیں یا اس بارش کی طرح جو پسند و ناپسند سے بالاتر ہو کر ہر جگہ پانی برساتی ہے۔

حضرت علی بن بندار نیشاپوری نے فرمایا ہے کہ تصوف یہ ہے کہ بجز حق ہی حق کے ظاہر و باطن میں اور کچھ نظر نہ آئے۔

حضرت معروف کرخیؒ نے تصوف کی یوں وضاحت کی ہے: تصوف حقائق کی گرفت اور خلق سے مایوسی ہے۔ جب صوفی پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ درحقیقت نافع و رضا حق تعالیٰ ہی ہیں تو پھر وہ ماسوائے حق سے نابینا ہو جاتا ہے۔ اور غیر حق کے لئے نہ نفع و نقصان ثابت کرتا ہے اور نہ منع و عطا بلکہ بلا دعطا میں خدا ہی کو فاعل سمجھتا ہے۔ اور اسباب و وسائط کے لئے کوئی مستقل ہستی نہیں قرار دیتا۔ عمر بن عثمان المکی سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا صوفی نقد وقت کی قیمت جانتا ہے اور ہر وقت جس کا ہوتا ہے۔ اس کو ہو رہتا ہے۔ حضرت واسطیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص توحید کے مرتبہ تک نہیں پہنچا دراصل اس کا وجود خدا کے وجود میں فانی ہے۔ لیکن وہ جانتا نہیں۔ پھر اس فنا کا پالینا تصوف ہے۔

حضرت شیخ ابو اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار مدینہ سرور کائنات ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ تصوف کیا شے ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تصوف دعووں کو ترک کر دینے اور مطالب کو چھپانے کا نام ہے۔

حضرت جعفر جلدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں رسالت مآب ﷺ کو دیکھ کر عرض کیا کہ تصوف کیا ہے؟ ارشاد ہوا ''وہ حالت جس میں عین ربوبیت ظاہر ہوتی ہے اور عین عبودیت مضمحل ہو جاتی ہے'' اور فرمایا کہ تصوف کے معنی نفس کو عبودیت میں ڈال دینے کے ہیں اور بشریت سے جدا ہو کر محض خدا پر نظر رکھنے کے ہیں۔

امام غزالیؒ اپنی کتاب ''المنقذ من الضلال'' میں طریق تصوف کے عنوان کے تحت

فرماتے ہیں ''جب میں ان علوم سے فارغ ہو کر صوفیاء کے طریق کی طرف متوجہ ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کا طریق علم وعمل سے تکمیل کو پہنچتا ہے۔ان کے علم کا حاصل نفس کی گھاٹیوں کا قطع کرنا' اخلاق ذمیمہ اور صفات خبیثہ سے پاک ومنزہ ہونا ہے تا کہ اس کے ذریعہ قلب کو غیر اللہ سے خالی کیا جائے اور اس کو ذکر الٰہی سے آراستہ کیا جائے۔''

حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صوفی وحدانی الذات ہوتا ہے نہ اس کو کوئی قبول کرتا ہے اور نہ وہ کسی کو قبول کرتا ہے۔اس کے بصر وبصیرت میں اللہ من حیث الظاہر اور اللہ من حیث الباطن بس جاتا ہے۔وہ غیر اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو علی احمد محمد الرود باری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف یہ ہے کہ صوف پہن کر جور و جفا کا تختہ مشق بنو اور دنیا کو پس پشت ڈال دو اور فرمایا کہ دوست کے دروازے پر سر رکھ دیا جائے اور اگر دن میں سو مرتبہ بھی وہاں سے نکالا جائے تو وہاں سے ہرگز ہٹنے کا نام نہ لے۔ پھر فرمایا محبت یہ ہے کہ قطعی طور پر اپنے آپ کو محبوب کے حوالے کر دو۔اپنے پاس کچھ نہ رکھو۔ صوفی کے بارے میں فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو صفائے قلب کے ساتھ صوف پوشی اختیار کرتا ہے۔ ہوائے نفسانی کو تختی کا مزہ چکھاتا ہے۔شرع مصطفوی کو لازم کر لیتا ہے اور دنیا کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔حضرت ابو بکر کتانیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف خُلق کا نام ہے۔جس قدر زیادہ اعلیٰ کسی کا خُلق ہوگا اسی قدر تصوف زیادہ ہوگا۔اور فرمایا کہ محبت محبوب کے لئے ایثار کا نام ہے اور تصوف صفوت اور مشاہدہ کا نام ہے۔صوفی وہ ہے جس کے نزدیک اس کی اطاعت بھی گناہ ہو۔پس استغفار کرتا رہے۔

حضرت محمد بن احمد المکریؒ فرماتے ہیں کہ تصوف استقامت ہے۔یعنی تصوف تمام احوال میں حق تعالیٰ کے ساتھ استقامت ہے۔تصوف کی ایک تعریف یہ ہے کہ تصوف' انسانیت کی معراج ہے اور صوفی انسان کامل ہے بلکہ اس سے بھی اعلیٰ اور کامل تعریف یہ ہے کہ حکم الٰہی (حدیث قدسی) تخلقوا باخلاق اللہ کی تکمیل اور عملی مظاہرہ ہے اور صوفی اخلاق الٰہی سے متخلق ہے۔

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ تصوف کلی طور پر ادب ہے۔ جو ادب سے محروم ہے وہ قرب حق سے محروم ہے۔ فرمایا صوفی وہ ہے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے دنیا اور خلق میں مشغول نہ ہو۔

حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ سلوک کی اصل ریاضت ہے۔ اہل تصوف صرف اس دل کو زندہ سمجھتے ہیں جو یاد حق میں مستغرق ہو اور ایک دم بھی یاد الٰہی سے غافل نہ ہو۔ پھر فرمایا تصوف مولیٰ کی صفا دوستی کا نام ہے اور اہل تصوف کو دنیا وآخرت میں محبت مولیٰ کا شرف حاصل ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی تصوف کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اللہ تجھے چاہے اس کا امر اور شان عجیب ہے اور اس کا سرّ لطیف ہے یہ کثیف کو عطا نہیں ہوتا بلکہ عنایت وتصریف' قول حق اور قدم صدق رکھنے والے کو۔ اس کے کچھ امور اور اسرار ہیں جن کو اقرار وانکار نے ڈھانپ رکھا ہے۔ اس کا انکار شدید ہے اور شیطان اس کی مخالفت کرنے والے کا مرید ہے۔
جان تو! اللہ تمہارا شرح صدر کرے اور تمہارے سرّ کو منور کرے کہ اس طریق کی بنا تسلیم وتصدیق پر ہے۔ یہاں تک کہ اس راہ کے راہبروں اور راہنماؤں میں سے کسی نے کہا: انسان حقیقت کے درجات تک نہیں پہنچتا جب تک کہ ایک ہزار صدیق اس کے بارے میں گواہی نہ دے دیں کہ یہ زندیق ہے۔ امام زین العابدین کا قول ہے: ''اے میرے رب کتنے ہی جوہر علم ہیں کہ اگر میں انہیں ظاہر کردوں تو مجھ سے یہ کہا جاتا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور مسلمان میرے خون کو حلال قرار دیتے اور اپنے کیئے بدترین عمل کو بھی اچھا سمجھتے۔''

''اور اے ہدایت کے طالب بھائی! اگر اس راہ میں تمہیں دشمن کی طرف سے یا دوست کی طرف سے کوئی روکنے والا روکے اور تم سے کہے کہ علماء طریقت اور روساء حقیقت سے ان معارف الٰہی اور اسرار ربانی کے بارے دلیل طلب کرو جن کے بارے میں وہ کلام کرتے ہیں تو تم اس سے اپنا پہلو پھیر لو۔ اور اُس سے جواب وگفتگو کے طور پر کہو اور اسی پر اتفاق واجماع سے

ثابت رہو: کہ حلاوت شہد اور لذت جماع پر کیا دلیل ہے؟ اور ان اشیاء کی ماہیت کے بارے میں مجھے خبر دو۔ پس لازماً وہ تم سے کہے گا: یہ ایسا علم ہے جو صرف ذوق سے ملتا ہے' پس نہ تو یہ کسی حد میں داخل ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل قائم ہوتی ہے۔''

''اے بھائی! یہ بلند مرتبہ علم ایک کشادہ گھر ہے اور یہ پرہیزگاری وتقویٰ کا نتیجہ ہے۔ اس کے بعد اگر کسی کو ایسے علم کی بات کرتے سنیں جس پر ہماری عقلیں اس پر قادر نہیں اور حق تعالیٰ نے صرف اسی کو عطا کیا ہے تو ہم پر تسلیم وتصدیق' عدم انکار اور عدم اعتراض واجب ہے۔ وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنے علوم میں سے جس سے مرضی خاص کر دیتا ہے۔'' (الدرالثمین)

کسی نے امام احمد رضا خان قادری بریلویؒ سے پوچھا کہ یا حضرت علم باطن کا ادنیٰ درجہ کیا ہے؟ جواب میں آپ نے حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول نقل کیا: ''انہوں نے فرمایا کہ میں ایک بار سفر پر گیا اور وہ علم لایا جسے خواص وعوام سب نے قبول کیا۔ دوبارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص نے تو قبول کیا مگر عوام نے رد کر دیا۔ تیسری مرتبہ سفر کیا اور وہ علم لایا جو خواص وعوام کی سمجھ میں نہ آیا۔''

فخر الاسخیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری فرماتے ہیں جس کو تعلیم الٰہی کے ذریعہ علم نہ ہو وہ کامل نہیں ناقص ہے۔

غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری فرماتے ہیں کہ علم تصوف دلائل اور استدلال سے نہیں بلکہ دل سے حاصل ہوتا ہے۔

مخدوم العصر حضرت خواجہ کریم اللہ عباسی قادری فرماتے ہیں اگر تم نے علم کے شہر جانا ہے تو سب سے پہلے باب العلم حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہٗ کی دہلیز پر بوسہ دے۔ فرمایا ولایت یہ ہے کہ وہ (بندہ) اللہ میں فنا ہو اور اللہ کے ساتھ بقا ہو اور اللہ کے اسماء وصفات ظہور کریں۔ پھر فرمایا علم تصوف اصطلاحات کا بیابان نہیں بلکہ وہ گلشن راز ہے جس میں سیر وسیاحت کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اہل ذوق وشوق جو شب وروز مشاہدہ حق میں مست الست ہیں وہی

لوگ حق آگاہ ہیں۔

سیّدنا غوث پاک نے ارشاد فرمایا تصوف قلب کو تمام کدورتوں سے صاف کرنے کا نام ہے۔اور صوفی میں یہ آٹھ اوصاف جو انبیا علیہم السلام سے وابستہ ہیں ضرور پائی جائیں تب کہیں صوفی حقیقتاً صوفی بنتا ہے۔۱۔سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ۲۔خرقہ پوشی حضرت موسیٰ علیہ سے ۔۳۔تجرد حضرت عیسیٰ علیہ سے ۴۔صبر حضرت ایوب علیہ السلام سے ۵۔ تفرع حضرت یحیٰ علیہ السلام سے ۶۔رضا حضرت اسحاق علیہ السلام سے ۷۔مناجات حضرت زکریا علیہ السلام سے ۹۔اور فقر سرور کونین ﷺ سے۔

صوفی کیسے کہتے ہیں؟: حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں ''صوفی وہ ہے جو اپنی ہستی خدا کی ہستی میں فنا کردے۔جس قدر زیادہ فنا فی اللہ ہوتا ہے اسی قدر زیادہ عرفان حاصل کرتا ہے۔''

شیخ ابوالنصر سراجؒ فرماتے ہیں ''صوفی وہ ہے جس کے سینے میں عشق الٰہی کی آگ جلتی رہے اور خدا کے سوا جو کچھ ہے اسے جلا کر خاکستر کردے۔نیز صوفی کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ خدا پر نظر رکھتا ہے اور اس کا مقصود و مطلوب تمام تر خدا ہی ہوتا ہے۔ ماسوا اور لایعنی مشاغل سے اسے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔''

حضرت سہیل عبداللہ تستری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو کدورت سے صاف ہو اور تفکر سے پُر ہو۔اور قرب حق عزوجل میں بشریت سے منقطع ہو اور اس کی آنکھوں میں خاک اور سونا برابر ہوں۔اور فرمایا کہ تصوف کے معنی کم کھانا اور خدا سے آرام حاصل کرنا اور خلق سے بھاگنا اور توکل رکھنا ہے۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصوف تین باتوں کا نام ہے۔اول یہ کہ معرفت نور ورع کو نہ بجھائے۔دوم یہ کہ باطن کی کوئی ایسی بات نہ کہے جو شریعت کے خلاف ہو۔سوم یہ کہ کرامات محض اس لئے دکھائے کہ لوگ حرام سے باز رہیں۔

سائیں رحیم بخش شیخوپوریؒ سے کسی نے سوال کیا کہ صوفی کون ہوتا ہے فرمایا صوفی وہ ہوتا ہے جو لاطمع، لاجمع اور خود بھی ''لا'' ہو۔

حضرت ابو محمد داسیؒ فرماتے ہیں صوفی اس وقت تک صوفی نہیں بنتا جب تک کہ اس کو زمین نہ اٹھائے اور نہ آسمان سایہ کرے اور لوگوں کے نزدیک اس کی مقبولیت نہ ہو بلکہ اس کا مرجع ہر حال میں حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہو۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں صوفیاء واردات کے ساتھ ہوتے ہیں۔ وظیفوں کے ساتھ نہیں ہوتے۔ صوفی مقالات وحالات سے گذر چکا ہوتا ہے۔ وہ سب اس کے زیر قدم اور اس کے حال میں جمع ہوتے ہیں۔

حضرت ابو الحسن النوری فرماتے ہیں کہ صوفی وہ لوگ ہیں جن کی جان بشریت کی کدورت سے آزاد ہوگئی۔ یہ لوگ صف اول اور درجہ اعلیٰ میں حق تعالیٰ کے ساتھ آرام کرتے ہیں اور اس کے غیر سے بھاگتے ہیں۔ یہ لوگ مالک ہوتے ہیں نہ مملوک۔ پھر فرمایا صوفی وہ ہے کہ کوئی چیز اس کی پابند نہ ہو اور نہ وہ کسی چیز کا پابند ہوتا ہے۔

حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم الحصریؒ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ جب آفات سے فانی ہو تو اس کے راز کی طرف متوجہ نہ ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرے تو پھر ہرگز نہ پھرے۔ حادثہ کا اس پر کوئی اثر نہ ہو۔ اور فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو عدم کے بعد موجود نہ ہو اور وجود کے بعد معدوم کو نہ دیکھے۔ اور فرمایا کہ اختلافات سے دل کا صاف ہونا تصوف ہے۔

حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں "صوفی وہ ہے جو خدا ہی سے تعلق رکھتا ہو' خدا ہی کا تصور کرتا ہو۔ اور خدا ہی سے محبت کرتا ہو۔"

حضرت رابعہ بصریہؒ فرماتی ہیں "صوفی وہ ہے جس کے دل میں خدا کی محبت اس طرح سما جائے کہ کسی دوسرے سے محبت کرنے کی گنجائش ہی نہ رہے۔"

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں "صوفی وہ ہے جس میں فقر زہد اور محبت یہ تین چیزیں پائی جائیں۔"

حضرت ابوالحسن علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو اپنی ذات کو فنا کر کے اللہ کی ذات میں بقا حاصل کرتا ہے اور متصوف وہ ہے جو

ریاضتوں اور مجاہدوں کے ذریعہ سے صوفی کا مقام پاتا ہے جس سے اس کی اصلاح ہوتی ہے۔ صوفی سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں فقر و ریاضت کی علامت بن جاتا ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ جب بولتا ہے تو اس کی زبان حقائق کی ترجمان ہوتی ہے اور جب خاموش ہوتا ہے تو اس کے اعضاء قطع علائق پر زبان حال سے شہادت دیتے رہتے ہیں۔ ان کا یہ قول بھی ہے کہ ''صوفیاء وہ ہیں جنہوں نے تمام چیزوں پر خدائے عزوجل کو ترجیح دی اور اس کو پسند کر لیا تو خدائے عزوجل نے بھی تمام چیزوں پر ان کو ترجیح دی اور پسند کر لیا۔'' حضرت ابوبکر شبلیؒ فرماتے ہیں تصوف ایک طرح کا شرک ہے۔ اس لئے کہ یہ نام ہے قلب کو غیر سے بچانے کا حالانکہ غیر کا وجود ہی سرے سے نہیں ہے۔ صوفی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ صوفی دونوں جہانوں میں اللہ کے سوا اور کسی کو نہیں دیکھتا۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں۔

''تصفیہ قلوب و تزکیہ نفوس' براہ راست تعلیمات نبوی ﷺ کا ثمرہ ہے۔ جو شخص اس سرچشمہ ہدایت سے جس قدر زیادہ سیراب ہوا اسی مناسبت سے صفائے قلب اور تزکیہ نفس میں بھی زیادہ امتیاز حاصل کرتا ہے۔ علوم ظاہری تصوف کی ضد نہیں ہیں۔ بلکہ مبادی طریقت ہیں۔ خلقت کی اصل ذات رسالت مآب ﷺ ہے۔ ساری کائنات انہی کے طفیل میں ہے۔ یہی ذات اقدس دنیا میں رشد و ہدایت لے کر آئی۔ پس جو شخص اپنی پاکیزہ طینتی کے لحاظ سے اس جوہر گرامی ﷺ سے جس قدر زیادہ قرب و مناسبت رکھتا ہے۔ اسی قدر علم و ہدایت سے زیادہ بہرہ ور ہوتا ہے۔ اور دوسروں کے لئے باعث ہدایت بنتا ہے۔ یہی گروہ صوفیہ اور باصطلاح قرآن مجید گروہ مقربین کہلاتا ہے۔ کلام الٰہی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه. اولئک الذین هداهم الله و اولئک هم اولو الالباب** ''(۳۹-۲) (یعنی اے رسول ﷺ! ہمارے ان بندوں کو مژدہ پہنچا دو۔ جو ہمارے کلام کو حسن استماع سے سنتے اور اس کی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ اور یہی لوگ صاحب عقل سلیم ہیں۔

اکابر صوفیاء اور مشائخ کے اقوال وارشادات تصوف کی تعریف توضیح کے ضمن میں بے شار ہیں جن کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ان سب کا حاصل تصوف کی ایک اور جامع و مانع تعریف شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ہے۔فرماتے ہیں۔ ''تصوف وہ علم ہے جس سے تزکیہ نفوس' تصفیہ اخلاق تعمیر ظاہر و باطن کے احوال کا علم ہوتا ہے تا کہ سعادت ابدی حاصل کی جا سکے۔اس کا موضوع بھی تزکیہ و تصفیہ اخلاق و تعمیر ظاہر و باطن ہے اور اس کی غایت و مقصد سعادت ابدی کا حاصل کرنا ہے۔''

تصوف اور صوفی کے بارے مین ان تمام اقوال وارشادات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صوفی کا اصل مقصود و مطلوب صرف رضا الٰہی ہے۔اس کا مرنا جینا' اس کی فکر' اس کی عبادت و ریاضت صرف اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے۔وہ فنا و بقاء کی منزلیں عبور کر کے ماسوائے حق سے بالکل جدا اور بیگانہ ہو چکا ہوتا ہے۔اور متصل بحق ہو جاتا ہے۔اسی لئے بزرگ فرماتے ہیں کہ درویش بحر توحید میں تنے واحد ہیں۔ان کے پاک بدن نور کی قندیلیں ہیں وہ خود بھید کے اندر چھپے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے ان کی پہچان بھی کوئی آسان کام نہیں۔

لہٰذا تصوف کے تاریخی پس منظر اور تعریفوں کی روشنی میں ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کی تعلیم صرف تزکیہ نفوس و تصفیہ اخلاق ہی کی حد تک محدود نہیں بلکہ یہ علم قرب بھی عطا کرتا ہے۔اس کو باطنی علم بھی کہہ سکتے ہیں جس سے صوفی اپنی ذات سے فنا ہو کر تجرید و تفرید کے بلند مقامات عبور کر کے حق تعالیٰ کی قبولیت میں بقا حاصل کر لیتا ہے۔وہ اسرار ربوبیت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔یہ معراج انسانی اور انتہاء کمال لافانی ہے۔یہ درحقیقت عشق حقیقی اور معرفت تحقیقی ہے۔پھر یہ کہ تصوف وحدت معبود' وحدت مقصود' وحدت شہود اور وحدت وجود ہے۔نور وحدت و مظہر احدیت ہے۔تصوف قرآن کی تفسیر اور سنت خیر الانام ﷺ کی عملی تصویر ہے۔

ولایت اور ولی: ولایت کے لفظ ولی سے مشتق ہے۔اس کے معنی قرب کے ہیں۔یہ صفت ذات کبریا کی ہے کیونکہ وہ ہر ایک کے قریب ہے۔اگرچہ اس قرب کے لامتناہی درجات ہیں۔ولایت کی دو قسمیں ہیں: ایک ولایت عامہ' دوسری ولایت خاصہ۔ولایت عامہ میں تمام

مومنین شامل ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے"اللّٰہ ولی الذین امنو یخرجھم من الظلمات الی النور ۔(اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے ان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے) ولایت خاصہ صرف سالکین راہ معرفت کے لئے مخصوص ہے جو صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے مبارک نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔مراد یہ ہے کہ جو بندہ خدا کی ذات میں فنا ہو کر دائمی زندگی حاصل کر لیتا ہے وہ ولی ہے۔جیسا کہ بزرگ فرماتے ہیں ولی وہ ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو۔فنا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تک اس کی سیر (سیر الی اللہ) کی انتہا ہو اور بقا سے مراد یہ ہے کہ خدا کی ذات میں سیر (سیر فی اللہ) کی ابتداء ہو۔سیر فی اللہ اس وقت ثابت ہوتی ہے کہ فنائے مطلق کے بعد بندے کو ایک ایسا وجود عطا ہو جائے جو حدوث کی آلودگی سے پاک اور منزہ ہو اور پھر وہ اس وجود سے عالم صفات میں صفات الٰہیہ اور اخلاق ربانی کے ساتھ ترقی کرتا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم صرف نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے بڑے بڑے اولیاء کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔پھر حضرت نے یہ شعر پڑھا۔

ہنوز آں ابر رحمت درفشان است

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بادل اب بھی برس رہا ہے اللہ کی رحمت کے خزانے اب بھی کھلے ہوئے ہیں۔وہ رحمت کا بادل اب بھی موتی برسا رہا ہے۔

خم و خمخانہ با مہرد نشان است

اللہ کے مے خانے یعنی شراب معرفت کے مے خانے اب بھی اللہ تعالیٰ کے پاس بے شمار ہیں۔

کشف المحجوب میں داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ولی اور ولایت کے ضمن میں فرماتے ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ نے برہان نبوی کو باقی کر دیا ہے اور اولیاء اللہ اس کے اظہار کے سبب ہیں تا کہ ذات کبریا کی نشانیاں اور حضور سرور کونین ﷺ کی سچی محبت ظاہر ہوتی رہے۔اور اولیاء اللہ کو خدا کی کائنات کا ولی بنا دیا گیا ہے۔تا کہ حضور ﷺ کی حدیث کے مخبر و مجدد ہو جائیں۔

حضرت شیخ عزیز بن محمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مقصد اقصیٰ میں فرماتے ہیں کہ جوہر اوّل روح محمد ﷺ ہے اور جوہر اوّل دو کام کرتا ہے ایک یہ کہ فیض حق تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ دوم یہ کہ فیض خلق خدا تک پہنچاتا ہے۔ جوہر اوّل یہ فیض حق سے لیتا ہے اس کا نام ولایت ہوا اور یہ جو فیض خلق کو پہنچاتا ہے اس کا نام نبوت ہوا۔ لہٰذا ولایت نبوت کا باطن ہوا اور نبوت ولایت کا ظاہر ہوا۔ اور یہ دونوں صفات نبی کریم علیہ التحیہ السلام کی ہیں۔

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں مرتبہ نبوت وہ ہے جو رسول اکرم ﷺ بذریعہ حضرت جبریل علیہ السلام حق تعالیٰ سے اسرار توحید ظاہراً اخذ کرتے تھے۔ یہ ظاہر شریعت ہے اور ولایت کا مرتبہ وہ ہے جو حضور ﷺ بلاواسطہ جبریل علیہ السلام اسرار باطن خدائے تعالیٰ سے تعلیم پاتے تھے۔ چنانچہ حدیث لی مع اللہ وقت سے ثابت ہے اور یہ مرتبہ ولایت ہے اکثر لوگ آنحضرت صلعم کی ظاہری متابعت میں مشغول رہے لیکن وہ لوگ تھوڑے ہیں جو آپ ﷺ کی متابعت باطنی میں ولایت سے فیض یاب ہوئے۔ کیونکہ حضور سرور کونین ﷺ اس بات پر مامور ہوئے تھے کہ بغیر طالب صادق کسی کو مرتبہ ولایت کے اسرار سے مطلع نہ فرمائیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ **الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** خبردار! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔

صاحب کتاب الاسلام نے بحوالہ عقائد نسفی ولی کے بارے میں لکھا ہے کہ ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں حتیٰ الامکان زیادہ معرفت رکھتا ہو۔ اطاعت الٰہی میں استغراق رکھنے والا اور گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو۔ اور لذات وشہوات سے بیزار ہو۔ جس طرح تمام بندوں میں نبی خدا کا مقرب ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر نبی کی امت میں سے بعض لوگ روحانی وجسمانی کمالات کے سبب بارگاہ خداوندی میں باریاب اور مقبول ہو جاتے ہیں۔ ان کی علمی و عملی حالت امت کے تمام افراد سے ممتاز و نمایاں ہوتی ہے۔ ان کو تمام کمالات نبوت کے طفیل ہی حاصل ہوتے ہیں اور نبی ﷺ کی فرمانبرداری سے ہی وہ اس مرتبہ کو پہنچتے ہیں۔ ان کو بڑی بڑی قوتیں اور نشانیاں دی جاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں سے

کرامت کا اظہار فرماتا ہے تا کہ اس کے نبی علیہ کی نبوت سے انکار کرنے والے اس کی کرامت کو دیکھ کر نبی کی صداقت کے قائل ہو جائیں۔

سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''سرالاسرار'' میں فرماتے ہیں کہ ولایت کا ماحصل یہ ہے کہ انسان اپنے اندر اخلاق الٰہیہ پیدا کرے جیسا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے' تخلقوا باخلاق اللّٰہ (اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا کرو) اور جامہ صفات بشریت اتار کر صفات الٰہی کا لباس پہنے حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''جب میں کسی بندے کو دوست رکھتا ہوں تو میں نے اس کے کان' آنکھ' زبان' ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔ پھر وہ میرے ہی واسطہ سے سنتا' دیکھتا' کلام کرتا' پکڑتا اور چلتا ہے۔''

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس میں محبت الٰہی کی علامات پائی جائیں اور وہ اخلاق واعمال میں متابعت رسول اللہ علیہ پر کاربند ہو یعنی اخلاق وافعال میں سنت رسول اللہ علیہ ادا کرنا ہی علامت اہل اللہ اور سچی درویشی ہے۔

ولی وہ ہے جس کا باطن تجلیات (انوار) الٰہی سے روشن ہو چکا ہو۔ جونہی اپنے باطن میں نگاہ کرے تو کون ومکان کی ہر شے اس کے سامنے عیاں ہو۔ تکوینی حجابات اُٹھ چکے ہوں۔ اور اس کا کلام' کلام حق ہو کیونکہ وہ حق کے ساتھ متحقق ہو چکا ہوتا ہے۔ عام خلق اسے پہچان نہیں سکتی کیونکہ اس کے اوپر حق تعالیٰ نے قبا ڈال دی ہوتی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے ''ولی را ولی می شناسد'' یعنی ولی کو ولی ہی پہچان سکتا ہے۔

شیخ شرف الدین یحیٰ منیری فرماتے ہیں کہ مرتبہ ولایت ایک سرّ ہے اسرار حق سے مجاہدہ وریاضت پر یہ موقوف نہیں۔ اس قدر پردہ استتار میں شان ولایت رہتی ہے کہ ولی کو ولی کے سوا دوسرا پہچان نہیں سکتا کیونکہ اگر اظہار ولایت سب عقلاء پر جائز ہوتا تو دوست اور دشمن کا فرق نظر آجاتا اور واصل وغافل کی تمیز ہو جاتی۔ مرضی خداوندی نے اس موتی ولایت کو صدف خواری میں عام خلقت سے چھپا رکھا اور امتحان گوناگون کے دریا میں ڈال دیا۔ (مکتوبات صدی)

ضرورت شیخ اور بیعت کی اہمیت: سالکان راہ طریقت کے لئے بیعت نہایت ضروری

ہے۔ مرشد کامل کی رہنمائی کے بغیر کبھی کوئی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔ قران حکیم میں مسئلہ بیعت کے متعلق ارشاد ہے۔

یاایھا الذین امنوا اتقو الله و ابتغوا الیه الوسیله و جاھدو ا فی سبیله لعلکم تفلحون (۳۵۔۵) (ترجمہ۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔) اس آیت کریمہ کی شرح میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب ''قول الجمیل'' میں لکھا ہے کہ یہاں وسیلہ سے مراد نہ تو ایمان ہے کیونکہ ایمان داروں سے تو پہلے ہی خطاب ہو رہا ہے اور نہ ہی اعمال صالح' نماز' روزہ' حج' زکوۃ وغیرہ عبادات بدنی ہیں۔ کیونکہ یہ تقوی میں شامل ہیں۔ اس طرح جہاد بھی مراد نہیں۔ وہ بھی تقوی میں شامل ہے۔ پس وسیلے سے مراد ارادت ہے۔ بیعت اور مرشد طریقت ہے۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ **یبتغون الی ربھم الوسلیه ایھم اقرب الاخر** (۵۷۔۷) یعنی اپنے رب کی جانب وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے کون سا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور زیادہ قریب ہے جس کا وسیلہ اختیار کریں۔ تفسیر موضح قران میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ وہ آپ ہی اللہ تعالیٰ کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے بہت نزدیک ہو اس کا وسیلہ پکڑیں۔

''پھر تیسری جگہ قرآن پاک میں ایک بیعت کا ذکر ہے **ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله ید الله فوق ایدھم** (۱۰۔۴۸) (ترجمہ) یعنی اے محبوب جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ در حقیقت آپ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اور آپ کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہی ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ حضرت واسطی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بیعت در حقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقصود ہے اور درمیان میں واسطہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام فقط حصول برکت ہے۔ یعنی جس شخص نے نبی اکرم ﷺ سے بیعت کی اس نے در حقیقت اللہ تعالیٰ جل شانہ سے بیعت کی۔ کیونکہ حقیقتاً یہ بیعت بیعت الٰہی ہے۔ اس لئے کہ حضور علیہ

السلام کا دست مبارک درمیان میں ایک واسطہ ہے۔ اور وہ بمنزلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ مبارک کے ہے۔ بعض مفسرین نے آیت مبارکہ **واتبع سبیل من اناب الی** کی شرح میں لکھا ہے کہ اس کا اتباع کرو جس نے میری طرف رجوع کیا ہو اور مقام قرب میں پہنچا ہوا ہو۔ اس سے مراد بیعت ہے۔ رب کریم جس کی ہدایت چاہتا ہے اسے کوئی سچا راہنما مل جاتا ہے۔ اور مرشد کے لئے ولی اللہ ہونا ضروری ہے۔ بے شک سچے مرشد اولیاء اللہ ہی ہو سکتے ہیں۔

حضور سرور کونین ﷺ فرماتے ہیں۔ **من لم یدرک امام زمانه فقد مات میته جاهلیه** (شرح عقائد نسفی اور صحیح مسلم) یعنی جس نے اپنے زمانے کے امام کو ادراک قلبی سے دریافت نہیں کیا پس تحقیق وہ مر گیا موت کفار کی۔ یعنی پہلے اپنے زمانے کے امام کو جو خلیفۃ اللہ راہبر کامل ہو پورے طور پر ادراک قلبی سے شناخت کر کے بیعت میں داخل ہو جائے تب اس کے لئے حصول معرفت کی راہ کھلے گی۔ اور اجر عظیم کی فلاح پائے گا ورنہ معرفت الٰہی سے محروم ہو کر جاہلیت کی موت مرے گا۔ اگر خوش بختی سے شیخ کامل مل گیا تو اس کے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ سمجھے اور بیعت کر کے کمر ہمت باندھے۔ شیخ کی فرماں برداری میں سر مو فرق نہ کرے۔ بفضل خدا منزل مقصود کو پہنچ جائے گا۔

حدیث میں ہے۔ **من مات و لیس فی عنقه بیعته مات میة الجاهلیه** (ترجمہ) یعنی جس نے شیخ کا نشان گلے میں نہ پہنا اور مر گیا گویا وہ کفر کی موت مرا۔

من لا شیخ له و شیخه الشیطان (ترجمہ) جس کا کوئی رہبر نہ ہو اس کا پیر شیطان بن جاتا ہے (مسلم و ترمذی)

امام وہاب الدین شعرانی نے اپنی کتاب انوار قدسیہ میں شیخ کامل کی پیروی کو واجب قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اندرونی نجاستوں کا دور ہونا واجب ہے۔ پس اس کے لئے دور کرنے کا طریق بھی حاصل کرنا واجب ہوگا۔ جس سے وہ دور ہو سکیں اور وہ سوائے اتباع شیخ کامل کے اور کوئی طریق نہیں۔ پھر لکھتے ہیں **ولو تکلف لا ینفع بغیر شیخ ولو حفظ الف کتابا** یعنی آدمی اگر خود بخود اپنی اصلاح کرنے لگے تو اسے کچھ فائدہ نہ ہوگا اگرچہ

ہزاروں کتابیں حفظ کر لے۔"

قطب ربانی غوث صمدانی شہباز لامکانی سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی" الحسنی والحسینی اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ شروع سے اللہ تعالیٰ نے روحانی تربیت کا سلسلہ اسی طرح جاری کیا ہے کہ ایک فیض دیتا ہے اور دوسرا حاصل کرتا ہے۔ جیسے انبیاء علیہم السلام اوران کے جانشین پھران کے تربیت یافتہ' وعلیٰ ہذا القیاس یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور یہ ارشاد الٰہی یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کسی شخص کو تربیت کے بغیر مقامات عالیہ تک ترقی دے اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اکثر یہی ہوا ہے کہ سوائے تربیت شیخ کے کوئی شخص منازل سلوک طے نہیں کر سکتا۔ پھر فرمایا شیخ کی خدمت و ضرورت سے اس وقت تک علیحدہ نہیں ہونا چاہئے جب تک کہ وصول الی اللہ یعنی منزل مقصود تک نہ پہنچ جائے۔

اسی نظریہ کی تائید میں حافظ ابن حجر شارح صحیح بخاری شریف میں بڑے زور سے لکھتے ہیں "طالب خدا کو چاہئے کہ کسی شیخ عارف کامل کو اپنا رہبر مقرر کرے اور اہل تعصب کی باتوں کو ہرگز نہ سنے اور یہ خیال رکھے کہ شیخ عارف کامل ہو اور احکام شریعت وطریقت سے پورا واقف ہو۔"

علامہ اقبال اس نظریہ کی تائید اس طرح کرتے ہیں۔

کیمیا پیدا کن از مشت گلے　　　بوسہ زن بر آستانے کاملے

(ترجمہ) اپنی ذات میں کیمیا پیدا کر اور کسی کامل شیخ کے آستانے پر بوسہ دے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اکثر حضرت بشر حافی" کے پاس جایا کرتے تھے ایک دفعہ شاگردوں نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ تو خود بڑے عالم ہیں اور حدیث وفقہ واجتہاد میں اپنی نظیر نہیں رکھتے پھر آپ ایک شوریدہ حال کے پاس کیوں جاتے ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا۔ بے شک میں ان تمام علوم میں بشر حافی سے بڑھا ہوا ہوں مگر اللہ تعالیٰ کو وہ مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ یعنی اس کو علم معرفت الٰہی مجھ سے زیادہ ہے۔

اولیائے کاملین کی مجالس اور صحبت کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کرنے کی غرض سے

ایک مرتبہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے امام فخر الدین رازی کو لکھا کہ اگر آپ کسی اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھ کر حقیقت شریعت سے آگاہی حاصل کریں تو وہ آپ کو بہت جلد شہود حق کے مرتبہ تک پہنچا دے گا۔ جس سے آپ کو بلا تکلف خدائے تعالیٰ کی طرف سے علوم حقیقت معلوم ہونے لگیں گے۔ آپ پر واضح رہنا چاہیے کہ استدلال سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کو علم حقیقت کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں۔ علوم وہی ہیں جو وہبی طریق پر اور بروئے مشاہدہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے عطا ہوتے ہیں۔

عین الفقر میں حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں کہ مرشد کامل کے بغیر کوئی شخص اس راہ کو طے نہیں کر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ خدا کے ہوتا ہے اور معرفت کے سمندر میں جہاز رانی کے علم سے اچھی طرح واقف اور خبردار ہوتا ہے۔ دیکھو اگر معلم نہ ہو تو جہاز غرق ہو جائے۔ خود جہاز اور خود معلم (فھم من فھم)۔

شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ شیخ کے فرائض میں یہ ہوتا ہے کہ وہ مرید کو ایسا بنا دے کہ حق تعالیٰ اُس سے محبت کرے اور وہ خود حق تعالیٰ سے محبت کرنے لگے۔ شیخ مرید کا تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کرتا ہے۔ جب روح مصفاء ہو جاتی ہے' دل کا آئینہ صاف ہو جاتا ہے اور چمک اٹھتا ہے تو وہ تجلیاتِ الٰہیہ کا محل بن جاتا ہے۔ وہ جمال حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کا باطن جلال عزوجل کے نور کو ہر جگہ دیکھتا ہے۔ اور مرید صرف اور صرف خدا سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اور پھر کائنات' زمین و آسمان' دنیا و آخرت کی ہر چیز اس پر عیاں ہوتی ہے۔ اس کا قلب عارضی اور حادث اشیاء کو چھوڑ دیتا ہے۔ قدیم اور دائمی سے محبت رکھتا ہے۔

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات صدی میں لکھتے ہیں کہ مشائخ طریقت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے کہ تکمیل توبہ کے بعد مبتدی پر فرض ہے کہ ایسا پیر پختہ تلاش کرے جو نشیب و فراز سلوک سے آگاہ اور صاحب حال و مقام ہو۔ صفات جلالی کے قہر و غضب اور صفات جمالی کے لطف و کرم کا مشاہدہ کر چکا ہو۔ العلماء ورثۃ الانبیاء جس کی شان میں پورا پورا صادق آتا ہو۔ اور ایسا طبیب حاذق ہو گیا ہو کہ مرید کے جملہ امراض و عوارض

باطنی کا علاج جانتا ہو۔ اور سب کی دوا کر سکتا ہو۔ **الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ** (یعنی شیخ اپنی قوم میں خدا کی راہ اسی طرح دکھلانے والا ہے جس طرح پیغمبر اپنی امت میں) اسی وجہ سے حضرات مشائخ کا قول ہے کہ **لا دین لمن لا شیخ لہ** (یعنی جس کا کوئی پیر و مرشد نہیں اس کا کوئی مذہب ہی نہیں) کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔

در سایہ پیر شو کہ نابینا — آن اولے ترکہ باعصا گردد
کاہے شو کوہ عجب برہم زن — تاپیر ترا چوکہربا گردد

(ترجمہ) کسی شیخ کی پناہ میں رہو۔ اندھے کے لئے لاٹھی رکھنا ضروری ہے گھاس بن جا اور غرور کی چٹان پاش پاش کردے تاکہ تجھ کو تیرا شیخ بجلی کی طرح کھینچ لے۔

مولانا رومؒ مثنوی میں شیخ کامل کی ضرورت اور بیعت کی اہمیت پر بڑا زور دیتے ہیں۔ چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر — ہست بس پر آفت و خوف و خطر

(ترجمہ) کسی شیخ طریقت کا ہاتھ پکڑ لے اس لئے کہ اس کے بغیر سلوک طے کرنا خطرناک ہے۔

پیر باشد نردبان آسماں — تیر پراں ازکہ گردد ازکماں

(ترجمہ) پیر آسمان کے لئے یعنی خدا تک پہنچنے کے لئے مثل سیڑھی کے ہیں۔ تیر کمان کے بغیر کیسے پرواز کر سکتا ہے۔

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ رابرید — ہم بعون ہمت مرداں رسید

(ترجمہ) جس کسی نے نادر طور پر تنہا یہ راستہ طے بھی کیا ہو تو وہ بھی یقیناً کسی کامل وقت کی غائبانہ توجہ اور فیض ہی سے منزل مقصود تک پہنچا ہوگا۔

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست — دست او جز قبضہ اللہ نیست

(ترجمہ) پیر کا ہاتھ (یعنی توجہ) غائبین تک بھی پہنچتا ہے۔ اس کے ہاتھ پر بیعت ہونا گویا حق تعالیٰ ہی سے بالواسطہ عہد کرنا ہے۔

دست گیرد بندہ خاص از الہ　　　طالبان را می پراند پیشگاہ

(ترجمہ) اللہ کے خاص بندے دستگیری کرتے ہیں۔ طالبان حق کو خدا کی بارگاہ میں لے جاتے ہیں۔

کور ہرگز کے تواند رفت راست　　　بے عصا کش کور را رفتن خطاست

(ترجمہ) اندھا آدمی کبھی سیدھا راستہ طے نہیں کرسکتا۔ اس لئے بغیر لاٹھی پکڑنے والے رہبر کے کسی اندھے کا چلنا خطا ہے۔

گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی　　　گر بہ صاحب دل رسی گوہر شوی

(ترجمہ) اگر تم سخت پتھر اور سنگ مرمر بھی ہو تو اگر کسی صاحب دل کے پاس پہنچے تو گوہر بن جائے گا۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء　　　بہتر از صد سال طاعت بے ریا

(ترجمہ) اولیائے کرام کی ایک گھڑی کی صحبت سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند　　　صحبت طالع ترا طلع کند

(ترجمہ) نیکوں کی صحبت تجھے نیک اور بدوں کی صحبت تجھے بد بنا دیتی ہے۔

چوں شوی دور از حضور اولیاء　　　در حقیقت گشتہ ئی دور از خدا

(ترجمہ) جب تو اولیاء کی حاضری سے دور ہو گیا تو درحقیقت تو خدا سے بھی دُور ہو گیا۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　　تا غلام شمس تبریزی نہ شد

(ترجمہ) مولانا جلال الدین رومی کبھی مولائے روم نہ بن سکتے تاوقتیکہ شمس تبریز کی غلامی اختیار نہ کرتے۔

نفس را نہ کشد بغیر از ظل پیر　　　دامن آں نفس کش محکم بگیر

(ترجمہ) نفس کا مرنا پیر کے بغیر ممکن نہیں، نفس کو مارنے والے شیخ کامل کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے۔

قال را بگذاد مرد حال شو　　　پیش مرد کاملے پامال شو

(ترجمہ) قیل وقال چھوڑ دے اور مرد ے حال بن جا۔ لیکن یہ نعمت اس وقت ہاتھ لگے گی جب کسی مرد کامل کی صحبت اختیار کرو گے۔

ہیچ کس از نزد خود چیزے نشد ہیچ آہن خنجرے تیزے نہ شد

(ترجمہ) کوئی شخص اپنے آپ کوئی چیز نہیں بن سکتا' کوئی لوہا خود بخود تیز خنجر نہیں بن سکتا۔

ہر کرا پیر نباشد پیر وے شیطان بود خواجگی بے پیر بودن کارہا ناداں بود

(ترجمہ) جس کا کوئی پیر و مرشد نہ ہو اس کا پیر شیطان ہوتا ہے۔ پیر کے بغیر خواجگی کرنا یعنی شیخ بن بیٹھنا بےوقوفوں کا کام ہے۔

اگر ترا در دست پیر آید پدید قفل دردت را کلید آید پدید

(ترجمہ) اگر تجھے پیر کامل مل جائے تو بس تیرے درد کی دوا مل گئی۔

اولیاءاللہ کے مراتب اور شان: سید احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عبداللہ مطریؒ سے پوچھا کہ افراد' ابدال' غوث' قطب وغیرہ کے مدارج میں کیا فرق ہے اور ان کی تعداد کس قدر ہوا کرتی ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ بھائی جان! ہر ایک زمانہ میں دنیا بھر کا صرف ایک غوث ہوتا ہے۔ عرش سے لے کر فرش تک تمام مخلوق اس کے تصرف میں ہوتی ہے۔ تمام اولیاء' قطب' اخیار' نجیب' نقیب' ابدال' اوتاد وغیرہ کو اسی غوث کی خدمت و اطاعت کا ارشاد ہوتا ہے۔ ان کا عزل و نصب' ترقی اور تنزل اس کے تصرف میں ہوتا ہے۔ غوث زماں ان کی تعلیم و ارشاد میں کوتاہی نہیں کرتا۔ اور یہ سب نفوس قدسیہ اسی غوث سے شریعت' طریقت اور حقیقت کا علم حاصل کرتے ہیں۔ اسی غوث کی وجہ سے تمام برکات اور رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

غوث اپنے زمانہ میں صرف ایک ہوتا ہے۔ اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ غوث کو قطب الاقطاب اور غوث الثقلین اور قطب مدار عالم کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ جب غوث غوثیت کے درجہ سے ترقی کر کے مقام "حقیقت فردانیہ" میں پہنچ جاتا ہے تو اسے غوث الاعظم کہا جاتا ہے۔ اور وہ عبداللہ یعنی اللہ کا خاص بندہ کہلاتا ہے۔ اس سے ترقی یاب ہو کر عبدہ کہلاتا ہے۔ پھر اسے کسی قسم کا غم و فکر دامنگیر نہیں ہوتا۔ چھوٹے چھوٹے اقطاب کی

تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن منجملہ ان کے بارہ قطب بڑے ہیں۔ ان پاک ہستیوں میں جو لوگ اہل تصرف اور درگاہ الٰہی کے پیارے ہیں وہ تین سو ہیں جن کو اخیار کہا جاتا ہے۔ ان میں سے چالیس ابدال، سات ابرار، چار اوتاد، تین نقباء، پانچ عمدہ ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہیں اور کاموں میں ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج بھی ہوتے ہیں۔ جب کسی غوث کا انتقال ہوتا ہے تو عمائد میں سے ایک اس کا رتبہ حاصل کرتا ہے۔ پھر ذیلی مراتب میں جس کا نمبر قریب ہوتا ہے وہ اس کا مقام حاصل کرتا ہے۔ یہ ترتیب خدا کے حکم سے قیامت تک قائم رہے گی۔ یہاں تک کہ آخری غوث، امام مہدی آخرالزمان ہوں گے جو نور احمدی سے منور اور نسب میں سید ہوں گے۔

صاحب توضیح المذاہب کے بیان کے مطابق مکتومان کی تعداد چار ہزار ہے۔ یہ چھپے رہتے ہیں اور اہل تصرف نہیں ہوتے۔ ان میں سے جنہیں تصرف کی طاقت حاصل ہے وہ صرف تین سو ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے کتاب فتوحات مکیہ کے باب ایک سو اٹھانوے کی فصل اکتیس میں سات قسم کے اشخاص کو ابدال بیان کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے زمین کو ہفت اقلیم بنایا ہے اور اپنے بندوں میں سے سات اشخاص کو پسند کر کے ان کا نام ابدال رکھا ہے۔ تا کہ ہر اقلیم کے وجود کو ان میں سے ایک ایک نگاہ میں رکھے۔

کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے برہان نبوی کو برقرار رکھا ہے اور اولیاء کرام کو برہان نبوی کے اظہار کا سبب بنایا ہے تا کہ آیات حق اور حجت صدق حضور نبی اکرم ﷺ ہمیشہ ظاہر اور برقرار رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے خاص اولیاء کو جہان کا متصرف کر دیا ہے یہاں تک کہ وہ تنہا اللہ تعالیٰ کے کام کے لئے وقف ہو گئے ہیں اور متابعت نفس کا راستہ ان پر بند ہو گیا ہے حتیٰ کہ آسمان سے بارش ان کے قدموں کی برکت سے نازل ہوتی ہے اور ان کے احوال کی صفائی کی وجہ سے نبات (سبزی) اگتی ہے اور مسلمان ان کی توجہ باطنی سے کفار پر فتح حاصل کرتے ہیں۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ اور حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی عروۃ الوثقی میں لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک تک جہان کی محافظت کے لئے ہمیشہ رجال اللہ (اولیائے کرام) رہے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کے ظہور تک رہیں گے۔ دنیا کا قائم رہنا ان کے وجود سے ہے۔ حضرت علاؤ الدولہ سمنانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حضرات صفات بشری میں یکساں ہوتے ہیں۔ یعنی کھاتے پیتے ہیں' آرام کرتے ہیں' بول و براز کرتے ہیں' بیمار ہوتے ہیں' علاج کراتے ہیں' شادی کرتے ہیں' بال بچے' مال واسباب اور املاک رکھتے ہیں۔ لوگ ان سے حسد کرتے ہیں' منکر ہوتے ہیں۔ تکلیفیں پہنچاتے ہیں۔ لیکن یہ حضرات اپنی قوت ولایت سے ان سختیوں سے مستغنی رہتے ہیں۔

یہی اولیاء کاملین واصفیاء' واصلین ہی کی جماعت ہے جو تصوف میں فقراء کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے "فقراء سے محبت رکھنا میرے ساتھ محبت رکھنا ہے" اور حضور سرور کائنات علیہ التحیہ اسلام کا ارشاد گرامی ہے "فقر میرا فخر ہے اور میرے لئے باعث ناز ہے" اس فقر سے مراد وہ فقر مراد نہیں جو عوام میں مشہور ہے۔ بلکہ فقر حقیقی سے مراد افتقار الی اللہ ہے۔ یعنی انسان کو فنافی اللہ کا وہ مقام حاصل ہو جائے کہ اس کے نفس میں اس کے نفس کے لئے کوئی شے باقی نہ رہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی حقیقت اور معرفت میں اس کو مکمل استغراق حاصل ہو جائے۔

کسی عقیدت مند غلام نے سیدنا غوث اعظمؒ سے فقیر کے معنی پوچھے۔ آپ نے فرمایا کہ فقیر کے نام میں چار حرف ہیں۔ جن کی اپنی توضیح وتاویل فقر کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ پھر آپ نے اس کے معنی بیان فرماتے ہوئے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

فائے فقیر سے مراد فنافی اللہ ہو کر اپنی ذات وصفات سے فارغ ہو جانا ہے اور قاف فقیر سے مراد یاد الٰہی سے اپنے دل کو قوت دینا اور ہمیشہ اس کی رضامندی پر قائم رہنا ہے۔ اور "ی" سے مراد یاس وناامیدی سے دور رہ کر امیدوار رحمت الٰہی ہونا اور اس سے ڈرتے رہنا اور ایسی

پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کرنا جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اور ''ز'' سے مراد رقت قلب اور اس کی صفائی اور اپنی خواہشات سے منہ موڑ کر رجوع الی اللہ کرنا ہے۔

مولانا رومؒ نے اولیاء اللہ کی شان بڑی شدومد سے بیان کی ہے۔ چند اشعار یہ ہیں۔

پیر کامل صورت ظل الہ یعنی دید پیر دید کبریا

(ترجمہ) پیر کامل خدا کا سایہ ہے۔ گویا پیر کا دیدار خدا کا دیدار ہے۔

صورتش بر خاک و جاں برلامکاں لامکانے فوق وہم سالکاں

(ترجمہ) اولیائے کاملین اگرچہ صورۃ'' زمین پر نظر آتے ہیں مگر ان کی روحیں لامکانی ہوتی ہیں۔ اور یہ لامکان کیا ہے یہ ہمارے وہم وتصور سے بالاتر ہے۔

بل مکان و لامکاں حکم او ہمچو در حکم بہشتی چار جو

(ترجمہ) لیکن مکان ولامکاں اس کے حکم تابع ہیں۔ جس طرح جنت کی چاروں نہریں جنتیوں کے حکم کے تحت ہیں۔

ماہیان قعر دریائے جلال بحرشاں آموختہ سحر حلال

(ترجمہ) یہ پاک ہستیاں دریائے جلال کی گہرائیوں کی مچھلیاں ہیں اور حق تعالیٰ کے بحر قرب نے انہیں سحر حلال یعنی موثر کلام سے نوازا ہے۔

جسم شان راہم زنور سرشتہ اندر تاز روح و از ملک بگوشتہ اند

(ترجمہ) ان کا جسم عام جسم نہیں، سراسر نور ہے، مادی کثافتوں سے پاک ارواح اور ملائکہ سے زیادہ لطیف ہیں۔

اولیاء اطفال حق اند اے پسر در حضور و غیبت آگاہ خبر

(ترجمہ) اے بیٹے اولیاء اللہ رب کا خاص کنبہ ہیں۔ ان کا حضور ہو یا غیبت ان کے علم وران کی آگاہی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

شیخ کو ینظر بنور اللہ شد از نہایت در نخست آگاہ شد

(ترجمہ) شیخ کی نگاہ عام انسانی نگاہ نہیں ہوتی، ان کی بصیرت میں نور الٰہی کی روشنی ہوتی

ہے۔وہ ابتداء سے انتہاء تک دیکھ سکتے ہیں۔

لوح محفوظ ست او را پیشوا از چہ محفوظ ست او از ہر خطا

(ترجمہ)(ان کا علم بے شک شبہ اور خطا سے پاک ہے)ان کے سامنے لوح محفوظ ہے اور لوح محفوظ میں غلطی کا کیا امکان۔

لوح' حافظ لوح محفوظے شود عقل او از روح محظوظے شود

(ترجمہ)خود ان کے سینے میں لوح محفوظ ہے۔ان کی عقل براہ راست روح سے مستفید ہے۔(جہاں سہو اور وہم کا گمان نہیں۔)

واصلان چون غرق ذات اند اے پسر کے کنند اندر صفات اونظر

(ترجمہ)واصلان ذات کو حق تعالیٰ کے نہ آثار قدرت سے واسطہ اور نہ صفات سے تعلق۔وہ تو ذاتوں ذات بسیرا کیے ہوئے ہوتے ہیں یعنی ذات میں مستغرق ہوتے ہیں۔

گفتہ اُو گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(ترجمہ)ایک ولی اللہ کا کہنا رب ہی کا کہنا ہے اگرچہ وہ اللہ کے ایک بندے کے منہ سے نکلی ہوئی بات ہے۔

شیخ نورانی ز راہ آگہہ کند نور را بالفاظ ہا ہمراہ کند

(ترجمہ)نورانی لوگ اللہ کی راہ سے مخلوق خدا کو آگاہ کرتے ہیں۔اپنی گفتگو کے ساتھ نور بھی ہمراہ کردیتے ہیں۔

دست او را حق چو دست خویش خواند تا یداللہ فوق ایدیھم براند

(ترجمہ)اللہ نے ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ کہا ہے۔اسی لیے "یداللہ" کی آیت نازل ہوئی ہے۔

اولیاء راہست قدرت ازالہ تیر جستہ باز گردانند ز راہ

(ترجمہ)اولیاء کو اللہ ہی کی طرف سے قدرت ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس لوٹا دیتے ہیں۔

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء تا کہ بیند ابتداء تا انتہا

(ترجمہ) اولیاء کی خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا لے تا کہ آغاز سے انتہاء تک چیزوں کا مشاہدہ کر سکے۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　　او نشیند در حضور اولیاء

(ترجمہ) جو بھی خدا کی ہم نشینی چاہتا ہے اس کو کہو کہ اولیاء کے حضور میں بیٹھا کرے۔

بیں کہ اسرافیل وقت اند اولیاء　　مردہ را زیشاں حیات است و نما

(ترجمہ) یاد رکھو کہ اولیاء اللہ اپنے وقت کے اسرافیل ہیں۔ مردہ لوگوں کو ان سے زندگی اور نمو ملتی ہے۔

مسجدے کو اندرون اولیاء ہست　　سجدہ گاہے جملہ است آنجا خداست

(ترجمہ) وہ مسجد جو اولیاء کے اندر ہے تمام خلائق کی سجدہ گاہ ہے۔ اس لئے کہ وہاں خدا ہے۔

زانکہ گر پیرے نہ نباشد در جہاں　　نے زمین بر جائے ماند نے مکان

(ترجمہ) اگر اللہ والے زمین پر نہ ہوتے تو یہ زمین اور کون و مکان بھی اپنی جگہ قائم نہ رہتے۔

ارتقاء و ترویج: اسلام کا یہ روحانی اور باطنی نظام تو حضرت آدم علیہ السلام ہی سے جاری تھا۔ پھر حضور سرور کونینؐ نے اس کو اپنی امت میں جاری و ساری فرمایا آپ ﷺ کی ذات اقدس روحانی اور باطنی علوم کا سرچشمہ ہے۔ ولایت کی ابتداء بھی آپ ﷺ ہیں انتہا بھی آپ ﷺ ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین نے آپ ہی کے نور باطن سے استفادہ فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے سب سے زیادہ علوم روحانی کا فیض حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حاصل کیا۔ صوفیائے کرام کے سوائے ایک کے تمام سلاسل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی پر ختم ہوتے ہیں۔ ان تمام سلاسل کے چار ائمہ کرام (خلفاء) مشہور ہیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ۔ (۲) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (۳) حضرت خواجہ حسن بصریؒ۔ (۴) اور حضرت خواجہ کمیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ۔ ان چار اکابر ہستیوں سے چودہ سلسلے جاری ہوئے اور پھر ان بنیادی سلاسل سے انگنت ذیلی سلسلے جاری ہوتے رہے۔ ان تمام سلسلوں میں سب سے زیادہ چمک دمک کے ساتھ اس ہستی کا سلسلہ روحانیت جاری ہے جس نے فرمایا:

ہے۔ وہ ابتداء سے انتہاء تک دیکھ سکتے ہیں۔

لوح محفوظ ست او را پیشوا　　　　از چہ محفوظ ست او از ہر خطا

(ترجمہ) (ان کا علم بے شک شبہ اور خطا سے پاک ہے) ان کے سامنے لوح محفوظ ہے اور لوح محفوظ میں غلطی کا کیا امکان۔

لوح، حافظ لوح محفوظے شود　　　　عقل او از روح محظوظے شود

(ترجمہ) خود ان کے سینے میں لوح محفوظ ہے۔ ان کی عقل براہ راست روح سے مستفید ہے۔ (جہاں سہو اور وہم کا گمان نہیں۔)

واصلان چون غرق ذات اند اے پسر　　　　کے کنند اندر صفات او نظر

(ترجمہ) واصلان ذات کو حق تعالیٰ کے نہ آثار قدرت سے واسطہ اور نہ صفات سے تعلق۔ وہ تو ذاتوں ذات بسیرا کئے ہوئے ہوتے ہیں یعنی ذات میں مستغرق ہوتے ہیں۔

گفتہ اُو گفتہ اللہ بود　　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(ترجمہ) ایک ولی اللہ کا کہنا رب ہی کا کہنا ہے اگرچہ وہ اللہ کے ایک بندے کے منہ سے نکلی ہوئی بات ہے۔

شیخ نورانی ز راہ آگہہ کند　　　　نور را بالفاظ ہا ہمراہ کند

(ترجمہ) نورانی لوگ اللہ کی راہ سے مخلوق خدا کو آگاہ کرتے ہیں۔ اپنی گفتگو کے ساتھ نور بھی ہمراہ کر دیتے ہیں۔

دست او را حق چو دست خویش خواند　　　　تا یداللہ فوق ایدیھم براند

(ترجمہ) اللہ نے ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ کہا ہے۔ اسی لیے "یداللہ" کی آیت نازل ہوئی ہے۔

اولیاء راہست قدرت از الٰہ　　　　تیر جستہ باز گردانند ز راہ

(ترجمہ) اولیاء کو اللہ ہی کی طرف سے قدرت ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس لوٹا دیتے ہیں۔

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء　　　　تا کہ بیند ابتداء تا انتہا

(ترجمہ) اولیاء کی خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا لے تا کہ آغاز سے انتہاء تک چیزوں کا مشاہدہ کر سکے۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　　　　اُو نشیند در حضور اولیاء

(ترجمہ) جو بھی خدا کی ہم نشینی چاہتا ہے اس کو کہو کہ اولیاء کے حضور میں بیٹھا کرے۔

ہیں کہ اسرافیل وقت اند اولیاء　　　　مردہ را زیشاں حیات است و نما

(ترجمہ) یاد رکھو کہ اولیاء اللہ اپنے وقت کے اسرافیل ہیں۔ مردہ لوگوں کو ان سے زندگی اور نمو ملتی ہے۔

مسجدے کو اندرون اولیاء ہست　　　　سجدہ گاہے جملہ است آنجا خداست

(ترجمہ) وہ مسجد جو اولیاء کے اندر ہے تمام خلائق کی سجدہ گاہ ہے۔ اس لئے کہ وہاں خدا ہے۔

زانکہ گر پیرے نہ باشد در جہاں　　　　نے زمین بر جائے ماند نے مکان

(ترجمہ) اگر اللہ والے زمین پر نہ ہوتے تو یہ زمین اور کون و مکان بھی اپنی جگہ قائم نہ رہتے۔

ارتقاء و ترویج: اسلام کا یہ روحانی اور باطنی نظام تو حضرت آدم علیہ السلام ہی سے جاری تھا۔ پھر حضور سرور کونینؐ نے اس کو اپنی امت میں جاری و ساری فرمایا آپ ﷺ کی ذات اقدس روحانی اور باطنی علوم کا سرچشمہ ہے۔ ولایت کی ابتدا بھی آپ ﷺ ہیں انتہا بھی آپ ﷺ ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین نے آپ ہی کے نور باطن سے استفادہ فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے سب سے زیادہ علوم روحانی کا فیض حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حاصل کیا۔ صوفیائے کرام کے سوائے ایک کے تمام سلاسل حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی ذات گرامی پر ختم ہوتے ہیں۔ ان تمام سلاسل کے چار ائمہ کرام (خلفاء) مشہور ہیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ۔ (۲) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (۳) حضرت خواجہ حسن بصریؒ۔ (۴) اور حضرت خواجہ کمیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ۔ ان چار اکابر ہستیوں سے چودہ سلسلے جاری ہوئے اور پھر ان بنیادی سلاسل سے انگنت ذیلی سلسلے جاری ہوتے رہے۔ ان تمام سلسلوں میں سب سے زیادہ چمک دمک کے ساتھ اس ہستی کا سلسلہ روحانیت جاری ہے جس نے فرمایا:

اَفَلَتْ شُمُوسُ الْاَوَّلِینَ وَ شَمْسُنَا   اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَاتَغْرُب (غوث اعظم)

(پہلوں کے آفتاب غروب ہو گئے مگر ہمارا آفتاب ہمیشہ بلندی کے اُفق پر چمکتا رہے گا)

شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی ''ہمعات'' میں فرماتے ہیں۔ کہ دین اسلام کی دو جہات ہیں۔ ایک ظاہری' دوسری باطنی۔ رسول اللہ ﷺ سے دین کی حفاظت کا جو وعدہ کیا گیا تھا آپ ﷺ کی رحلت کے بعد اس کی دو شکلیں سامنے آئیں۔ جن بزرگوں کو حق تعالیٰ کی طرف سے شریعت کی حفاظت کی استعداد ملی وہ دین کی ظاہری حیثیت کے محافظ بنے۔ یہ فقہا' محدثین' نمازیوں اور قاریوں کی جماعت ہے۔ چنانچہ ہر زمانے میں اہل ہمت کی یہ جماعت معروف عمل نظر آتی ہے۔ دین کے محافظین کا دوسرا گروہ وہ ہے جسے حق تعالیٰ نے باطن دین کی حفاظت پر مامور کیا۔ اس کا دوسرا نام ''احسان'' ہے۔ یہ گروہ اولیاء اللہ کا ہے جو صفت احسان کا مظہر ہیں۔ جس طرح شریعت کے مجدد دین پیدا ہوتے رہے ہیں اسی طرح طریقت کے بھی خانوادے پیدا ہوئے اور پھر اولیاء کرام کا سلسلہ جاری ہے۔ دین کی باطنی جہت کی حفاظت انہی نفوس قدسیہ کے ذمہ ہے۔ چنانچہ سیّدنا غوث پاک کا واضح ارشاد موجود ہے۔ فرماتے ہیں کہ: ''شروع سے اللہ تعالیٰ نے روحانی تربیت کا سلسلہ اسی طرح جاری کیا ہے کہ ایک فیض دیتا ہے اور دوسرا حاصل کرتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام اور ان کے جانشین۔ پھر ان کے تربیت یافتہ و علیٰ ہذا القیاس یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

تصوف کے چار ادوار: حضور نبی کرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں تصوف کی واضح اور درخشاں صورت نظر آتی ہے۔ یہ تصوف کا پہلا دور ہے۔ اگر چہ یہ نام اس وقت وجود میں نہیں آیا تھا۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانے میں چند نسلوں تک اہل کمال کی زیادہ توجہ شریعت کے ظاہری اعمال کی طرف رہی۔ ان لوگوں کو باطنی زندگی کے تمام مراتب شرعی احکام کی پابندی ہی سے حاصل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ان بزرگوں کا ''احسان'' یعنی حاصل تصوف یہ تھا کہ وہ نمازیں پڑھتے تھے۔ ذکر اور تلاوت کرتے' روزے رکھتے' صدقہ اور زکوۃ دیتے اور جہاد کرتے۔ لہٰذا شرعی احکام کی بجا آوری سے ان کے باطنی تقاضوں کی تسکین بھی ہوتی تھی۔ ان

میں سے کوئی شخص نہ بے ہوش ہوتا' نہ وجد میں آتا اور نہ شطح یعنی خلاف شرع کوئی لفظ زبان سے نکالتا۔ یہ بزرگ تجلیات استتاء اور اس قسم کے دوسرے مسائل پر مطلق گفتگو نہ کرتے تھے۔

تصوف کا دوسرا دور حضرت جنید بغدادی سے شروع ہوتا ہے اور آپ ہی کی ذات اسکی سرخیل ہے۔ اس زمانے میں اہل کمال میں سے عام طبقہ تو پہلے دور کے طریقہ پر کار بند رہا' لیکن خواص نے بڑی بڑی ریاضتیں کیں' دنیا سے قطع تعلق کر لیا اور مستقل طور پر ذکر و فکر میں لگ گئے۔ ان کے اندر ایک خاص کیفیت پیدا ہو گی جس کا مقصد یہ تھا کہ دل کو تعلق باللہ کی نسبت حاصل ہو جائے۔ یہ لوگ مجاہدے اور ریاضات کرتے تھے۔ غرضیکہ اس دور کے خواص اہل کمال کا تصوف یہ تھا کہ وہ خدا کی عبادت دوزخ کے عذاب یا جنت کی نعمتوں کی طمع کی خاطر نہ کرتے تھے بلکہ ان کی عبادت کا مقصد رضا الٰہی اور عشق حقیقی تھا۔ حضرت جنید بغدادی کو سیّد الطائفہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے تصوف کے اکثر قواعد و قوانین کو مدوّن کیا۔

تصوف کا تیسرا دور شیخ ابو سعید ابی الخیر اور شیخ ابوالحسن خرقانی کا زمانہ ہے۔ اس دور میں عوام تو حسب سابق شرعی احکام کی بجا آوری پر ٹھہرے رہے مگر خواص نے باطنی احوال و کیفیات کو اپنا نصب العین بنایا اور جو خاص الخاص تھے انہوں نے اعمال و احوال سے گزر کر جذب تک رسائی حاصل کر لی۔ اس ''جذب'' ہی کی وجہ سے ان کے سامنے ''توجہ'' کی نسبت کا راستہ کھل گیا۔ اسی سے تعینات کے سب پردے ان کے لئے چاک ہو گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہی ایک ذات ہے جس پر تمام اشیاء کے وجود کا انحصار ہے۔ وہ لوگ ذات حق میں گم ہو گئے اس حال میں ان کو اوراد و وظائف کی چنداں ضرورت نہ رہی اور نہ انہیں مجاہدے' ریاضیات کرنے اور نفس اور دنیا کے فریبوں کو جاننے کی سدھ بدھ رہی۔ ''توجہ'' کے علاوہ باقی جو نسبتیں ہیں یہ لوگ انہیں نورانی حجاب سمجھتے تھے۔ اس عہد میں توحید وجودی اور توحید شہودی میں فرق کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

تصوف کا چوتھا دور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی' مولانا جلال الدین رومی اور ان سے کچھ پہلے کا زمانہ ہے۔ اس عہد میں ان باکمال بزرگوں کے ذہنوں میں مزید وسعت پیدا ہوتی

ہے۔ یہ لوگ کیفیات و احوال کی منزل سے آگے بڑھ کر حقائق تصوف کی بحث و تدقیق کرنے لگتے ہیں۔ ذات واجب الوجود سے یہ کائنات کس طرح صادر ہوئی۔ ان بزرگوں نے ظہور وجود کے مدارج یعنی تنزلات ستہ دریافت کئے وغیرہ۔ شیخ اکبر کے نظریہ وحدت الوجود نے فلاسفروں کے منہ بند کر دیئے اور دنیا بھر میں توحید کا ڈنکا بجایا۔ (ہمعات)

تصوف کے ان چاروں ادوار میں جو بھی اہل کمال بزرگ گزرے گو وہ اپنے ظاہری اعمال و احوال میں الگ الگ نظر آتے ہیں لیکن سب کی اصل اور حقیقت ایک ہی ہے۔ یہ چاروں کے چاروں طریقے رب تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں اور ملاء اعلیٰ میں بھی ان سب کی قدر و منزلت مسلم ہے۔

سلاسلِ اولیاء کرام: جیسا کہ اس باب میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے چار خلفاء تھے جن میں حضرت خواجہ حسن بصری کو تصوف اسلام میں خاصی شہرت حاصل ہوئی۔ انہوں نے تصوف میں عشق الٰہی کا راستہ اختیار کیا اور حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر پوری تندہی سے عمل کیا۔ ان کے کافی خلفاء تھے جن میں حضرت حبیب عجمیؒ اور عبدالواحد بن زید نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ حضرت سلمان فارسی کی طرح حبیب عجمی کا بھی آبائی وطن ایران تھا ان کی مساعی سے خطہ ایران اور بہت سے عرب علاقوں میں تصوف متعارف ہوا۔ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ کے خلفاء کی تعداد بڑھتی چلی گئی یہاں تک کہ عرب و عجم میں تصوف کے بہت سے خانوادے ظہور میں آئے۔ سیر الاقطاب میں ہے کہ حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید کے تین خلفاء تھے۔ حضرت خواجہ فضیل ابن عیاضؒ حضرت ابوالحسن علی بن زرین اور حضرت ابو یعقوب سوسی جن تک حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کا سلسلہ جاملتا ہے۔ اب یہ مسئلہ کہ کل خانوادے کتنے ہیں؟ اس بارے میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک چودہ خانوادے ہیں اور بعض کے نزدیک ابتدائی طور پر بارہ خانوادے وجود میں آئے جن میں دس تو مقبول ہیں اور باقی دو مردود ہیں۔ ان خانوادوں میں زیادہ خواجہ حسن بصری سے اور کچھ دیگر احباب سے وجود میں آئے۔

بعض مورخین نے سلسلہ چشتیہ' سہروردیہ اور فردوسیہ کو قدیم چودہ سلاسل میں شمار کیا ہے حالانکہ یہ بعد میں وجود میں آئے اس لئے بعض نے ان ناموں کو اس فہرست میں شامل نہیں کیا۔ بہر حال مندرجہ ذیل ۱۴ قدیم سلاسل وجود میں آئے:

۱۔ سلسلہ نوریہ خواجہ ابوالحسن نوری سے وجود میں آیا۔
۲۔ سلسلہ زیدیہ حضرت خواجہ زید ابن عبدالواحد سے
۳۔ سلسلہ عیاضیہ حضرت فضیل بن عیاض سے
۴۔ سلسلہ عجمیہ شیخ حبیب عجمی سے
۵۔ سلسلہ کرخیہ خواجہ معروف کرخی سے
۶۔ سلسلہ سقطیہ خواجہ سری سقطی سے
۷۔ سلسلہ جنیدیہ خواجہ ابوالقاسم جنید بغدادی سے
۸۔ سلسلہ محاسبیہ شیخ ابوعبداللہ حارث محاسبی سے
۹۔ سلسلہ طیفوریہ حضرت بایزید بسطامی سے
۱۰۔ سلسلہ ادھمیہ حضرت خواجہ ابراہیم ادھم سے
۱۱۔ سلسلہ ہبیریہ حضرت خواجہ ابوہبیرہ امین الدین
۱۲۔ سلسلہ گارزونیہ خواجہ ابواسحاق گارزونی سے
۱۳۔ سلسلہ حکیمیہ خواجہ ابوعبداللہ بن علی الحکیم ترمذی سے
۱۴۔ سلسلہ خفیفیہ حضرت خواجہ ابوعبداللہ محمد بن خفیف شیرازی سے

ان کے علاوہ بعض مورخین نے سلسلہ سہلیہ (حضرت سہیل بن عبداللہ تستری) قصاریہ (ابی صالح بن حمدون بن حمارہ قصار) اور سلسلہ سیاریہ (حضرت ابوالعباس سیاری) کو بھی پہلے باضابطہ سلاسل میں شمار کیا ہے۔ یہ سب کے سب وہ سلاسل یا خانوادے ہیں جو چوتھی اور پانچویں صدی ہجری تک شمار کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد انہی سلاسل کے شیوخ یا بعد میں یہ سلاسل ایک دوسرے میں ضم ہو گئے اور پھر سب پہلے حضرت غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی

سے سلسلہ قادریہ شروع ہوا اور عرب وعجم اور سرزمین ہند میں خوب پھولا پھیلا۔

دوسرا عظیم سلسلہ چشتیہ ہے جس کے سرخیل حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتی ہیں ان کے سر حلقہ پنجتن یعنی پانچ بزرگ ہیں: حضرت ابواسحاق چشتی، خواجہ ابواحمد چشتی، خواجہ ابومحمد چشتی، خواجہ ناصر الملتہ والدین ابو یوسف چشتی اور خواجہ قطب الدین مودود چشتی، لیکن ہند میں خواجہ معین الدین چشتی کے انفاس قدسیہ سے اس کو فروغ حاصل ہوا۔

تیسرا عظیم سلسلہ نقشبندیہ ہے جس کے امام خواجہ بہاء الدین نقشبند ہیں۔ حضرت مولانا جامی اور دوسرے اکابر طریقت کی بدولت عجم میں اور حضرت شاہ خواجہ باقی باللہ اور آپ کے خلفاء خصوصاً حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی مساعی سے تمام ہندوستان اور افغانستان میں پھیلا۔

چوتھا سلسلہ سہروردیہ ہے جس کے امام وپیشوا حضرت ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی ہیں۔ لیکن اس کی شہرت اور اشاعت زیادہ تر حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی وجہ سے ہوئی اور برصغیر ہند میں اس کی اشاعت کا شرف حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کو حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا سلسلہ اکبریہ، مولانا جلال الدین رومی کا سلسلہ مولویہ اور ابوالحسن شاذلی کا سلسلہ شاذلیہ، خواجہ نجم الدین کبریٰ کا سلسلہ کبرویہ اور سید وارث کا سلسلہ وارثیہ کو خاصی شہرت حاصل ہوئی۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک وہند اور بیرون ہند جس قدر بھی سلاسل موجود ہیں ان سب کی اصل سلسلہ جنیدیہ، ادھمیہ، طیفوریہ، خفیفیہ، زیدیہ ہیں لیکن بعد میں انہی سلاسل کے مشائخ سے منسوب ہو کر یہ سلاسل قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور کبرویہ کہلانے لگے۔ اس ضمن میں شہزادہ داراشکوہ "سکینۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں: متاخرین مشائخ میں چونکہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت بہاء الدین نقشبند، حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اور حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ بہت زیادہ مشہور ومعروف ہوئے لہٰذا یہ سلاسل ان حضرات والا کے نام سے موسوم اور منسوب ہو گئے ورنہ حقیقت میں قادری

حضرات جنیدی ہیں، چشتی حضرات ادھمی ہیں اور نقشبندی حضرات طیفوری ہیں اور ان کو جنیدیوں سے بھی نسبت ہے۔ سہروردی حضرات خفیفی (حضرت عبداللہ خفیف) ہیں اور جنیدیوں سے بھی ان کو نسبت ہے۔ کبروی حضرات زیدی ہیں اور طیفوریوں سے بھی ان کو نسبت ہے۔ سلاسل اولیاء کی مزید تفصیلات کے لئے متعدد کتابیں موجود ہیں ان کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ''سیر العارفین'' (شیخ جمال) ''سفینۃ الاولیاء'' اور ''سکینۃ الاولیاء'' (داراشکوہ) ''حضرات قدس'' (شیخ بدرالدین سرہندی) اس کے علاوہ ''کشف المحجوب'' از داتا گنج بخش ہجویری میں بھی سلاسل کا تفصیلی جائزہ موجود ہے۔ وغیرہ

☆☆☆

چوتھا باب:

بغداد روانگی اور تحصیلِ علم

سیّدنا غوث اعظم اٹھارہ سال کی عمر میں ۴۸۸ ہجری میں گیلان سے بغداد کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ خلیفہ ابوالعباس مستظہر باللہ کا دورِ حکومت تھا۔ والدہ ماجدہ سے حصول علم کی اجازت مانگنے سے پہلے شیخ اپنا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں عرفہ کے دن شہر سے باہر نکلا' اتفاقاً راستہ میں کسی زمیندار کا بیل چلا جا رہا تھا۔ میں اس کے پیچھے ہولیا۔ بیل نے مڑ کر میری طرف دیکھا اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا کہ مَا هٰذَا خُلِقْتَ وَلَا بِهٰذَا اُمِرْتَ (اے عبدالقادر) تو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا اور نہ ہی تجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں گھبرا کر گھر لوٹا اور اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا اور عرفات کے میدان میں لوگوں کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ بیل کی آواز نے میرے اندر ایک ہلچل پیدا کر دی تھی۔

والدہ ماجدہ: سیّدنا غوث پاک فرماتے ہیں یہ سن کر میرے دل میں عشق الٰہی کے جذبہ اور ذوق و شوق نے جوش مارا۔ میں سیدھا گھر آیا اور اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیل والا تمام ماجرا سنایا اور ساتھ ہی عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو تحصیل علوم شریعت و طریقت کے لئے بغداد چلا جاؤں۔ محترمہ نے یہ سن کر بیٹے کے روشن مستقبل کی خاطر اجازت عطا فرمائی اور پھر اسی دینار جو سرکار غوث پاک کے والد محترم نے ترکہ چھوڑے تھے اپنے بیٹے کے پاس لائیں۔ سرکار نے اس میں سے چالیس دینار اپنے بھائی کے لئے چھوڑ دیئے۔ باقی چالیس آپکی والدہ نے ایک گدڑی میں سی دیئے اور بیٹے کے لئے دعا فرمائی۔ سرکار خود ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر میری والدہ نے کہا: ''اے عبدالقادر! میں تم کو نصیحت کرتی ہوں کہ کیسے بھی حالات ہوں ہمیشہ سچ بولنا اور جھوٹ بات کبھی منہ سے نہ نکالنا۔ رب تعالٰی کے احکامات کی پابندی کرنا' حرام اشیاء سے پرہیز کرنا اور ہمیشہ تقدیر الٰہی پر راضی رہنا۔'' والدہ ماجدہ جانتی تھیں کہ میرے بیٹے کے لئے بغداد ایک نیا شہر ہے وہاں اس کا کوئی دوست' ساتھی اور غمخوار نہیں ہوگا۔ انہوں

نے ایک سرد آہ لی اور فرمایا بیٹا میں تجھ کو اپنے اللہ کے سپرد کرتی ہوں۔ وہی تمہارا حامی و ناصر ہے۔ اور نم ناک آنکھوں سے بیٹے کو الوداع کیا۔

سفر بغداد: والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر حضور غوث پاک بغداد جانے والے ایک قافلہ کے ساتھ ہو لئے۔ جب ہمدان سے قافلہ آگے بڑھا تو ۶۰ قزاقوں نے قافلے پر حملہ کر دیا اور ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا مگر سرکار پاک کے ساتھ کسی نے تعرض نہ کیا۔ سرکار فرماتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد ایک قزاق میری طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا اے لڑکے تیرے پاس بھی کچھ ہے؟ میں نے سچ سچ بتا دیا کہ ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ وہ اس بات کو ہنسی سمجھ کر چلا گیا۔ پھر ایک اور قزاق نے میرے پاس آکر پوچھا کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ میں نے دوبارہ سچ سچ بتا دیا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ وہ بھی میری بات کو مُزاح سمجھ کر واپس چلا گیا۔ جب یہ دونوں قزاق اپنے سردار کے پاس گئے جو اُس وقت ایک ٹیلہ پر بیٹھا مال تقسیم کر رہا تھا۔ ان دونوں کے اپنے سردار کو صورت حال بتانے پر مجھے طلب کر لیا گیا۔ سردار نے بھی مجھ سے وہی سوال کیا اور میں نے وہی جواب دیا۔ سردار نے پوچھا وہ چالیس دینار کہاں ہیں۔ میں نے بتایا کہ بغل کے نیچے گدڑی میں سلے ہوئے ہیں۔ اُس نے گدڑی ادھیڑ کر دیکھا تو چالیس دینار برآمد ہوئے۔ سردار نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا کہ تم نے اس بھید کو پوشیدہ کیوں نہ رکھا۔ سچ بتانے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے جواب دیا میری والدہ نے سفر کرنے سے پہلے مجھے ہدایت کی تھی کہ ہمیشہ سچ بولنا' کبھی جھوٹ کے قریب نہ جانا چاہے حالات کچھ بھی ہوں۔ لہٰذا میں جھوٹ کیوں بولتا۔

سرکار فرماتے ہیں کہ وہ سردار میری بات سن کر اس قدر متاثر ہوا کہ اسکی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے ایک آہ بھری اور کہا تم ہو کہ اپنی والدہ کا عہد نہیں توڑتے اور ایک میں ہوں جو کئی سالوں سے رب کا عہد توڑ رہا ہوں اور لوگوں کو لوٹ رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ سردار میرے قدموں پر گر پڑا اور میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ قافلے کا سارا مال و اسباب اہل قافلہ کو واپس کر دیا۔ غوث پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقعہ تھا کہ لوگوں نے میرے ہاتھوں پر

توبہ کی۔ ڈاکوؤں کے سردار کا نام احمد بدوی بیان کیا جاتا ہے۔

تعلیمی اداروں کی زبوں حالی: سیّدنا غوث پاک ﷺ کے زمانے میں بغداد مدینۃ العلوم ہونے کے ساتھ اُس دور کے مشائخ کبار اور عالم اسلام کے علمائے عظام کا مرکز تھا اور جہاں شب و روز تشنگان علم و معرفت کا ہجوم رہتا تھا۔ لیکن دوسری جانب سیاسی اعتبار سے پُر آشوب بھی مانا جاتا ہے۔ سیاسی' معاشرتی اور سماجی زندگی روبتنزل تھی۔ حکمرانوں اور امراء کو تعلیم یا تعلیمی اداروں سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور سرکاری طور پر ان کو کوئی باضابطہ گرانٹس نہیں ملتی تھی۔ مسلم حب الوطنی نام کو نہیں تھی۔ ان حالات میں تعلیمی اداروں کو کچھ صاحب ثروت افراد' علماء اور خدا ترس لوگ مالی امداد دیتے تھے۔ طلباء کو تعلیم کی خاطر گھروں سے ترسیل ہونے والی رقوم بھی اخراجات کے لئے ناکافی تھیں۔ ان حالات میں طلباء کو گزراوقات کے لئے خود محنت مشقت کرنی پڑتی تھی اور زمینداروں سے غلہ بھی مانگ کر لایا کرتے تھے ورنہ فاقہ کشی کا شکار رہتے۔

شیخ حماد بن دباس کی خدمت میں حاضری: غوث پاک چار سو میل سے زائد تکلیف دہ اور پُر خطر سفر طے کرتے ہوئے ۴۸۸ ہجری کو شہر بغداد میں پہنچے۔ روایات یہی بتاتی ہیں کہ غوث پاک سب سے پہلے حضرت شیخ حماد بن دباس کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اپنے وقت کے ایک بہت بڑے ولی کامل تھے اور بغداد اور اس کے قرب و جوار میں ان کی روحانیت اور معرفت کا شہرہ تھا۔ بغداد کے بیشتر صوفیاء اور مشائخ انہی کی فیض یافتہ تھے۔ آپ بغداد شریف کے محلہ مظفریہ میں رہتے تھے۔ سیّدنا غوث پاک تعلیمی مشاغل سے فراغت پا کر حضرت حماد بن دباس کی محفل میں آجاتے جہاں آپ کو روحانی فیوض و برکات حاصل ہوتے اور آپ اپنی روحانی اور باطنی مشکلات ان سے حل کراتے اور آپکو شرح صدر نصیب ہوتی۔

حصولِ تعلیم: بغداد پہنچنے کے بعد آپ نے تحصیل و تکمیل علوم کا بھی آغاز کر دیا تھا۔ ظاہری علوم کے لئے آپ علمائے کرام اور آئمہ عظام سے استفادہ بھی کرنے لگے۔ بغداد آنے سے قبل آپ نے تھوڑا سا قرآن پاک حفظ بھی کر لیا تھا۔ یہاں پہنچ کر ابو طالب بن یوسف سے قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا۔ علم فقہ اور اصول آپ نے مختلف علمائے کرام کی خدمت میں

رہ کر سیکھے اور عرصہ ۴۸۸ ہجری سے ۴۹۶ ہجری تک تقریباً ۹ سال تحصیل علم میں مصروف رہے۔
بغداد میں جن نامور اور اکابر علماء و مشائخ سے علوم حاصل کیئے ان اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

۱۔ حضرت ابوالوفا علی بن عقیل الحنبلیؒ
۲۔ حضرت ابوالخطاب محفوظ الکلوذانی الحنبلیؒ
۳۔ حضرت ابوالحسن محمد بن القاضی ابویعلیٰ محمد بن الحسین بن محمد بن الفراء الحنبلیؒ
۴۔ حضرت ابوسعید المبارک بن علی المخزومی الحنبلیؒ

(اُستادادب)

۵۔ حضرت ابوزکریا یحییٰ بن علی التبریزیؒ

(اساتذہ حدیث)

۶۔ حضرت ابوغالب محمد بن الحسن الباقلانیؒ
۷۔ حضرت ابوسعید محمد بن عبدالکریم بن خشیشاؒ
۸۔ حضرت ابوالغنائم محمد بن محمد بن علی بن میمون الفرسیؒ
۹۔ حضرت ابوبکر احمد بن المظفرؒ
۱۰۔ حضرت ابوجعفر بن احمد بن الحسین القاری سراجؒ
۱۱۔ حضرت ابوالقاسم علی بن احمد بن بنان الکرخیؒ
۱۲۔ حضرت ابوطالب عبدالقادر بن محمد بن یوسفؒ
۱۳۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن احمدؒ
۱۴۔ حضرت ابونصر محمد
۱۵۔ حضرت ابوالبرکات ہبۃ اللہ بن المبارکؒ
۱۶۔ حضرت عبدالعز محمد بن المختارؒ

۱۷۔ حضرت ابو غالب احمدؒ

۱۸۔ حضرت ابو عبداللہ یحییٰؒ (جو علی البنا کی اولاد سے ہیں۔)

۱۹۔ حضرت ابوالحسن بن المبارک بن الطیورؒ

۲۰۔ حضرت ابو منصور عبدالرحمٰن القزازؒ

۲۱۔ حضرت ابوالبرکات طلحۃ العاقولیؒ وغیرہم

آپ ﷺ نے نو (۹) سال تک علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل و تکمیل میں سر توڑ محنت کی۔ اس کے بعد منازل سلوک طے کرنے کے لئے بہ سلسلۂ ریاضاتِ کاملہ و مجاہدات شاقہ پچیس (۲۵) سال کا طویل عرصہ دشت پیمائی اور صحرا نوردی میں صرف کیا اور حیات طیبہ کے آخری چالیس سال خلق خدا کے رُشد و ہدایت اور اصلاح احوال میں گزارے۔ (نام و نسب)

تحصیل علم میں مصائب و آلام: سیّدنا غوث پاک ﷺ جب بغداد شریف میں تشریف لائے تو تحصیل علم کے لئے مختلف اساتذہ کی درسگاہوں، خاص طور پر مدرسہ نظامیہ سے تعلق پیدا کیا۔ فقہ و اصول اور حدیث شریف کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ والدہ ماجدہ نے جو چالیس دینار آپ کو خرچہ کے لئے دیئے تھے وہ بہت جلد ختم ہوگئے۔ لہٰذا آپ کو گزر اوقات کے لئے کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہ آئی اور آپ ہر تکلیف ہر چیلنج کا مقابلہ خندہ پیشانی سے کرتے رہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کے اندر بے پناہ قوت برداشت کا مادہ پیدا کیا ہوا تھا۔

شیخ طلحہ بن مظفر بیان کرتے ہیں کہ جناب شیخ عبدالقادر نے مجھے بتایا کہ قیام بغداد کے دوران ایک مرتبہ مجھے بیس دن تک کھانے پینے کے لئے کوئی مباح شے نہ مل سکی تو میں ایوان کسریٰ کی جانب چل پڑا۔ وہاں پہنچا تو دیکھا کہ چالیس اولیاء اللہ اسی جستجو میں مجھ سے بھی پہلے وہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے شرم آئی تو میں ان کے درمیان مزاحم ہونے کی بجائے بغداد کی طرف واپس چل پڑا۔ راستہ میں مجھے میرا ایک ہم وطن ملا جس سے میں قطعاً واقف نہ تھا۔ اس نے مجھے کچھ رقم دے کر بتایا کہ یہ آپ کی والدہ نے بھجوائی ہے۔ بعض روایات میں

ہے کہ وہ سونے کی ایک ڈبیہ تھی۔ سرکار فرماتے ہیں کہ میں نے وہ ڈبیہ لے لی اور واپس پھر اسی ویرانے کی طرف چل پڑا جہاں چالیس اولیاء خوراک کی تلاش میں تھے۔ میں نے اس میں سے کچھ رقم اپنے اخراجات کے لئے رکھ لی اور باقی ان اولیاء میں تقسیم کر دی۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا یہ رقم کہاں سے لائے ہیں۔ میں نے بتا دیا کہ یہ رقم میری والدہ نے مجھے بھیجی ہے لیکن میں نے پسند نہیں کیا کہ سب خود رکھ لوں اور تم لوگوں کو اس میں شریک نہ کروں اس کے بعد میں نے واپس بغداد آ کر باقی ماندہ رقم سے کھانا خریدا اور فقرا کو بھی بلا کر اپنے ساتھ بٹھایا اور ان کے ہمراہ کھانا کھایا۔

شیخ عبداللہ سلمٰی جو اپنے وقت کے بڑے عالم تھے اور جناب غوث پاک کی صحبت میں اکثر رہتے تھے فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادر کی زبان سے سُنا کہ ایک مرتبہ میں کئی روز سے فاقہ میں تھا اور بھوک کی شدت نے مجھے بے چین کر رکھا تھا کہ اتفاقاً میں ایک محلہ قطیعہ شرقیہ میں جا نکلا۔ جہاں ایک شخص اچانک میرے ہاتھ میں کاغذ کی بندھی ہوئی پڑیا دے کر چلا گیا۔ میں اس کے اندر بندھی ہوئی رقم سے روٹی اور حلوہ خرید کر مسجد میں جا بیٹھا۔ اور قبلہ رُو ہو کر اس فکر میں غرق ہو گیا کہ اس کو کھاؤں یا نہ کھاؤں! اسی حالت میں میری نظر مسجد کی دیوار میں رکھے ہوئے ایک کاغذ پر پڑی۔ میں نے کاغذ اٹھا کر پڑھا جس میں یہ تحریر تھا کہ: ''ہم نے کمزور مومنین کے لئے رزق کی خواہش پیدا کی تا کہ وہ بندگی کے لئے اس کے ذریعہ قوت حاصل کر سکیں۔'' غوث پاک فرماتے ہیں یہ عبارت پڑھتے ہی میرے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا اور خوف الٰہی سے میرے بدن کے روئیں کھڑے ہو گئے۔ میں نے روٹی کے نیچے سے اپنا رومال نکال لیا اور کھانا وہیں چھوڑا اور مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر کے واپس آ گیا۔

ابوبکر تمیمی روایت کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ بغداد میں سخت قحط پڑا۔ کھانے کو کچھ میسر نہ تھا۔ مجھے بھی تنگدستی اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ کئی روز فاقے میں گزر گئے۔ ایک روز جب بھوک نے سخت غلبہ کیا اور مجھ سے برداشت نہ ہو سکا تو میں دوڑتا ہوا دریائے دجلہ کی طرف گیا تا کہ وہاں درختوں کے پتے یا سبزہ وغیرہ جو کچھ ملے کھا کر

بھوک کم کر سکوں۔ مگر جہاں جاتا وہاں پہلے ہی سے بہت سے لوگ موجود ہوتے۔ انہیں بھی میری طرح کھانے کی چیزوں کی تلاش تھی۔ اگر کہیں کوئی چیز مجھے مل جاتی تو دوسرے لوگ بھی وہاں ہجوم کر دیتے۔ بالآخر میں شہر واپس آ گیا اور اسی شدید بھوک کی کیفیت میں شہر کی ایک مسجد میں داخل ہو گیا جو ریحانین کے بازار میں واقع تھی۔ تھوڑی دیر گزری ایک عجمی نوجوان روٹی اور بھنا گوشت لے کر مسجد میں داخل ہوا اور کھانے بیٹھ گیا۔ بھوک سے میں اس قدر نڈھال تھا کہ جب وہ شخص منہ میں لقمہ ڈالتا تو میں بھی بے اختیار ہو کر اپنا منہ کھول دیتا۔ حتیٰ کہ میں نے خود کو ملامت کر کے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ رب تعالیٰ میرے حال سے واقف ہے اسی پر توکل کر اور اس قدر بے صبر نہ ہو۔ یکایک وہ نوجوان میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا آیئے آپ بھی میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائیں۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔ پھر جب اس نے بہت اصرار کیا تو میں مجبوراً اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ اس نوجوان نے پوچھا کہ آپ کا کیا مشغلہ ہے؟ میں نے بتایا کہ علم فقہ کا طالب علم ہوں۔ اور جیلان کا رہنے والا ہوں۔ پھر وہ مجھ سے پوچھنے لگا کیا تم جیلان کے ایک شخص عبدالقادر کو جانتے ہو؟ میں نے کہا وہ تو میں ہی ہوں۔ یہ سن کر وہ جوان کچھ گھبرایا اور اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ سخت بے چینی کے عالم میں بولا کہ بھائی میں کئی دنوں سے آپکی تلاش میں تھا مگر آپ کا پتہ نہ چل سکا۔ جب میں گیلان سے چلا تو آپ کی والدہ نے آپ کے لئے آٹھ دینار میرے ہاتھ بھیجے میں بغداد پہنچا تو آپ کی تلاش کرنے لگا۔ اس دوران میں میری اپنی رقم خرچ ہو گی اور فاقوں تک نوبت آ گئی۔ جب بھوک نے نڈھال کر دیا تو میں نے سوچا کہ پے درپے فاقہ ہونے کی حالت میں تیسرے دن مردار کھانے کی اجازت ہے۔ چونکہ آج مجھے تیسرا فاقہ تھا اس لیے میں نے امانت میں سے کھانا خریدا اور یہ کھانا جو ہم نے کھایا ہے آپ ہی کی رقم سے خریدا ہوا ہے۔ یہ اب آپ ہی کی ملکیت ہے میری نہیں۔ میں نے آپ کی امانت میں خیانت کی ہے اس لئے معافی کا خواستگار ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو تسلی دی اور کہا فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم دونوں سے جو کھانا بچ گیا تھا وہ اس

شخص کو دے دیا۔ اس کے علاوہ اس کو مزید کچھ رقم بھی دے دی اور رخصت کر دیا۔

شیخ عبداللہ جبائی بغداد کے اکابر مشائخ میں سے تھے اور بڑے صاحب کرامت ولی مشہور تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن شیخ سیّد عبدالقادر نے مجھے بتایا کہ میں ایک روز کسی جنگل میں بیٹھا سبق یاد کر رہا تھا۔ بھوک سے میری بُری حالت تھی۔ اسی اثنا میں ہاتف غیبی نے آواز دی اے عبدالقادر! کسی سے قرض مانگ لے تاکہ علم حاصل کرنے میں تجھے دقت پیش نہ آئے۔ میں نے جواب میں کہا کہ میں ایک مفلس آدمی ہوں میرے پاس ایک جبہ تک نہیں۔ اس لئے کس منہ سے قرض مانگوں۔ اگر کسی سے قرض لے بھی لیا تو اسے ادا کیسے کروں گا۔ ہاتف غیبی نے آواز دی، تم اطمینان رکھو۔ تمہارے قرض کی ادائیگی ہمارے ذمہ ہے۔ یہ آواز سن کر میں ایک نانبائی کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے اس شرط پر روزانہ ڈیڑھ روٹی دے دیا کرو کہ اگر مجھے کہیں سے کچھ مل گیا تو میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا اور اگر مر گیا تو تم اپنا قرض مجھے معاف کر دینا۔ نانبائی میری یہ بات سن کر رو دیا اور کہنے لگا میری طرف سے اجازت ہے آپ کا جو جی چاہے میری دکان سے لے جایا کریں۔ چنانچہ میں روزانہ ڈیڑھ روٹی اس کی دکان سے لے آتا۔ ایک طویل عرصہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ روزانہ ڈیڑھ روٹی اس کی دکان سے لا کر کھالیتا مگر اس دوران اسے کچھ ادا نہ کر سکا۔ میں نے سوچا یہ بہت نامناسب بات ہے کہ ادھار کی روٹی کھاتا جاتا ہوں مگر اسے کچھ نہیں دیا۔ یہ خیال آتے ہی ہاتف غیبی کی آواز سنائی دی۔ کہ اے عبدالقادر! فلاں دکان پر جا کر جو کچھ وہاں نظر آئے اٹھا کر نانبائی کو دے دو۔ میں اس دکان پر گیا۔ وہاں سونے کا ایک ٹکڑا رکھا تھا۔ میں نے اسے اٹھالیا اور جا کر نانبائی کو دے دیا۔

شیخ ابو محمد عبداللہ جبائی ایک اور واقعہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے شیخ عبدالقادر نے ایک مرتبہ کہا کہ اہل بغداد کی ایک جماعت علم فقہ میں مشغول تھی جب فصل پکنے کے دن آتے تو طلباء غلہ مانگنے کے لئے ایک گاؤں جس کا نام یعقوبا تھا چلے جاتے۔ ایک دفعہ طلباء نے مجھے کہا کہ آؤ تم بھی ہمارے ساتھ چلو غلہ مانگ کر لائیں۔ میں ابھی کم سن تھا ان کے ساتھ چلا گیا۔ اس وقت یعقوبا میں ایک متقی اور پرہیزگار آدمی رہتا تھا جس کا نام شریف تھا مگر اُسے شریف یعقوبی کے

نام سے پکارتے تھے۔ میں اسے ملنے کے لئے گیا۔ کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ اس نے اثنائے گفتگو مجھے کہا "طالبان حق کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔" پھر اُس نے مجھے خاص طور پر تاکید کی کہ کسی سے سوال نہ کیا کرو۔ چنانچہ میں نے فوراً اس کی نصیحت پر عمل کیا اور کبھی کسی سے کچھ نہ مانگا اور وہاں طلباء کو چھوڑ کر مدرسہ آ گیا۔

بے پناہ شدائد: علاوہ ازیں شیخ ابوعبداللہ نجار کا بیان ہے کہ مجھے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ تحصیل علم کے دوران مجھ پر ایسی ایسی ناقابل برداشت سختیاں گزرا کرتی تھیں کہ اگر وہ پہاڑی پر گزرتیں تو وہ پہاڑ بھی پھٹ پڑتا۔ آپ نے فرمایا کہ جب چاروں طرف سے مصائب تکالیف مجھے گھیر لیتی اور میں بے حد پریشان ہو جاتا تو زمین پر لیٹ کر بار بار یہ آیت کریمہ پڑھتا! فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا، اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے) اس کے بعد زمین سے اٹھ کھڑا ہوتا تو یوں محسوس کرتا جیسے میری سب تکلیفیں دُور ہو گئیں۔

حضور غوث پاکؒ فرماتے ہیں کہ طالب علمی کے زمانہ میں جب میں مشائخ کرام سے علم فقہ پڑھا کرتا تھا تو سبق پڑھ کر شہر بغداد سے باہر نکل جایا کرتا تھا۔ اس دوران میں آندھی، جھکڑ، بارش، اولے، غرض سب کچھ برداشت کرتا۔ میرا لباس یہ تھا کہ صوف کا ایک جبہ پہنے ہوتا تھا۔ سر پر چھوٹا سا عمامہ بندھا رہتا، پاؤں ننگے ہوتے۔ اس حالت میں پتھروں اور اینٹوں پر بے کھٹکے پھرتا رہتا۔ درختوں کے پتے ساگ کونپلیں، کاہو وغیرہ دریائے دجلہ کے کنارے مل جاتے اور انہیں پکا کر پیٹ بھر لیتا۔ غرض کوئی مصیبت ایسی نہ تھی جسے میں برداشت نہ کر لیتا۔

تکمیل علم: حصول تعلیم کے سلسلہ میں حضور غوث پاک ﷺ نے اس قدر مصائب و آلام کا سامنا کیا کہ ایسی تکلیفیں اگر کسی اور کے سامنے آتیں تو شاید وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتا۔ مگر سرکار نے سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور اللہ تعالیٰ پر توکل رکھا۔ آپ نے نہ صرف علم فقہ میں کمال حاصل کیا بلکہ علم قرأت، علم تفسیر، علم حدیث، علم کلام، علم فراست، علم نحو اور عروض، علم مناظرہ، علم تاریخ، علم انساب، علم لغت وغیرہ علوم میں خصوصیت کے ساتھ ایسی شہرت اور

ناموری حاصل کی کہ علمائے بغداد تو کیا بلکہ علمائے زمانہ سے بھی سبقت لے گئے۔ آپ نے ۴۹۶ ہجری میں ان تمام علوم کی سند مکمل حاصل کی۔

ایک غوث سے ملاقات: حضرت شیخ ابو سعید عبداللہ محمد بن ہبتہ تمیمی شافی نے جامع دمشق میں ۵۸۰ھ میں بیان کیا کہ جوانی کے عالم میں میں اور ابن السقاء مدرسہ نظامیہ بغداد میں زیرِ تعلیم تھے اور شیخ عبدالقادر جیلانی بھی ہمارے ہم درس تھے۔ اس زمانے میں بغداد میں ایک شخص رہا کرتا تھا جس کو غوث کہتے تھے۔ وہ جب چاہے ظاہر ہو جاتا تھا اور جب چاہے غائب ہو جاتا تھا۔ ایک روز ہم تینوں دوستوں نے اس غوث کی زیارت کا ارادہ کیا۔ جب ہم روانہ ہوئے تو ابن السقا نے کہا کہ میں اس غوث سے ایک ایسا مسئلہ پوچھوں گا جس سے وہ لاجواب ہو جائے گا۔ میں (ابو سعید) نے کہا میں بھی ایک سوال پوچھوں گا دیکھیں گے بھلا کیا جواب دیتا ہے۔ شیخ عبدالقادر نے فرمایا اللہ کی پناہ میں تو ان سے ہرگز کوئی سوال نہیں کروں گا بلکہ صرف ان کی زیارت کی سعادت حاصل کروں گا۔ اور اسی لیے آپ کے ساتھ جا رہا ہوں۔ جب ہم غوث کے مکان پر پہنچے تو وہ وہاں موجود نہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ہمارے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے ابن السقا کی طرف غصہ بھری نگاہ سے دیکھا اور کہا اے ابن اسقا تجھ پر افسوس ہے تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے جس میں تو مجھے لاجواب کر دے۔ تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ تجھ میں کفر کی آگ شعلہ زن ہے۔ پھر اس غوث نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے عبداللہ! کیا تو مجھ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے یہ دیکھنے کے لئے کہ میں کیا جواب دیتا ہوں۔ تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ تیری بے ادبی کے سبب دنیا تجھ پر کانوں تک چھا جائے گی۔ پھر اُس نے شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف دیکھا۔ ان کو بلا کر اپنے پاس بٹھا لیا اور آپ کی تکریم فرمائی اور کہا اے عبدالقادر تو نے اپنے ادب کے سبب اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول اللہ ﷺ کو راضی کر لیا ہے۔ مجھے تو یوں نظر آ رہا ہے کہ بغداد میں ایک عظیم الشان اجتماع ہے اور تم اس میں کرسی پر بیٹھے وعظ کر رہے ہو اور اعلان کر رہے ہو کہ "میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔" اور میں روئے زمین کے اولیاء

کو دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے اپنے اپنے مقام پر تیری عظمت اور وقار کے سامنے سر جھکا دیے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ غوث ہم سے غائب ہو گیا۔ اس کے بعد ہماری اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ البتہ جو کچھ اس نے فرمایا اس کے مطابق ہی ہوا۔

وقت آیا تو سیّدنا غوث اعظم نے اثنائے وعظ اعلان فرمایا "قدمی هٰذهٖ علٰی رقبة کل ولی اللہ۔" ابن السقا کا یہ حال ہوا کہ وہ حصول علوم شرعیہ میں مشغول ہوا اور ایسا عبور حاصل کیا کہ بہت شہرت پائی۔ تمام علوم میں اپنے ساتھ مناظرہ کرنے والے کو مات کر دیتا تھا۔ خلیفہ نے اس کو اپنا مقرب بنالیا اور شاہ روم کی طرف اس کو بھیجا۔ روم کے عیسائی بادشاہ نے جب اس کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ لگایا تو بڑے بڑے تجربہ کار عیسائی پادریوں سے اس کا مناظرہ کرایا۔ جب مناظرہ شروع ہوا تو اس میں اس نے تمام پادریوں کو شکست دی۔ شاہ روم نے اس کی بہت عزت و توقیر کی اور اُسے اپنا مقرب بنالیا۔ اسی اثنا میں ابن سقا نے بادشاہ کی لڑکی دیکھی اور اس پر فریفتہ ہو گیا اور بادشاہ سے اس کی لڑکی کا رشتہ مانگا۔ بادشاہ نے کہا اگر تم ہمارے عیسائی مذہب کو قبول کرلو تو میں اپنی لڑکی کا نکاح خوشی سے تیرے ساتھ کروں گا۔ چنانچہ ابن سقا نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا اور شاہ روم کی بیٹی سے شادی کرلی۔ پھر اُسے اس غوث کا قول یاد آیا اور اس کے حضور اپنی گستاخی آنکھوں کے سامنے آئی۔ تب اس نے دل میں کہا کہ یہ ساری مصیبت اسی سبب سے ہے۔

لیکن میری (حضرت عبداللہ) یہ حالت ہوئی کہ میں بغداد سے دمشق کی طرف آیا جہاں سلطان نورالدین زنگی ملک شہید نے مجھے بلایا اور محکمہ اوقات کا نظام میرے سپرد کیا۔ میں اس کا حاکم ہو گیا اور دنیا چاروں طرف سے مجھ پر ٹوٹ پڑی۔ سو ہم تینوں کے حق میں اس غوث علیہ الرحمہ کا فرمان بالکل درست نکلا۔

آثارِ ولایت: ایام شیر خوارگی میں رمضان کے مہینہ میں والدہ سے دودھ نہ پینے سے آپ کے اثار ولایت آپ سے ظاہر ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کی پیدائش، بچپن کے بعض واقعات و کرامات بھی آپ کے عظیم مرتبہ ہونے کی نشان دہی کر رہے تھے۔ آپ کے اثار

ولایت کے بارے میں ایک واقعہ آپ خود ہی اپنی زبان سے بیان فرماتے ہیں۔

حبشی لڑکی سے ملاقات: شیخ فرماتے ہیں کہ ۵۰۹ ہجری میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ شریف کو گیا۔ اس وقت میں عالم شباب میں تھا۔ جب میں منارہ ام القرون جو مکہ معظمہ کے راستے میں واقع ہے کہ قریب پہنچا تو یہاں پر میری ملاقات شیخ عدی بن مسافر سے ہوئی۔ وہ بھی اس وقت عالم شباب میں تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا مکہ معظمہ حج کے لئے جا رہا ہوں۔ پھر انہوں نے پوچھا کیا میرا آپ کا ساتھ ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں ہزار بار پس ہم دونوں اکٹھے چل پڑے۔ راستے میں ہم نے ایک حبشی لڑکی دیکھی جس کے منہ پر نقاب تھا۔ وہ میرے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی اور تیز آنکھوں سے میرے چہرے کو دیکھ کر پوچھنے لگی اے نوجوان تو کہاں سے ہے؟ میں نے بتایا کہ میں عجم کا رہنے والا ہوں اور بغداد سے آ رہا ہوں۔ وہ کہنے لگی تو نے مجھے بہت تکلیف دی۔ میں نے پوچھا وہ کیسے۔ اس نے بتایا کہ میں دیار حبشہ میں تھی کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل پر تجلی کی اور جہاں تک مجھے معلوم ہے رب تعالیٰ نے اپنے وصل سے تجھے وہ کچھ عطا کیا جو اور کسی کو عطا نہیں کیا۔ پس میں نے چاہا کہ تجھے دیکھوں۔ پھر کہنے لگی آج میں تم دونوں کے ساتھ ہوں اور شام کو تمہارے ساتھ ہی روزہ افطار کروں گی۔ پس وہ راستے کے ایک طرف اور ہم دوسری طرف چلنے لگے۔ جب شام کو افطار کا وقت ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان سے ہماری طرف ایک طباق اترا جس میں روٹیاں، سرکہ اور کچھ ترکاری تھی۔ یہ دیکھ کر اس حبشی لڑکی نے کہا ''سب تعریف و بزرگی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے مجھے اور میرے مہمانوں کو عزت و تکریم بخشی کیونکہ ہر رات مجھ پر دو روٹیاں اترا کرتی تھیں آج چھ روٹیاں اتری ہیں۔ پس ہم میں سے ہر ایک نے دو دو روٹیاں کھائیں۔ پھر ہم پر تین کوزے پانی کے اترے۔ ہم نے ان میں سے ایسا پانی پیا جو لذت اور حلاوت میں ایسا لذیذ اور بے نظیر تھا کہ دنیا کا کوئی پانی اس کے مشابہ نہیں تھا۔ کھانے کے بعد وہ حبشی لڑکی ہم سے رخصت ہو گئی اور ہم دونوں مسافت طے کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچ گئے۔

ایک روز طوافِ کعبہ میں مصروف تھے کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ عدی بن مسافر پر انوار د

تجلیات کی بارش کر دی۔ وہ ایسے بے ہوش ہوئے کہ دیکھنے والے یہ گمان کرنے لگے کہ یہ انتقال کر گئے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وہ حبشی لڑکی ان کے سر پر کھڑی بوسہ دے رہی ہے اور کہہ رہی ہے۔ ''تجھے زندہ کرے گا وہی جس نے تجھے مارا ہے۔ پاک ہے وہ ذات کہ حادث چیزیں بجز اس کے برقرار رکھنے کے اس کے جلالی نور کی تجلی کے آگے قائم نہیں رہ سکتیں بلکہ اس کے جلال کے انوار نے اندھوں کی آنکھیں چندھیا دی ہیں۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے طواف ہی کے دوران مجھ پر بھی انوار نازل فرمائے اور بہت بڑا احسان فرمایا۔ پس میں نے اپنے باطن سے ایک خطاب سنا جس کے آخری الفاظ یہ تھے: ''اے عبدالقادر! ظاہری تجرید چھوڑ دے اور توحید تجرید اور توحید تفرید اختیار کر کہ ہم عنقریب تجھے اپنی نشانیوں میں سے عجائبات دکھائیں گے۔ تو اپنی مراد کو ہماری مراد سے خلط ملط نہ کر۔ اپنا قدم ہمارے سامنے ثابت رکھ اور دنیا میں ہمارے سوا کسی کو مالک التصرف نہ سمجھ۔ تیرے لئے ہمارا شہود ہمیشہ رہے گا۔ لوگوں کی فلاح کے لئے تو مسند ارشاد پر بیٹھ کیونکہ کچھ ہمارے خاص بندے ہیں جن کو ہم تیرے ہاتھ پر اپنے قرب تک پہنچائیں گے۔''

اس کے بعد اس حبشی لڑکی نے کہا ''اے نوجوان! میں نہیں جانتی کہ آج تیرا کیا مقام ہے۔ تجھ پر نور کا خیمہ لگا ہوا ہے اور آسمان تک تجھے فرشتوں نے گھیرا ہوا ہے اور اولیاء اللہ کی نگاہیں اپنے اپنے مقام پر تیری طرف لگی ہوئی ہیں اور آرزو کر رہی ہیں کہ تجھ سی نعمت ان کو بھی حاصل ہو جائے۔'' یہ کہہ وہ لڑکی چلی گئی۔ پھر میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔

معلم طریقت: حضور غوث پاک نے علم طریقت' زیادہ تر حضرت ابو الخیر حماد بن مسلم دباس سے حاصل کیا۔ پچھلے صفحات میں اس کا کچھ تذکرہ کیا گیا ہے۔ شیخ عبداللہ جبائی کا بیان ہے کہ مجھ سے شیخ نے فرمایا کہ ایک دفعہ بغداد میں کثرت فتنہ و فساد کی وجہ سے میں نے قصد کیا کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ چنانچہ قرآن پاک بغل میں دبا کر میں باب حلبہ کی طرف چل پڑا۔ اچانک ہاتف غیبی نے مجھے آواز دی کہ کہاں جاتے ہو اور زور سے مجھے ایک دھکا دیا جس سے میں گر پڑا۔ پھر اُس نے کہا کہ لوٹ جاؤ تمہارے ذریعہ خلق خدا کو نفع پہنچے گا۔ میں نے کہا

مجھے خلق سے کیا سروکار۔ میں تو اپنے دین کی حفاظت کرنے کے لئے جاتا ہوں۔ اس نے کہا' نہیں تم یہیں رہو' تمہارا دین سلامت رہے گا۔ اس کے بعد مجھ پر چند ایسے حالات وارد ہوئے جن پر حجاب تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے ایسا بندہ ملادے جو ازالہ التباس کرے۔ اگلے دن میں مظفریہ میں سے گزرا۔ ایک شخص نے دروازہ کھول کر مجھ سے کہا اے عبدالقادر تم نے خدا سے کل کیا مانگا تھا۔ میں خاموش رہا۔ اس شخص نے غضب ناک ہو کر اس زور سے دروازہ بند کر دیا کہ اطراف سے گرد و غبار اڑ کر میرے چہرے پر پڑی۔ چنانچہ میں واپس آ گیا۔ کچھ دور چلا گیا تو خیال آیا کہ شخص ضرور اولیاء اللہ میں سے ہے۔ اس لئے دوبارہ اس گھر کو ڈھونڈنے لگا۔ مگر تلاش بسیار کے باوجود نہ پایا۔ شیخ حماد کے ساتھ تعلق اور اس کی تفصیلات آٹھویں باب میں درج ہیں۔

☆☆☆

پانچواں باب:

ریاضات ومجاہدات

حضور غوث پاکؓ تحصیل وتکمیل علوم کے بعد باطنی علوم یعنی راہ طریقت کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کے دل میں مجاہدہ اور ریاضت کی طرف بے حد رغبت پیدا ہوئی۔ اس سے قبل شیخ حماد بن مسلم دباس سے اکتساب فیض کر چکے تھے ان کی صحبت میں رہ کر نہ صرف طریقت کے رموز واسرار سے آگاہ ہو چکے تھے بلکہ آپ کو روحانی سربلندیوں کے ضمن میں پوری شرح صدر حاصل تھی۔ اپنے مرتبہ ولایت سے بھی آگاہ تھے۔ روشن ضمیر اور اہل نظر تھے۔ لیکن قربِ ربانی کے لئے آپ نے ابھی بہت کچھ کرنا تھا۔ ریاضات ومجاہدات کی بھٹی سے گزرنا ناگزیر تھا۔ کیونکہ راہ طریقت کے اٹل قوانین میں سے ایک پہلا اور ضروری قانون یہ ہے کہ بغیر مجاہدات کے مشاہدات ممکن نہیں سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان سے گزرے۔ یہاں تسبیح اور مصلے سے مقامات کا حصول ممکن نہیں۔ یہ باطنی شریعت ہے اس کے اپنے الگ اصول وضوابط ہیں۔ سالک شریعت محمدیہ کی پابندی اور پاسداری کرتا ہوا منازل سلوک طے کرتا ہے اور آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور ہر قسم کی آزمائش سے گزرتا ہے۔

حضور غوث پاکؓ جب تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہوتے ہیں تو سخت مجاہدات کرتے ہیں۔ تاریخ تصوف میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا یہ شدائد اگر پہاڑوں پر نازل ہوتے تو وہ بھی پھٹ جاتے۔ آپ نے خلوت گزینی کے لئے آبادی کو چھوڑ دیا۔ جنگلوں اور ویرانوں میں رہنا شروع کر دیا۔ یاد رہے خزانے ہمیشہ ویرانوں ہی میں ہوتے ہیں۔ چند ایک واقعات جن سے سرکار غوث پاک گزرے تحریر کئے جارہے ہیں۔

عراق کے بیابانوں میں پچیس (۲۵) سال: شیخ ابوالسعود احمد بن ابی بکر حریمی روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک مرتبہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا تھا کہ میں پچیس سال تک تن تنہا عراق کے بیابانوں ویرانوں اور خرابات میں پھرتا رہا۔ نہ میں لوگوں کو جانتا تھا اور نہ لوگ

مجھے پہچانتے تھے۔ البتہ اس وقت میرے پاس جنات اور رجال الغیب آیا کرتے تھے جن کو میں علم طریقت اور وصول الی اللہ کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ جب میں شروع میں عراق میں داخل ہوا تو حضرت خضرؑ میرے ساتھی بنے رہے۔ اس وقت میں ان کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ میرا ان سے یہ معاہدہ ہوا کہ میں ان کے کسی حکم کی مخالفت نہیں کروں گا۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھے ایک جگہ بیٹھنے کا حکم دیا تو میں تین سال تک اسی جگہ بیٹھا رہا۔ سال میں ایک مرتبہ وہ مجھ سے آ کر یہ فرماتے کہ یہی تیرا وہ مقام ہے جہاں تک تجھے پہنچایا گیا ہے۔ اس عرصہ میں دنیا اور اس کی خواہشات مختلف شکلوں میں مجھ پر وارد ہوتی تھیں مگر اللہ تعالیٰ میری مدد فرماتا اور مجھے ان کی طرف التفات کرنے سے بچالیتا۔ شیاطین مختلف ڈراؤنی صورتوں میں میرے پاس آتے اور لڑائی کرتے۔ مگر اللہ تعالیٰ مجھے اُن پر غالب رکھتا تھا۔ میرا نفس متشکل ہوکر اپنی خواہش کے لئے کبھی تو مجھ سے عاجزی کرتا اور کبھی میرے ساتھ لڑائی کرتا مگر میں بفضل خدا اس پر غالب رہتا۔

ابتداء میں میرا نفس اگر مجاہدہ کا کوئی طریقہ اختیار کرتا تو اس پر قائم رہتا۔ میں کسی سے کوئی چیز قبول نہ کرتا اور ایک طویل مدت تک دونوں ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹتے ہوئے مدائن کے ویرانوں میں مجاہدات میں مشغول رہا۔ اور نفس کو طرح طرح کی ریاضتوں' مجاہدوں اور مشقتوں میں ڈالتا رہا۔ چنانچہ ایک سال سبزی یا گری پڑی چیزیں کھا کر گزارا کرتا' دوسرے سال صرف پانی پر گزارا کیا اور قطعاً کوئی چیز نہیں کھائی پھر تیسرا سال اس طرح گزرا کہ نہ کچھ کھاتا نہ پیتا نہ سوتا۔

ایک رات شدید سردی کی وجہ سے میں ایوان کسریٰ کے کھنڈرات میں سویا تو رات بھر میں چالیس مرتبہ احتلام ہوا اور میں نے ہر مرتبہ دریائے دجلہ کے کنارے جا کر غسل کیا۔ پھر نیند کے خوف سے محل کے اوپر ایک ویران جگہ چڑھ گیا اور وہاں دو سال تک قیام کیا۔ حتیٰ کہ سردی کے سوا مجھے کھانے کی کوئی شے وہاں میسر نہ آسکی۔ ہر سال ایک بزرگ شخص مجھے اُونی جبہ لا دیتا جسے میں پہن لیتا اور وہ مجھے نصیحت کرتا۔

اس طرح میں نے سینکڑوں طریقوں سے دنیا اور نفس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لوگ مجھے احمق' دیوانہ تصور کرتے۔ جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جاتا' برہنہ جسم

کانوں پر لوٹتا' شور غوغا کرتا۔ تمام بدن سے خون جاری ہو جاتا۔ لوگ مجھے شفاخانے میں لے جاتے مگر میری حالت اور بھی ابتر ہو جاتی۔ یہاں تک کہ مجھ میں اور مردہ میں کوئی تمیز نہ رہتی۔ لوگ کفن لے آتے اور غسال کو بلوا کر مجھے غسل دینے کے لئے تختہ پر ڈال دیتے مگر اُسی وقت میری حالت درست ہو جاتی اور میں اُٹھ کھڑا ہوتا۔ راہ طریقت میں نہ تو میں کسی سے خوفزدہ ہوا نہ میرا نفس مجھ پر غالب آسکا اور نہ مجھے دنیا کی زیب و زینت حیرت زدہ کر سکی۔

ایک خاص حالت: شیخ ابوالقاسم بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے سنا' آپ نے فرمایا کہ ابتدائے سیاحت میں مجھ پر بہت سے احوال طاری ہوتے تھے۔ میں اُن میں اپنے وجود سے غائب ہو جاتا' اور اکثر اوقات بے ہوشی کے عالم مین دوڑا کرتا تھا۔ جب وہ حالت مجھ سے اٹھ جاتی تو میں اپنے آپ کو ایک دور ویرانے میں پاتا۔ کبھی کبھی تو میری یہ کیفیت ہوتی کہ میں بغداد کے ویرانوں میں مقیم ہوتا لیکن وہاں سے اچانک مجھے لے جایا جاتا تو میں خود کو بلاد شستر میں پاتا جس کا فاصلہ بغداد سے بارہ یوم کا ہے۔ اور بسا اوقات جب میں اپنے احوال میں غرق ہوتا تو اچانک ایک عورت (یعنی دنیا) آ کر کہتی کہ "تجھے اپنے احوال پر تعجب کیوں ہے؟ جبکہ تو عبدالقادر ہے۔"

شب بیداری: شیخ ابوالعباس احمد بن یحیٰی بغدادی معروف بہ ابن الدبیثی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ سے سنا' آپ فرماتے تھے کہ میں چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتا رہا اور پندرہ سال ساری رات ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر صبح تک فی شب ایک قرآن شریف ختم کرتا رہا۔ چنانچہ ایک رات میں ایک سیڑھی پر چڑھ رہا تھا کہ میرے نفس نے کہا کاش! تو ایک گھڑی سو جائے' پھر تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد اُٹھ کر عبادت کر لینا۔ جونہی یہ خطرہ میرے دل میں گزرا میں وہیں ٹھہر گیا اور ایک پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی یہاں تک کہ اسی حالت میں پورا قرآن ختم کر دیا۔

نفس کُشی: شیخ ابوالعباس روایت کرتے ہیں کہ شیخ نے فرمایا کہ میں بُرج عجمی میں گیارہ برس رہا۔ یہاں میں نے خدا سے عہد کیا کہ جب تک میرے منہ میں لقمہ دے کر مجھے کھانا نہ کھلایا

جائے گا اس وقت تک میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ جب تک مجھے پانی نہ پلایا جائے گا تب تک نہ پیوں گا۔ چنانچہ متواتر چالیس روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ اس کے بعد ایک شخص کھانا لایا اور میرے آگے رکھ کر چلا گیا۔ بھوک کی شدت سے میرا نفس کھانے ہی کو تھا کہ میں نے کہا واللہ! میں ہرگز اس عہد کو نہ توڑوں گا۔ یہ خیال آتے ہی باطن سے ایک چلانے والے کی آواز سنی کہ ہائے بھوک! ہائے بھوک! میں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اسی اثنا میں شیخ ابوسعید مخزمی آئے۔ میں ان کے گھر چلا گیا۔

وجدانی کیفیت: شیخ ابومحمد عبداللہ جبائی کہتے ہیں کہ مجھ سے شیخ عبدالقادر نے فرمایا کہ ایک رات مجھ پر ایک خاص وجدانی کیفیت طاری ہوئی۔ اس وقت میں نے بے ساختہ چیخ ماری جس سے ڈکیت جماعت گھبرا اٹھی۔ انہوں نے سمجھا شاید پولیس آ گئی ہے۔ یہ لوگ نکلے اور میرے پاس آئے، مجھے زمین پر بے ہوش پڑا دیکھ کر کہنے لگے یہ تو عبدالقادر دیوانہ ہے۔ اس نے ہمیں ڈرا دیا۔

شیاطین سے جنگ: شیخ عثمان صیرفی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے سنا آپ نے فرمایا کہ جب میں بغداد چھوڑ کر شب و روز ویرانوں میں رہنے لگا تو شیاطین انسانی شکلوں میں صف در صف اسلحہ سے لیس ہو کر بھیانک صورتوں میں آ کر مجھ سے جنگ کرتے، مجھ پر آگ پھینکتے، شعلے برساتے۔ لیکن میں اپنے دل میں وہ ہمت، استقلال، شجاعت، اولوالعزمی اور ثابت قدمی پاتا جو بیان سے باہر ہے۔ اور ہاتف غیبی کو یہ کہتے سنتا کہ اے عبدالقادر! اٹھو میدان میں نکل کر ان کا مقابلہ کرو، ہم تمہاری مدد کریں گے اور تم کو ثابت قدم رکھیں گے۔ اور جب میں مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تو تمام شیاطین دائیں بائیں فرار ہو جاتے۔ لیکن ایک شیطان مجھے دھمکا کر کہتا کہ اس جگہ سے چلے جاؤ ورنہ میں تمہارا برا حال کر دوں گا۔ میں جرأت کر کے اس کے منہ پر طمانچہ مارتا تو وہ الٹے پاؤں بھاگ جاتا۔ پھر میں لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھتا تو وہ جل کر خاکستر ہو جاتا اس کے بعد ایک بدصورت، بھونڈی صورت شخص مجھ سے آ کر کہتا کہ میں ابلیس ہوں، مجھے اور میرے گروہ کو آپ

نے عاجز کر دیا ہے۔اب میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔اس کو میں یہ جواب دیتا کہ تو یہاں سے دُور ہو جا' مجھے تجھ پر اطمینان نہیں ہے۔ پھر اوپر سے ایک غیبی ہاتھ ظاہر ہو کر اُس کے سر پر ضرب لگاتا اور اس ضرب سے وہ زمین کے اندر غائب ہو جاتا اور پھر دوبارہ نمودار ہوتا تو اس کے ہاتھ میں بھڑکتے ہوئے شعلے ہوتے اور وہ مجھ سے جنگ کے لئے تیار ہوتا۔ لیکن اچانک ایک نقاب پوش گھڑ سوار آ کر میرے ہاتھ میں تلوار دے دیتا اُسے دیکھتے ہی شیطان اُلٹے پاؤں بھاگ جاتا۔ میں اُسے کہتا کہ میں تجھ سے خوفزدہ نہیں ہوسکتا تو شیطان مجھ سے کہتا کہ یہ شعلے تیرے لئے عذاب کے انگارے ہیں۔

تیسری مرتبہ شیخ نے پھر اس کو دیکھا۔اُس وقت وہ مجھ سے دُور بیٹھا رو رہا تھا اور سر پر خاک ڈالتا تھا اور حسرت بھری سانس لے کر کہتا اے عبدالقادر! اب میں تجھ سے بالکل مایوس و نا اُمید ہو چکا ہوں۔ میں نے اسے کہا اے ملعون ! دُور ہو جا میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا ہوں۔ تیرے الفاظ بھی تیری شطفیت اور مکاری پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر اُس نے میرے اردگرد بہت سے جال بچھا دیئے۔ میں نے کہا یہ کیا ہیں۔اس نے کہا یہ دنیاوی وساوس کے وہ جال ہیں جن سے ہم تم جیسے لوگوں کا شکار کیا کرتے ہیں۔تب میں ایک سال انہی حالات پر غور وفکر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سب کے سب ختم ہو گئے۔

ظاہری اور باطنی علائق: اس کے بعد میرے باطن کو کھول دیا گیا اور بہت سے علائق مجھ پر ظاہر ہو گے جو چاروں طرف سے مجھے گھیرے ہوتے تھے۔ میں نے پوچھا یہ علائق کیسے ہیں؟ جواب ملا یہ خلق کے اسباب ہیں جو تم سے ملے ہوئے ہیں۔ میں سال بھر ان کی طرف متوجہ رہا یہاں تک کہ یہ سب اسباب وعلائق مجھ سے بالکل منقطع ہو گئے۔

جب مجھ پر میرے باطن کا انکشاف ہوا تو میں نے پہلے اپنے قلب کو بہت سے علائق سے ملوث پایا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ سب علائق کیا ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ تمہارے ارادے اور اختیارات ہیں۔ پھر ایک سال تک میں ان کی طرف متوجہ رہا یہاں تک کہ وہ سب علائق منقطع ہو گے اور میرے قلب کو نجات مل گئی۔

اس کے بعد مجھ پر میرا نفس ظاہر کیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ ابھی اس میں کچھ امراض باقی ہیں۔ اس کی خواہشات زندہ ہیں۔ اس کا شیطان ابھی زندہ و سرکش ہے۔ میں نے سال بھر اس کی طرف توجہ کی، یہاں تک کہ نفس کے تمام امراض جڑ سے اکھڑ گئے، اس کی خواہشات مردہ ہو گئیں۔ اس کا شیطان مسلمان ہو گیا اور تمام امور اللہ کے لیے ہو گئے اور میں اپنی ہستی سے جدا ہو گیا۔ لیکن پھر بھی میں اپنے مقصود کو نہ پہنچا۔

پھر میں توکل کے دروازے پر آیا تاکہ مقصد پورا ہو اور عقدہ حل ہو جائے۔ لیکن کیا دیکھتا ہوں کہ توکل کے دروازے پر بہت بڑا ہجوم ہے میں اس ہجوم کو چیر کر نکل گیا۔ پھر میں شکر کے دروازے پر آیا۔ یہاں بھی بڑا ہجوم ملا۔ میں اس کو بھی چیر کر اندر چلا گیا۔ اس کے بعد غنا کے دروازے پر آیا۔ یہاں بھی بہت بڑا ہجوم ملا جسے میں چیر کر اندر چلا گیا پھر میں مشاہدہ کے دروازے پر آیا۔ یہاں بھی ہجوم کو پھاڑ کر اندر داخل ہو گیا۔

سب سے آخر میں مجھے فقر کے دروازے پر لایا گیا۔ تو وہ خالی تھا۔ میں اس میں داخل ہوا۔ جب اندر آ گیا تو دیکھا کہ جن جن چیزوں کو میں نے ترک کیا تھا وہ سب کی سب یہاں موجود ہیں۔ یہاں مجھے ایک بہت بڑی روحانی خزانہ کی فتوحات ملیں۔ یعنی میرے لئے گنج ہائے گراں بہا کھول دیئے گئے۔ روحانی عزت، دائمی غنا اور خالص آزادی عطا کر دی گئی۔ پچھلی تمام چیزیں، میری ہستی اور میری صفات سب معدوم ہو گئیں۔ اور میری ہستی کی جگہ کسی اور نے لے لی۔ (یعنی حادث کی جگہ قدیم نے لے لی۔)

شیطان فریب نہ دے سکا: حضور سرکار غوث پاک کے صاحبزادہ حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں دورانِ سیاحت ایک لق و دق صحراء کی طرف جا نکلا۔ وہاں کوئی آب و گیا کا نام ونشان نہ تھا۔ مجھے کئی روز تک پانی نہ ملا جس سے پیاس کا بے حد غلبہ ہوا۔ اچانک میرے اوپر ایک بادل چھا گیا اور اُس سے کچھ بوندیں مجھ پر پڑیں۔ جب میں سیراب ہو گیا تو میں نے ایک نور دیکھا جس سے آسمان کا کنارہ روشن ہو گیا۔ اس سے ایک شکل نمودار ہوئی۔ اس نے

مجھے یوں پکارا۔ اے عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں اور میں تیرے اوپر وہ تمام حرام چیزیں حلال کرتا ہوں جو کسی اور پر حلال نہیں کی گئیں۔" یہ سنتے ہی میں نے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھ کر اُسے دُھتکارا تو اس کی روشنی ختم ہو گی اور اس نے دھوئیں کی شکل اختیار کر لی اور کہا "اے عبدالقادر! تم نے بحکم الٰہی اپنے علم سے میرے مکر سے نجات پائی ورنہ میں اپنے اس مکر سے ستر اہل طریقت کو گمراہ کر چکا ہوں۔" میں نے کہا یہ نہیں "یہ سب میرے رب تعالیٰ کا فضل ہے جس نے مجھے تیرے مکر سے محفوظ رکھا۔"

لوگوں نے غوث پاک ﷺ سے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ شیطان ہے؟" آپ نے فرمایا ابلیس کے اس قول سے کہ میں نے تیرے لئے حرام چیزوں حلال کر دی ہیں۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کبھی بُری چیزوں کا حکم نہیں دیتا۔ (یعنی جو چیز شریعت محمدیہ میں حرام قرار دی گئی ہے وہ حلال کیسے ہو سکتی ہے)

☆☆☆

چھٹا باب:

بیعت وخلافت اور شجرۂ طریقت

بزرگ فرماتے ہیں کہ بیعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقصود ہے اور درمیان میں حضور ﷺ کا واسطہ عاریتاً ہے یعنی جس شخص نے حضور ﷺ سے بیعت کی اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کی کیونکہ آپ ﷺ کا دستِ مبارک درمیان میں ایک واسطہ ہے۔ اور وہ بمنزلہ خداتعالیٰ کے ہاتھ مبارک کے ہے۔

کلام پاک میں ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْ اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْ فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور جہاد کرو واسطے اللہ کے کہ تم فلاح پاؤ)

اس آیت کریمہ کی شرح میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب ''قول الجمیل'' میں لکھتے ہی کہ یہاں وسیلہ سے مراد نہ تو ایمان ہے کیونکہ ایمان داروں سے تو پہلے ہی خطاب ہو رہا ہے اور نہ ہی اعمالِ صالح' نماز روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ عبادات بدنی ہیں کیونکہ یہ تقویٰ میں شامل ہیں۔ اسی طرح جہاد بھی مراد نہیں وہ بھی تقویٰ میں شامل ہے۔ لہٰذا وسیلے سے مراد ارادت ہے' بیعت اور مرشدِ طریقت ہے۔

اور حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ فرمایا کہ شیخ اپنے مریدوں میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی اُمت میں۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ اپنے فانی اور اپنی ذات اور صفات اور افعال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحقق اور باقی ہیں۔'' اور جس نے حضور ﷺ کی اطاعت کی اُس نے حق تعالیٰ کی اطاعت کی۔

اور سیّدنا غوث پاک فرماتے ہیں کہ شروع سے اللہ تعالیٰ نے روحانی تربیت کا سلسلہ اسی

طرح جاری کیا ہے کہ ایک فیض دیتا ہے اور دوسرا حاصل کرتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام اور ان کے جانشین پھر ان کے تربیت یافتہ۔ علیٰ ہذا القیاس یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور یہ ارشاد الٰہی یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کسی شخص کو دوسرے کی تربیت کے بغیر مقامات عالیہ تک ترقی دے اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اکثر یہی ہوا ہے کہ سوائے تربیت شیخ کے کوئی شخص منازل سلوک طے نہیں کر سکتا۔

لہٰذا تصوفِ اسلام میں یہ سنت جاری ہے کہ منازل سلوک طے کرنے کے لئے کسی مرشدِ کامل کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنا ضروری ہے۔ سیّدنا غوث اعظم کی تربیت اویسی انداز میں خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ اور فرمایا یہ آپ کے لئے کافی ہے اب آپ کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر ظاہری بیعت بھی کر لیں تا کہ شرعی تقاضے بھی پورے ہو جائیں۔

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ اپنے ایک قصیدے میں فرماتے ہیں۔۔

فَمَنْ فِیْ رِجَالِ اللّٰهِ کَانَ مَکَانَتِی وَجَدِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِی الْاَصْلِ رَبَّانِی

(ترجمہ) پس مردان خدا میں سے کون میرے مرتبے پر پہنچا ہے اور حقیقت میں میرے نانا رسول اللہ ﷺ نے ہی میری تربیت فرمائی ہے۔

سیّد غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میری روحانی تربیت رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ بزرگوں نے بھی اس امر کی تصدیق کی ہے کہ غوث پاک کی تربیت اویسی طریق سے خود رسالت مآب ﷺ نے فرمائی۔ اور پھر سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ خود اویسی طریق سے اپنے خاص الخاص وابستگان سلسلہ قادریہ کی تربیت فرماتے رہتے ہیں جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت میاں میر صاحب لاہوری کی تربیت فرمائی۔ اس کے بعد وہ حضرت شیخ خضر ابدال بیابانیؒ کے دستِ حق پرستِ پر ظاہری طور پر بیعت ہوئے۔

سیّدنا غوث اعظم نے بغداد آتے ہی حماد بن مسلم دباس سے رابطہ قائم کیا اور اپنی روحانی اور باطنی مشکلات ان کے سامنے پیش کرتے رہے۔ شیخ حماد ان کی وضاحت فرماتے، توجہ دیتے جس سے ان کی تربیت کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن غوث پاک نے ان سے خرقہ خلافت

حاصل نہیں کیا۔ اس کے علاوہ آپ نو سال تک تحصیل و تکمیل علوم ظاہری میں مشغول رہے اور ۴۹۶ھ میں آپ نے تمام علوم میں سند حاصل کی۔ اور پھر ۲۵ سال تک ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہے۔ اور ایسے شدائد سے گزرے جن کے بارے میں آپ نے ارشاد فرمایا اگر یہ مصائب و آلام پہاڑ پر گزرتے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ شریعت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے طریقت حقیقت اور پھر معرفت اور قرب الٰہی کے جس مقام (مخدع) پر آپ کو فائز ہونا تھا اسی لیول کے مجاہدات سے آپ کو گزرنا پڑا جس کی تاریخ تصوف میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

شیخ ابوالعباس کا بیان ہے کہ شیخ عبدالقادر فرماتے تھے کہ میں برج عجمی میں گیارہ برس رہا۔ ایک دن میں نے عہد کیا کہ اُس وقت کھانا نہیں کھاؤں جب تک میرے منہ میں لقمہ نہ دیا جائے گا اور نہ پانی پیوں گا جب تک مجھے پلایا نہ جائے گا۔ فرماتے ہیں میں نے متواتر چالیس روز تک کچھ نہ کھایا پیا۔ ایک شخص اس ویرانے میں بُرج عجمی میں آیا اور میرے پاس کھانا رکھ کر چلا گیا لیکن آپ نے تناول نہ فرمایا۔ اس حالت میں اپنے باطن سے ایک چلانے والے کی آواز سنی کہ ہائے بھوک! ہائے بھوک میں نے اس کی بھی پرواہ نہ کی۔ اسی اثناء میں شیخ ابوسعید مخزومی ادھر سے گزرے۔ انہوں نے میرے باطن سے چلانے والے کی آواز سن لی۔ وہ میرے پاس آئے اور پوچھا کہ عبدالقادر یہ کیا ہے؟ میں نے کہا؟ یہ نفس کا قلق و اضطراب ہے۔ لیکن روح اپنے مولا کے خیال میں مشغول حالت سکون و قرار میں ہے۔

تفویض خرقہ: حضور غوث پاک فرماتے ہیں کہ شیخ ابوسعید مبارکؒ مجھے اپنے گھر لے گئے اور اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا۔ فرمایا کہ جو لقمہ ان کے ہاتھ سے میرے شکم میں جاتا تھا وہ میرے باطن میں ایک نور بھر دیتا تھا۔

کھانے کے بعد شیخ ابوسعید نے آپ کو خرقہ ولایت عطا فرمایا اور ساتھ یہ بتایا کہ اے عبدالقادر! یہ وہ خرقہ ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا اور اُن سے حضرت خواجہ حسن بصری کو ملا تھا اور پھر ان سے دست بدست مجھ تک پہنچا ہے۔ اس خرقہ کے پہنچتے ہی سرکار غوث پاک پر اور بھی برکات و تجلیاتِ الٰہیہ نے ظہور کیا۔

شیخ ابو سعید موصوف الصدر لکھتے ہیں کہ ایک دوسرے سے تبرک حاصل کرنے کے لئے میں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو اور انہوں نے مجھ کو خرقہ پہنچایا۔

سرکار غوث پاک کا شجرہ طریقت یہ ہے:۔

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ

حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو الفضل عبد الواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو الفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ ابو الحسن ہنکاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

بغداد میں وارد ہونے کے بعد سرکار غوث پاک کب اور کس تاریخ کو حضرت شیخ حماد الدباس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ رابطہ اور تعلق کب تک رہا اور پھر شیخ ابو سعید مبارک کے مدرسہ میں کب داخل ہوئے اور کس سن میں ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا اس ضمن میں تاریخ میں زیادہ وضاحت نہیں ملتی۔

پچھلے صفحات میں ذکر کیا گیا ہے کہ سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے روحانی طور پر حضور سرور

کائنات ﷺ کی روح انور سے تعلیم وتربیت حاصل کی اور ظاہری طور پر خرقہ خلافت شیخ ابو سعید مبارک سے حاصل کیا۔اس کے علاوہ کچھ دیگر مشائخ عظام سے بھی آپ کو خلافت ملی۔ چنانچہ احمد اسود دینوری سے جو خلافت ملی اس کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اور جو خلافت شیخ ابوالخیرؒ سے ہے اس کا سلسلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہے اور جو خلافت حضرت حماد بن مسلم دباس سے ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے۔(یہ سب سلاسل جواہر السلوک میں بیان ہوئے ہیں مگر ہمارے ہاں ان کا رواج نہیں) جو خلافت آپ کو ابوصالح جنگی دوست اور قاضی القضات ابوسعید مبارک مخزومی سے ملی اس کا سلسلہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے ملتا ہے۔

☆☆☆

ساتواں باب:

بحیثیت شیخ الجامعہ

سیّدنا غوث اعظم ؓ ۴۹۶ ہجری میں ظاہری تعلیم مکمل کر کے سند حاصل کر چکے تھے۔ اور ۲۵ سال ویرانوں میں مجاہدات کی تکمیل کے بعد ۵۱۱ ہجری کے قریب بغداد میں واپس تشریف لائے تھے۔ تاریخ میں اس کی وضاحت نہیں ملتی کہ آپ کتنا عرصہ شیخ حماد بن مسلم دباس کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور ۲۵ سال مجاہدات کا عرصہ کب سے کب تک جاری رہا۔ معلوم ہوتا ہے آپ ظاہری علوم کی تحصیل و تکمیل کے ساتھ شیخ حماد بن مسلم کے آستانہ پر حاضری دیتے رہے اور فرصت کے لمحات جنگل اور ویرانوں میں گزارتے رہے۔ لیکن یہ امر یقینی ہے کہ ظاہری علوم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنا راہ طریقت مکمل کرنے کی خاطر اپنا سفر جاری رکھا اور طریقت' حقیقت اور معرفت کے تمام مراحل طے کر لے۔ آپ شیخ حماد الدباس سے طریقت کے رموز و اسرار حاصل کرتے رہے جس کی تکمیل قاضی ابو سعید مبارک کے ہاتھوں ہوئی۔ آپ بہت زیادہ تنہائی پسند تھے اور دنیاوی مال و دولت جاہ و مرتبہ کی کوئی خواہش نہ تھی احیائے دین اور اصلاح ملت کا مشن آپ کے سامنے تھا۔ جب آپ بغداد واپس آتے ہیں تو سیدھا جامعہ شیخ ابو سعید مبارک میں تشریف لے جاتے ہیں جنہوں نے آپ کو خرقہ ارادت عطا فرمایا تھا۔ شیخ ابو سعید نے آپ کو مدرسہ کی تدریسی' انتظامی اور روحانی ڈیوٹی سونپ دی۔ حضور غوث پاک اسی جامعہ میں زیر تعلیم رہ چکے تھے اور یہاں سے سند حاصل کرنے کے موقع پر شیخ ابو سعید نے فرمایا: ''اے عبدالقادر! الفاظ حدیث کی سند ہم تم کو دیتے ہیں ورنہ حدیث کے معنی میں تو ہم تم سے ہی مستفیض ہوئے کیونکہ بعض بعض احادیث کے جو مطالب و معانی تم نے بتائے وہ ہم کو معلوم نہ تھے۔'' جس وقت غوث پاک نے سند حاصل کی تو کرۂ ارض پر کوئی عالم آپ کی ہمسری کا دعویٰ نہ کرسکتا تھا۔

آغاز ہی میں شیخ ابو سعید نے آپ کے لیئے جامعہ ہی میں رہائش کا بندوبست کیا اور کچھ

رقم اعزازی خدمات کے طور پر مقرر کر دی جو گزر اوقات کے لئے کافی تھی۔ یہاں آپ بطور مفتی، معلم، مبلغ اور روحانی پیشوا کے فرائض انجام دینے لگے ظاہراً آپ قرآن پاک کی تفسیر، حدیث اور فقہ پڑھاتے لیکن قوی حال ہونے کی وجہ سے آپ کی شہرت زیادہ تر بطور روحانی پیشوا کے ہونے لگی۔ آپ کے خطبات لوگوں کی کایا پلٹ رہے تھے۔ آپ کے بیٹے عبدالوہاب اور ان کے بیٹوں کی طرف سے کافی عطیات موصول ہونے شروع ہو گئے جس سے جامعہ کے کچھ اخراجات پورے کئے جاتے۔

جامعہ کے فرائض پورے کرنے کے علاوہ آپ کی اور کوئی مصروفیات نہ تھیں۔ قلیل مدت میں آپ کی تعلیم کی تمام بغداد میں شہرت ہو گئی اور طلباء جوق در جوق دور و دراز مقامات سے آنے لگے۔ طلباء کی ایسی کثرت ہوئی کہ جامعہ کی وسعت ان کے لئے ناکافی ہو گئی اور حالت یہ ہو گئی کہ جن طلباء کو جامع میں جگہ نہ ملتی وہ رباط کے دروازہ پر بیٹھ جاتے۔ روز بروز بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر رباط اور اطراف کے مکانات کو جامعہ میں شامل کر لیا گیا۔ امراء نے مدرسہ کی وسیع ترین عمارت بنوانے میں کثیر مالی امداد دی اور فقراء اور صوفیاء نے اپنے ہاتھوں سے کام کیا۔ ایک روایت کے مطابق ۵۲۸ ہجری تک آپ کے مدرسہ نظامیہ کی وسیع عمارت تیار ہو چکی تھی۔

دوران تعمیر ایک عورت اپنے کاریگر شوہر کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا شوہر میرے مہر کے معاوضہ میں آپ کے مدرسہ کی تعمیر میں خدمات انجام دیں۔ شرائط کی منظوری کے بعد زن و شوہر نے ایک معاہدہ پر دستخط کئے۔ اور یہ معاہدہ اس عورت نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو دے کر کہا کہ جب تک میرا شوہر شرائط کے مطابق خدمات کو مکمل نہ کر لے یہ کاغذ آپ کے پاس رہے گا۔ چنانچہ معاہدہ کے مطابق وہ شخص مدرسہ میں مفت خدمات سرانجام دینے لگا۔ اس کی غربت کا لحاظ کرتے ہوئے غوث پاک نے یہ حکم دیا کہ اس کو ایک روز کی اجرت دی جائے اور دوسرا دن معاہدہ کے حساب میں رکھا جائے۔ اس طرح جب اس نے ۵ دینار کا کام مکمل کر لیا تو شیخ نے عہد نامہ اُس کے سپرد کر کے بقیہ پانچ دینار معاف کر دیئے۔ یہ جامعہ آپ ہی کے نام سے منسوب ہو کر دنیا بھر میں مشہور ہوا اور دور و دراز ملکوں سے

بھی طلباء آنے شروع ہو گئے۔

جامعہ میں ہونے والی کلاسز کو تین حصوں میں منقسم کیا گیا تھا۔ صبح کی کلاسز میں تفسیر کلام پاک، حدیث، فقہ اور ایک اختلافِ آئمہ اور ان کے دلائل سیّدنا غوث پاک خود پڑھاتے تھے۔ اس کے علاوہ دیگر اساتذہ صبح شام تفسیر و حدیث فقہ، مذہب آئمہ، اصولِ فقہ اور عربی گرائمر کے اسباق پڑھاتے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے صرف ونحو کے اسباق ظہر کے بعد ہوتے۔ اس کے علاوہ ظہر کے بعد تجوید کی تعلیم ہوتی اور فتویٰ نویسی میں آپ مصروف ہوتے۔ پرائمری کلاسز کے لئے قرآن مجید ناظرہ پڑھایا جاتا۔ عصر اور مغرب کے درمیان صبح اور دوپہر کو دیئے گئے اسباق دُہرائے جاتے اور طلباء کا کچھ امتحان بھی لیا جاتا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ غوث پاک اوسط درجے اور کند ذہن طلباء پر اتنی ہی توجہ فرماتے جتنی ذہین طلباء پر توجہ دیتے۔ جو طلباء آپ کے جامعہ میں داخل ہوتے ان کو تحصیل و تکمیلِ علوم کے لئے کسی اور مدرسہ میں جانے کی ضرورت نہ رہتی۔ شیخ محمد بن الحسینی موصلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر تیرہ علوم پر بحث کیا کرتے تھے اور مدرسہ میں دوران درس اپنوں اور غیروں پر بے لاک تبصرہ فرمایا کرتے تھے۔

شیخ ابو محمد الخشاب روایت کرتے ہیں کہ میں جوانی میں جب علم نحو پڑھنے میں مشغول تھا تو لوگوں سے حضرت شیخ عبدالقادر کی بہت تعریف سنتا تھا اور اس طرح مجھے آپ کے وعظ سننے کا بڑا اشتیاق پیدا ہوا لیکن مصروفیت کی وجہ سے آپ کے ہاں حاضری کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ اتفاق سے ایک مرتبہ کچھ لوگوں کے ہمراہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ آپ نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ: ''ہماری صحبت اختیار کرلو۔ ہم تمہیں سیبویہ (ایک بہت بڑے نحوی کا نام) بنادیں گے۔'' چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضری دینے لگا۔ اس سے مجھے اتنا فائدہ پہنچا کہ علم نحو کے علاوہ اور بھی بہت سے علوم عقلیہ اور نقلیہ حاصل ہو گے جن سے نہ تو میں پہلے واقف تھا اور نہ کسی سے سُنا تھا صرف ایک سال کے عرصے میں مجھے وہ سب علوم حاصل ہو گئے جو گذشتہ طویل عمر میں بھی حاصل نہ ہوئے تھے اور وہ تمام علوم بھول گیا جو مجھے اس سے قبل یاد تھے۔

(قلائد الجواہر)

احمد بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ ایک عجمی شخص اُبی نامی آپ سے تعلیم حاصل کرتا تھا لیکن وہ اتنا کند ذہین اور غبی تھا کہ بہت مشکل سے اس کی سمجھ میں کوئی بات آتی تھی۔ اس کے باوجود حضرت شیخ انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ اس کو پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن سبق کے دوران ابن سمول آپ کی زیارت کو حاضر ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے صبر و تحمل پر حضرت شیخ سے اظہار حیرت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مشقت میرے لئے صرف ایک ہفتہ کی باقی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس مشقت کو ختم کر دے گا۔ چنانچہ میں نے ایک ایک دن شمار کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ ہفتہ کے آخری دن اس کا انتقال ہو گیا اور میں اس کے جنازے میں شریک ہوا۔ لیکن مجھے اُس پر بہت تعجب رہا کہ شیخ کو ایک ہفتہ قبل ہی اس کے انتقال کی اطلاع مل چکی تھی۔ (اولیائے کرام کی نگاہ تو نگاہ حق تعالیٰ ہوتی ہے ان کے سامنے اعیان ثابتہ (لوح محفوظ) یا شیونات پوشیدہ نہیں ہوتے۔ نہ ایسا علم غیب ان کے لئے غیب ہوتا ہے۔ غیب تو ان کے لئے ہے جو خود سے غیب ہیں کوئی نگاہ نہیں رکھتے۔ اسی لئے تو بزرگ فرماتے ہیں کہ تصوف باطنی علم کا نام ہے۔ جس کو میسر ہے اس کے لئے سب کچھ ہے اور جو کور باطن ہے اس کے لئے ہر چیز غیب ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور پھر یہ کہ حضرت خضر علیہ السلام فرد کے مقام پر ہیں اور سیدنا غوث اعظم قطبیت کبریٰ کے مقام پر فائز ہیں جو مقام فرد سے بلند' یکتا اور یگانہ ہے۔ اسی لئے آپ کو فرد الافراد بھی کہتے ہیں۔ مولف)

ابن نقطہ صیریفنی روایت کرتے ہیں کہ شیخ بقا بن بطو' شیخ علی بن ہیتی اور شیخ قیلوی جب غوث پاک کے مدرسہ میں آتے تو ڈیوڑھی میں جھاڑو دیتے اور چھڑکاؤ کیا کرتے تھے لیکن آپ کی اجازت کے بغیر کبھی اندر داخل نہیں ہوتے تھے۔ پھر جب اجازت لے کر اندر داخل ہوتے اور حضرت شیخ بیٹھنے کا حکم دیتے تو سب سے پہلے آپ سے امان طلب کرتے اور امان مل جانے کے بعد مودّب ہو کر بیٹھ جاتے۔ جس وقت آپ کہیں سواری پر جانے کا قصد فرماتے تو یہ لوگ یا حاضرین مجلس اپ کے سامنے پرچم اٹھائے ہوئے چند قدم آپ کی سواری کے ہمراہ

چلتے۔ آپ انہیں اس فعل سے منع فرماتے تو وہ عرض کرتے کہ اس ذریعہ سے تو ہمیں قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ یہی راوی کہتے ہیں کہ عراق کے تمام مشائخ حاضری سے پہلے آپ کو چوکھٹ کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ اس کے متعلق کسی شاعر نے اپنے جذبات کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

ترجمہ: (۱) ان کے دروازے پر شاہی تاجوں کا اس طرح ٹکراؤ ہے جیسا کہ سلام کے وقت تاجوں کا اژدہام ہے۔

(۲) اور بادشاہ آپ کو دیکھ کر پیادہ پا ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اگر ایسا نہ کریں تو کھوپڑیاں نیچے آ جائیں۔

سرکار غوث پاک ﷺ کے مدرسہ میں جھاڑو دینے والوں کو کیا کیا مقام و مراتب ملے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ شیخ علی ہیتی قطبیت کے عہدہ پر فائز ہوئے اور وہ عراق کے چار سب سے بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ شیخ بقا بن بطو اوتاد کے چیف مقرر ہوئے۔ ان کے بارے میں روایت ہے کہ تین فقہا، آپ سے ملنے کے لئے آئے اور آپ کے پیچھے انہوں نے عشاء کی نماز پڑھی۔ آپ نے اس قسم کی قرأت نہ پڑھی جیسے کہ فقہا چاہتے تھے۔ یہ لوگ شیخ بطو کے بارے میں بدگمان ہوئے۔ رات کو ایک گوشہ میں پڑ کر سو رہے تو تینوں رات کو جنبی ہو گے۔ حجرہ کے دروازے پر جو نہر تھی اس کی طرف غسل کرنے کے لئے گے تو ایک بڑا شیر نکل آیا اور ان کے کپڑوں کو پکڑ لیا۔ رات بھی سخت سردی کی تھی۔ انہیں اپنے مرنے کا یقین ہو گیا۔ پھر شیخ بطو اپنے حجرے سے نکلے تو شیر آ کر آپ کے پاؤں پر لوٹنے لگا۔ شیخ اس کو اپنی آستین مارنے لگے اور اس سے کہا کہ تو ہمارے مہمانوں کے کیوں درپے ہوا کرتا ہے اگرچہ وہ ہم سے بدگمان ہوں۔ پھر شیر تو چلا گیا اور تینوں فقہاء پانی سے باہر نکلے اور آپ سے معافی مانگنے لگے۔ آپ نے ان سے کہا کہ تم نے اپنی زبانوں کی اصلاح کی ہے اور ہم نے آپ کے دلوں کو درست کیا ہے۔

شیخ ابو سعید مبارک مخزومی کی شخصیت تاریخ تصوف میں ایک اعلیٰ مقام رکھتی تھی۔ آپ کا جامعہ بھی علم و عرفان کے اعتبار سے بے مثل مانا جاتا تھا۔ سیدنا غوث پاک کی آمد سے اس جامعہ کو حق تعالیٰ نے مزید رونق بخشی اور نہ صرف عراق بلکہ تمام عرب اور غیر عرب ممالک سے

طلباء تحصیل علم کے لئے حاضر ہو رہے تھے۔قلیل مدت میں یہ جامعہ ایک خانقاہ میں تبدیل ہو گیا جس کے نتیجے میں جامعہ ابو سعید علم و عرفان کا مرکز بن گیا تھا۔شیخ ابو سعید مبارک کافی ضعیف ہو چکے تھے۔لیکن وہ اپنے شاگرد حضرت شیخ عبدالقادر کی کارکردگی پر بڑے خوش تھے۔ان کے فرائض بطور شیخ کامل نے ایک دھوم مچادی تھی اور مدرسہ میں لوگ روزانہ کرامات کا ظہور ہوتے دیکھتے رہتے تھے۔شیخ ابو سعید نے تمام حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے جامعہ کا مکمل نظم ونسق غوث پاک کی آمد سے چھ سال بعد ہی ان کے سپرد کر دیا تھا اور خود ۱۸ محرم ۵۱۳ ہجری کو مالک حقیقی سے جاملے تھے۔آپ کو باب الحرب بغداد میں دفن کیا گیا جو آج تک مرجع خلائق ہے۔

لیکن سیدنا غوث پاک نے اپنے استاد شیخ ابو سعید مبارک مخزومی کے حیات میں اپنا الگ سلسلہ بیعت شروع نہیں کیا تھا۔وہ اپنے قلب میں اپنے استاد اور شیخ کا بے حد ادب واحترام رکھتے تھے۔جب تک شیخ ابو سعید باقید حیات رہے تمام علماء ومشائخ، طلباء اور لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے لیکن ان کے وصال کے بعد تمام وابستگان سلسلہ قادریہ نے سیّدنا غوث پاک کے دست پر تجدید بیعت کی اور آپ کو بلا شرکت غیرے اپنا روحانی پیشوا تسلیم کر لیا۔اس لئے آپ کا شمار بطور شیخ الجامعہ کے علاوہ بطور پیر طریقت ہونے لگا۔اس کے ساتھ ہی آپ کی مصروفیات بڑھتی چلی گئیں۔اب آپ اپنا زیادہ وقت روحانی تعلیم و تربیت کو دے رہے تھے۔

اور تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف رہتے۔آپ کی نگاہ نہ صرف ملک عراق پر تھی بلکہ پورا عالم اسلام آپ کی نگاہ میں تھا اصلاح معاشرہ کی اشد ضرورت تھی۔آپ تبلیغی کاموں کے لئے صوفیاء عظام کی ایک جماعت تیار کر رہے تھے۔جامعہ میں علماء اور اساتذہ کی کمی نہ تھی۔آپ کی زیر نگرانی تربیت یافتہ علما' اور فضلاء نور وہدایت سے منور ہو کر اسلام کی روشنی پھیلانے کے لئے عراق اور دیگر ممالک جارہے تھے۔تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کے جامعہ سے ایک خلق کثیر آپ کے علم و عرفان سے فیضاب ہوئی جن کی تعداد بے حد اور بے شمار ہے۔یہ تربیت یافتہ لوگ اپنے اپنے وطنوں میں واپس گئے تو وہاں انہوں نے دینی مدرسے' خانقاہیں اور روحانی مراکز قائم کئے جہاں سے فیضان سلسلہ قادریہ کا اجراء ہوا۔آپ کے چند اکابر شاگردوں کے

اسماء درج کیے جاتے ہیں:۔

(۱) ابو محمد عبداللہ بن ابوالحسن الجبائی (۲) عبدالمنعم بن علی الحرانی (۳) عمر بن مسعود البزاز (۴) عبداللہ بطائی (۵) عبداللہ بن الحسین بن العکبری (۶) عبدالعزیز بن ابونصر الجنائدی (۷) محمد بن ابوالمکارم الجبہ الیعقوبی (۸) یوسف بن مظفر العاقولی (۹) عثمان الیاسری (۱۰) تاج الدین بن بطہ (۱۱) عمر بن المدائنی (۱۲) عبدالکریم بن محمد المصیری (۱۳) محمد بن احمد المؤذن (۱۴) یوسف ہبۃ اللہ الدمشقی (۱۵) احمد بن مطیع (۱۶) علی بن النفیس المامونی (۱۷) شریف احمد منصور (۱۸) علی بن ابوبکر بن ادریس (۱۹) عبداللطیف محمد الحرانی (۲۰) شیخ محمد الخال

سیرت غوث اعظم از محمد داود فاروقی میں پچاس ناموں کی فہرست موجود ہے۔

مفرج بن نبہان روایت کرتے ہیں کہ جب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی شہرت عام ہو گی تو بغداد کے ایک سو عظیم فقہاء یہ طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہم میں سے ہر فرد آپ سے جدا جدا علوم کے متعلق ایک ایک مسئلہ دریافت کرے گا تاکہ آپ عاجز آ جائیں لیکن جب ہم آپ کی مجلس وعظ میں پہنچے تو مجلس ختم ہونے کے بعد حضرت شیخ نے سر جھکا لیا۔ اس وقت آپ کے سینہ سے ایک چمکدار نور ظاہر ہوا جو صرف اہل کشف نے دیکھا۔ پھر وہ نور ان ایک سو افراد کے سینوں میں سے (جو آپ سے مباحثہ کرنے اور امتحان لینے آئے تھے) گزرتا چلا گیا۔ جس کی وجہ سے ان پر خوف طاری ہوا۔ انہوں نے زوردار چیخ ماری اور کپڑے پھاڑ کر آپ کے منبر پر چڑھ کر قدموں میں سر رکھ دیا۔ ان کے ساتھ اہل مجلس نے بھی ایسی زبردست چیخ ماری کہ پورا بغداد ہل گیا۔ اس وقت حضرت شیخ نے ان سے معانقہ کر کے فرمایا: ''تم سب کے سوالات یہ تھے اور ان کا جواب یہ ہے۔'' اس طرح فرداً فرداً ہر شخص کے سوال کا جواب دے دیا۔

اس واقعہ کے بعد وہ جماعت واپس آئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ تمہاری کیا حالت ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جس وقت ہم مجلس میں پہنچے تو تمام اعتراضات بھول چکے تھے لیکن جس وقت حضرت شیخ نے ہمیں سینہ سے لگایا تو ہم لوگوں کو وہ تمام مسائل یاد آ گئے جو ہم نے رات بھر میں تیار کیے تھے۔ اور سب سوالوں کے حضرت شیخ نے ایسے جوابات دیئے جو ہمیں بھی معلوم نہ

تھے۔(قلائد)

سیّدنا غوث اعظم ﷺ کے جامعہ کی شہرت دنیا میں پھیل رہی تھی اور علم وعرفان کے متلاشی یہاں پہنچ رہے تھے لیکن ابھی تک اس جامعہ کی معقول اور باضابطہ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا اور نہ ہی فنڈ پیدا کرنے کی کسی مہم کا آغاز کیا گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں طلباء کو بغیر فیس پڑھانا اور ان کے لئے رہائش اور طعام کا انتظام کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ ان تمام مشکلات کے باوجود سیّدنا غوث پاکؒ نے یہ کبھی گوارا نہ کیا کہ ان کے جامعہ کے طلباء غلہ مانگنے کے لئے زمینداروں کے پاس جایا کریں۔ اس لئے آپ ابتدائی ایام میں کچھ قرضہ حاصل کر کے مدرسہ کے اخراجات پورے کرتے رہے۔ آپ طلباء کی ضروریات پر خصوصی توجہ فرماتے۔ اس کے علاوہ آپ ضرورت مند علماء فقراء اور حاجت مندوں کی بھی خدمت کرتے رہتے۔ ہمارے محبوب آقا خود تو اکثر بیشتر روزے سے رہتے لیکن اکثر طلباء کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی تناول فرماتے اور جامعہ کے تمام انتظامات کا جائزہ خود لیتے۔ دو سال کے قلیل عرصہ میں آپ کی محنت رنگ لائی۔ خدا ترس اور متمول لوگ اپنے وسائل کے ساتھ جامعہ کی خدمت میں کمر بستہ ہو گئے۔ روپیہ پیسے کی کمی جاتی رہی۔ سیّدنا غوث پاک کی یہ کوشش تھی کہ ان کے جامعہ کے تعلیم یافتہ طلباء مالی طور پر محتاج بن کر نہ نکلیں اور لوگوں کی روٹیوں کا انتظار نہ کریں وہ ایسی سختیاں برداشت نہ کریں جیسی کہ آپ خود دوران تعلیم برداشت کر چکے تھے۔ لہٰذا امیر لوگ آگے بڑھے۔ انہوں نے جامعہ کی توسیع کا کام بھی کیا اور جامعہ کو مالی وسائل بھی فراہم کئے اور آپ کی زیر نگرانی طلباء سکون کے ساتھ تحصیل علم کرتے رہے۔

فتاویٰ نویسی: سیّدنا غوث پاک ﷺ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ اطراف واکناف سے آنے والے استفتا کے جوابات تسلی بخش انداز میں دیتے تھے۔ آپ کے دور کے تمام علماء تفسیر و حدیث وفقہ آپ کی اعلیٰ علمی اور روحانی بصیرت کے قائل تھے۔ شیخ عبدالرزاق، شیخ عبدالوہاب اور ابوالقاسم عمر بزاز کا بیان ہے کہ عراق کے علاوہ دیگر بلاد مشرق ومغرب سے بھی حضور غوثیت مآب کے پاس فتوے آیا کرتے تھے ہم نے نہیں دیکھا کہ کوئی استفتا (شرعی مسئلہ) آپ کے

پاس ایک رات رہا ہو یا آپ اس کا مطالعہ فرمائیں یا اُس میں غور وفکر کریں۔ بلکہ استفتاء کو پڑھتے ہی اُسی وقت اس کے ذیل میں جواب تحریر فرمادیا کرتے تھے۔

آپ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ علمائے عراق پر پیش کئے جاتے تو وہ ان کی صحت پر اتنا تعجب نہ کرتے تھے جتنا کہ آپ کے جواب کی سرعت پر حیران ہوتے۔

امام ابویعلی نجم الدین کہتے ہیں کہ اپنے وقت میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ عراق کے اندر فتاویٰ میں مرجع الخلاق تھے۔

امام موفق الدین بن قدامہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ۵۶۱ ہجری میں بغداد آئے۔ اُس وقت میں شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ علم وعمل اور حال و افتاء میں سب سے بڑے ہوئے تھے۔ طالب علموں کو آپ کی موجودگی میں کسی دوسرے کی حاجت نہ تھی کیونکہ آپ جامع علم وفضل تھے۔

آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ عبدالرزاقؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بلاد عجم سے ایک فتویٰ آپ کے پاس آیا۔ اس سے قبل یہ فتویٰ علمائے عراق پر پیش ہو چکا تھا مگر کسی نے بھی اس کا شافی اور تسلی بخش جواب نہیں دیا تھا اس مسئلے کی صورت یہ تھی کہ حضرات علماء اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے طلاق ثلاثہ (تین مرتبہ طلاق) کے ساتھ اس بات کی قسم کھائی کہ اگر وہ ایک ہفتہ میں ایسی عبادت نہ کر سکے جو دنیا کے کسی بھی مسلمان سے نہ ہو سکی ہو تو اسکی بیوی کو طلاق ہوگی۔ لہٰذا پوچھا گیا وہ شخص کون سی عبادت کرے۔ آپ نے فوراً جواب تحریر فرمایا کہ وہ شخص مکہ معظمہ میں چلا جائے۔ اس کے لئے مطاف خالی کرا دیا جائے اور وہ اکیلا طواف کعبہ کرے۔ اس سے اسکی بیوی طلاق سے محفوظ و مامون رہے گی۔ چنانچہ یہ جواب ملتے ہی وہ شخص (سائل) مکہ معظمہ روانہ ہوگیا۔

حضور غوث پاک نے کل چالیس سال وعظ فرمایا جس کی ابتداء ۵۲۱ ہجری اور انتہا ۵۶۱ ہجری ہے۔ اور ۳۳ سال ۵۲۸ ہجری سے ۵۶۱ ہجری تک درس وتدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کا فریضہ سرانجام دیا۔

آٹھواں باب:

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے شیوخِ طریقت

جب حضور سیدنا غوث پاک کے پیر و مرشد کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو تاریخ میں دو نام سامنے آتے ہیں۔ پہلا حضرت شیخ حماد بن مسلم دباسؒ اور دوسرا شیخ ابو سعید مبارک بن علی بن حسین مخزومیؒ۔ غوث پاک رضی اللہ عنہ کی سب سے پہلے حضرت حماد بن مسلم دباس سے ملاقات ہوتی ہے۔ لیکن خرقہ خلافت آپ کو شیخ ابو سعید مبارک ہی سے ملتا ہے۔

حضرت شیخ حماد بن مسلم دباس: شیخ حماد بن مسلم دباس حضور غوث پاک کے پہلے پیر طریقت تھے۔ آپ کا شمار علماء راسخین میں ہوتا ہے جو علوم حقائق میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ بغداد کے بڑے بڑے مشائخ میں شمار ہوتے تھے اور مریدوں کی تعلیم و تربیت میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ بغداد کے کئی مشائخ اور صوفیائے کرام نے آپ سے استفادہ کیا۔ ان میں ہمارے شیخ سیّدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ اور شیخ ابو النجیب سہروردی بھی شامل ہیں۔ سلسلہ سہروردیہ کے پیشوا شیخ شہاب الدین سہروردی کو ناز تھا کہ حضرت حماد الدباس ان کے شیخ الشیخ تھے آپ کی ولادت رحبہ نام ایک گاؤں میں ہوئی جو شام میں دمشق سے میل بھر کے فاصلے پر واقع تھا۔ بغداد میں تشریف لانے پر آپ نے محلہ مظفریہ میں سکونت اختیار کی۔ آپ انگور و خرما کا شیرہ (دبس) فروخت کیا کرتے تھے۔ دبس عربی میں شیرے کو کہتے ہیں جس کو پکا کر گاڑھا کرلیا گیا ہو۔ اسی وجہ سے آپ کو دباس (شیرہ فروش) کہا جاتا تھا۔ مشہور ہے کہ آپ کے شیرہ پر مکھی یا بھڑ نہیں بیٹھتی تھی۔ آپ اُمی محض تھے اسکے باوجود علم و عرفان کا ایسا مخزن تھے کہ بڑے بڑے اکابر اولیاء آپ کی صحبت کو تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لئے خدا کی بے بہا نعمت اور اکسیر تصور کرتے تھے۔ شیخ نجیب الدین سہروردی فرماتے تھے کہ اگر ابو القاسم قشیری شیخ حماد دباس کو دیکھتے تو ان کو اپنے رسالہ میں بہت مشائخ پر مقدم لکھتے۔ بہجۃ الاسرار میں ہے کہ ان کی عظمت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی تاج العارفین ابو الوفا بغداد میں آتے تو شیخ حماد کے پاس اترتے۔ ان کی شان

بڑھاتے۔ مشائخ بغداد ان کی تعظیم کرتے، ان کے حضور میں ادب کرتے، ان کے کلام کو سنتے، آپس میں اختلاف کے وقت ان کو حاکم بناتے۔

شیخ حماد دباس زہد و عبادت، شریعت و طریقت اور کشف و مشاہدہ جیسے فضائل سے متصف تھے۔ تقویٰ اور پرہیز گاری میں بے مثل تھے۔ روایت ہے کہ ایک روز آپ شیخ معروف کرخی کی زیارت کے لیے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک مکان سے ایک عورت کے گانے کی آواز آئی۔ آپ آواز سنتے ہی واپس آ گئے اور اہل خانہ سے فرمایا کہ ہم لوگ کس مصیبت میں مبتلا ہیں کہ لہو ولعب میں مبتلا کرنے والی آواز ہمارے کانوں میں آ پڑی۔ جواباً اہل خانہ نے بتایا کہ ایک برتن خریدا ہے جس پر ایک تصویر بنی ہوئی ہے۔ شاید یہی ہمارا قصور ہے۔ آپ نے وہ برتن منگایا اور تصویر مٹادی۔

شیخ عبداللہ جبائی کا بیان ہے کہ مجھے سید عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ ایک دفعہ بغداد میں کثرتِ فتنہ و فساد کی وجہ سے میں نے ارادہ کیا کہ اس شہر سے کہیں چلا جاؤں۔ چنانچہ میں قرآن مجید بغل میں دبا کر باب حلبہ کی طرف چلا تا کہ جنگل کی طرف نکل جاؤں۔ اچانک ہاتف غیبی نے مجھے آواز دی کہ کہاں جاتے ہو اور زور سے ایک دھکا دیا جس سے میں گر پڑا۔ پھر غیبی آواز سے خطاب ہوا لوٹ جاؤ تمہارے ذریعہ سے خلق کو نفع پہنچے گا۔ میں نے کہا۔ مجھے خلق سے کیا سروکار، میں تو اپنے دین کی سلامتی کے لئے جاتا ہوں۔ اس نے کہا نہیں! تم یہیں رہو تمہارا دین سلامت رہے گا۔ اس کے بعد مجھ پر چند ایسے حالات وارد ہوئے جن پر کچھ حجابات تھے۔ میں نے ان کے لئے بارگاہ خداوندی سے التجا کی کہ اے مولا! مجھے کوئی ایسا بندہ ملا دے جو حجابات ہٹا دے اور شرح صدر حاصل ہو۔ جب دوسرا دن ہوا تو میں مظفریہ میں سے گزرا۔ ایک شخص نے دروازہ کھول کر مجھ سے کہا کہ کیوں عبدالقادر تم نے خدا تعالیٰ سے کل کیا مانگا تھا۔ یہ سن کر میں خاموش رہا اور کچھ نہ بول سکا۔ پھر اس شخص نے غضب ناک ہو کر اس زور سے دروازہ بند کیا کہ اطراف دروازہ سے گرد و غبار اُڑ کر میرے چہرہ پر پڑی۔ میں اسی پریشانی کے عالم میں واپس آ گیا۔ جب کچھ دور نکل گیا تو مجھے رات کا سوال یاد آ گیا اور خیال گزرا کہ

یہ شخص ضرور بالضرور صالحین یا اولیاء اللہ میں سے ہے۔ اس لئے میں دوبارہ اُس گھر کو ڈھونڈنے کے لئے لوٹا مگر باوجود تلاش بسیار نہ پا سکا جس کا مجھے سخت رنج ہوا۔ پھر کچھ مدت کے بعد میں نے ان کو پا لیا اور میری شیخ حماد دباس کے پاس آمدورفت شروع ہو گئی۔ شیخ حماد میرے روحانی اور باطنی اشکال حل فرماتے رہے میں نے ان سے علم طریقت حاصل کیا۔

شیخ ابونجیب سہروردی فرماتے ہیں کہ شیخ حماد کے پاس سے رات کو شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سنائی دیا کرتی تھی۔ آپ کے مریدین نے حضرت شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سلسلہ میں کچھ معلومات حاصل کرنے کی درخواست دی۔ جناب غوث پاک نے شیخ حماد دباس سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ: ''میرے بارہ ہزار مریدین ہیں اور میں ہر شب نا بنام ان کی حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں جب میرا کوئی مرید تصور گناہ بھی کرتا ہے یا تکمیل گناہ سے قبل ہی خوف زدہ ہو کر توبہ کر لیتا ہے تو وہ اپنے قصد گناہ پر دیر تک قائم نہیں رہتا۔'' یہ سن کر غوث پاک نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر مجھے قرب الٰہی حاصل ہو جائے تو میں رب سے یہ وعدہ لے لوں کہ تاحشر میرا کوئی مرید توبہ کے بغیر نہیں مرے گا۔ اور میں سب کا ضامن بھی بن جاؤں گا۔''

یہ الفاظ سن کر شیخ حماد نے فرمایا: کہ ''میں ضمانت دیتا ہوں کہ عنقریب انہیں یہ مرتبہ عطا کر دیا جائے گا اور ان کی وجاہت تمام مریدین پر سایہ فگن ہو گی۔'' یہ واقعہ ۵۰۸ھ کا ہے۔

غوث پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ دوران تعلیم جب بھی میں شیخ حماد دباس کے پاس ہوتا تو آپ فرماتے: ''اے فقیہہ تو یہاں کیوں آتا ہے؟ فقہاء کے پاس جایا کرو۔'' اور جب میں خاموش رہتا تو مجھے زدوکوب کر کے بے حد اذیت پہنچاتے۔ لیکن جب میں دوبارہ ان کے پاس جاتا تو فرماتے کہ آج ہمارے پاس بہت سی روٹیاں اور فالودہ آیا تھا۔ لیکن ہم نے سب کھا لیا' تیرے لئے کچھ نہیں بچایا۔''

شیخ فرماتے ہیں میری یہ حالت دیکھ کر شیخ حماد کے وابستگان بھی مجھے تکلیفیں پہنچانے لگے' اور مجھ سے بار بار کہتے کہ ''تم تو فقیہہ ہو' تمہارا ہمارے پاس کیا کام؟ تم یہاں مت آیا کرو۔''

لیکن جب شیخ حماد کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے خدام سے فرمایا کہ اے کتو! تم اس کو تکلیف کیوں دیتے ہو۔تم میں کسی ایک فرد کو بھی یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ میں تو محض امتحاناً اس کو اذیت دیتا ہوں لیکن یہ ایک ایسا پہاڑ ہے جس میں ذرہ برابر جنبش نہیں ہوتی۔''

حیات الحیوان میں ہے کہ جب غوث پاک پہلی مرتبہ شیخ حماد کی خانقاہ آئے تو شیخ حماد کے ایک مرید نے شہباز پکڑا تھا جس کو لے کر وہ خانقاہ میں آیا تھا۔شیخ حماد نے شیخ عبدالقادر کی ذات میں اپنی باطنی نگاہ سے شہباز دیکھا اور اس نئے آنے والے نوجوان (غوث پاک) کو شہباز اشہب کہہ کر پکارا۔اُس وقت سے سرکار غوث پاک کو شہباز لا مکانی کہتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم شیخ حماد کی خدمت میں مودبانہ حاضری دے کر جب رخصت ہوئے تو شیخ حماد نے فرمایا کہ اس عجمی کا قدم کسی وقت بلند ہو کر تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا۔اور اس کو حکم دیا جائے گا کہ تم کہہ دو: قدمی ھٰذہٖ علٰی رقبۃ کل ولی اللّٰہ (میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے)

حضرت محمود نعال بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا (جناب غوث پاک کے عہد شباب کا واقعہ ہے) کہ میں ایک مرتبہ شیخ حماد کی خدمت میں حاضر ہوا۔حسن اتفاق کہ اسی وقت غوث پاک بھی تشریف لے آئے تو شیخ حماد نے تعظیماً کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور فرمایا: ''خوش آمدید اے مستحکم پہاڑ جو اپنی جگہ سے ذرا برابر بھی جنبش نہیں کرتا۔ پھر انہوں نے اپنے پہلو میں بٹھا کر پوچھا کہ ''حدیث و کلام میں کیا فرق ہے؟'' آپ نے جواب دیا کہ ''حدیث تو وہ ہے جو آپ کے دعووں کا جواب دے اور کلام وہ ہے جو دل پر اثر انداز ہو کیونکہ بیداری قلب تمام اعمال سے افضل ہے۔''

یہ سن کر شیخ حماد نے فرمایا کہ ''تم اپنے دور میں عارفین کے سردار ہو اور بلاشبہ تمہارا جھنڈا مشرق سے لے کر مغرب تک لہرائے گا۔اہل زمانہ کی گردنیں تمہارے سامنے جھک جائیں گی اور اپنے ہمعصروں میں تمہارا مرتبہ بلند ہوگا۔''

شیخ ابو نجیب سہروردی بیان کرتے ہیں کہ ۵۲۳ھ میں ایک مرتبہ میں شیخ حماد کی خدمت

میں حاضر تھا۔ اس وقت شیخ عبدالقادر جیلانی بھی موجود تھے۔ اور شیخ حماد سے بہت ہی عجیب گفتگو کررہے تھے۔ جس پر شیخ نے فرمایا کہ "اے عبدالقادر! تم تو نہایت عجیب کلام کرتے ہو۔ کیا تمہیں اس کا خوف نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مکر میں مبتلا کرے۔"

یہ سن کر شیخ عبدالقادر نے اپنا ہاتھ شیخ حماد کے سینہ پر رکھ کر فرمایا کہ "اپنی چشم باطن سے مشاہدہ فرمالیجئے کہ میری ہتھیلی میں کیا لکھا ہے۔" یہ سن کر شیخ حماد پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور حضرت شیخ عبدالقادر نے ان کے سینہ پر سے ہاتھ ہٹالیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے تمہاری ہتھیلی پر خدا سے کئے ہوئے ستر معاہدوں کا مشاہدہ کرلیا ہے اور ان میں سے ایک معاہدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مکروفریب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ لہٰذا اس وعدہ کے بعد تم چاہے جیسا بھی کلام کرو تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ جس کو چاہئے مرتبہ عطا کر دے۔ وہ بڑا فضل والا ہے۔

"تکملہ" میں شیخ ابوالنجیب سہروردی لکھتے ہیں کہ آغاز حال میں میں نے شیخ حماد دباس کے پاس جاکر شکایت کی کہ باوجود کثرت مجاہدہ وریاضت کے فتح یاب نہیں ہوتا۔ شیخ حماد نے جواب دیا کہ کل مدرسہ سے اٹھو تو ایک ہانڈی میں دودھ لے کر میرے پاس آؤ۔ چنانچہ دوسرے روز میں مدرسہ سے نکل کر دودھ کی ہانڈی سر پر رکھ کر شیخ کی خدمت میں چلا۔ بازار سے گزرا تو لوگ مجھے دیکھ کر حیران ہوئے۔ جب سانس اوپر لیتا تو ایسے معلوم ہوتا جیسے گھی پگھلتا ہے۔ اس طرح اندر سے پگھلتا جاتا ہوں۔ جب شیخ حماد کی قیام گاہ پر پہنچا تو دیکھا وہ دروازے میں کھڑے میرا انتظار کررہے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی ایسا نگاہ ڈالی کہ میں مالا مال ہوگیا اور بے ہوش کر گر پڑا۔ سارا دودھ بھی زمین پر گر پڑا۔ شیخ نجیب فرماتے ہیں کہ میں آج تک اس نگاہ کا اثر محسوس کرتا ہوں۔ غرض یہ کہ شیخ حماد الدباس کی کرامات میں سے ایک یہ ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی اور بھی بہت سی کرامات ہیں۔

شیخ ابونجیب روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ المسترشد باللہ کا ایک غلام آپ کے پاس آیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے اس سے فرمایا مجھے تمہارے نصیب میں قرب الٰہی لکھا نظر آتا ہے۔ دنیا

کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کرو۔ چونکہ خلیفہ کے ہاں اس غلام کی بڑی قدر و منزلت تھی اس نے آپ کا کہنا نہ مانا اور دنیا میں پھنسا رہا آپ نے اسے دوبارہ سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ تب آپ نے فرمایا تیرے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے جس طرح چاہوں کھینچوں۔ اب میں تم پر برص کی بیماری مسلط کرتا ہوں۔ یہ کہنا تھا کہ اسے برص کی بیماری لاحق ہوئی۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ وہ غلام خلیفہ کے پاس گیا۔ خلیفہ نے علاج کروانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا بالآخر اس غلام کو محل سے نکال دیا گیا۔ اس کے بعد وہ پھر شیخ حماد کی خدمت میں حاضر ہوا اور قدم بوسی کے بعد اپنی بدحالی کی شکایت کی اور آپ کے حکم کی تعمیل کا عہد کیا۔ شیخ نے اس کی قمیض اتروا کر فرمایا اے برص! جدھر سے آیا ہے ادھر ہی چلا جا۔ یہ فرمانا تھا کہ برص جاتا رہا اور وہ غلام تندرست ہو گیا۔ اگلے ہی روز اسے پھر خیال آیا کہ کیوں نہ خلیفہ کے پاس دوبارہ چلا جاؤں۔ شیخ حماد نے اپنی انگلی سے اس کی پیشانی پر ایک خط کھینچا۔ اتنی جگہ پر برص کا نشان پھر ظاہر ہوا۔ تب شیخ نے غلام سے فرمایا کہ یہ نشان اب تجھے خلیفہ کے پاس جانے سے روکے گا۔ اب اس غلام پر اثر یہ ہوا کہ اُس نے شیخ کی خدمت میں رہنے کا عہد کر لیا۔

ایک مرتبہ آپ ایک گاؤں سے گزر رہے تھے کہ ایک امیر کو دیکھا جو حالت نشہ میں ایک گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔ آپ نے اسے سخت سُست کہا۔ امیر نے آپ کی شان میں گستاخانہ کلمے کہے اور آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ جلال میں آ گئے۔ اس وقت شیخ حماد نے فرمایا اے اللہ کے گھوڑے اس امیر کو لے جا یہ کہنا تھا کہ گھوڑا چشم زدن میں اپنے سوار کو ہوا کی طرح اڑا کر لے گیا۔ اور وہ نظر سے ایسا گم ہوا کہ پھر کبھی نظر نہ آیا اور نہ ہی اس کا کوئی سراغ ملا۔ پھر ایک مرتبہ شیخ حماد نے فرمایا کہ: ''خدا کی قسم وہ گھوڑا اس کو لے کر کوہ قاف کے پیچھے چلا گیا اور اب وہ امیر روز قیامت کو وہیں سے اٹھایا جائے گا۔''

شیخ کیمیائی، شیخ بزاز اور شیخ ابوالحسن بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ کے ہمراہ ۲۷ ذی الحجہ بروز بدھ ۵۲۳ھ کو مقبرہ شونیز میں مزارات کی زیارت کے لئے پہنچے۔ اس وقت آپ شیخ (غوث پاک) کے ساتھ فقہاء و قراء کی ایک بڑی جماعت بھی تھی۔ وہاں شیخ

عبدالقادرؒ حضرت شیخ حماد دباس کے مزار پر بہت دیر کھڑے رہے حتیٰ کہ گرمی نے شدت اختیار کر لی۔ لیکن آپ کو دیکھ کر تمام لوگ بھی آپ کے پیچھے ساکت کھڑے رہے۔ جب آپ واپس ہوئے تو آپ کے چہرے مبارک پر بہت بشاشت تھی۔ لوگوں نے جب طویل قیام کی وجہ دریافت کی تو آپ نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''میں جمعہ ۱۵ شعبان ۴۹۹ھ میں شیخ حماد کے ہمراہ جمعہ کی نماز کے لئے جامعہ الرصافہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت ہمارے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی۔ چنانچہ جب ہم لوگ قنطوہ یہود (پل کا نام) کے قریب پہنچے تو شیخ حماد نے شدید سردی کے باوجود مجھے پانی میں دھکا دے دیا۔ میں نے بسم اللہ کہہ کر غسل کی نیت کر لی۔ اس وقت میرے جسم پر ایک اُونی جُبہ تھا۔ اور دوسرا جُبہ میری آستین میں تھا۔ جسے نکال کر میں نے ہاتھ میں اٹھا لیا تا کہ بھیگنے سے محفوظ رہ جائے۔ شیخ حمادؒ مجھے دھکا دے کر آگے چل دیئے۔ چنانچہ میں نے پانی سے نکل کر اپنا جُبہ نچوڑا اور ان کے پیچھے روانہ ہو گیا مجھے دیکھ کر لوگوں نے رشک کیا تو شیخ حماد نے انہیں جھڑک کر فرمایا کہ میں نے تو محض امتحاناً اس کو نہر میں دھکیلا تھا۔ لیکن وہ (شیخ عبدالقادر) ایسا گوہ گراں ہے جو اپنی جگہ سے حرکت ہی نہیں کرتا۔''

اس کے بعد جناب شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ: ''آج میں نے شیخ حماد کو قبر میں ایسی حالت میں دیکھا کہ ان کے جسم پر جواہرات سے مرصع ایک حلّہ (چغہ) ہے اور آپ کے سر پر یاقوت کا تاج' ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور دونوں پاؤں میں طلائی جوتے ہیں لیکن آپ کا دایاں ہاتھ شل ہے۔ جب میں نے پوچھا کہ آپ کے ہاتھ کو کیا ہو گیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس ہاتھ سے میں نے تجھے پانی میں دھکا دیا تھا۔ کیا تو مجھے معاف نہیں کر سکتا؟ میں نے آپ کو بلاشبہ معاف کیا۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا کہ خدا سے دُعا کر کہ یہ میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے۔ چنانچہ میں جس وقت کھڑا دُعا کر رہا تھا تو پانچ ہزار اولیاء کرام اپنے مزارات میں میری دعا پر آمین کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرما کر شیخ حماد کے ہاتھ کی تکلیف دُور فرما دی۔ اور آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اس طرح میری اور ان کی خوشی پوری ہو گی۔''

جب بغداد میں اس واقعہ کی شہرت ہوئی تو لوگوں میں مختلف چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ تو

شیخ حماد کے متعلق بہت سے مشائخ اور صوفیاء حقیقتِ حال دریافت کرنے کے لئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مدرسہ میں جمع ہو گئے۔ لیکن آپ کے رعب وجلال کی وجہ سے کسی میں کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آخر آپ نے ہی اُن کی خواہش کے مطابق فرمایا: ''تم لوگ دو بزرگ افراد کو منتخب کرلو۔ ان کی زبانوں پر خود بخود وہ بات آجائیگی جو تم سننا چاہتے ہو۔''

چنانچہ شیخ ہمدانی جو اُسی دن بغداد آئے تھے اور دوسرے شیخ عبدالرحمٰن کو جو بغداد ہی میں مقیم تھے منتخب کرلیا گیا۔ لہٰذا ان دونوں نے غوث پاک سے عرض کیا کہ ہم آپ کو جمعہ تک کی مہلت دیتے ہیں تاکہ آپ کے قول کے مطابق ہماری زبانوں سے خود بخود اس واقعہ کا اظہار ہو جائے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ''انشاء اللہ تعالیٰ تم لوگ اُٹھنے بھی نہ پاؤ گے کہ یہ واقعہ تم پر منکشف ہو جائے گا۔''

یہ فرما کر غوث پاک نے مراقبہ فرمایا اور پوری جماعت بھی مراقب ہو گی۔ اُسی وقت مدرسہ کے باہر درویشوں میں چیخ و پکار سنائی دی۔ اور اچانک شیخ یوسف ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے مدرسہ میں داخل ہوئے اور عرض کیا کہ: ''میں خدا کو شاید بنا کر کہتا ہوں کہ شیخ حماد نے ابھی ابھی مجھ سے یہ فرمایا ہے کہ عبدالقادر کے مدرسہ میں تمام مشائخ سے کہہ دو کہ عبدالقادر نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل سچ ہے۔'' اور ابھی ان کی یہ بات ختم بھی نہ ہونے پائی کہ شیخ عبدالرحمٰن نے بھی شیخ یوسف ہمدانی کی طرح قول نقل کیا۔ یہ سن کر پوری جماعت نے معافی مانگی اور سب کے سب حضرت شیخ کے حق میں دُعا کرتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

شیخ شمس الدین ابو مظفر کہتے ہیں کہ ''اگر شیخ حماد میں زہد طریقت اور مکاشفہ کا کوئی بھی وصف نہ ہوتا' جب بھی ان کے لئے یہ بہت کافی تھا کہ وہ حضرت شیخ عبدالقادر کے اُستاد تھے۔''

شیخ حماد دباس شام کے باشندے تھے لیکن بغداد میں مظفریہ کے مقام پر سکونت اختیار کر لی تھی اور تاحیات وہیں مقیم رہے۔ آپ کا وصال ۵۲۵ھ میں ہوا۔ اور شونیزیہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے بعض مورخین کہتے ہیں کہ آپ کا مزار دمشق میں موصولی کے قبرستان میں ہے لیکن پہلا قول زیادہ درست ہے۔

شیخ حماد دباس کے کچھ نادر اقوال یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے نزدیکی راستہ اس کی محبت ہے اور اس کی محبت میں صفائی پیدا نہیں ہوتی جب تک کہ محبّ روح بغیر نفس نہ رہ جائے۔ یعنی روح بلا نفس نہ رہ جائے۔ جب تک اس کا نفس باقی ہے وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے عشق کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔

(۲) فرمایا ازلی محبت تقدیر سے پہچانی جاتی ہے۔ ازلی عشق خلق وامر سے جو تیرے پاس امر ہے اس کے موافق کر بچ رہے گا۔

(۳) اس چیز کو پہچان جو یہاں پر تیرے وجود میں پائی جاتی ہے تو موحد ہوگا اور اپنے ارادہ کو اس کی تدبیر پہچان تو فانی ہو جائے گا۔ اگر وہ تجھے بلائے تو اس کی بات مان لے۔ اگر تجھ سے وعدہ کرے تو توکل کر۔ اگر تیرے برخلاف مقدر کرے تو تسلیم کر۔ اگر وہ کہے میں نے تجھ کو پسند کیا تو کہہ دے کہ میں نے سپرد کر دیا۔ اگر تجھ سے کہے کہ طلب کر تو کہو کہ تو نے سچ کہا۔ اگر تجھے کہے کہ میری عبادت کر تو کہو کہ مجھے توفیق دے۔ اگر تجھے کہے کہ مجھ کو ایک سمجھ تو کہو کہ مجھ کو جذب کر لے۔

(۴) جب معرفت آ جائے تو وہ افعال ربانی ہو جاتے ہیں۔ موجودات جاتے رہتے ہیں اور تمہاری ساری ہستی زائل ہو جاتی ہے۔ تم اس کے قبضہ میں ایسے صاحب دل ہو جاؤ گے کہ تمہاری جو چیز ہوگی وہ رب عزّ وجل ہی کے ذریعہ سے ہوگی۔

شیخ ابوسعید مبارک مخزومیؒ

غوث پاک کے شیخ طریقت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی قدس سرہٗ اپنے وقت کے اکابر اولیاء میں سے تھے۔ سفینۃ الاولیاء میں آپ کی کنیت ابویوسف لکھی ہے مگر دوسری تمام کتابوں میں ابوسعید ہی تحریر ہے آپ کا مذہب حنبلی تھا اور آپ شیخ ابوالحسن علی بن الہنکاری کے مرید تھے۔ شیخ ابوالحسن الہنکاری خود عالم اور عارف کامل بزرگ تھے۔ شیخ الاسلام آپ کا لقب تھا۔ تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ آپ عتبہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ کی اولاد سے ہیں۔

بہت بڑے عابد تھے علم حاصل کرنے کے لئے بہت سفر کیئے۔ آپ ہنکار کے رہنے والے تھے جو موصل کے قریب ایک مقام ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ کرد تھے۔ اور یہ کردوں کا قبیلہ موصل کے قریب سکونت رکھتا تھا۔ سفینۃ الاولیاء کے مطابق آپکی تاریخ وصال ۴۸۶ھ ہے۔

شیخ ابو سعید مبارک اپنے وقت کے فقہاء میں ہی نہیں بلکہ عرفاء و زہاد میں بھی بلند مقام کے مالک تھے۔ غوثِ پاکؒ نے آپ ہی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی اور خرقہ ولایت حاصل کیا۔ آپ ہی غوثِ اعظم کے شیخ اور پیر طریقت تھے۔ آپ جس عمارت میں درس و تدریس دیا کرتے تھے وہ مدرسہ باب الازج کے نام سے مشہور تھی۔ غوث پاکؒ بھی اسی مدرسہ میں وعظ فرمایا کرتے تھے اور آج غوث پاک کا دربار شریف بھی اسی مدرسہ میں ہے۔

غوث پاک خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بُرج میں جس کا نام میرے طویل قیام کی وجہ سے بُرج عجمی پڑ گیا گیارہ سال گزارے۔ اس بُرج میں ایک روز میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک مجھے نہ کھلائیں گے ہرگز نہیں کھاؤں گا اور جب تک نہ پلائیں گے ہرگز نہیں پیوں گا۔ پس چالیس دن بغیر کھائے پئے گزر گئے۔ اس کے بعد ایک شخص کھانا لے کر میرے پاس آیا اور رکھ کر چلا گیا۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے نفس نے مجبور کیا کہ کھانا شروع کر دوں۔ لیکن میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے جو عہد اپنے پروردگار سے کیا ہوا ہے اسے ہرگز نہ توڑوں گا۔ پس میرے نفس نے اندر سے چلا کر کہا ہائے ''بھوک''۔ مگر میں نے اس کی بھی کچھ پرواہ نہ کی۔ اس حالت میں شیخ ابو سعید مبارک مجھ پر گزرے۔ انہوں نے جب میرے باطن سے اٹھی چلانے کی آواز سُنی تو میرے پاس آ کر پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ صرف اضطراب نفس ہے۔ روح بفضلہٖ مطمئن ہے۔ شیخ مخزومی نے فرمایا کہ میرے پیچھے باب ازج میں میرے پاس آؤ۔ یہ کہہ کر آپ چلے گئے اور مجھے میرے حال پر چھوڑ گئے۔ میں نے دل میں کہا جب تک آپ نہ لے جائیں گے میں یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گا۔ اتنے میں حضرت خضر علیہ السلام آ گئے اور مجھ سے کہا اُٹھو اور شیخ ابو سعید کے پاس چلو۔ پس میں ان کے پاس چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے میرا انتظار کر رہے ہیں۔

مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے کیا میرا کہنا تیرے لئے کافی نہ تھا کہ خضرؑ کو تکلیف کرنی پڑی اور ان کے کہنے پر تم آئے ہو۔ یہ کہہ کر آپ مجھے اپنے گھر کے اندر لے گئے۔ وہاں کھانا تیار تھا۔ آپ مجھے خود اپنے ہاتھوں سے کھلانے لگے۔ یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا۔ غوث پاکؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو سعید کے ہاتھ کا جو لقمہ میرے منہ میں جاتا تھا وہ میرے باطن میں ایک نور بھر دیتا تھا۔

اس کے بعد شیخ ابو سعید نے آپ سرکار غوث پاک کو خرقہ ولایت عطا کیا اور فرمایا کہ یہ وہ خرقہ ہے جو جناب رسالت مآبؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عنایت فرمایا تھا۔ ان سے خواجہ حسن بصریؒ کو ملا۔ پھر ان سے دست بدست مجھ تک پہنچا اور اب میں تمہیں دے رہا ہوں۔ یہ خرقہ پہننے کے بعد غوث پاک پر برکات و تجلیات الٰہیہ نے اور زیادہ ظہور کیا۔ شیخ ابو سعید لکھتے ہیں کہ ایک دوسرے سے تبرک حاصل کرنے کے لیے میں نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کو اور انہوں نے مجھے خرقہ پہنایا۔

مدرسہ باب الازج جو بغداد میں حضرت غوث اعظم سے منسوب ہے اسے شیخ ابو سعید ہی نے قائم کیا تھا اور اپنی زندگی ہی میں اسے مکمل کر کے غوث اعظم کے حوالے کر دیا تھا۔ شیخ ابو سعید نے یکم محرم ۵۱۳ھ میں وفات پائی۔

☆☆☆

نواں باب:

فضائل ومناقب

سیّدنا غوث اعظمؓ فرماتے ہیں ۔

وَ وَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا   فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالِ

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اقطاب پر حاکم بنایا ہے۔ پس میرا حکم ہر حال میں نافذ ہے۔

اَنَا الْحَسَنِیُّ وَلْمَخْدَعُ مَقَامِیْ   وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ

(ترجمہ) میں حسنی نسب ہوں اور مخدع میرا مقام ہے اور میرے قدم مردانِ خدا کی گردن پر ہیں۔

حضور غوث پاک کا قدم مبارک تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے اس میں تمام اولیائے متقدمین، معاصرین اور متاخرین سب شامل ہیں۔ البتہ حضرات صحابہ کرام اور آئمہ اہل بیتؓ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی اور دیگر تمام اولیاء اس فرمان قَدَمِیْ هٰذِهٖ کی اسی وسعت کے قائل ہیں اور بقول امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی قطبیت کبریٰ اور غوثیتِ کبریٰ کا مرکزی مقام قیامت تک آپ کی ذات گرامی سے مختص ہے۔ اور تمام اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے لئے فیوض و برکات کا حصول جناب غوثیت مآب کے وسیلہ اور ذریعے سے ہے۔ ورنہ کسی بھی سلسلے کا کوئی بھی روشن ضمیر ولی نہ تو مرتبہ ولایت کو پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی آگے قدم بڑھا سکتا ہے۔ حضور غوث پاک کی غوثیت ہمیشہ کے لئے قائم ودائم ہے جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ۔

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا   اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

ترجمہ: پہلوں کے آفتاب ولایت غروب ہو گئے مگر ہمارا آفتاب (سلسلہ قادریہ) ہمیشہ بلندی کے افق پر چمکتا رہے گا۔

سیّدنا غوث اعظمؓ مقام مخدع پر فائز ہیں یہ وہ مقام ہے جو بڑے بڑے اولیائے کرام اور اقطاب زمانہ کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے۔ اسی لئے اولیائے کرام کچھ وقت، بعض

وقت یا ہمہ وقت اپ کی شان وعظمت سے بے خبر رہتے ہیں یہاں تک کہ بعض اولیاء معاصرین بھی آپ کو پہچان نہ سکے اور برابری کا دعویٰ کر بیٹھے اور جب آگاہ ہوئے تو آپ کی عظمت کے سامنے گردن جھکا دی۔ حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ بھی معاملہ کچھ عرصہ ایسا ہی رہا یہاں تک کہ حضور غوث پاک نے ان کی دستگیری فرمائی اور آگے بڑھایا۔

ازل میں تخلیق کائنات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریمؐ کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے ''سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا'' اور حدیث ''میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔'' سے یہ واضح ہے۔ حضرت سلطان باہو رسالہ روحی میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور سرور کائناتؐ کے نور کو اپنے نور ذاتی سے پیدا فرمایا اور حضورؐ کے نور ذاتی سے سات ارواح پیدا فرمائے جن میں حضرت محبوب سبحانی سیّدنا شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کی روح مبارک شامل ہے۔ غوث پاک اپنے قصائد میں اسی بات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں ۔

وَ سِرِّیْ فِی الْعُلْیَا بِنُوْرِ مُحَمَّدٍ　　　فَکُنَّا بِسِرِّ اللّٰہِ قَبْلَ النُّبُوَّۃِ

(ترجمہ) اور میرا بھید بلندیوں میں محمدﷺ کے نور کے ساتھ تھا پس اللہ کے بھید میں ہم نبوت سے پہلے تھے۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

اَنَا کُنْتُ فِیْ الْعُلْیَا بِنُوْرِ مُحَمَّدٍ　　　وَفِیْ قَابَ قَوْسَیْنِ اجْتِمَاعُ الْاَحِبَّۃِ

(ترجمہ) میں بلندیوں میں نوری محمدیؐ کے ساتھ تھا اور قاب قوسین میں پیاروں کا ملاپ تھا۔

شب معراج جب سرور کونینؐ براق پر سوار ہو کر حضرت جبریلؑ کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوئے تو سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبریلؑ رک گئے اور عرض کیا یا رسول اللہﷺ اگر میں ایک بال برابر بھی آگے بڑھوں تو تجلیات الٰہی سے جل جاؤں گا۔ اس مقام پر براق بھی رک گیا اور آپؐ کی خدمت میں رف رف کو سواری کے طور پر پیش کیا گیا لیکن ایک مقام پر رف رف بھی رک گیا کیونکہ اس کی پرواز کی بھی یہی انتہا تھی۔ آگے عالم لاہوت ہی تھا۔ حضرت سلطان باہو نے

اپنی کتاب نور الہدیٰ اور عبدالقادر ابن محی الدین اربلی نے تفریح الخاطر میں لکھا کہ اس مقام تنہائی پر حضور غوث اعظم کی روح مبارک کو معشوقی صورت میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا اور آپ ﷺ نے غوث اعظم کی معشوقی صورت کی گردن پر پاؤں رکھا اور سواری کی حیثیت سے آپ کو مقام قرب قاب قوسین او ادنیٰ تک پہنچایا دیا۔ حضورؐ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ یہ کون ہے جس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو رہی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے حبیب! تمہیں مبارک ہو کہ یہ محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح ہے جو آپ کی امت کے ایک ولی کامل اور آپ کی آل سے ہوں گے۔ اُس وقت حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اے فرزند جیسا کہ تو نے اپنی گردن میرے قدموں کے نیچے پیش کی کل تم اللہ کے حکم سے یہ فرمان جاری کرو گے قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ اور میری امت کے تمام اولیاء اپنی گردنیں تیرے قدم کے نیچے پیش کریں گے۔ تفریح الخاطر میں ہے کہ جب غوث اعظم کی ولادت ہوئی تو آپ کی گردن مبارک پر حضورؐ کے قدم مبارک کے نشان موجود تھے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضورؐ کو جسمانی و روحانی معراج حاصل ہوئی تو آپ کی رفاقت میں حضور غوث پاک کو روحانی معراج حاصل ہوئی اور آپ سرکار مقام قاب قوسین اَو اَدنیٰ کے راز سے بھی واقف ہوئے جیسا کہ خواجہ معین الدین چشتی نے غوث پاک کی شان میں اپنی مشہور منقبت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

در شرع بغایت پر کاری چالاک چو جعفر طیاری
بر عرش معلیٰ سیاری اے واقفِ رازِ اَو ادنیٰ

(ترجمہ) یعنی اپ سرکار شریعت کے کامل متبع اور جعفر طیار کی طرح سمجھدار، عرش معلیٰ پر سیر فرمانے والے اور راز او ادنیٰ کے واقف ہیں۔

حضرت ملا شاہ بدخشانی نے آپ کی شان میں فرمایا۔

آں کیست کہ در راہ ولایت شاہست شاہ ہمہ اولیائے آن درگاہ است
اللہ و رسول غوث گفتش قدمک قولِ رَقَبَ کُلِّ وَلِیِّ اللہ است

(ترجمہ) ولایت کی سلطنت کا کون شہنشاہ ہے اور جو تمام اولیاء اللہ کا سردار ہے اللہ اور اس کے رسولؐ نے ان کی شان میں 'غوث' فرمایا کہ ان کا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔

روایت ہے کہ روز الست جب تمام ارواح کی صفیں بنائی گئیں تو پہلی صف انبیاء کرام کی تھی۔ دوسری اولیائے کاملین' تیسری صف ابدال' اوتاد اور چوتھی صف شہدا کی تھی۔ پانچویں صف نیک پارسا مومنین اور کچھ صفیں لوگوں کے عیان ثابتہ (مقدرات) کے مطابق بنائی گئی تھیں حضور سیّد کونین امام الانبیاءؐ اپنے دست مبارک میں نور کی چھڑی لے کر صفوں کو درست فرماتے تھے۔ اس اثنا میں سیّدنا غوث پاک کی روح انور جو دوسری صف میں تھی بے چینی کے ساتھ آگے بڑھ کر پہلی صف میں شامل ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ حضور نبی اکرمؐ نے اُسے اشارہ فرمایا کہ اولیاء اللہ کی صف میں چلی جاؤ۔ یہ روح واپس دوسری صف میں آ گئی تھوڑی دیر بعد پھر آگے بڑھ کر انبیاء کی ارواح والی صف میں شامل ہونے لگی۔ اس طرح تین مرتبہ کوشش ہوئی۔ بلآخر حضور نبی اکرمؐ نے اُسے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو تمہیں پہلی صف میں کھڑا ہونے کی اجازت مل جاتی۔

ایک دن ایک قاری نے سیّدنا غوث اعظمؒ کے سامنے یہ آیت کریمہ تلاوت کی لمن الملک الیوم (یعنی آج کس کی بادشاہت ہے) حضور غوث پاک سن کر کھڑے ہو گئے۔ آپ کے جلال کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو گئے۔ آپ نے لوگوں کو اپنی اپنی جگہ بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے دو تین مرتبہ پوچھا: کون پوچھ رہا ہے؟ میں کہتا ہوں: الملک لی! آج شہنشاہی میرے لیے ہے یہ بات سنتے ہی اہل مجلس میں سے ایک شخص احمد نامی آپ کی جانب بڑھا اور پکار کر کہنے لگا: انا اقوال الملک لی لا نہ لی لم یکن لہ مثلہ' (میں کہتا ہوں بادشاہی میرے لیے ہے وہ میرے واسطے ہے اور اس کے واسطے ہے جس کی مثل اور کوئی نہیں) اس پر جناب غوث اعظمؒ نے بڑے زور سے چیخ ماری اور فرمایا: او احمق! تم اس کے اہل کہاں سے ہو گئے۔ کیا تم نے اس بلا کو دیکھا ہے جو تمہارے گرد گھومتی ہے۔ یہ بات سنتے ہی وہ شخص چلاتا ہوا اور اپنے بدن سے صوف کا لباس پھاڑتا ہوا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ (زبدۃ الآثار)

غوث پاک کے صاحبزادگان شیخ عبدالوہاب اور شیخ عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ شیخ بقا ابن بطو نے ۵ رجب بروز جمعہ صبح کے وقت ہمارے والد ماجد کے مدرسہ میں یہ واقعہ بیان کیا کہ:

"گذشتہ شب حضرت شیخ کے جسم سے ایک نور برآمد ہوا۔ اور اُس وقت کوئی فرشتہ ایسا باقی نہ رہا جس نے زمین پر نازل ہو کر آپ سے مصافحہ نہ کیا ہو اور آپ کو شاہد و مشہود کے لقب سے موسوم نہ کیا ہو"۔

یہ واقعہ سُن کر جب صاحبزادگان نے والد ماجد سے دریافت کیا کہ آپ نے صلوۃ رغائب پڑھی ہے؟ تو آپ نے جواب میں مندرجہ ذیل پانچ اشعار پڑھے:۔

اِذَا نَظَرَتْ عَیْنِیْ وُجُوْہَ حِبَائِبِیْ   فَتِلْکَ صَلٰوتِیْ فِیْ لَیَالِیْ الرَّغَائِبْ

جب میری آنکھ محبوبوں کا چہرہ دیکھنے لگی تو وہی میری صلوٰۃ رغائب ہے۔

وُجُوْہٌ اِذَا مَا سُفِرَتْ عَنْ جَمَالِھَا   اَضَاءَ تْ لَھَا الْاَکْوَانُ مِنْ کُلِّ جَانِبِ

جب چہرے اس کے جمال کو ظاہر کرتے ہیں تو ہر سمت سے کون و مکان روشن ہو جاتے ہیں۔

حرمت الرضا لم اکن باذلادمی   اُزَاحِمُ شُجْعَانِ الْوَغٰی بِالْمُنَاکِبِ

میرے اوپر مقامِ رضا حرام ہے، جب تک میں مزاحمت کر کے سرکش بہادروں کو نہ بھگا دوں۔

اُشُقُّ صُفُوْفَ الْعَارِفِیْنَ بَعَزْمَۃٍ   تَعَلّٰی مَجْدِیْ فَوْقَ تِلْکَ الْمَرَاقِبْ

میں عارفین کی صفوں کو اپنے عزم سے چیر دیتا ہوں اور اس وجہ سے میری بلندی و بزرگی اُن کے مراتب سے بالاتر ہو گئی۔

وَمَنْ لَمْ یُوْفِ الْحُبَّ مَا یَسْتَحِقُّہٗ   فَذَاکَ الَّذِیْ لَمْ یَاْتِ قَطُّ بِوَاجِبِ

جس نے محبت کا حق کماحقہ پورا نہ کیا اُس نے ایک فرض کو پورا کرنے میں کوتاہی کی۔

جب آپ سے مقامات ابتداء و انتہاء کے بارے میں معلوم کیا گیا تا کہ دُوسرے بھی اُس کو مشعلِ راہ بنائیں۔ اُس وقت آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

اَنَا رَاغِبٌ فِیْمَنْ تَقَرَّبَ وَصْفُہٗ   وَمُنَاسِبٌ لِفَتٰی یُلَاطِفُ لُطْفُہٗ

میں اُس کی طرف راغب (مائل) ہوں جس کی صفت تقرب ہے۔ اور ہر جوانمرد کو اس جیسی مہربانی کرنی لازم ہے۔

وَمَفَاوِضُ الْعُشَّاقِ فِیْ اَسْرَارِهِمْ وَمِنْ كُلِّ مَعْنًی لَمْ يُسْعِنِیْ كَشْفَه‘

جوکہ عشاق کا ہمراز اُن کی ہر طرح کی آرزوؤں سے اور وہ اُن سے واقف ہے جس کے بیان کیلئے زبان کو یارا نہیں۔

قَدْ كَانَ يُسْكِرُنِیْ مِزَاجُ شَرَابِهٖ وَالْيَوْمَ يَصْحِيْنِیْ لَدَيْهِ صَرْنَه‘

جس شراب محبت کی بو مجھے بدمست کر دیتی ہے۔ لیکن آج اس کے پینے کی زیادتی مجھے زیادہ شعور رہی ہے۔

وَاَغِيْبُ عَنْ رُشْدِیْ بِاَوَّلِ نَظْرَةٍ وَالْيَوْمَ اسْتَجِيْلِيْهِ ثُمَّ اَزُفُه‘

ابتداء میں مجھے پہلی نظر ہی میں بے ہوشی ہو جاتی تھی۔ اب میں اُس کی تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہوں اور اُس کے سامنے آتا ہوں۔

سیّدنا غوث اعظمؒ کی یہ شان تھی کہ حاضرین مجلس کے سروں پر ہوا کے دوش قدم رکھ کر چلا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ اُس وقت تک آفتاب طلوع نہیں ہو سکتا جب تک کہ مجھے سلام نہ کرلے۔ اسی طرح ماہ ایام شب و روز بھی مجھے ہر ہر لمحہ کی خبر دیتے رہتے ہیں اور ہر نیک و بد کے احوال میرے سامنے پیش کرتے ہیں۔ میری نگاہیں لوح محفوظ پر مرکوز رہتی ہیں اور میں علم خداوندی کے دریا میں غوطہ زن ہوں ہو کر ذات باری تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا رہتا ہوں اور نائب رسول اللہ ﷺ ہونے کی حیثیت سے میں تمہارے لئے حجت ہوں۔ ہر ولی اللہ اپنے نبی کے نقش قدم پر چلتا ہے اور میں اپنے جد اعلیٰ جناب رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر اس طرح گامزن رہتا ہوں کہ سوائے قدم نبوت کے میرا قدم آپ ہی کے قدم پر ہوتا ہے۔ میں جنات اور ملائکہ کا بھی شیخ ہوں (قلائد الجواہر)

ایک مرتبہ فرمایا کہ "جب تم خدا سے دُعا مانگو تو میرے وسیلے سے مانگو اور اے اہل مشرق و مغرب! آؤ اور مجھ سے علم حاصل کرو۔ اے اہل عراق طریقت کے اقوال میرے پاس اس

طرح موجود ہیں جس طرح مکان میں کپڑے لٹکے ہوئے ہوں اور جو کپڑا تم چاہو پہن لو۔"

فرمایا اے فرزند! اگر تجھے ایک ہزار سال کا بھی سفر کرنا پڑے تو بھی مجھ سے آ کر صرف ایک حکم سن لے تو اس موقع پر تجھے ولایتیں بھی حاصل ہوں گی اور اعلیٰ مراتب بھی۔ تمہیں چاہیئے کہ سلامتی کی راہ اختیار کر و ورنہ میں تم پر ایسا لشکر مسلط کر دوں گا جس کے مقابلے کی تم میں سکت نہ ہوگی۔ میری مجلس میں جوتے اتار کر داخل ہو کیونکہ میری مجلس میں کوئی ولی اللہ ایسا نہیں جو حاضر نہ ہوتا جو زندہ ہیں وہ اپنے اجسام کے ساتھ اور جو مر چکے ہیں وہ اپنی ارواح کے ساتھ۔ پھر فرمایا اے فرزند جب منکر نکیر تیری قبر میں آئیں تو ان سے میرے بارے میں دریافت کرنا۔ وہ تجھ کو میرے متعلق سب کچھ بتا دیں گے۔" (قلائد)

ابراہیم داری کا بیان ہے کہ ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانی جمعہ کے دن جب جامع مسجد تشریف لے جاتے تو بازار میں لوگ آپ سے اپنی حاجتیں بیان کرنے کے لئے رک جاتے کیونکہ آپ کو قبولیت عامہ اور نہایت درجہ شہرت حاصل تھی۔ باوجود اس کے بلا ضرورت کلام نہ فرماتے اور ضرورت کے وقت بلیغ خطبہ دیتے۔

ایک مرتبہ نماز جمعہ کے موقع پر مسجد میں حضرت شیخ کو چھینک آ گئی تو تمام لوگوں نے اتنی زور سے یرحمک اللہ کہا کہ جامع مسجد گونج اٹھی۔ اس وقت خلیفہ مستنجد باللہ بھی مسجد میں موجود تھا۔ جب اس نے گونج کا سبب پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ حضرت شیخ کو چھینک آئی ہے اور حاضرین نے اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہا ہے۔ یہ سن کر خلیفہ پر ہیبت طاری ہو گئی۔

شیخ بقا بن بطو، شیخ علی بن ہیتی اور شیخ تیلوی آپ کے مدرسہ میں جھاڑو دیا کرتے تھے اور چھڑکاؤ کیا کرتے تھے۔ لیکن آپ کی اجازت کے بغیر کبھی اندر داخل نہیں ہوتے تھے۔ پھر جب اجازت لے کر اندر داخل ہوتے اور حضرت شیخ بیٹھنے کا حکم دیتے تو سب سے پہلے آپ سے امان طلب کرتے۔ امان مل جانے کے بعد مؤدب ہو کر بیٹھ جاتے۔

جب بھی آپ خلیفہ کو خط ارسال فرماتے تو ان الفاظ میں لکھے: "یہ مکتوب عبدالقادر کی جانب سے ہے جو تم کو فلاں فلاں باتوں کا حکم دیتا ہے اس کا حکم تم پر نافذ ہے اور اس کی اطاعت

تم پر لازم ہے کیونکہ وہ تمہارا مقتدا ہے اور تم پر اس کی حجت قائم ہے۔" جب یہ مکتوب خلیفہ کو پہنچتا تو وہ اس کو چومتا آنکھوں سے لگاتا اور کہتا کہ حضرت شیخ نے بے شک درست تحریر فرمایا ہے۔

سیّدنا غوث پاک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ؐ کو بغداد میں اس طرح دیکھا کہ میں کرسی پر ہوں اور آپ ﷺ سواری پر۔ آپ ﷺ کے پہلو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ اے موسیٰ! کیا تمہاری امت میں بھی کوئی ایسا فرد ہے؟" انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ پھر حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اس وقت اے عبدالقادر! پھر حضور ﷺ نے مجھ سے معانقہ کرتے ہوئے وہ خلعت عطا فرمائی جو آپ ﷺ کے جسد اقدس پر تھی اور فرمایا کہ "یہ خلعت قطبیعت ہے جو ابدال کو عطا کی جاتی ہے۔" پھر آپ ﷺ نے مجھے تین مرتبہ اپنے لعاب دہن سے نوازا۔

محمد بن رافع نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ میں نے قاہرہ کے دارالحدیث میں ۱۰ ذیقعد ۶۳۹ ہجری میں ابراہیم ابن سعد سے یہ سنا کہ جب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے منصور حلاج کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "منصور نے اپنی حیثیت سے بلند دعویٰ کیا اور اپنی طاقت سے اُونچی پرواز کی جس کے نتیجہ میں شریعت کی قینچی سے ان کے پروں کو کاٹ دیا گیا۔" پھر فرمایا "یہ لغزش ان سے ایسے وقت میں ہوئی جب کہ انہیں کوئی سنبھالنے والا نہ تھا۔ اگر میں اس وقت ہوتا تو ضرور ان کو سنبھال لیتا۔ جس طرح میں اس وقت اپنے فیض صحبت یافتہ مرید اور متوسل کی لغزش کرنے والی سواری کو سنبھالتا ہوں اور تا حشر سنبھالتا رہوں گا۔

محمد بن ابی العباس الخضر الحسینی موصلی اپنے والد ماجد کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ۵۵۱ ہجری میں انہوں نے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ ایک بہت وسیع میدان ہے جس میں بحر و بر کے تمام مشائخ جمع ہیں ان کے وسط میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی جلوہ افروز ہیں۔ تمام مشائخ کے سروں پر عمامے ہیں۔ ان میں سے کسی کے عمامہ پر تو ایک چادر اور کسی کے عمامے پر دو چادریں ہیں۔ لیکن حضرت شیخ کے عمامہ پر تین چادریں ہیں۔ دوران خواب یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت شیخ کے عمامہ پر یہ تین چادریں کیسی ہیں۔ نیند سے بیدار ہو کر دیکھا کہ غوث پاک

سرہانے کھڑے فرمارہے ہیں کہ "ایک چادر تو شریعت کی ہے دوسری حقیقت کی اور تیسری شرف وعزت کی۔

شیخ ابومحمد شنبکی نے فرمایا۔ "شیخ عبدالقادر ایسے بزرگ ہوں گے جن کے اعمال واقوال کی لوگ پیروی کریں گے اور حق تعالیٰ ان کی برکت سے بہت سی مخلوق کو مراتب عالیہ پر فائز کرے گا۔ اس بنا پر ان کے پیرو سابقہ سلسلوں کے مقابلے میں فخر کریں گے۔

شیخ ابوالبرکات صخر بن مسافر بیان کرتے ہیں کہ شیخ کے دور میں تمام اولیائے کرام سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ حضرت شیخ کی اجازت کے بغیر وہ کسی کے ظاہر و باطنی احوال میں بذات خود تصرف نہیں کریں گے۔ کیونکہ آپ سرکار کو مقام قدس میں ہم کلام ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اور جس طرح آپ کو زندگی میں تکوینی تصرف عطا کیا گیا ہے وہی حیثیت وفات کے بعد حاصل رہے گی۔ (قلائد)

شیخ مطہر روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے شیخ ابوالوفا کی خدمت میں خانقاہ قلمیبا میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ "اے مطہر! دروازہ بند کر دو اور اگر کوئی عجمی شخص اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کرے تو اس کو منع کر دینا۔" اسی وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور جب میں نے کھڑے ہو کر جھانک کر دیکھا تو وہ شیخ عبدالقادر تھے (یہ آپکا جوانی کا دور تھا) پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ شیخ ابوالوفا سے میری حاضری کی اجازت طلب کرو۔ لیکن انہوں نے اجازت نہ دی۔ تو میں نے دیکھا۔ شیخ عبدالقادر اضطراب میں باہر ٹہل رہے ہیں۔ بعد میں داخلے کی اجازت مل گئی تو شیخ ابوالوفا بذات خود چند قدم بڑھ کر آئے اور بہت دیر تک آپ سے معانقہ کرتے ہوئے فرمایا: "اے عبدالقادر عزت تو خدا ہی کے لئے ہے لیکن میں نے پہلی مرتبہ داخلہ سے اس لئے منع نہیں کیا تھا کہ میں تمہارے مراتب سے واقف نہ تھا۔ بلکہ تم سے خوفزدہ تھا۔ اور جب مجھ کو یہ علم ہو گیا کہ تمہاری آمد کا مقصد مجھ سے کچھ حاصل کرنا ہے اور کچھ دینا بھی ہے تو میرا خوف زائل ہو گیا۔"

شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی بیان کرتے ہیں کہ عہد شباب میں شیخ عبدالقادر جیلانی جس وقت

تاج العارفین ابوالوفا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ فوراً خود ہی کھڑے ہو گئے اور اہل مجلس کو بھی کھڑا ہونے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''سب لوگ ولی اللہ کے لئے مودّب کھڑے ہو جاؤ۔'' کبھی چند قدم آگے بڑھ کر ان کا استقبال کرتے اور کبھی یہ فرماتے کہ جو شخص ولی اللہ کے لئے تعظیماً کھڑا نہ ہوا ہو وہ اب کھڑا ہو جائے۔'' شیخ ابوالوفا کبھی اپنے احباب سے فرماتے کہ: ''اس جوان کا وہ وقت آنے والا ہے جب ہر خاص و عام کو اس کی احتیاج ہوگی۔ کیونکہ میں اس وقت اپنی آنکھوں سے یہ مشاہدہ کر رہا ہوں کہ یہ شخص بغداد میں کہے گا ''قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ'' اور یہ اپنے قول میں حق بجانب بھی ہوگا۔ اور اس کے جملہ کہتے ہی تمام اولیاء اللہ اور اقطاب کی گردنیں خم کر دی جائیں گی۔ لہٰذا تم میں سے اگر کوئی فرد اس دور میں موجود ہو تو اس کی اطاعت اور خدمت کو اپنے اوپر فرض قرار دے لے۔''

شیخ ابوالوفا فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے شیخ عبدالقادر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: حق تعالیٰ سبحانہٗ نے کسی ولی کو ایسے برتر مقام پر نہیں پہنچایا جہاں شیخ عبدالقادر کو پہنچایا اور کسی کو اپنی محبت کا ایسا خوشگوار جام مرحمت نہیں کیا جیسا کہ انہیں عنایت کیا۔'' اور شیخ عبدالقادر جیلانی فرد یگانہ' غوث اعظم اور زمانے بھر کے قطب اولیاء ہیں۔

شیخ ابوالوفا نے یہ بھی فرمایا ''مجھے میرے معبود کی قسم! میں شیخ عبدالقادر کے سر پر ایسا نور دیکھتا ہوں جس کی شعاعیں مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں' ان کے سر پر تاج ہے اور غوث پاک کی طرف منہ کر کے فرمایا: اے شیخ عبدالقادر آج ہمارا وقت ہے اور قریب ہی اب آپ کا وقت شروع ہوگا۔ ہر ایک کا طوطی بولتا ہے اور خاموش ہو جاتا ہے لیکن آپ کا طوطی قیامت تک بولتا رہے گا۔''

شیخ علی بن ہیتی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابوالوفا منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب شیخ عبدالقادر جیلانی ان کی مجلس میں آئے تو سلسلہ وعظ روک کر ان کو باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ ان کے باہر جانے کے بعد پھر وعظ شروع کر دیا۔ اس کے بعد جب غوث اعظم دوبارہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو آپ نے سلسلہ وعظ پھر روک

کران کو واپس جانے کا حکم دیا۔ لیکن جب تیسری مرتبہ تشریف لائے تو شیخ ابو الوفا نے ان سے معانقہ کیا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور حکم دیا کہ سب لوگ ولی اللہ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ فرمایا: ''اے اہل بغداد میں نے ان کو کسی توہین کی نیت سے نکالنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ میرا مقصد یہ تھا کہ تم لوگ اچھی طرح پہچان لو۔ خدا کی قسم ان کے سر پر تاج ہے۔ ان کا دائرہ مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے۔''

پھر فرمایا: ''اے عبدالقادر یہ دور تو ہمارا ہے لیکن عنقریب عراق میں تمہارے مرغ کے سوا تمام مرغ خاموش کر دیئے جائیں گے اور تمہارا مرغ قیامت تک بانگ دیتا رہے گا۔'' پھر آپ نے اپنا مصلیٰ، اپنی قمیض، اپنی تسبیح، اپنا پیالہ اور اپنا عصا غوث پاک کو عطا فرمایا۔ جب تمام لوگوں نے اصرار کیا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی سے بیعت لی جائے تو شیخ ابو الوفا نے فرمایا کہ ''اس کی پیشانی پر تو شیخ ابو سعید مبارک مخزومی کا نشان ہے۔'' پھر اختتام مجلس پر شیخ ابو الوفا منبر پر سے اترنے لگے تو آخری سیڑھی پر بیٹھ کر حضرت شیخ عبدالقادر کا ہاتھ پکڑ کر پورے مجمع کو سنا کر فرمایا کہ: ''اے عبدالقادر! جب تمہارا دور آ جائے تو اس بوڑھے (یعنی شیخ ابو الوفا) کو یاد رکھنا۔''

شیخ عقیل منجی کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ ایک عجمی نوجوان شیخ عبدالقادر بغداد میں بہت مشہور ہیں۔ تو شیخ نے فرمایا: ''بے شک! لیکن وہ زمین کی نسبت آسمانوں میں اور بھی زیادہ مشہور ہیں۔''

مشائخ نے اس بیان کی بڑی وضاحت کی ہے کہ شیخ ابو سعید قیلوی کہتے ہیں کہ میں چند انبیاء اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو کئی بار جناب غوث اعظم کی مجلس میں تشریف فرما دیکھ چکا ہوں جس طرح آقا اپنے غلام کو شرف بخشتے ہیں اسی طرح انبیاء کرام کے ارواح آسمان و زمین کی وسعتوں میں سیر فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا فرشتے گروہ در گروہ حاضر ہوتے ہیں۔ جن اور رجال الغیب بھی کثرت سے آپ کی مجالس میں آتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کو مجلس میں دیکھا گیا میں نے ان سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: فلاح و کامرانی کے لیے اس مجلس میں آنا بڑا ضروری ہے۔

شیخ الحرمین حضرت عبداللہ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کے اوصاف اتنے روشن اور درخشاں ہیں کہ اگر پھولوں کی پتیاں دفتر بن جائیں اور باغوں کی ٹہنیاں قلمیں بنالی جائیں تو آپ کے اوصاف کونہیں لکھا جاسکتا۔ آپ کے کمالات کا احاطہ کرنے میں بڑے بڑے عارفین قاصر ہیں اور کوئی اسلوب تحریر ان کمالات کے مکمل بیان پر حاوی نہیں ہوسکتا۔ اگر ہم لکھنا شروع کردیں تو زمانہ بھر کی قلمیں ناکام ہوجائیں گی۔ امام یافعی نے یہ بھی فرمایا کہ آپ کی کرامات حد تواتر سے ملتی ہیں جتنی کرامات آپ سے وارد ہوئی ہیں اس قدر کسی دوسرے سے رونما نہیں ہوئیں۔ (زبدۃ الآثار)

شیخ عدی بن مسافر نے بیان فرمایا کہ شیخ عبدالقادر نے میری تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر نبوت محنت ومجاہدہ سے حاصل کی جاسکتی تو شیخ عدی بن مسافر کو ملتی۔ شیخ عدی سے لوگوں نے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ آج تک کسی ولی اللہ نے وہ دعویٰ نہیں کیا جو شیخ عبدالقادر نے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں یہ دعویٰ اور کوئی کر بھی نہیں سکتا تھا۔ آپ تو مقام فردیت پر فائز تھے۔ زمانے کے فرد کو جب تک کوئی بات کہنے کا حکم نہ دیا جائے وہ نہیں کہتا۔ شیخ عبدالقادر کو جب حکم ہوا تو پھر انہوں نے یہ دعویٰ (قدمی ھٰذہٖ) کیا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اولیاء اللہ نے آپ کے دعویٰ کے سامنے سر تسلیم خم کردیا جس طرح فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کردیا تھا اولیاء اللہ نے اپنے سر نیاز جھکا دیئے۔

شیخ عزاز بطائحی نے پیشن گوئی کی تھی کہ ۴۷۸ ہجری میں ایک نوجوان جس کا نام سید عبدالقادر ظاہر ہوگا۔ اس کی ہیبت سے ہی مقامات ولایت ظاہر ہوں گے اور اس کی جلالت سے کرامات ظاہر ہوں گی۔ وہ حال پر چھا جائیں گے اور محبت خداوندی کی بلندیوں پر پہنچ جائیں گے۔ تمام عالم امکان ان کے حوالے کردیا جائے گا۔ عام امکان میں جو کچھ بھی ہے آپ کے سامنے لایا جائے گا۔ تمکنت میں ثابت قدم ہوں گے اور عالم قدم کے تمام حقائق آپ کے سامنے ید بیضا کی طرح روشن ہوں گے اور ازل کے تمام اسرار ان پر ظاہر ہوں گے۔ حضرت قدس میں ان کی شان اس قدر بلند ہوگی کہ کسی دوسرے ولی اللہ کو نصیب نہیں ہوگی۔

(زبدۃ الآثار)

شیخ منصور بطائحی کی مجلس میں حضور غوث پاک کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ''عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ سیدنا عبدالقادر کو بہت بلند مقام مل جائے گا۔ دنیا کے تمام عارفین ان کے ماتحت ہوں گے اور ان کا اس حالت میں وصال ہوگا کہ ان سے بڑھ کر خدا اور رسول اللہ ﷺ کی نظروں میں زمین پر محبوب ترین انسان دوسرا نہیں ہوگا۔ حاضرین میں جس کو یہ وقت نصیب ہو اس پر فرض ہے کہ وہ آپ کے مقام کو پہچاننے کی کوشش کرے اور ان کی تعظیم و تکریم کرے۔''

(زبدۃ الآثار)

حضرت شیخ حماد بن مسلم دباسؒ کے سامنے جناب غوث پاک کا ذکر چلا تو آپ نے فرمایا: ''اگرچہ عبدالقادر ابھی نوجوان ہیں مگر میں ان کے سر پر دو جھنڈے لگے دیکھ رہا ہوں۔ یہ جھنڈے ولایت کے ہیں۔ ان جھنڈوں کی فرمانروائی تحت الثریٰ سے لے کر ملکوت اعلاء تک ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے ملکوت اعلاء پر سنا ہے کہ انہیں ان القابات سے نوازا جاتا ہے جن سے صدیقین کو نوازا جاتا ہے۔'' (زبدۃ الآثار)

شیخ ابی محمد قاسم بن عبید بصری نے بتایا کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے سیدنا عبدالقادرؒ کے متعلق پوچھا تو آپ نے بتایا کہ وہ اس وقت کے ''فرد احباب'' ہیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی ولی اللہ کو مرتبہ عالی عطا نہیں فرماتا جب تک کہ حضرت غوث پاک کو منظور نہ ہو۔ کسی مقرب ولی اللہ کو اس وقت تک بزرگی نہیں دی جا سکتی جب تک کہ وہ غوث اعظم کی بزرگی کا اعتراف نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا ولی نہیں بناتا جب تک اُس کے سینہ میں حضرت غوث پاک کا ادب بدرجہ اتم موجود نہ ہو۔ (زبدۃ الآثار)

شیخ ابومدین نے بتایا کہ میں حضرت خضر علیہ السلام کو تین سال تک ملتا رہا۔ ایک روز میں نے آپ سے مشرق و مغرب کے مشائخ کے متعلق گفتگو کی اور اس سلسلہ میں سیدنا شیخ عبدالقادر کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا: ''وہ صدیقوں کے امام ہیں۔ عارفین کے لیے حجت ہیں اور معرفت میں روح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اولیاء اللہ میں ان کی شان بڑی نادر اور باکمال ہے۔

اولیائے کرام کے درمیان ایک بھی ایسی شخصیت نہیں جس کا مقام جناب غوث پاک سے بلند ہو۔ میں بھی جناب غوث پاک کے بلند مقام کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں نے خضر علیہ السلام سے اس سے زیادہ تعریف کسی ولی کے حق میں نہیں سُنی (زبدۃ الآثار)

شیخ ابوسعید قیلویؒ فرماتے ہیں کہ غوث پاک کا مقام مَعَ اللّٰہ فی اللّٰہ و باللّٰہ تھا جس کے سامنے بڑی طاقتیں ہیچ تھیں۔ وہ تمام اولیاء متقدمین و متاخرین پر سبقت لے گئے اور ایسے مقام (مخدع) پر فائز ہوئے جس کو زوال نہیں۔

ابوصالح نصر قاضی القضاۃ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد شیخ عبدالرزاق کو کہتے سنا کہ جس سال میرے والد نے حج کیا تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ سیّدنا شیخ عبدالقادر نے شیخ ابوعمرو عثمان بن مرزوق اور شیخ ابومدین شعیب کو میدان عرفات میں خرقہ خلافت پہنایا اور چند اوراد بھی تلقین کیے اور یہ لوگ آپ کے سامنے مودب بیٹھے رہے۔ (زبدۃ الآثار)

شیخ ابوالحسن علی بن الہیتی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ بقا بن بطو کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبل کی قبر کی زیارت کی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حنبل بہ نفس نفیس قبر مبارک سے باہر تشریف لائے اور سیّدنا عبدالقادر کو اپنے سینے سے لگایا اور ایک اعلیٰ خلعت پہنائی اور کہا: ''عبدالقادر! لوعلم شریعت، علم طریقت، علم حال و علم فعل الرجال اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد کر دیے ہیں۔'' (زبدۃ الآثار)

شیخ ابومحمد علی بن ادریس یعقوبی نے ہمیں بتایا ہے کہ لوگوں نے شیخ علی بن ہیتی سے شیخ سیّدنا عبدالقادر کے طریقہ روحانیت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ آپ کا ہر قدم خدا کی طرف اُٹھتا تھا۔ آپ کا طریق توحید تجرید اور توحید تفرید میں تھا اور بارگاہ الٰہی میں عبودیت کے موقف پر قائم تھے۔ یہ مقام عبدیت کسی چیز کے لئے یا کسی چیز کی نسبت سے نہیں تھا بلکہ یہ کمال ربوبیت کی وجہ سے تھا۔ وہ ایسی شخصیت تھے جو تفرقہ کی مصاحبت سے بہت بلند ہو کر احکام شریعت کی پیروی کے ساتھ جمعیت قلب پر قائم تھے۔ (زبدۃ الآثار)

شیخ عارف ابی الحسن علی قرشی سے لوگوں نے حضرت شیخ کے متعلق پوچھا تو آپ نے بتایا

کہ آپ کی روحانی قوت تمام اولیاء اللہ پر فائق ہے اور آپ کا طریقہ مکمل توحید تھا اور آپ کی تحقیقات ظاہری اور باطنی شریعت کے مطابق ہوتی تھیں۔ آپ کا دل فارغ، تفکراتِ دنیا سے دُور اور مشاہدہ خداوندی میں غرق تھا۔ روحانیت کا ملکِ اعظم آپ کی رضا کے ماتحت کر دیا گیا تھا (زبدۃ الآثار)

شیخ احمد الرفاعی فرماتے ہیں شیخ عبدالقادرؒ کے دائیں طرف بحر شریعت اور بائیں طرف بحر حقیقت ہے جس کا جی چاہے وہاں پہنچ جائے کیونکہ ان کا کوئی ثانی نہیں۔

شیخ عقیل نے فرمایا کہ: ''زمینوں سے زیادہ شیخ عبدالقادر کی شہرت آسمانوں میں ہے اور وہ نوجوان بہت ہی عظیم المرتبت ہے جس کو ملائکہ باز اشہب کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہ اپنے دور کا یکتا فرد ہوگا اور تمام امور اس کے سپرد کر کے اس کو صدر بنا دیا جائے گا۔'' (قلائد)

شیخ عمرو روایت کرتے ہیں کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے شیخ ابونصیر سے بغداد جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے حکم دیا کہ ''جب تم بغداد پہنچو تو اس عجمی نوجوان سے ملاقات کو نہ بھولنا جس کا نام عبدالقار ہے اور جب تم ان سے ملاقات کرو تو میرا سلام عرض کر کے دعا کی درخواست کرنا اور کہہ دینا کہ نہ تو آپ جیسا کوئی عجم میں پیدا ہوا نہ عراق میں۔ اور آپ ہی کی وجہ سے مشرق نے مغرب پر فضیلت حاصل کر لی ہے۔ آپ کا علم و نسب واضح طور پر تمام اولیاء کرام میں ممتاز ہیں۔'' (قلائد)

شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے چچا شیخ ابونجیب سہروردی کے ہمراہ ۵۰۶ ہجری میں شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے چچا آپ کے کمال عظمت واحترام میں خاموش بیٹھے رہے اور واپسی پر جب میں نے ان سے اس درجہ ادب واحترام کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ: ''میں اس ہستی کا احترام کیسے نہ کروں جس کو فرشتوں پر بھی مکمل تصرف حاصل ہے اور جو موجودہ دور میں عالم تکوین میں منفرد ہیں۔ جس کو میرے ہی قلب پر نہیں بلکہ تمام اولیائے کرام کے قلوب پر تصرف کے ایسی قدرت حاصل ہے کہ جس کے احوال چاہیں سلب کر لیں اور جس کے چاہیں بحال رکھیں۔'' (قلائد)

شیخ عبداللہ قرشی سے سوال کیا گیا کہ کیا شیخ عبدالقادر اہل زمانہ کے سردار ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا: ''بلاشبہ بلکہ وہ تمام اولیاء کرام سے اعلیٰ وارفع ہیں۔ تمام علماء سے زیادہ صاحب ورع ہیں۔ تمام عارفین سے زائد اکمل و جامع ہیں اور تمام مشائخ سے زیادہ جلالت وعظمت والے ہیں۔'' (قلائد)

ایک شخص نے ۲ رمضان المبارک ۵۹۹ ہجری کو حران کی جامع مسجد میں حاضر ہو کر شیخ حیات بن قیس حرانی سے بیعت ہونے کی درخواست کی تو آپ نے پوچھا کہ ''تمہیں میرے علاوہ کسی اور سے بھی نسبت حاصل ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے منسوب رہا ہوں لیکن نہ تو میں نے ان سے خرقہ حاصل کیا اور نہ ہی کچھ اور حاصل کر سکا۔'' یہ سن کر شیخ حیات نے فرمایا: ''ہم نے بھی طویل عرصہ تک آپ کے سایہ میں زندگی بسر کی ہے اور آپ کے نور معرفت سے بہت خوشگوار جام پیے ہیں۔ آپ جس وقت سانس لیتے تو آپ کے دہن مبارک سے ایک شعاع نور نمودار ہوتی جس سے پورا عالم منور ہو جاتا تھا اور تمام اہل معرفت کے احوال ان کے مراتب کے اعتبار سے آپ پر روشن ہو جایا کرتے تھے اور جس وقت آپ کو یہ کہنے کا حکم دیا گیا: ''قدمی ھٰذہٖ'' تو اللہ تعالیٰ نے تمام اولیاء کرام کے قلوب میں انوار کا اضافہ فرمایا۔ ان کے علوم میں برکت عطا کی۔ ان کے مراتب میں رفعت بخشی اور انہیں سر جھکا دینے کے صلہ میں انبیاء و صدیقین اور شہدا و صالحین کے زمرے میں شامل کر دیا گیا۔'' (قلائد)

قطب زماں حضرت عبدالرحمٰن طفسونجی ایک مرتبہ طفسونج (دجلہ کے مشرق میں بغداد اور واسط کے درمیان واقع ایک شہر کا نام) میں وعظ فرما رہے تھے تو آپ نے دوران وعظ فرمایا کہ میں اولیاء کرام میں اس طرح ہوں جس طرح پرندوں میں کلنگ ہوتا ہے یعنی میری شان بہت بلند ہے جس طرح کلنگ کی گردن لمبی اور بلند ہوتی ہے۔ مجلس میں غوث پاک کے ایک مرید ابوالحسن علی بن احمد الخی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ سنتے ہی اپنی گدڑی اُتار پھینکی اور شیخ عبدالرحمٰن سے کہا آؤ پہلے میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ اس پر شیخ عبدالرحمٰن خاموش ہو گئے اور اپنے مریدین سے فرمایا کہ اس شخص کا ایک ایک بال عنایت الٰہی سے معمور ہے۔ انہیں گدڑی

پہننے کے لئے کیا گیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ شیخ عبدالرحمٰن نے پوچھا کہ آپ کے شیخ طریقت کون ہیں؟ آپ نے بتایا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ عبدالرحمٰن نے کہا کہ زمین پر تو ان کا ذکر میں نے سنا ہے مگر چالیس سال سے میں درکاتِ قدرت کے بلند مقام میں رہتا ہوں میں نے آج تک انہیں وہاں نہیں دیکھا۔ پھر شیخ عبدالرحمٰن نے اپنے چند مریدوں کو حکم دیا کہ بغداد جا کر شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ سے میرا اسلام کہہ کر یہ عرض کرو کہ میں چالیس سال سے درکاتِ قدرت کے مقام میں ہوں مگر میں نے آپ کو وہاں کبھی نہیں دیکھا۔

ادھر بغداد سے حضور غوث پاکؒ نے اپنے پانچ مریدوں سے کہا کہ تم طفسونج کی جانب روانہ ہو جاؤ۔ راستے میں تمہیں شیخ عبدالرحمٰن کے چند مرید ملیں گے۔ اُنہیں واپس لے جانا اور شیخ عبدالرحمٰن کو میرا اسلام پہنچا کر یہ کہنا کہ آپ درکات قدرت کے مقام میں ہیں اور جو اس مقام میں ہو وہ مقام الحضرۃ والے کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور جو مقام الحضرۃ میں ہو وہ مقام مخدع والے کو نہیں دیکھ سکتا اور میں تو مقام مخدع میں ہوتا ہوں۔ پھر آپ مجھے کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ مزید میں آپ کو ایک نشانی بتاتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میرا مقام آپ سے ارفع و بلند ہے۔ آپ کو فلاں رات خلعتِ رضا عطا کی گئی اور بارہ اولیاء کرام کے سامنے خلعتِ ولایت دی گئی۔ یہ سب خلعتیں میرے ہاتھوں ہی سے تو آپ تک پہنچی تھیں۔ جب شیخ کو یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے فرمایا: شیخ عبدالقادر نے سچ فرمایا۔ واقعی وہ سلطان الوقت اور اس میں متصرف ہیں اگر شیخ عبدالرحمٰن جیسے جلیل القدر معاصر بزرگ کو چالیس سال تک قریب رہتے ہوئے بھی مقام غوثیت کا ادراک نہ ہو سکا تو کیا بعید ہے کہ اولیاء متاخرین میں بعض کامل ہستیاں غوث پاک کو نہ پہچان سکیں۔ (نام و نسب)

غوث   اعظم   درمیان   اولیاء

چوں   محمدؐ   درمیانِ   انبیاء   (مولانا جامی)

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ کے باب ۷۳ میں فرماتے ہیں کہ دنیا میں فرد وحید ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کی علامت یہ ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (اور وہی غالب ہے

اپنے بندوں پر) خدا کے سوا اسے ہر چیز پر قدرت و غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ وہ جرأت مند، بہادر، پیش رو اور حق کے متعلق کثیر الدعادی ہوتا ہے۔ اس کی زبان سے حق ہی نکلتا ہے اور عادلانہ فیصلے ہی اس سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ہمارے پیشوا حضرت شیخ سیّد عبد القادر جیلانیؒ بغدادی اسی مقام پر فائز تھے۔ آپ کو بہت شکوہ حاصل تھا۔ اور حق کی طرف سے مخلوق پر قدرت و غلبہ حاصل تھا۔ آپ بڑی شان والے تھے آپ کے واقعات زبان زدِ خلق ہیں۔ میری حضور غوث اعظم سے ملاقات نہ ہو سکی لیکن جو ہمارے زمانے میں اس مرتبہ پر فائز ہیں میں ان سے ملا لیکن ان صاحب سے حضرت غوث اعظمؒ بہت سے معاملات میں بہت ہی آگے تھے۔ اب یہ صاحب بھی عالم آخرت کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ ان کے بعد اس منصب جلیلہ پر کون فائز ہوا ہے۔ (جامع کرامات اولیاء)

ابن عربی اسی باب ۴۷ میں لکھتے ہیں کہ محمد اوانی المعروف بہ ابن قائد افراد میں سے تھے۔ اولیائے افراد وہ ہوتے ہیں جو خضر علیہ السلام کی طرح دائرہ قطب سے خارج ہوں۔ عالی جناب غوث اعظم قدس سرہ محمد اوانی کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ اولیائے افراد سے ہے اور یہ محمد اوانی غوث پاک کے اصحاب و خدام میں سے تھے۔

حضرت قبلہ عالم پیر سیّد مہر علی شاہ ان حوالہ جات (فتوحات مکیہ باب ۴۷) کی تصریح سے یہ نتائج اخذ کرتے ہیں (۱) غوث پاک نہ صرف مقام غوثیت کے مالک تھے بلکہ اس سے بالاتر تھے۔ (۲) آپ سرکار ہر شے پر سوائے خدائے عزّ وجل کے غالب و متصرف تھے۔ (۳) ایسا شخص لاف زن و کم ظرف نہیں ہوتا بلکہ سچا اور صاحب تمکین ہوتا ہے۔ (۴) ہر زمانے میں ایسا ولی ہونا چاہئے۔ اگرچہ غوث پاک کے زمانے میں ایک ولی ایسا تھا جس کو مقام وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ تھا لیکن شیخ سیّد عبد القادر جیلانی میں علاوہ مقام ہذا کے اور بھی فضائل موجود تھے۔

چنانچہ سیّدنا عبد القادر جیلانیؓ اور خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ہر دو مقام محبوبیت میں شریک ہیں مگر حسب تصریح حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی اور خواجہ نظام الدینؒ اولیا محبوب

الٰہی دہلوی جناب سیدنا عبدالقادر جیلانی سے مستفیض ہیں (نظام القلوب) نیز محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعات ارض تک نہیں پہنچی۔ (فتوحات وشروع خصوص بحوالہ مکتوبات شریف موسومہ ''مہر چشتیہ'' اور ''فتاویٰ مہریہ'') (زبدۃ الآثار۔ص ۲۳۔۲۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بعد مقام جذب ولایت میں جس ہستی نے سب سے زیادہ مضبوطی سے قدم رکھا وہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تھے (ہمعات)

حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنا ایک مکاشفہ یوں بیان فرمایا (ترجمہ): عالم میں اجزائے فیض کا شعبہ خصوصی طور پر حضرت غوث پاک کے سپرد ہے اور وہ اس طرح کہ آپؒ اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ہیت ملاء اعلیٰ کے مماثل بن گئے ہیں اور تمام عالم میں آپ کے تصرفات وجود جاری وساری ہو گئے ہیں۔ (تفہیمات)

حضرت شاہ ولی اللہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جناب غوث پاک کو وہ قوت عطا فرمائی کہ دور ونزدیک ہر جگہ یکساں تصرف فرماتے ہیں۔ آپ اپنے ہم عصر اور بعد میں آنے والے تمام اولیاء کرام کے لیے حصول ولایت اور وصول فیض کا وسیلہ کبریٰ اور واسطہ عظمیٰ ہیں (زبدۃ الآثار)

شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا: شیخ عبدالقادر جیلانی بادشاہِ طریق اور تمام عالم وجود میں صاحب تصرف تھے (مہر منیر)

شیخ سیّد احمد الرفاعی نے فرمایا: شیخ عبدالقادر کی دائیں جانب بحر شریعت اور بائیں جانب بحر طریقت ہے جس سے چاہیں سیراب کر دیں۔ (مقالہ علامہ سامرائی)

حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا: ولایت کے فیوض وبرکات قیامت تک حضرت غوث اعظم کے وسیلے سے حاصل ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ مرکزی مقام آپ کے بعد کسی کو نہیں ملا (مکتوبات امام ربانی) اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض مقامات مجھ پر حل نہیں ہوئے بالآخر میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح مطہرہ کے توسط سے ان مقامات پر فائز تھا۔

حضرت سلطان باہو نے فرمایا: جیسا کہ حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، اسی طرح غوث اعظمؒ دستگیر زندہ جان، روشن دین، عارف باللہ، حق الیقین شاہ محی الدین قدس سرہ ختم اولیاء ہیں۔ (محک الفقراء کلاں)

بعض حضرات نے سیّدنا غوث اعظم سے لقب محی الدین ہونے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ''میں ۵۱۱ ہجری میں جمعہ کے روز ایک سفر سے ننگے پاؤں بغداد میں واپس آیا تو ایک شخص کا میرے قریب سے گزر ہوا جو بہت ہی بیمار اور کمزور تھا حتیٰ کہ اس کا رنگ بھی تبدیل ہو چکا تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا ''السلام علیک یا عبدالقادر'' میں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر اس نے مجھے اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا تو میں اُس کے پاس بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہوئے میں نے دیکھا کہ اس کا جسم توانا ہوتا جا رہا ہے اور رنگ بھی سفید سا ہو رہا ہے۔ یہ دیکھ کر میں حیران ہوا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا کہ مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے کہا میں آپ کو نہیں جانتا۔ تب اُس نے کہا کہ میں ''دین'' ہوں جو حالات کی وجہ سے مٹ چکا تھا لیکن اللہ نے موت کے بعد تیرے ہاتھ سے مجھے پھر حیات نو عطا فرمائی ہے۔'' حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ''جب میں وہاں سے اٹھ کر جامع مسجد میں داخل ہوا تو وہاں میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جس نے مجھے یا سیّدی محی الدین کے لقب سے مخاطب کیا اور جب میں نے نماز کا قصد کیا تو بہت سے لوگ دوڑے ہوئے آئے اور میرے ہاتھ کو بوسہ دینے لگے اور یا محی الدین کہتے جاتے تھے حالانکہ اس سے پہلے میں کبھی اس نام سے نہیں پکارا گیا تھا۔'' (قلائد)

حضور غوث پاک نے اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''ایک شب میں نے دیکھا کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آغوش میں داہنی چھاتی سے دودھ پی رہا ہوں۔ پھر آپ نے بائیں چھاتی نکالی اور میں نے دودھ پیا۔ اس کے بعد جناب حضور اکرم ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اے عائشہ! یہ ہمارا حقیقی فرزند ہے۔''

ایک مرتبہ چند مشائخ وقت غوث پاک کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ یہ واقعہ آخر روز جمعہ جمادی الثانی ۵۶۰ ہجری کا ہے۔ شیخ محو گفتگو تھے کہ ایک خوبصورت نوجوان اندر آیا اور اس نے

سلام کہا اور بتایا کہ میں ماہ رجب ہوں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو مبارک باد کہوں۔ میرے دوران عوام الناس کو بہت خوشیاں اور راحتیں میسر ہوں گی۔ کہتے ہیں اس سال رجب کا مہینہ ہر ایک کے لیے مسرت وجاں بخشی لاتا رہا۔ ایک دفعہ مہینہ کے آخری اتوار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ ایک مکروہ اور بدصورت انسان کی شکل میں دکھائی دیا۔ ہم بھی غوث پاک کے پاس بیٹھے تھے۔ اس نے آتے ہی اسلام علیکم یا ولی اللہ کہا اور بتایا کہ میں ماہ شعبان ہوں۔ میری تقدیر میں لکھا ہے کہ اس ماہ کے دوران بغداد میں بڑی تباہی نازل ہوگی۔ حجاز میں قحط پڑے گا اور خراسان میں تلوار چلے گی۔ چنانچہ ایسے ہی واقعات وحادثات رونما ہوئے۔

ایک بار غوث پاک ماہ رمضان میں بیمار ہوگئے۔ ہم آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ اس مجلس میں شیخ علی بن ہیتی' عبدالقاہر سہروردی بھی سرکار کے پاس بیٹھے تھے۔ کچھ اور مشائخ بھی مجلس میں موجود تھے کہ ایک روشن شکل نوجوان جس کے چہرے پر بڑا وقار تھا آیا اور کہنے لگا اسلام علیک یا ولی اللہ میں ماہ رمضان ہوں۔ میں آپ سے معذرت طلب کرنے حاضر ہوا ہوں۔ میں اس ماہ آپ کو الوادع کہنے کا خواہاں ہوں۔ کہتے ہیں کہ اسی سال آپ واصل بحق ہوئے اور رمضان سے پہلے ہی (یعنی صفر) داعی اجل کو لبیک کہا (زبدۃ الآثار)

سیّدنا غوث اعظم کا اپنا کلام جس سے آپکی عظمت معلوم ہوتی ہے:۔

آپ نے فرمایا کہ میں شمشیر برہنہ ہوں اور چڑھی ہوئی کمان ہوں۔ میرا تیر نشانے پر لگنے والا ہے میرا نیزہ بے خطا اور میرا گھوڑا بے زین ہے۔ میں عشقِ خداوندی کی آگ' حال و احوال کا سلب کرنے والا' دریائے بیکراں' رہنما وقت کی دلیل ہوں' میں ہوں محفوظ اور ملحوظ۔ اے روزہ دارو' اے شب بیدارو' اے پہاڑوں پر بیٹھنے والو' خدا کرے تمہارے پہاڑ بیٹھ جائیں۔ اے خانقاہ میں رہنے والو تمہاری خانقاہیں زمین دوز ہو جائیں' حکم خدا کے سامنے آؤ۔ میرا حکم خدا کی طرف سے ہے۔ اے رہروان منزل' اے ابدال' اے اقطاب' اے اوتاد اے پہلوانو اے جوانو! آؤ اور دریائے بیکراں سے فیض حاصل کرلو۔ عزت پروردگار کی قسم تمام نیک بخت اور بدبخت میرے سامنے پیش کیے گئے اور میری نظر لوح محفوظ پر جمی ہوئی ہے۔ میں

دریائے علم ومشاہدہ الٰہی کا غوطہ خور ہوں۔ میں تم پر اللہ کی حجت، رسول کا نائب اور اس کا دنیا میں وارث ہوں۔ انسانوں کے بھی پیر ہیں جنات اور فرشتوں کے بھی پیر ہوتے ہیں لیکن میں تمام پیروں کا پیر ہوں۔ میرے اور تمہارے درمیان کوئی نسبت نہیں۔ میرے اور مخلوق کے درمیان آسمان وزمین کا سا فرق ہے۔ مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرو۔ میری تخلیق تمام امور سے بالاتر ہے اور میں لوگوں کی عقل سے بالاتر ہوں۔ اے زمین کے مشرق ومغرب میں اور اے آسمان کے رہنے والو! حق تعالیٰ فرماتا ہے وَ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) میں ان میں سے ہوں جنہیں خدا جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ مجھ سے دن اور رات میں ستر بار کہا جاتا ہے اَنَا اخْتَرْتُکَ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ یعنی میں نے تجھے پسند کرلیا اور تاکہ تو پرورش پائے میری آنکھوں کے سامنے۔ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر! میرے اس حق کی جو تجھ پر ہے تجھے قسم ہے ذرا بات تو کرتا کہ سنی جائے۔ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر! تجھے میرے اس حق کی قسم جو تیرے اوپر ہے کھا اور پی میں نے تجھے قسم توڑنے سے مامون بنایا ہے۔ خدا کی قسم جب تک مجھے حکم نہ ہو نہ کچھ کرتا ہوں نہ کچھ کہتا ہوں۔ (اخبار الاخیار)

غوثِ اعظمؒ دلیلِ راہ یقین　　بہ یقین رہبر اکابر دین
اوست در جملہ اولیاء ممتاز　　چوں پیغمبرؐ در انبیاء ممتاز

(شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

☆☆☆

دسواں باب:

قَدَمِی هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ

ایک روز بر سر منبر وعظ کے دوران علماء و مشائخ کی موجودگی میں حضور سیدنا غوث اعظمؓ نے اعلان فرمایا: ''میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔'' سرکار غوث پاکؓ کی کرامات عالیہ کی فہرست میں یہ اعلان عظیم الشان معرکہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ مستند روایات میں ہے کہ جس مجلس وعظ میں آپ نے یہ اعلان فرمایا اس میں عراق کے قریباً تمام مقتدر مشائخ اور علماء موجود تھے جنہوں نے اس اعلان پر اپنی گردنیں خم کیں اور جب یہ آواز اطراف عالم میں پھیل گئی تو کائنات میں موجود تمام اولیاء اللہ نے اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں۔ بعض تذکروں میں تو عرب و عجم کے ایسے مشائخ کی فہرست بھی موجود ہے۔ ایک روایت کے مطابق حرمین شریفین میں ۱۷ نے' عراق میں ۶۰ نے' عجم میں ۴۰ نے' شام میں ۳۰ نے' مصر میں ۲۰ نے' مغرب میں ۲۷ نے' یمن میں ۲۳ نے' حبشہ میں ۱۱ نے' وادی جوج ماجوج میں ۷ نے' کوہ قاف میں ۴۷ نے' وادی سراندیپ میں ۷ نے اور جزائر بحر محیط میں ۲۴ نے (کل ۳۱۳) اسی لحہ سر جھکا دیئے اور تمام اولیاء کرام' ابدال اور رجال الغیب نے مبارک باد پیش کی' اس لیئے کہ آپ کا یہ ارشاد بہ امر الٰہی تھا اور متعدد مشائخ کبار اس اعلان کی پیش گوئی فرما چکے تھے۔

اس پُر نور مجلس میں جن مشائخ کرام نے سر جھکائے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں: شیخ علی ابن الہیتی' شیخ بقا بن بطو' شیخ ابو سعید قیلوی' شیخ ابو غیب سہروردی' شیخ شہاب الدین سہروردی' شیخ عثمان قرشی' شیخ مکارم الاکبر' شیخ مطر جاگیر' شیخ صدقہ بغدادی' شیخ یحیٰ مرتعش' شیخ ضیاء الدین' شیخ قضیب البان موصلی' شیخ ابو العباس یمانی' شیخ ابو بکر شیبانی' شیخ ابو البرکات عراقی' شیخ ابو القاسم عمر بزاز' شیخ ابو عمر سلطان بطائحی شیخ ابو المسعو عطار' ابو العباس احمد بن علی جوستی صرصری' شیخ ماجہ کردی' شیخ ابو یعلےٰ وغیرہم۔

حافظ ابو العز عبد المغیث روایت کرتے ہیں کہ جس وقت ہم لوگ حلب کی خانقاہ میں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مشائخ عراق کی ایک جماعت آپ کی مجلس میں موجود تھی۔ سرکار غوث پاک ممبر پر جلوہ افروز تھے اور اس وقت ایک بلیغ خطبہ دیتے ہوئے بحکم الٰہی آپ نے یہ ارشاد فرمایا: ''میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔'' یہ سنتے ہی شیخ علی بن الہیتی نے منبر پر چڑھ کر آپ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھ لیا۔ حاضر مجلس تمام اولیائے کرام نے منبر کے قریب آ کر گردنیں جھکائیں اور غوث پاکؒ نے ان کی گردنوں پر اپنا قدم مبارک رکھا۔ لیکن شیخ علی بن الہیتی سبقت لے جا چکے تھے۔ سرکار غوث پاکؒ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے تمام اولیاء اولین و آخرین نے اس فرمان کو سن کر اپنی گردنیں خم کر دیں۔ اور جس نے انکار کیا وہ ولایت سے معزول کر دیا گیا۔

امت مسلمہ کے جلیل القدر محققین، اکابر علمائے کرام نے اپنی کتابوں میں یوں تصریح فرمائی کہ روئے زمین کے حاضر و غائب، ظاہر و باطن، دور و نزدیک کے تمام اولیائے کرام نے اس ارشاد کی تعمیل کی۔ چنانچہ شیخ ابو مدین مغربی نے دیار مغرب اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے علاقہ خراسان میں تعمیل ارشاد کیا۔

شیخ عدی بن برکات کہتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا شیخ عدی بن مسافر سے پوچھا کہ کیا آپ کو یہ علم ہے کہ سوائے شیخ سید عبدالقادر کے مشائخ متقدمین میں سے کسی نے یہ کہا ہو کہ ''میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے؟'' انہوں نے جواب دیا، نہیں۔ میں نے دوسرا سوال پوچھا کہ اس جملہ کا مفہوم کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ''حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے دور میں منفرد مقام حاصل کیا ہے۔'' پھر میں نے پوچھا کہ کیا ہر دور میں کوئی نہ کوئی منفرد ہستی ہوتی ہے؟ آپ نے جواب دیا یقیناً ہوتی ہے لیکن سوائے غوث اعظمؒ کے یہ حکم کسی کو نہیں دیا گیا کہ وہ ایسے الفاظ استعمال کرے۔ میں نے پھر سوال کیا کہ کیا انہیں یہ کہنے کا حکم دیا گیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ جس وقت حضرت شیخ کو یہ حکم دیا گیا تو تمام اولیائے کرام کی گردنیں اس حکم کی تعمیل میں جھک گئی تھیں۔ جس طرح ملائکہ نے تعمیل حکم ربی کے تحت حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا۔

شیخ بقا بن بطو روایت کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ نے یہ جملہ فرمایا ''میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔'' تو شیخ ابراہیم کہتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے میرے ماموں شیخ احمد الرفاعی سے سوال کیا'' کیا یہ جملہ حضرت شیخ نے کسی حکم کے تحت فرمایا تھا یا بلا کسی حکم کے؟' انہوں نے جواب دیا بے شک حکم کے تحت فرمایا تھا۔

شیخ ابو سعید قیلوی کا بیان ہے کہ جس وقت سرکار غوث پاکؒ نے یہ جملہ فرمایا تو اس وقت آپ کے قلب پر تجلیاتِ الٰہی وارد ہو رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک خلعت باطنی بھیجا گیا جسے ملائکہ مقربین کی ایک جماعت نے لا کر اولیائے کرام کے جھرمٹ میں حضرت شیخ کو پہنایا۔ اس وقت ملائکہ اور رجال الغیب آپ کی مجلس کے ارد گرد صف در صف ہوا میں اس طرح کھڑے تھے کہ آسمان کے کنارے ان سے بھرے نظر آ رہے تھے۔ اس وقت روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہ تھا کہ جس نے اپنی گردن آپ کے حکم کے آگے نہ جھکائی ہو۔

حضرت شیخ مکارم فرماتے ہیں کہ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ جس روز حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ نے قدمی ھٰذہٖ فرمایا تھا اُس وقت روئے زمین کے تمام اولیاء اللہ نے معائنہ کیا کہ آپ کی قطبیت کا جھنڈا آپ کے سامنے گاڑا گیا اور غوثیت کا تاج آپ کے سر پر رکھا گیا اور آپ تصرفِ تام کا خلعت جو شریعت اور حقیقت کے نقش و نگار سے مزین تھا زیب تن کیے ہوئے قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رِقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ فرما رہے تھے۔ تب ان سب نے یہ سن کر ایک ہی آن میں اپنے سر جھکا دیئے اور آپ کے عالی شان مرتبے کا اعتراف کیا۔

شیخ لولو الارمنی بیان کرتے ہیں کہ جب حضور غوث اعظمؒ نے یہ اعلان فرمایا تو اس وقت ایک بہت بڑی جماعت ہوا میں اڑتی ہوئی نظر آئی۔ یہ جماعت آپ کی طرف آ رہی تھی اور حضرت خضر علیہ السلام نے ان کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا تھا۔ آپ کے فرمان کے بعد تمام اولیائے کرام نے آپ کو مبارک باد دی۔ اس کے بعد اولیائے کرام کی طرف سے یہ خطاب سنا گیا: (ترجمہ) ''اے بادشاہ و امام وقت و قائم بامر الٰہی وارث کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ۔ اے وہ شخص کہ آسمان و زمین جس کا دستر خوان ہے اور تمام اہل زمانہ اس کے

عیال اور وہ شخص کہ جس کی دعا سے پانی برستا ہے اور جس کی برکت سے تھنوں میں دودھ اترتا ہے اور جس کے روبرو اولیاء سر جھکائے ہوئے ہیں اور جس کے پاس رجال الغیب کی چالیس صفیں کھڑی ہیں، جن کی ہر صف میں ستر ستر مرد ہیں اور جس کی ہتھیلی میں لکھا ہے کہ میں نے خدا تعالیٰ سے عہد لیا ہے کہ وہ مجھ کو راندہ درگاہ نہیں کرے گا اور جس کی دس سالہ عمر میں فرشتے اس کے اردگرد پھرتے تھے اور اس کی ولایت کی خبر دیتے تھے۔''

سیدنا غوث اعظم کے اس اعلان سے اولیائے کرام کو جو مختلف انداز میں مشاہدات ہوئے وہ سب ان کی اپنی اپنی منفرد روحانی استعداد کے مطابق تھے۔ اس لئے روایات بھی مختلف اور منفرد انداز میں تحریر ہوئیں۔

ایک شخص ۴ رمضان المبارک ۵۹۹ھ کو حران کی جامع مسجد میں حاضر ہو کر شیخ حیات بن قیس حرانی سے بیعت ہونے کی درخواست کی تو آپ نے پوچھا کہ ''تمہیں میرے علاوہ کسی اور سے بھی نسبت حاصل ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ ''میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے منسوب رہا ہوں۔ لیکن نہ تو میں نے ان سے خرقہ حاصل کیا اور نہ ہی کچھ اور حاصل کر سکا۔'' یہ سن کر شیخ حیات نے فرمایا: ''ہم نے بھی طویل عرصہ تک آپ کے سایہ میں زندگی گزاری ہے۔ اور آپ کے نورِ معرفت سے بہت ہی خوشگوار جام پئے ہیں۔ آپ جس وقت سانس لیتے تو آپ کے دہن مبارک سے ایک شعاع نور نمودار ہوتی جس سے پورا عالم منور ہو جاتا تھا اور تمام اہل معرفت کے احوال ان کے مراتب آپ پر روشن ہو جایا کرتے تھے اور جس وقت آپ کو یہ کہنے کا حکم دیا گیا ''قَدَمِیْ هٰذِہٖ'' تو اللہ تعالیٰ نے تمام اولیاء کرام کے قلوب میں انوار کا اضافہ فرمایا۔ ان کے علوم میں برکت عطا فرمائی۔ ان کے مراتب بلند کئے اور انہیں سر جھکا دینے کے صلہ میں انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کے زمرے میں شامل کر دیا۔ (قلائد الجواہر)

شیخ ماجد بیان کرتے ہیں کہ جس وقت سیدنا غوث اعظمؒ نے یہ جملہ فرمایا کہ ''میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔'' تو روئے زمین پر کوئی ولی ایسا باقی نہ رہا تھا جس کی گردن خم نہ کر دی گئی ہو اور نہ اجنہ صالحین میں سے کوئی باقی رہ گیا تھا جس کی گردن نہ جھکا دی گئی ہو۔ اس وقت

تمام عالم کے صالح جنات کے وفود نے سلام کے لئے حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس طرح آپ کے آستانہ اقدس پر ایک اژدہام ہو گیا۔

شیخ مطہر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ سیّد عبدالقادر کے صاحبزادے حضرت شیخ عبداللہ سے سوال کیا کہ جس مجلس میں آپ کے والد ماجد نے قَدَمِیْ ھٰذِہٖ فرمایا تھا کیا آپ اُس مجلس میں موجود تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ ''ہاں میں موجود تھا بلکہ اس وقت پچاس جلیل القدر صاحبِ مراتب شیوخ بھی موجود تھے۔''

غوث اعظمؒ کے قول کی تصدیق رسول اللہ ﷺ نے فرمادی: شیخ خلیفہ الاکبر کا بیان ہے کہ مجھے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی یہ کہتے ہیں: '' قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ '' اس پر سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''وہ بالکل سچ کہتے ہیں اور کیوں نہ کہیں جبکہ وہ قطب دوراں ہیں اور ہم بذاتِ خود ان کے نگران ہیں (قلائد الجواہر)

پیشگوئیاں: سیّدنا غوث پاکؒ کے اعلان قدمی ھذہٖ سے پہلے متعدد اکابر اولیاء اس امر کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے خبر دے چکے تھے۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:۔

(۱) شیخ ابو بکر بن ہوار نے اپنی مجلس میں ایک دن اپنے اصحاب میں اولیاء کے حالات کا ذکر کیا۔ پھر کہا کہ عنقریب عراق میں ایک عجمی مرد خدا پیدا ہوگا جو لوگوں کے نزدیک بلند مرتبہ ہوگا۔ اس کا نام عبدالقادر ہوگا۔ اس کی سکونت بغداد میں ہوگی۔ وہ کہے گا کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اس کے زمانہ کے اولیاء اس کی بات مانیں گے۔ وہ اپنے وقت میں فرد واحد ہوگا۔ (بہجۃ الاسرار)

(۲) شیخ ابو احمد عبداللہ بن احمد بن موسیٰ جونی ملقب بہ جَنی نے اپنی خلوت میں ۴۶۸ھ میں افشاء راز کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ عنقریب عجم کی سرزمین میں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کی کرامت کا بڑا ظہور ہوگا اور تمام اولیاء کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ ہوگا۔ وہ کہے گا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ اس کے وقت میں اولیاء اس کے قدم کے نیچے

ہوں گے جس سے ان کے زمانہ کے لوگ مشرف ہوں گے اور جوان کو دیکھے گا ان سے نفع حاصل کرے گا (بہجۃ الاسرار)

(۳) شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی روایت کرتے ہیں کہ عہد شباب میں شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ ہمارے شیخ تاج العارفین ابوالوفاء کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ فوراً خود ہی کھڑے ہو گئے اور اہل مجلس کو بھی کھڑا ہونے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ: ''سب لوگ ولی اللہ کے لئے مؤدب کھڑے ہو جاؤ۔'' کبھی اپنے احباب سے فرماتے کہ: ''اس نوجوان کا وہ وقت آنے والا ہے جب ہر خاص و عام کو اس کی احتیاج ہو گی۔ کیونکہ میں اس وقت اپنی آنکھوں سے یہ مشاہدہ کر رہا ہوں کہ یہ شخص بغداد میں کہے گا'' قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰهِ ''اور یہ اپنے قول میں حق بجانب بھی ہو گا۔ اور اس کے یہ جملہ کہتے ہی تمام اولیاء اللہ اور اقطاب کی گردنیں خم کر دی جائیں گی۔ لہٰذا تم میں سے اگر کوئی فرد اس دور میں موجود ہو تو اس کی اطاعت اور خدمت کو اپنے اوپر فرض قرار دے لے۔'' (بہجۃ الاسرار)

(۴) شیخ عقیل منجی سے ایک دن سوال کیا گیا کہ اس وقت قطب کون ہے؟ جواب دیا کہ وہ اس وقت مکہ معظمہ میں مخفی ہے۔ سوائے اولیاء اللہ کے اور کوئی اس کو نہیں جانتا۔ ان کا ظہور عراق میں ہو گا۔ وہ عجمی اور شریف النسب ہوں گے۔ وہ بغداد میں لوگوں کے سامنے کلام کرے گا۔ اور ان سے بے شمار خارق عادات کرامتیں ظاہر ہوں گی۔ وہ تمام لوگوں کے روبرو ببانگ دہل اعلان کریں گے ''میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔'' اور تمام اولیاء اللہ اپنی اپنی گردنیں ان کے سامنے خم کر دیں گے۔ جو شخص ان کی اس کرامت کی تصدیق کرے گا اس کو بے شمار نفع حاصل ہو گا۔'' (بہجۃ الاسرار)

(۵) ایک دن شیخ علی بن وہب کی خدمت میں فقرا کی ایک جماعت داخل ہوئی تو شیخ نے ان سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ عجم سے۔ کہا کون سے عجم سے۔ کہا جیلان سے شیخ فرمانے لگے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے وجود کو ایسے شخص کے ساتھ روشن کر دیا ہے کہ عنقریب تم میں ظہور کرے گا۔ وہ اللہ سے قریب ہو گا۔ اس کا نام

عبدالقادر ہے۔اس کا ظہور عراق میں ہوگا۔بغداد میں کہے گا: "میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے؟" اس زمانے کے اولیاء اس کی بزرگی کا اقرار کریں گے۔(بہجۃ الاسرار)

(۲) شیخ ابو النجیب عبدالقادر سہروردی نے بغداد میں ۵۶۰ھ میں کہا کہ میں شیخ حماد بن مسلم دباس (شیرہ فروش) کے پاس بغداد میں ۵۰۳ھ میں تھا اور شیخ عبدالقادر جیلانی اس دن ان کی صحبت میں تھے اور شیخ حماد الدباس کے سامنے مودب ہو کر بیٹھ گئے اور ان کے جانے کے بعد میں شیخ حماد سے یہ کہتے سنا کہ: اس عجمی کا ایسا قدم ہے کہ اپنے وقت میں اولیاء کی گردنوں پر بلند ہوگا وہ ضرور حکم دیا جائے گا کہ یہ کہے کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے۔وہ ضرور کہے گا اور اس زمانہ کے اولیاء کی گردنیں اس کے لئے ضرور جھکیں گی۔" (بہجۃ الاسرار)

قَدَمِیْ هٰذِه کا مفہوم: اکابر اولیائے کرام نے قدم کے حقیقی معنی ہی لیے ہیں۔اس سے مراد آپ کا پائے مبارک ہے۔جب شیخ علی بن الہیتی نے سیدنا غوث اعظم کا فرمان سنا تو اٹھ کر منبر کی طرف آئے اور آپ کا پائے مبارک پکڑ کر اپنی گردن پر رکھا۔کیا آپ اس اعلان کے مجازی معنی سے آگاہ نہ ہو سکتے تھے؟ باقی حاضرین مجلس نے بھی اپنی اپنی گردنیں خم کر کے پیش کر دیں تو کیا ان سب کے لئے مجاز میں جانا یا سمجھنا مشکل تھا؟ یہاں حقیقت کا جواب حقیقی معنوں میں دیا جا رہا تھا منبر پر تشریف رکھنے اور وعظ کے دوران میں اچانک اعلان فرمانا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ آپ پر سکر و مستی کا عالم نہ تھا۔آپ نے عالم صحو و تمکین میں یہ اعلان فرمایا۔سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی "مہر منیر" میں تصریح فرماتے ہیں:

(۱) اگر یہ ارشاد امر الٰہی واجب الاطاعت نہ ہوتا تو اولیائے حاضرین وغائبین گردنیں نہ جھکاتے۔یہ عالم صحو تھا۔وگرنہ عالم سکر کے اقوال میں تو پیروی لازم نہیں۔

(۲) اگر یہ ارشاد عالم سکر میں ہوتا تو سرکار غوث پاک کبھی نہ کبھی ضرور اس سے رجوع فرماتے جیسا کہ بعض عارفین مثل ابو یزید بسطامیؒ سے ثابت ہے۔

(۳) یہ ارشاد از قبیل اتباع نبوی ﷺ تحدیث کے طور پر ہے۔

(۴) اگر یہ ارشاد گرامی عالم سکر میں ہوتا یا خلاف شریعت ہوتا تو اس دور کے محقق علماء اور

مفتیانِ دین متین اس معاملے میں سراسر خاموشی اختیار نہ کرتے۔

سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی اپنی کتاب ''نام ونسب'' میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگ تحقیق سے دامن چھڑاتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس ارشاد کا مقصد حضور سرکار غوث پاکؒ کے مقام کا غلبہ اور برتری ہے' گردن پر پاؤں رکھنا مراد نہیں' مگر یہ سراسر انصاف سے بعید ہے۔ کلام کا مقصد متکلم سے بڑھ کر کون سمجھ سکتا ہے یا اُن جلیل القدر اولیائے کرام سے زیادہ کون ادراک کر سکتا ہے جو علوم ظاہری و باطنی کے ماہر تھے۔ یہ تمام اکابر گردنیں جھکا رہے تھے۔ اگر یہ مفہوم نہ ہوتا تو حضور غوث پاکؒ اُنہیں اس طرح کرنے سے منع فرما دیتے یا وہ حضرات سرے سے اس طرح نہ کرتے۔ سیّد نصیر الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے خیال میں اولیائے حاضرین و غائبین کا گردن جھکانا اور حضرت کا اُن پر قدم رکھنا ایسے حقائق ہیں جو کسی تاویل کے متحمل نہیں۔ توجیہ القول بما لا یعرضیٰ بہِ القائل (قائل کے کلام کی ایسی توجیہہ کرنا جس سے خود قائل متفق نہ ہو) ناپسندیدہ ہے۔ اسی طرح ہزاروں اولیائے کرام کے عمل کو غلط فہمی پر محمول کرنا بھی گستاخی کی انتہا ہے۔ روایت کے مطابق حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے تو سر جھکا کر یہاں تک فرما دیا: بل علی راسی و عینی یعنی آپ کا قدم میرے سر اور آنکھوں پر ہو۔

راقم الروف کی ادنیٰ سی فہم یہ ہے کہ قصیدہ غوثیہ جو ہر اعتبار سے عرفان کا اعلیٰ درجہ رکھتا ہے سرکار غوث پاکؒ کے اس اعلان کی تاویل وتفسیر ہے۔ اس قصیدے کے یہی دو اشعار تاویل کے لئے کافی نظر آتے ہیں:

(۱) وَکُلُّ وَلِیٍّ لَہٗ قَدَمٌ وَّ اِنِّی عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ

(ترجمہ) ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے قدم پر ہے اور میں اس نبی کے قدم پر ہوں جو کمالات کا بدرِ منیر ہے۔

(۲) اَنَا الْحَسَنِیُّ وَالْمُخْدَعُ مَقَامِیْ وَ اَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ

(ترجمہ) میں حسنی نسب ہوں اور مخدع میرا مقام ہے اور میرے قدم مردان خدا کی گردن پر

ہیں۔ یاد رہے مخدع قرب خداوندی کا وہ مقام ہے جس سے قریب ترین اولیاء اللہ کے لئے اور کوئی مقام نہیں۔ اسی لئے یہ مقام اولیائے کاملین کی نظر سے بھی اوجھل ہے۔

اس کے علاوہ اس اعلان کی تاویل حضور غوث پاک کے مندرجہ شعر سے بھی ہو رہی ہے۔

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا

اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

(ترجمہ) پہلوں کے آفتاب غروب ہو گئے مگر ہمارا آفتاب ہمیشہ بلندی کے افق پر چمکتا رہے گا۔

قرب و ولایت کا مرکزی مقام آئمہ اہل بیت سے منتقل ہو کر جب حضور غوث پاکؓ کے سپرد ہوا تو آپ سرکار سے یہ مقام مختص ہو گیا۔ آپ کے اور آئمہ اہل بیت کے درمیان کوئی اور شخص اس مقام پر فائز نہ ہوا۔ اور بقول حضرت مجدد الف ثانی قطبیتِ کبریٰ اور غوثیتِ کبریٰ کا مرکزی مقام قیامت تک آپ کی ذات گرامی سے مختص ہے۔ اور فیوض و برکات کا حصول تمام اولیائے امّت سرکار غوث پاک کے ذریعے ہی سے ہے اس شعر کی تاویل کے ضمن میں یہ بھی عرض کیا جا سکتا ہے کہ بتاریخ ۱۷۔ ذی الحجہ ۱۰۳۳ھ میں جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو ضیق النفس کا شدید دورہ پڑا تو آپ نے حضرت غوث الثقلینؓ کو خواب میں دیکھا کہ آپ میرے حال پر نہایت مہربانی اور عنایت فرماتے ہیں اور اپنی زبان مبارک کو میرے منہ میں ڈال کر فرماتے ہیں کہ میرے اس شعر (مذکورہ بالا) اور میرے اس قول: "قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ" کا حل (شرح) لکھو۔ اس کی برکت سے تم کو اس ضعف سے صحت حاصل ہو گئی۔ (نام و نسب) پس معلوم یہ ہوا کہ حضور سرکار غوث پاک اپنے اس اعلان کی خود ہی حقیقی تاویل فرما رہے ہیں اور مفہوم واضح کر رہے ہیں۔ لہٰذا مجاز کے اعتباری معنوں میں جانے کی ضرورت نہیں۔

علامہ آلوسی بغدادی نے نہایت محققانہ انداز میں لکھا ہے (ترجمہ) جو بات عبد فقیر کے دل میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ قدم اپنے حقیقی معنیٰ پر ہے جس طرح لفظ کے ظاہر سے فوراً پتا چلتا ہے۔ پھر قدم کے ساتھ ھٰذِهٖ کا کلمہ جس کی وضع ایسے مشارٌ الیہ کے لئے ہے جو دیکھا جائے اور

محسوس ہو اور اس معنیٰ کی تائید کرتا ہے۔ اور بے شک شیخ عبدالقادر قدس سرہ نے حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے یہ فرمایا ہے (الطراز المذہبؔ)

قَدَمِیْ ھٰذِہٖ کا اطلاق: علماء حق فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد اپنے اطلاق کے لحاظ سے ہر ولی اللہ کو شامل ہے۔ البتہ حضرت صحابہ کرام اور آئمہ اہل بیت اس سے مستثنیٰ ہیں وہ اس لئے کہ عرف اور محاورے میں انہیں ولی نہیں کہا جاتا۔ حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب کے مطابق اولیائے متقدمین و متاخرین سب اس میں شامل ہیں۔ اسی طرح مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی بھی اس فرمان کی اسی وسعت کے قائل ہیں اور متقدمین علماء و مشائخ نے ماقبل اور مابعد کا استثنا نہیں کیا۔ اور روایات میں آتا ہے کہ آپ کے وقت میں سب اولیائے کرام نے اپنی گردنیں جھکائیں تو یہ وسعتِ فرمان کو مضر نہیں کیونکہ بقول حضرت مجدد الف ثانی قطبیت کبریٰ اور غوثیت کبریٰ کا مرکزی مقام قیامت تک کے لئے آپ کی ذات سے ہی مختص ہے۔

حضور غوث پاک کے اعلان کی وسعت کو حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی نے ایک منقبت میں یوں فرمایا ہے۔

اولیائے اولین و آفرین سرہائے خود
زیر پائش می نہند از حکم رب العالمین

(ترجمہ) اولیائے اولین و آفرین نے اپنے سروں کو آپ کے قدم مبارک کے نیچے رب تعالیٰ کے حکم سے رکھ دیا۔

حضرت اویس قرنیؒ کا گردن جھکانا: تفریح الخاطر میں ہے جب حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل کے لئے حضرت اویس قرنیؒ کے پاس پہنچے اور آپ ﷺ کا سلام اور قمیض پیش کی اور انہیں امتِ مسلمہ کی مغفرت کے لئے دعا کرنے کو کہا تو حضرت اویس قرنی نے سجدے میں جا کر امتِ محمدیہ کے لئے بخشش کی دعا مانگی تو ندا آئی کہ اپنا سر اٹھا لے کہ میں نے تیری شفاعت سے نصف امت کو بخش دیا اور نصف کو اپنے محبوب غوث اعظم کی شفاعت سے بخشوں گا جو تیرے بعد پیدا ہوگا۔ اویس قرنیؒ نے عرض کیا اے رب العالمین!

تیرا وہ محبوب کون ہے اور کہاں ہے کہ میں اس کی زیارت کروں۔ ندا آئی: "وہ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ اور دَنٰى فَتَدَلّٰى مَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى کے مقام پر ہے۔ وہ میرا محبوب ہے اور میرے محبوب کا بھی محبوب ہے۔ وہ قیامت تک اہل زمین کے لئے حجت ہوگا اور سوائے صحابہ اور ائمہ کے تمام اولین و آخرین اولیاء اللہ کی گردنوں پر اس کا قدم ہوگا اور جو اسے قبول کرے گا میں اس کو دوست رکھوں گا۔ اویس قرنیؓ نے گردن جھکائی اور کہا میں بھی اسے قبول کرتا ہوں (تفریح الخاطر فی مناقب شیخ عبدالقادر)

حضرت جنید بغدادیؒ کا گردن جھکانا: سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ ایک روز منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک آپ کے قلب پر تجلیات الٰہی کا نزول ہوا اور آپ بحرِ شہود و مکاشفہ میں مستغرق ہو گئے اور فرمایا قَدَمٌ عَلٰى رَقَبَتِيْ بِغَيْرِ جُحُوْدٍ (یعنی میری گردن پر اس کا قدم بغیر کسی انکار کے ہے۔" اور منبر کی ایک سیڑھی اتر آئے۔ خطبہ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد خواص نے آپ سے ان کلمات کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ حالت کشف میں مجھے معلوم ہوا کہ پانچویں صدی ہجری کے وسط میں حضور سیّد عالم ﷺ کی اولاد پاک میں سے ایک بزرگ قطب عالم ہوگا جس کا لقب محی الدین اور نام عبدالقادر اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہے گا" قَدَمِيْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰهِ "میرے دل میں خیال آیا کہ جب میں اس کا ہمعصر نہیں ہوں تو اس کے قدم کے نیچے اپنی گردن کیوں رکھوں تو حق تعالیٰ کی طرف سے عتاب آیا کہ کس چیز نے تجھ پر یہ امر بھاری کر دیا ہے۔ پس میں نے فوراً اپنی گردن جھکا دی اور وہ کہا جو تم نے سنا (تفریح الخاطر)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے گردن جھکا دی: حضرت خواجہ غریب نواز خراسان کے پہاڑوں میں مجاہدات اور ریاضات میں مشغول تھے۔ جب سرکار غوث پاک نے بغداد میں منبر پر بیٹھے فرمایا: "قَدَمِيْ هٰذِهٖ "تو خواجہ صاحب نے روحانی طور پر آواز سن لی اور اپنی گردن اس قدر خم کی کہ پیشانی زمین کو چھونے لگی اور عرض کیا: قَدَمَاكَ عَلٰى رَاسِيْ وَ عَيْنِيْ "یعنی آپ کے دونوں قدم میرے سر اور آنکھوں پر ہیں۔ سرکار غوث پاک

نے خواجہ صاحب کے اس اظہار نیاز مندی سے خوش ہو کر فرمایا کہ سید غیاث الدین کے بیٹے نے گردن جھکانے میں سبقت کی ہے جس کے سبب عنقریب وہ ولایت ہند سے مشرف کیے جائیں گے۔ (تفریح الخاطر بشمائم امدادیہ۔ لطائف الغرائب للشیخ امیر محمد الحسینی)

شیخ ابو مدین مغربیؒ نے گردن جھکا دی: ایک دن شیخ ابو مدین مغربیؒ نے مغرب کے شہر میں اپنی گردن کو جھکاتے ہوئے کہا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُشْھِدُکَ وَ اُشْھِدُ مَلاَئِکَتَکَ اِنِّیْ سَمِعْتُ وَ اَطَعْتُ۔ اے اللہ میں تجھ کو اور تیرے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے تیرا حکم سنا اور اطاعت کی۔ (قلائد الجواہر، بہجۃ الاسرار، خزینۃ الاصفیاء)

خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ: حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ سے حضور غوث پاکؓ کے قول قَدَمِیْ ھٰذِہٖ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا "گردن تو در کنار آپ کا قدم مبارک میری آنکھوں پر ہے۔" (تفریح الخاطر)

بابا فرید الدین گنج شکرؒ: ایک مرتبہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی مجلس میں اولیاء کی گردنوں پر حضور غوث اعظمؓ کے قدم مبارک کا ذکر آیا تو بابا صاحب نے فرمایا کہ آپ کا قدم میری گردن پر ہی نہیں بلکہ میری آنکھ کی پتلی پر ہے اس لئے کہ میرے پیر و مرشد خواجہ معین الدین چشتی ان مشائخ میں سے ہیں جنہوں نے آپ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھا۔ اگر میں اس زمانے میں ہوتا تو حقیقی معنوں میں آپ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھتا اور فخر سے عرض کرتا کہ آپ کا قدم میری آنکھ کی پتلی پر بھی ہے۔

حضرت سلیمان تونسویؒ کا واقعہ: ایک مرتبہ خواجہ سلیمان تونسویؒ کے چند مرید تونسہ شریف آپ کی زیارت کے لئے آ رہے تھے۔ ان کے ہمراہ ایک شخص جو سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتا تھا روانہ ہوا۔ راستے میں دوران گفتگو حضور غوث پاکؓ کے قدم مبارک کا ذکر آیا۔ قادری دوست کہنے لگا کہ حضور غوث پاک کا قدم مبارک اولیاء اولین و آخرین کی گردنوں پر ہے۔ حضرت سلیمان تونسوی کے مریدوں نے کہا لیکن ہمارے شیخ کی گردن پر نہیں ہے کیونکہ ہمارے پیر اس زمانے کے غوث ہیں۔ یہ سب لوگ تونسہ شریف پہنچے تو قادری مرید نے سارا

واقعہ حضرت سلیمان تونسوی کے عرض کر دیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ حضرت غوث پاک کا قدم محض اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے یا عام لوگوں کی گردنوں پر بھی ہے؟ قادری مرید نے کہا کہ صرف اولیاء کرام کی گردنوں پر ہے۔ عوام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ تب شیخ سلیمان تونسوی جلال میں آئے اور کہنے لگے کہ یہ میرے کم بخت مرید مجھے ولی اللہ تسلیم نہیں کرتے ورنہ حضور غوث اعظم کا قدم مبارک میری گردن پر ضرور تسلیم کرتے۔ (مخزن اسرار)

شیخ صنعان کا انکار و توبہ: شیخ صنعان سرکار غوث پاکؓ کے ہمعصر تھے اور علم و عرفان کے بلند مقام پر فائز تھے۔ کرامات اور خوارق بکثرت سے ان سے ظاہر ہوئے۔ حضور غوث پاکؓ کا یہ فرمان عالی باطنی طور پر انہوں نے سنا تو آپ سرکار کے مرتبہ کمال کو پہچاننے میں ٹھوکر کھا کر گردن جھکانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ اسی وقت ان کی ولایت سلب ہو گی اور تہی دست و دامن ہونے کی وجہ سے ان کا ایمان بھی خطرے میں پڑ گیا۔ بالآخران کے ایک ارادتمند نے بارگاہ غوثیت میں عاجزی اور فریاد کی اور معافی کے طلب گار ہوئے۔ حضور سرکار غوث پاکؓ جو سراپا رحمت اور لطف و کرم ہیں نے ان کو معاف کر دیا۔ صنعان کے توبہ کرنے اور نادم ہونے پر ان کے نہ صرف منصب ولایت کو بحال کر دیا بلکہ ترقی بھی عطا فرمائی۔

☆☆☆

گیارہواں باب:

سلسلہ قادریہ کی عظمت وفضیلت

سیّدنا غوث اعظمؒ کا ارشاد ہے۔

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا — اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَاتَغْرُبُ

(ترجمہ) پہلوں کے آفتاب غروب ہو گئے مگر ہمارا آفتاب ہمیشہ بلندی کے اُفق پر چمکتا رہے گا۔

سیّدنا غوث اعظمؒ اپنے کمالات کو عطیہ ربانی قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

وَوَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا — فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالِ

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اقطاب کا والی بنایا پس اسی وجہ سے میرا حکم ہر حالت میں نافذ ہے۔

مندرجہ بالا دونوں اشعار سیّدنا غوث پاک کے سلسلہ عالیہ قادریہ کی رفعت وعظمت اور فضیلت ظاہر کر رہے ہیں۔ اور تمام سلاسل صوفیاء اور ان کے بانی سیّدنا غوث پاک کی مدح سرائی کرتے نظر آتے ہیں۔ حضور سرور کونین امام الانبیاء ﷺ کی ذاتِ اقدس کا روحانی اور باطنی علم تصوف اسلام کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ صحابہ کرام نے آپ ہی کے نور باطن سے استفادہ کیا اور حضور نبی اکرمؐ سے اکتساب فیض براہِ راست حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے کیا۔

طریقت کے چار سلسلے عرب وعجم میں زیادہ مشہور ہیں جو سلسلہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے ناموں سے معروف ہیں۔ سلسلہ قادریہ کے بانی خود حضور سیّدنا غوث اعظمؒ ہیں۔ دیگر سلاسل صوفیاء یعنی چشتیہ نقشبندیہ اور سہروردیہ کے اکابر مشائخ نے بھی غوث پاک کی ذات اقدس سے اکتساب فیض کیا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ: حضرت خواجہ معین الدین چشتی جس دور میں سیاحت کرتے ہوئے بغداد شریف تشریف لائے تو آپ کی ملاقات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے

ہوئی اور آپ کی صحبت میں پانچ ماہ رہے۔ حضرت خواجہ محمد گیسودراز نے لطائف الغرائب میں لکھا ہے کہ جب خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی نے خراسان کی پہاڑی میں بیٹھے حضور غوث اعظمؒ کے فرمان قدمی ھذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللہ کو روحانی طور پر سن کر گردن خم کرنے میں سبقت کی اور کہا کہ آپ کا قدم نہ صرف میری گردن پر ہے بلکہ سر اور آنکھ کی پتلیوں پر بھی ہے تو غوث پاک نے خوش ہو کر فرمایا کہ غیاث الدین کا بیٹا (یعنی معین الدین) گردن خم کرنے میں بازی لے گیا اور حسن ادب کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کا محبوب بن گیا اور عنقریب اس کو ولایت ہند کی باگ ڈور سونپی جائے گی۔ سیر العارفین میں شیخ جمال الدین سہروردی لکھتے ہیں کہ خواجہ معین الدین چشتی کی حضور غوث اعظم سے ایک پہاڑ میں ملاقات ہوئی اور خواجہ صاحب آپ کی صحبت میں ستاون دن رہے اور آپ سے بے شمار فیوض و برکات حاصل کیے۔ میرے شیخ روایت کرتے ہیں سیّدنا غوث پاک سے اکتساب فیض کے بعد خواجہ معین الدین کو غوث پاک نے ہدایت کی کہ اب آپ کا حصہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے پاس ہے آپ وہاں چلے جائیں۔ خواجہ معین الدین حسب ارشاد لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ تنہا خراسان کے بیانوں سے گزر رہے تھے کہ اچانک حضرت داتا گنج بخش سامنے آ گئے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا یا حضرت آپ یہاں کیسے تشریف لائے ہیں؟ داتا صاحب فرمانے لگے اپنا سید بھائی سفر طے کرتا ہوا ہمارے پاس آ رہا تھا ہم نے سوچا جو کچھ دینا ہے چلو راستے ہی میں مل کر اس کو دے دیں۔ یہ سن کر خواجہ صاحب نے کہا نہیں یا حضرت مجھے تو آپ کے آستانہ لاہور میں جانے کا حکم ہوا ہے میں تو وہیں پہنچ کر حاصل کروں گا۔ حضرت داتا گنج مسکرائے اور فرمایا! اچھا چلے آؤ۔ یہ کہہ کر آپ غائب ہو گئے۔ چنانچہ خواجہ صاحب لاہور تشریف لائے اور دربار میں معتکف ہو کر جو کچھ پانا تھا پایا۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ: شیخ عبداللہ بلخی اپنی کتاب خوارق الاحباب فی معرفت الاقطاب میں لکھتے ہیں کہ ایک روز حضور غوث پاک ایک جماعت کے ساتھ کھڑے تھے کہ بخارا کی طرف متوجہ ہوئے اور ہوا کو سونگھا اور فرمایا میرے وصال کے ۱۵۷ سال کے بعد ایک

مرد قلندر محمدی مشرب بہاء الدین محمد نقشبندی پیدا ہوگا جو میری خاص نعمت سے بہرہ ور ہوگا' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یہ بھی منقول ہے کہ جب خواجہ بہاء الدین نے اپنے مرشد سیّد امیر کلال سے تلقین لی تو انہوں نے آپ کو اسم ذات ورد کرنے کا حکم دیا۔ لیکن آپ کے دل میں اسم اعظم کا نقش نہ جما جس سے آپ کو پریشانی ہوئی۔ اسی گھبراہٹ میں جنگل کی طرف نکلے۔ راستے میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ سے فرمایا کہ مجھے اسم اعظم حضور غوث پاک سے ملا۔ آپ بھی ان کی طرف متوجہ ہوں۔ دوسری رات خواجہ صاحب نے خواب میں غوث پاک کو دیکھا کہ آپ نے اپنے دست مبارک سے اسم اعظم کو خواجہ صاحب کے دل پر جما دیا کیونکہ ہاتھ کی پانچ انگلیاں لفظ اللہ کی شکل پر ہیں۔ اسی وقت آپ کو دیدار الٰہی ہوگیا اور اسی سبب سے آپ کا لقب نقشبند مشہور ہوگیا۔ آپ سے حضور غوث پاک کے فرمان قدمی ھٰذہٖ کی نسبت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ کا قدم مبارک میری گردن بلکہ میری آنکھوں پر ہے یہ رباعی خواجہ صاحب نے حضور غوث پاک کی شان و عظمت کا اقرار کرتے ہوئے لکھی ہے۔

بادشاہ ہر دو عالم شاہ عبدالقادر است
سرور اولاد آدم شاہ عبدالقادر است
آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم
نور قلب از نورِ اعظم شاہ عبدالقادر است

(بہاء الدین نقشبندؒ)

خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ: قلائد الجواہر میں ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اپنا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں: ''میں عہد شباب میں علم کلام سے بہت شغف رکھتا تھا اور بہت سی کتابیں مجھے حفظ تھیں۔ اس علم پر مجھ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ اس سلسلہ میں میرے چچا ابو نجیب سہروردی مجھے اکثر بُرا بھلا کہا کرتے۔ لیکن مجھے کوئی اثر نہ ہوتا۔ آخر کار وہ مجھے ایک دن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ

اے عمر! تو نے کون کون سی کتابیں یاد کر لی ہیں؟'' میں نے کتابوں کے نام بتائے۔ تب آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر پھیرا تو خدا کی قسم علم کلام کو میرے سینے سے محو کر دیا اور مجھے ایک لفظ بھی یاد نہ رہا۔ اور اس کی بجائے میرے سینے کو اسی وقت علم لدنی سے بھر دیا۔ جب میں آپ کے پاس سے اٹھا تو نہایت حکمت کی باتیں کرنے لگا۔ حضرت شیخ نے یہ بھی پیشین گوئی کر دی کہ ''اے عمر! تو عراق کے مشاہیر میں سے ہوگا۔''

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ: تفریح الخاطر میں اسرار السالکین کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب خواجہ نظام الدین اولیاء مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور سفر طے کر کے بغداد شریف پہنچے تو اس وقت حضرت سیّد عمر دربار غوث پاک کے سجادہ نشین تھے۔ انہوں نے آپ کو بلانے کے لیے ایک خادم بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے شیخ مجھے کیسے جانتے ہیں؟ اس نے کہا وہ آپ کو اُس روز سے جانتے ہیں جب سے آپ ہندوستان سے روانہ ہوئے تھے۔ تب آپ ان کے ارشاد کے مطابق تشریف لائے تو سیّد عمر نے اپنے دست مبارک سے سلسلہ قادریہ کی خلافت اور اجازت عنایت کرتے ہوئے خرقہ پہنایا۔

مختلف سلاسل صوفیاء کی باطنی نسبتیں: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رقمطراز ہیں کہ صحابہ کرامؓ تابعین اور جمہور صالحین کی نسبت ''احسان'' ہے جو مرکب ہے نسبت طہارت اور نسبت سکینہ سے۔ اور اسی کے ساتھ عدالت، تقویٰ اور سماحت یعنی حسن اخلاق کے انوار اور اس کی برکتیں بھی شامل ہیں۔ چنانچہ ان بزرگوں کے کلام کا اصلی مفہوم ان کے ارشادات کا صحیح مقصود اسی نسبت احسان پر دلالت کرتا ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے آئمہ اہل بیت کی ارواح کو دیکھا کہ وہ عالم ارواح میں ایک دوسرے کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور حظیرۃ القدس میں ان کو بڑی منزلت حاصل ہے اور میں نے وہاں یہ بھی دیکھا کہ اہل بیت کی ارواح کی قوت خارج سے زیادہ عالم ارواح کے باطن میں ہے۔

وہ صوفیائے متقدمین جن کا ذکر طبقات سلمی (عبدالرحمٰن سلمی) اور رسالہ قشیری میں ہے

کہ مختلف نسبتیں ہیں۔ان میں سے بعض بزرگ نسبت احسان رکھتے ہیں اور بعض نسبت عشق و وجد۔ان میں سے ایک جماعت نسبت تجرد رکھتی ہے۔اوران میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جن کا ہر شخص ان نسبتوں میں سے ایک نہ ایک نسبت اس طرح رکھتا ہے کہ وہ نسبت 'نسبتِ یاد داشت سے ملی ہوتی ہے۔

حضرت غوث اعظم نسبت اویسی رکھتے ہیں اوران کی اس نسبت کے ساتھ نسبت سکینہ کی برکات بھی ملی ہوئی ہیں۔ جناب غوث پاک کی اس نسبت کی تفصیل یہ ہے کہ شخص اکبر (عالم علوی وسفلی) کے دل پر ذات الٰہی کی تجلی ہوئی اور یہ تجلی نمونہ بنی باری تعالیٰ کی ذات کا جس شخص کو یہ نسبت حاصل ہوتی ہے وہ شخص اکبر کے اس نقطہ تجلی کا محبوب ومقصود بن جاتا ہے۔اب چونکہ نفوس افلاک' ملاء اعلیٰ اور ارواح کاملین کی محبت شیخ اکبر کے اسی نقطے کے ضمن میں آتی ہے۔اس لئے یہ نسبت رکھنے والا شخص اکبر کے نقطہ تجلی کی وساطت سے سب کا محبوب ومقصود بن جاتا ہے۔مختصر یہ کہ جب اس نسبت کا حامل شخص اکبر کی اس تجلی کا محبوب ٹھہرا تو اس محبوبیت کی وجہ سے اُس پر تجلیات الٰہی میں سے ایک تجلی کا فیضان ہوا۔اور یہ تجلی جامع ہوتی ہے قدرت الٰہی کے ان چار کمالات یعنی ابداع' خلق' تدبیر اور تدلی کی جو اس نظام کائنات میں مصروف عمل ہیں۔ چنانچہ اس تجلی کے طفیل اس نسبت رکھنے والے شخص سے بے انتہا خیر وبرکت کا ظہور ہوتا ہے خواہ وہ اس اظہار کمال کا قصد کرے یا نہ کرے اوراس فیض کی طرف اسکی توجہ ہو یا نہ ہو۔گویا اس شخص سے خیر وبرکت کا یہ صدور ایک طے شدہ امر ہے۔

حضرت غوث اعظمؒ کی زبان سے فخر اور بڑائی کے جو بلند آہنگ کلمات نکلے اور آپ کی ذات گرامی سے تسخیر عالم کے جو واقعات رونما ہوئے وہ سب کچھ آپ کی اسی نسبت کا نتیجہ تھے۔(ہمعات)

حضرت شاہ ولی اللہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ اور غوث پاک کی رفعت اور فضیلت ایک اور جگہ یوں بیان کی ہے: ''اور اولیاء امت اور ارباب سلاسل میں سے راہ جذب کی تکمیل کے بعد جو اس نسبت (اویسیہ) کی طرف سب سے زیادہ مائل اور اس مرتبہ پر بدرجہ اتم فائز ہوئے ہیں

وہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں اسی لیے (مشائخ) نے کہا ہے کہ وہ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔"

شاہ صاحب تفہیمات الٰہیہ میں لکھتے ہیں (ترجمہ) "سلسلہ قادریہ نقشبندیہ اور چشتیہ کی الگ الگ خاصیت سمجھی گئی ہے۔ سلسلہ قادریہ میں اگرچہ تعلیم بہ ظاہر شیخ ہی سے ہوتی ہے۔ تاہم یہ سلسلہ طریقہ اویسیہ روحانیہ کا مظہر ہے۔ اس سلسلہ میں مشائخ کے ساتھ تعلق اور مشائخ کی توجہ طالب کی طرف اس قدر ہوتی ہے کہ دوسرے سلاسل میں نہیں پائی جاتی اور یہ امر ظاہر و عیاں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو عالم میں اثر و نفوذ کا ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس لئے کہ انہیں وصال کے بعد ملاء اعلیٰ کی ہیئت حاصل ہوگئی ہے اور ان میں وہ وجود منعکس ہوگیا ہے جو تمام عالم میں جاری و ساری ہے۔ لہٰذا ان کے طریقے (سلسلہ قادریہ) میں بھی ایک خاص روح اور زندگی پیدا ہوگئی ہے۔"

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حضرت غوث اعظم کے طریقے کی مثال ایک ایسی ندی کی سی ہے کہ کچھ دور تک تو وہ زمین کی سطح کے اوپر اوپر بہتی رہتی ہے پھر وہ زمین کے اندر غائب ہو جاتی ہے اور زمین کے اندر ہی اندر بہتی چلی جاتی ہے اور وہ زمین کے اندرونی مسامات کو نم ناک کر دیتی ہے۔ اس کے بعد وہ دوبارہ چشمہ کی شکل میں پھوٹ نکلتی ہے اور پھر وہ دُور تک زمین کی سطح کے اوپر اوپر بہتی چلی جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ اس کے زمین کی سطح پر ظاہر ہونے اور پھر زیر زمین غائب ہونے کا سلسلہ اسی طرح برابر جاری رکھا ہے۔ بالکل اسی طرح طریقہ جیلانیہ کا حال ہے۔ چنانچہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک بار یہ طریقہ رونما ہوا اور اس کے بعد مفقود ہو گیا اور پھر دوبارہ بطریق اویسی بغیر کسی مرشد کے توسط سے اس طریق کا کسی بزرگ کے باطن سے ظہور ہوا۔ اور سچ پوچھیے تو یہ طریقہ جیلانیہ تمام تر اویسیہ ہی ہے اور اس طریقے سے انتساب رکھنے والے بزرگ بڑی رفعت و عظمت کے مالک اور بڑے ہی قوی حال ہوتے ہیں (ہمعات)"

حضرت شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندی شکار پوری سلسلہ قادریہ اور قادریوں کی فضیلت و

افضیلت بیان کرتے ہوئے مریدان سلسلہ قادریہ اور دیگر سلاسل میں منسلک لوگوں کے لئے نہایت مفید ہدایت لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ''سلسلہ قادریہ کو سب سلسلوں پر فضیلت حاصل ہے اور اس سلسلے کے مریدین دیگر سلاسل کے مریدین پر فوقیت رکھتے ہیں اس لئے کہ تابع کی فضیلت متبوع کے سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں) سلسلہ عالیہ قادریہ کے مرید کے لئے نامناسب ہے کہ وہ کسی اور سلسلہ کے پیر سے روحانی فیض حاصل کرے اس لیے کہ تمام سلاسل مشائخ حضور سیدنا غوث پاک کے سلسلے سے فیض یاب ہوتے ہیں اور اول و آخران ہی کے طفیل ان پر در معرفت کھلاتا ہے اگر چہ وہ اقطاب و نجباء وقت کیوں نہ ہوں۔ ہاں دیگر سلاسل کے لوگوں کا سلسلہ قادریہ کے مشائخ سے استفادہ ان کے لئے فیض کی زیادتی کا موجب ہوتا ہے۔'' (مکتوبات شاہ فقیر اللہ)

مولانا قاری شاہ محمد سلیمان پھلواری چشتی قادری فرماتے ہیں: ''اے عزیز! تم سیر و تواریخ اولیاء اس زمانے تک کی پڑھ جاؤ۔ دیکھو گے کتنے طریقے پیدا ہوئے پھر ان کا زور شور ہوا مگر ظاہر میں اب اس کا اجراء رُک گیا بخلاف ہمارے طریقہ شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کے کہ وہ تمام سلاسل اولیاء میں سما گیا اور ہر طریقے میں اس کی زندگی اور ہر شجرے میں اس کی تازگی ہے۔ ہندوستان ہی کے موجود طرق و سلاسل کو دیکھ لو کوئی طریقہ اس کی آمیزش (فیض) سے خالی نہیں۔'' (شمس المعارف طبع کراچی ۱۹۶۹)

غوث پاک کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت سے مجھ کو تمام اقطاب پر حاکم بنایا۔ میرا حکم میری ہر حالت یعنی حیات اور بعد حیات دینوی یا شام ہو یا رات یعنی ہر وقت جاری ہے۔

شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری ''یا شیخ سید عبدالقادر شیئاً للہ'' کا وظیفہ پڑھا کرتے تھے اور انکی مسجد کی محراب میں بھی یہ مبارک جملہ لکھا ہوا تھا۔ آپ کے ایک مرید مولوی حکیم مظفر حسین قریشی فاروقی نے اس سلسلے میں اپنے کچھ خدشات کا اظہار بذریعہ مکتوب حضرت میاں صاحب سے کیا تو حضرت میاں نے یہ مختصر جواب تحریر کیا: ''ہر حال شکر اور ذکر

فکر عبرت ضروری ہے' سو آج کل محال ہے' اس وسوسے (یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کے بارے) میں پڑھنا زیبا نہیں۔ غریب تو پڑھا کرتا ہے بلکہ کل ولی اللہ سے امداد لینا جائز ہے' آپ کا دل چاہے تو خیر پڑھا کریں۔"

شیخ ابوالحسن بغدادی نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ مجھے قرآن و سنت پر عمل کرتے ہوئے موت آئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا اور کیوں نہ ہو جب کہ تمہارے پیر شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔ میں نے تین مرتبہ آپ سے وہی درخواست کی' تینوں مرتبہ آپ نے وہی جواب دیا۔ صبح اٹھ کر میں نے یہ خواب اپنے والد سے بیان کیا۔ پھر ہم دونوں حضور غوث پاک کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت وعظ فرما رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر فرمایا تم میرے پاس بغیر دلیل کے نہیں آئے۔ پھر فرمایا جس کے رہنما جناب رسول اللہ ﷺ ہوں اور جس کا پیر عبدالقادر ہو تو اس میں بزرگی کیسے نہ ہو۔ آپ نے کاغذ اور قلم منگوایا اور ہم دونوں کو خلافت کی سند لکھ دی (قلائد)

شیخ عدی ابن برکات اپنے والد کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ میرے چچا عدی بن مسافر ۵۴۵ھ میں پہاڑوں میں جا کر گوشہ نشین ہو گے۔ اس زمانہ میں وہ سالکان راہ طریقت کو خرقۂ خلافت سے نوازتے رہے لیکن متوسلین شیخ عبدالقادر جیلانی کو یہ کہہ کر منع فرما دیتے کہ تم لوگ بحر رحمت میں غوطہ زن ہو۔ لہٰذا سمندر کو چھوڑ کر نہروں کی طرف توجہ دینا درست نہیں۔ (قلائد)

حضرت شیخ عمر کیمیا نے روایت کی ہے کہ ایک راہب سنان نامی جو کہ یمن کا رہنے والا تھا بغداد میں آیا اور حضور غوث پاک کے دست مبارک پر توبہ کی اور اسلام قبول کیا۔ پھر کھڑے ہو کر اس نے مجمع عام میں بیان کیا کہ میرے دل میں اسلام قبول کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں نے پکا ارادہ کر لیا کہ جو شخص دنیا میں سب سے زیادہ افضل ہوگا میں اس کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں گا۔ میں اسی فکر میں سو گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے

فرمایا: سنان! تم بغداد جاؤ اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرو کیونکہ وہ اس وقت روئے زمین کے تمام لوگوں سے افضل ہیں۔

شیخ ابونجیب سہروردی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ حضرت حماد بن مسلم دباس کے پاس سے رات کو شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سنائی دیا کرتی تھی۔ آپ کے مریدین نے حضرت شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سلسلہ میں کچھ معلومات حاصل کرنے کی درخواست کی۔ جب شیخ عبدالقادر نے شیخ حماد بن مسلم دباس سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ:
''میرے بارہ ہزار مریدین ہیں اور میں ہر شب نام بنام ان کی حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں۔ جب میرا کوئی مرید تصور گناہ بھی کرتا ہے تو تکمیل گناہ سے قبل ہی خوف زدہ ہو کر توبہ کر لیتا ہے اس لئے کہ وہ اپنے قصد گناہ پر دیر تک قائم نہیں رہتا۔''

یہ واقعہ سنانے کے بعد جناب شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ ''اگر مجھے قرب الٰہی حاصل ہو جائے تو میں اُس سے یہ وعدہ لے لوں کہ تا قیامت میرا کوئی مرید توبہ کے بغیر نہیں مرے گا اور میں ان سب کا ضامن بھی بن جاؤں گا۔'' یہ واقعہ سن کر شیخ حماد نے فرمایا کہ میں ضمانت دیتا ہوں کہ عنقریب انہیں یہ مرتبہ عطا کر دیا جائے گا اور ان کی وجاہت تمام مریدین پر سایہ فگن ہو گی۔ یہ واقعہ ۵۰۸ ہجری کا ہے۔

شیخ علی بن ہیتی فرمایا کرتے تھے کہ کسی مرید کا شیخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مرید کے شیخ سے زیادہ افضل نہیں ہو سکتا۔ آپ کا یہ بھی قول ہے کہ کسی کے مرید اس قدر نیک بخت نہیں جس قدر نیک بخت شیخ عبدالقادر کے مرید ہیں۔

شیخ ابوسعید قیلوی نے فرمایا کہ جو شخص جناب غوث پاک سے اپنی نسبت و تعلق کو قائم کر لے یقیناً نجات پائے گا۔

شیخ بقا بن بطو نے فرمایا کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے تمام مریدوں کو نیک بختوں کے لشکر میں دیکھا کہ ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمک رہے ہیں۔

شیخ عدی بن ابوالبرکات صخر بن مسافر نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد ماجد سے سنا'

انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ۵۵۴ ہجری میں اپنے چچا شیخ عدی بن مسافر سے ان کی خانقاہ میں جو بلاد جبل میں واقع تھی سنا کہ اگر کسی شیخ کے مریدوں سے کوئی شخص مجھ سے خرقہ پہننا چاہے تو میں اس کو خرقہ پہنا سکتا ہوں مگر شیخ عبدالقادر جیلانی کے مریدوں کو میں خرقہ نہیں پہنا سکتا کیونکہ وہ سب کے سب رحمت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ بحر کو چھوڑ کر نہر میں کیوں آئیں۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ نبوت کا ہے۔ اس طریقے سے انبیاء کرام بغیر کسی وسیلے کے اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتے ہیں اور یہ طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔ دوسرا طریقہ ولایت کا ہے۔ اس طریقے پر چلنے والے اللہ تعالیٰ تک بالواسطہ پہنچتے ہیں اور یہ اقطاب، اوتاد، ابدال نجباء اور اولیاء ہیں۔ اس طریقے میں واسطہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور یہ منصب عالی آپ ہی کی ذات گرامی سے متعلق ہے۔ اور جب علی کرم اللہ وجہہ کا وصال ہوا تو یہ منصب حسنین کریمین کے حوالے کر دیا گیا۔ ان کے بعد ترتیب وار آئمہ اہل بیت کو یہ منصب ملتا رہا۔ آئمہ کرام میں سے ہر ایک زمانے میں لوگوں کو ان کی وساطت سے فیض پہنچتا رہا اور جب سلطان اولیاء غوث الارض والسماء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی باری آئی تو یہ منصب عالی آپ کے حوالے کر دیا گیا اور ہمیشہ آپ ہی کی وساطت سے ولایت کا فیض غوث قطب ابدال نجباء اولیاء کو پہنچتا رہے گا۔ (مظہر جمال مصطفائی)

مکاشفاتِ غیبیہ میں مجدد الف ثانی لکھتے ہیں: ''جاننا چاہیئے کہ واصلان ذات میں سے جو بزرگوار افراد کے لقب سے ممتاز ہیں وہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔ اکابر صحابہ کرام اور اہل بیت میں سے بارہ امام اس دولت سے مشرف ہیں اور غوث الثقلین قطب ربانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ اس دولت سے مشرف ہونے میں ممتاز ہیں اور اس مقام میں وہ خاص شان رکھتے ہیں جو دوسرے اولیائے کرام کو نصیب نہیں۔ آپ کا یہی امتیاز علو مرتبت کا باعث ہے۔ آپ کا ارشاد کہ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے اگرچہ دوسرے اولیائے

کرام کے فضائل و کرامات بہت ہیں مگر آپ کا قرب خصوصیت کے ساتھ عروج میں سب سے زیادہ ہے اور اس کیفیت کو کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا۔ آپ سرکار صحابہ کرامؓ اور آئمہ اثناء عشر کے ساتھ اس عظیم الشان فضیلت میں شریک ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضلِ عظیم کا مالک ہے (نام ونسب)

حضرت مجدد صاحب کی تحریروں سے بالکل عیاں ہے کہ وہ حضرت غوث پاک کے مقام کی عظمت اور آپ کے فرمان کی وسعت کے دل و جان سے قائل ہیں اگرچہ ابتداء میں ایسا نہیں ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت غوث پاک کے مقام کا ادراک آسان نہیں۔ بہت سے اکابر اولیائے کرام کو بڑی دیر سے اس سعادت کے حصول کا شرف ملا ہے۔ حضرت مجدد صاحب کو حضرت غوث پاک سے جو خصوصی عقیدت و محبت تھی اور پھر اس کے صلے میں بارگاہ غوثیت سے اُن پر جس امتیازی انداز سے بارش کرم ہوئی اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جسے ایک نقشبندی عالم دین نے اپنی تصنیف میں نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ''حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے چھ سات ماہ گزرے تھے کہ بتاریخ ۱۷۔ ذی الحجہ ۱۰۳۳ ہجری اب کو ضیق النفس (سانس کی تکلیف) کا دورہ پڑا۔ اگرچہ یہ دورہ ہر سال ہوا کرتا تھا۔ لیکن اس سال زیادہ شدت کے ساتھ مع بخار لاحق ہوا جس کی وجہ سے اعزا کو صحت سے مایوسی ہوئی۔ ایک روز آپ نے مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ سے فرمایا کہ آج شب میں نے حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کو خواب میں دیکھا کہ میرے حال پر نہایت مہربانی اور عنایت فرماتے ہیں اور اپنی زبان مبارک کو میرے منہ میں ڈال کر فرماتے ہیں کہ میرے اس شعر۔

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا ۔۔۔ اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَاتَغْرُبُ

(ترجمہ) پہلے بزرگوں کے آفتاب ولایت غروب ہو گئے اور ہمارا آفتاب ہمیشہ رفعت و علا کے افق پر کبھی غروب نہیں ہوگا اور میرے اس قول میں کہ قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ پر لوگ حیران ہیں۔ اس کا حل لکھو (اسکی برکت سے) تم کو اس ضعف سے صحت حاصل

ہو گی۔(حضرت مجدد الف ثانی مولفہ سیّد زوار حسین شاہ نقشبندی نام ونسب ص ۲٦۰)

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک خرقہ ابو الحسن بن عبداللہ بن جامع کے دست مبارک سے ٦۰۱ ہجری میں پہنا ہے اور ابن جامع نے حضرت خضر علیہ السلام سے پہنا۔ اس سے پہلے انہیں تقی الدین عبدالرحمٰن بن علی بن میمون کے ہاتھ سے خرقہ خضر عطا ہو چکا تھا۔ لیکن صوفیائے کرام نے بیان کیا ہے کہ آپ کا سلسلہ روحانی براہ راست جناب حضور غوث اعظم سے ملتا ہے اور اُن سے خرقہ ملا ہے۔ اور اس طرح کہ ابن عربی کو ایک خرقہ شیخ ابو السعود ابن اشبلی اور ان کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے خرقہ ملا تھا اور شیخ عبدالقادر جیلانی کو شیخ ابو سعید مبارک مخزومی سے خرقہ ملا تھا۔

حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں کہ حضور غوث اعظم کے دو قسم کر مرید ہیں۔ ایک نیک و صالح دوسرا گنہگار و طالع، مرید صالح حضرت غوث اعظم کی آستین میں ہوتا ہے اور آپ سرکار خود اپنے گنہگار مرید کی آستین میں ہوتے ہیں۔ جب کوئی آپ کے مرید کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو آپ جلالیت سے آستین جھاڑتے ہیں تو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنے والا سات پشتوں تک برباد ہو جاتا ہے۔

حضور غوث اعظمؓ نے فرمایا کہ مجھے ایک صحیفہ دیا گیا جس میں قیامت تک آنے والے میرے اصحاب اور مریدوں کے نام درج تھے اور مجھ سے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سب کو میں نے تمہارے سبب بخش دیا ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں نے مالک داروغہ جہنم سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس میرے کوئی مرید ہے۔ اس نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ آپ کے مرید کو جہنم سے کیا سروکار۔ آپ نے فرمایا پروردگار کی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میرا دست حمایت میرے مریدوں پر ایسا ہے جیسا آسمان زمین کے اوپر۔ میرا مرید اگر اچھا نہیں، میں تو اچھا ہوں۔ جلال کبریا کی قسم جب تک میرے تمام مرید جنت میں نہیں چلے جاتے میں بارگاہ خداوندی میں نہیں جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں قیامت تک اپنے مریدوں کی دستگیری کرتا رہوں گا اگرچہ وہ سواری سے گرے۔

قلائد الجواہر میں ہے کہ حضور غوث پاک سے ایک شخص نے عرض کیا کہ گزشتہ شب میرے والد نے خواب میں مجھ سے کہا کہ مجھے عذاب قبر میں مبتلا کر دیا گیا ہے لہذا تم شیخ عبدالقادر کے پاس جا کر میرے لئے دعائے مغفرت کراؤ۔ جناب حضرت شیخ یعنی غوث پاک نے دریافت فرمایا کہ تمہارے والد کبھی میرے مدرسہ کے سامنے سے گزرے تھے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں یہ سن کر آپ نے سکوت اختیار فرمایا۔ وہ شخص وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ رات کو اُس نے اپنے والد کو خواب میں خوش وخرم دیکھا کہ انہوں نے سبز حلہ زیب تن کر رکھا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی کہا کہ حضرت شیخ کی دعا سے میرا عذاب ختم کر دیا گیا ہے اور اُنہی کے فیض سے مجھے یہ حلہ پہنایا گیا ہے۔ لہذا تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ حضرت شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضری اپنے اوپر لازم کرلو۔ میں نے یہ واقعہ حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم مجھ سے یہ وعدہ فرمایا گیا ہے۔ ''کہ جو کوئی بھی میرے مدرسہ کے سامنے سے گزر جائے گا اس کے عذاب میں کمی کر دی جائے گی۔'' (قلائد الجواہر)

بعض لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقادر سے عرض کیا کہ باب الارم کے قبرستان میں کسی مردے کی چیخ سنائی دیتی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ ہماری مجلس میں حاضر ہوا تھا؟ لوگوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ کیا اُس نے ہمارے پیچھے کبھی نماز پڑھی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یہ بھی ہمیں معلوم نہیں۔ یہ سن کر حضور جناب غوث پاک نے سر جھکا لیا۔ اور آپ کے اوپر ہیبت اور وقار کے آثار نمودار ہوئے اور آپ نے سر اٹھا کر فرمایا کہ ''مجھے ملائکہ نے بتا دیا ہے کہ اس شخص نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے عقیدت بھی رکھتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا۔'' اس کے بعد سے پھر وہ چیخ کبھی سنائی نہیں دی۔ (قلائد الجواہر)

سیدنا غوث اعظم نے اپنے قصائد شریفہ میں اپنے مریدوں کے بارے میں فرمایا ہے:۔

اے میرے مرید! سرشارِ عشق الٰہی ہو اور خوش رہ اور بے پرواہ ہو اور جو چاہے کر کیونکہ تیری نسبت میرے نام سے ہے جو بہت بلند ہے۔

اے میرے مرید! کسی سے مت ڈر اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اس نے مجھے وہ بلندی عطا فرمائی ہے جس سے میں اپنی مطلوبہ آرزوں کو پالیتا ہوں۔

اے میرے مرید! کسی بد باطن مخالف سے نہ ڈر کیونکہ لڑائی میں میں نہایت ثابت قدم اور دشمن کو ہلاک کرنیوالا ہوں۔

میں اپنے مرید کا نگہبان ہوں جس چیز سے وہ ڈرے اور میں ہر برائی اور فتنے سے اس کی حفاظت کرتا ہوں۔

میرا مرید جب مشرق و مغرب میں ہو میں اس کی مدد کرتا ہوں خواہ وہ کسی شہر میں ہو۔

اے میرے مرید! تو ہمارے وعدوں کا محافظ ہو جا میں بروز قیامت میزان پر (مدد کے لئے) حاضر ہو جاؤں گا۔

اے میرے مرید میری ہمیشگی کے ساتھ تجھے عزت بلندی اور احترام کی زندگی مبارک ہو۔

اور میرا مرید مشرق یا مغرب یا چڑھے ہوئے دریا تلے جب بھی مجھ کو پکارے تو میں اس کی دستگیری کرتا ہوں خواہ وہ فضا میں ہو میں ہر خصومت کے واسطے قضا کی تلوار ہوں۔

میں حشر میں اپنے مرید کی شفاعت کرنے والا ہوں اپنے رب کے پاس۔ پس میری بات رد نہ کی جائے گی۔

سگ درگاہ میراں شو چو خواہی قرب ربانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگِ درگاہ جیلانی

(سلطان باہو)

(ترجمہ) اگر تجھے قرب الٰہی درکار ہے تو غوث پاک کے آستانہ عالیہ کا سگ بن جا کیونکہ آپ کے در کا سگ شیروں پر فضیلت رکھتا ہے۔

☆☆☆

بارہواں باب:

مشائخ عظام اور شعراء کا منظوم خراج عقیدت

دنیائے تصوف میں سیدنا غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ کی ذات اقدس واحد ہستی ہے جن کی شان وعظمت کے حوالے سے بزرگان دین آپ کی مدح سرائی کرتے رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ آپ کے زمانہ ظہور سے اب تک جاری وساری ہے۔ سرکار غوث پاک کی تعریف میں نثری مواد بھی موجود ہے اور منظور کلام بھی کتب سیرت میں موجود ہے۔ انگنت قصائد، نظمیں، غزلیں، رباعیات، اشعار آپ کی مدح سرائی میں ہر وقت ہر لمحہ لکھے جاتے ہیں۔ ان کی تعداد اتنی ہے کہ احاطہ کرنا مشکل ہے۔ دنیا میں سلاسل طریقت کا کوئی بھی سالک ہو اور کسی سلسلے سے تعلق رکھنے والا ہو حضور سرکار غوث پاک کے واسطے اور وسیلے کے بغیر مرتبہ ولایت تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ سالکین راہ طریقت کے اسماء آپ ہی کی وساطت سے دربار رسالت مآبؐ میں قبولیت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ اسی اعتبار سے آپ کی مدح سرائی دنیا کی بے شمار زبانوں میں ہوتی رہتی ہے کیونکہ دنیا کا کوئی خطہ اور گوشہ اولیاء اللہ سے خالی نہیں۔ نیز آپ کی قصیدہ گوئی کرنے والوں میں دنیائے تصوف کی کامل ترین ہستیاں بھی شامل ہیں۔ منازل سلوک طے کرتے ہوئے وہ جن جن مقامات سے گزرے اور کٹھن اور جان لیوا مقامات پر جناب غوث اعظم نے ان کی کس طرح دستگیری کی اس کا اظہار تشکر کرنے کی خاطر وہ آپ کی شان بیان کرتے رہتے ہیں۔ نیز یہ کاملین اپنے درجات کی بلندی کی خاطر باطنی طور پر آپ کے آستانہ غوثیت پر سر نیاز جھکائے رکھتے ہیں۔ قادری ہونے کے ناطے سے اگر کوئی عقیدت مند تارک شریعت ہوتا ہے یا کوئی ایسی حرکت کرتا ہے جو اولیاء اللہ کے شایان شان نہیں ہوتی تو سرکار غوث پاک از خود اس کا فوراً نوٹس بھی لیتے ہیں اور تنبیہ فرماتے ہیں۔ ان کی لغزشوں کو معاف فرماتے ہیں۔ پھر یہ لوگ آپ کی شان بیان کرتے ہیں۔ اکابر اولیاء کے ساتھ ایسا بھی ہوتا رہتا ہے کہ جب کبھی کوئی علمی یا عرفانی مہم ان کو درپیش ہو تو مدد کے لئے ان کی درخواست

وصول ہونے سے پہلے ان کی دستگیری کو پہنچ جاتے ہیں یا ان کو اپنے آستانہ عالیہ بغداد شریف میں بلا لیتے ہیں۔ نثری یا شعری شکل میں آپ کے مناقب بیان کرنے کا سلسلہ تو قیامت تک جاری رہے گا۔ اب غوث پاکؒ کی شان میں بزرگان دین کا کچھ منظوم کلام بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے جس سے ان کی سرکار کے ساتھ وابستگی کا اندازہ ہو جائے گا۔

حضرت شیخ نور الدّین ابو الحسن علی بن یوسفؒ

عَبْدٌ لَـہٗ فَوقَ الْمَعَالِیْ رُتْبَۃٌ وَلَـہُ الْمَمَاجِدُ والْفَخَارُ الْاَفْخَرُ

ترجمہ: حضرت غوث پاکؒ ایسے عبد ہیں کہ آپ کا مرتبہ بالائے رفعت ہائے خلائق ہے۔ عظمتیں اور بیش بہا افتخارات آپ کے لئے مُسلّم ہیں۔

وَلَـہُ الْحقَائِقُ و الطَّرَائِقُ فِی الْھُدٰی وَلَـہُ الْمَعَارِفُ کالْکَوَاکِبِ تَزْھَرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو رُشد و ہدایت میں حقائق و رُموز عطا کئے ہیں اور آپ کے معارف ستاروں کی طرح تابندہ ہیں۔

وَ لَـہُ التَّقَدُّمُ وَالتَّعَالِیْ فِی الْعُلٰی وَلَـہُ الْمَراتِبُ فِی النِّھَایَۃِ تکْثُرُ

ترجمہ: بلندی میں آپ کو سبقت اور بڑائی حاصل ہے اور مقام انتہا میں آپ کے مراتب و مقامات بکثرت ہیں۔

وَلَـہُ الْفَضَائِلُ وَالمکارِمُ و النَّدٰی وَلَـہُ المناقِبُ فی المحافِلِ تُنْشَرُ

ترجمہ: آپ کے فضائل، مکارم اور سخاوتیں معروف ہیں، آپ کے مناقب محافل ذکر میں بیان کئے جاتے ہیں۔

غَوثُ الوَرٰی، غَیْثُ النَّدٰی، نُورُ الھُدٰی بَدْرُ الدُّجیٰ، شَمْسُ الضُّحیٰ، بَلْ اَنْوَرُ

ترجمہ: آپ فریاد رس خلق، باران جود اور نور ہدایت ہیں، ظلمتوں کے لئے بدر منیر اور آفتاب نصف النہار بلکہ اُس سے بھی تابندہ تر ہیں۔

قَطَعَ العُلُوْمَ مَعَ العُقُوْلِ فَاَصْبَحَتْ اَطْـوَارُ ھَـا مِنْ دُوْنِـہٖ تَتَحَیَّـرُ

ترجمہ: آپ نے عقل وفکر سے علوم و معارف کی منازل طے فرمائیں۔ چنانچہ دیگر اکابر اُمت آپ کے اسالیب تدبّر سے حیرت زدہ ہیں۔

مَـافِـیْ عُلَاہُ مَـقَـالَۃٌ لِـمُـخَـالِفٍ
فَـمَـسَـائِلُ الْاِجْـمَـاعِ فِیْـہِ تُسْـطَرُ

ترجمہ: آپ کی رفعت مقام میں کسی مخالف کو جسارت گفتار نہیں۔ سب نے آپ کے علو مرتبہ کو باتفاق رائے تسلیم کیا ہے۔

(مصنف بہجۃ الاسرار)

حضرت امام محمد بن سعید بن احمد بن سعیدؒ

شَھِدَتْ بِـرُتْبَتِـہٖ جَـمِیْعُ مَشَائِخٍ   فِیْ عَـصْـرِہٖ کَـانُـوا بِـغَیْـرِتَـنَـا کُرٖ

ترجمہ: آپ کے معاصر مشائخ نے بغیر کسی انکار کے آپ کے مرتبہ عالیہ کی شہادت دی۔

اَمَّـا الَّـذِیْـنَ تَـقَـدَّمُوْا قَـدْ بَشَّـرُوْا   بِـقُـدُوْمِـہٖ الْـمَیْـمُوْنِ اَکْـرَمَ طَـائِرٖ

ترجمہ: اولیائے سابق نے بہترین شگون کی حیثیت سے آپ کے بابرکت ورود کی بشارت دی۔

کَالْعَالِمِ الْبَصْرِیْ ھُوَ الْحَسَنُ الَّذِیْ   عَـمَـرَ الـطَّـرِیْـقَ الـسَّـالِـکِیْنَ لِسَائِرٖ

ترجمہ: ان لوگوں میں حسن بصریؒ جیسے عالم بھی تھے' جنہوں نے اہل طریقت کے لئے راہ سلوک کو آباد کیا۔

مِنْ عَصْرِہٖ الشَّامِیْ اِلٰی عَصْرِ الشَّرِیْفِ   اَلْـقُـطْـبِ مُـحْـیِ الدِّیْنِ عَبْدِ الْقَادِرٖ

ترجمہ: اُنہوں نے یہ فریضہ اپنے عہد روشن سے حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ قطب ربانی کے مبارک عہد تک (انجام دیا)

مَـا مِنْ رَئِـیْـسٍ کَـانَ صَدْرَزَ مَـانِـہٖ   اِلَّا وَبَشَّـرَھُـمْ بِـاَکْـرَمَ طَـائِـرٖ

ترجمہ: ہر رئیس ولایت اپنے زمانے کا تاجدار طریقت تھا' بایں ہمہ اُس نے لوگوں کو ایک عظیم ہستی کے وُرُود کی بشارت دی۔

وَالْکُلُّ کَانُوْا قَبْلَہٗ حُجَّابُہٗ　　فَتَقَدَّمُوْہُ وَکَانُوْا کُلَّ عَسَاکِرِ

ترجمہ: پہلے تمام اولیائے اُمت حضرتؓ کے خدام تھے‘ جو لشکروں کی صورت میں آپ سے قبل آئے۔

وَاَتٰی کَسُلْطَانٍ تَقَدَّمَ جَیْشُہٗ　　شَمْسًا تُغَیِّبُ کُلَّ نَجْمٍ زَاھِرِ

ترجمہ: آپ ایک سلطان کی شان کے ساتھ آئے کہ آپ کا لشکر پہلے آیا۔ آپ ایک ایسے آفتاب کی طرح نمودار ہوئے‘ جس نے ہر تابناک ستارے کو ماند کر دیا۔

ھُوَ صَاحِبُ الْقَدَمِ الَّذِیْ خَضَعَتْ رِقَابُ　　الْاَوْلِیَاءِ لَہٗ بِغَیْرِ تَشَاجُرِ

ترجمہ: آپ ایسے صاحب قدم تھے کہ کسی قسم کی جرأتِ اختلاف کے بغیر تمام اولیاء اللہ کی گردنیں آپ کے سامنے جھک گئیں۔

اِذْ قَالَ مَامُوْرًا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ　　قَدَمِیْ عَلٰی رَقْبَاتِ کُلِّ اَکَابِرِ

ترجمہ: جب آپ نے منبر پر مامور من اللہ ہو کر فرمایا: میرا قدم تمام اکابر ولایت کی گردنوں پر ہے۔

فَخَنَتْ جَمِیْعُ الْاَوْلِیَاءِ رُءُوْسَھُمْ
اِجْلَالَہٗ بَادِیْھِمْ وَالْحَاضِرِ

ترجمہ: پس حاضر و غائب تمام اولیاء نے حضرت غوثِ پاکؓ کی عظمت کے سامنے اپنے سروں کو خم کر دیا۔

(تفریح الخاطر‘ روضۃ النواظر اور نزہۃ الخاطر)

حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتیؒ

یا غوثِ معظم نورِ ہدٰے مختار نبی مختارِ خدا
سلطان دو عالم قطب علی حیراں ز جلالت ارض و سما

ترجمہ: اے غوث اعظمؓ آپ ہدایت کے نور اللہ و رسول کے مختار ہیں۔ دو عالم کے سلطان قطب اعلیٰ ہیں آپ کی جلالت سے زمین و آسمان حیران ہیں۔

در صدق ہمہ صدیق وشی در عدل عدالت چوں عمری

درکان حیا عثمان غنی مانند علی باوجود و سخا

ترجمہ: صدق میں صدیق اکبر کی طرح عدل میں عمر فاروق ؓ کی طرح ہیں۔ کان حیا میں عثمان غنیؓ کی مانند اور جود و سخا میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مانند

در بزم نبی عالی شانی ستار عیوب مریدانی

در ملکِ ولایت سلطانی اے منبع فضل جود و سخا

ترجمہ: بزم نبی میں آپ کی شان بلند ہے، مریدوں کے عیوب کے پردہ پوش، ملک ولایت کے سلطان، اے جود و سخا کے منبع

چوں پائے نبی شد تاج سرت تاج ہمہ عالم شد قدمت

اقطاب جہاں در پیش درت افتادہ چو پیش شاہ گدا

ترجمہ: جیسے نبی علیہ السلام کا قدم آپ کے سر کا تاج ہے۔ اقطاب جہاں آپ کے در پر اس طرح پڑے ہیں جیسے بادشاہ کے سامنے گداگر

گرداد مسیح بمردہ رواں دادی تو بدین محمد جاں

ہمہ عالم محی الدیں گویاں بر حسن و جمالت گشتہ فدا

ترجمہ: اگر عیسےٰ علیہ السلام نے مردہ کو زندہ کیا تو آپ نے دین محمدی میں جان ڈالدی سارا عالم آپ کو محی الدین کے لقب سے پکارتا ہے اور آپ کے حسن و جمال پر فدا ہے۔

در شرع بغایت پر کاری چالاک چو جعفر طیاری

برعرش معلےٰ سیاری اے واقف رازِ او ادنیٰ

ترجمہ: آپ کو شریعت میں کامل دسترس حاصل تھی جعفر طیار کی طرح ہوشیار تھے۔ عرش معلےٰ پر سیر فرمانے والے قاب قوسین او ادنیٰ کے راز سے واقف

از بس کہ قتیل نفس خودم بیمار خجالت مند دلم

شرمندہ سیاہ رو منفعلم از فیضِ تو دارم چشمِ دوا

ترجمہ: میرے نفس نے مجھے مار ڈالا میں بیمار شرم سار دل ہوں، اور شرمندہ اور سیاہ رو ہوں آپ کے فیض سے میرے درد کی دوا مل جائیگی۔

معین کہ غلام نام تو شد دریوزہ گر اکرام تو شد

شد خواجہ ازاں کہ غلام تو شد دارد طلب تسلیم و رضا

ترجمہ: معین جو کہ آپ کے نام کا غلام ہے، آپ کے اکرام کا منگتا اور آپ کی غلامی کا شرف حاصل ہونے سے خواجہ بن گیا آپکی تسلیم و رضا کا طالب ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

قبلہ اہل صفا حضرت غوث الثقلین   دستگیر ہمہ جا حضرت غوث الثقلین

ترجمہ: اہل صفا کے قبلہ حضور غوث پاک ہیں اور ہر جگہ دستگیری فرمانیوالے حضور غوث پاک ہیں۔

یک نظر از تو بود در دو جہاں بس مارا   نظرے جانب ما حضرت غوث الثقلین

ترجمہ: آپکی ایک نظر مبارک ہمیں دو جہاں کیلئے کافی ہے ایک نظر میری طرف بھی فرمائیے حضور غوث الثقلین

کارہائے من سرگشتہ بے بستہ شدہ   رحم کن باز کشا حضرت غوث الثقلین

ترجمہ: مجھ حیران کے بہت سے کام بند ہو گئے ہیں۔ رحم فرما کر میری دوبارہ عقدہ کشائی فرمائیے حضرت غوث الثقلین

خاک پائے تو بود روشنی اہل نظر   دیدہ رابخش ضیا حضرت غوث الثقلین

ترجمہ: آپ کی خاک پا اہل نظر کی روشنی ہے میری آنکھ کو بھی روشنی بخشیے حضرت غوث الثقلین

دردمندم ہمہ اسباب شفا مفقود است   کرم تست دوا حضرت غوث الثقلین

ترجمہ: میں دردمند ہوں تمام اسباب شفا مفقود ہو چکے ہیں آپکا کرم ہی میری دوا ہے حضرت غوث الثقلین

حضرت کعبہ حاجات ہمہ خلقا نست!   حاجتم ساز روا حضرت غوث الثقلین

ترجمہ: آپکی درگاہ تمام مخلوقات کیلئے کعبہ حاجات ہے ازراہ کرم میری بھی حاجت روائی فرمایئے حضرت غوث الثقلین

مردہ دل گشتم و نام تو محی الدین است　　　مردہ را زندہ نما حضرت غوث الثقلین

ترجمہ: میرا دل مردہ ہو چکا ہے اور آپ کا نام محی الدین ہے دل مردہ کو زندہ فرمایئے حضرت غوث الثقلین

قطبؔ مسکیں بغلامی درت منسوب است　　　داغِ مہرش بفزا حضرت غوث الثقلین!

ترجمہ: قطب مسکین کو آپکے در کی غلامی کا شرف حاصل ہے اسکی محبت میں اور بھی اضافہ فرمایئے حضرت غوث الثقلین۔ (ماخوذ از سیرتِ محبوب)

حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیریؒ

من آمدم بہ پیشِ تو سلطان عاشقاں　　　ذات تو ہست قبلۂ ایمانِ عاشقاں

ترجمہ: اے سلطان عاشقاں! میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں آپ کی ذاتِ اقدس اہل محبت کا قبلۂ ایمان ہے۔

در ہر دو کون جز تو کسے نیست دستگیر　　　دستم بگیر از کرم اے جانِ عاشقاں!

ترجمہ: دارین میں اپ کے سوا کوئی دستگیر نہیں ازراہ عنایت اے جان عاشقاں! ہماری دستگیری فرمائیں۔

از ہر طرف بہ خاک درت سر نہادہ ایم　　　یک لحظہ گوش نہِ تو بر افغان عاشقاں

ترجمہ: میں نے آپ کے آستانے کی خاک پر ہر طرف سے سر رکھا ہے آپ عشاق کی آہ و فغاں پر لمحہ بھر کان دھریں۔

از خنجر نگاہ تو مجروح عالمے　　　شد نطق روح بخش تو درمیان عاشقاں

ترجمہ: ایک دُنیا آپ کے خنجر نگاہ سے زخمی ہے۔ آپ کا رُوح بخش کلام عشاق کے درد کا درماں ہے۔

کوئے تو ہست غیرتِ جنت بہ صد شرف　　　حسن و جمال روئے تو بستانِ عاشقاں

ترجمہ: بہ اعتبار شرف آپ کا کوچہ رشک جنت ہے' آپ کے رُوئے مبارک کا حُسن و جمال اہل محبت کے لئے گلزار کی حیثیت رکھتا ہے۔

صابر بخاک کوئے تو سر را نہادہ است

زاں رُو کہ ہست کوئے تو سامان عاشقاں

ترجمہ: صابر کلیری نے آپ کے کوچے کی خاک پر اپنا سر رکھا ہے' کیونکہ اپ کا کوچہ اہل دل کا ساز و سامان ہے۔

(از سیرت محبوب و دیوانِ حضرتؒ)

بندہ نواز حضرت گیسو دراز چشتی نظامیؒ

قطب حق یا غوثِ اعظمؒ یا ولی روشن ضمیر　　بندہ امؒ شرمندہ ام جُز تو اندارم دستگیر

ترجمہ: اے غوث اعظم! اے قطب ربانی! اے روشن ضمیر ولی! میں آپ کا غلام ہوں (گناہوں سے) شرمسار ہوں' آپ کے سوا میرا کوئی دستگیر نہیں۔

بر درِ درگاہ ولا سائلم اے آفتاب!　　خاطر ناشاد را کُن شاد یا پیران پیر

ترجمہ: اے آفتاب ولایت! میں آپ کی بارگاہِ قُدس میں سائل کی حیثیت سے حاضر ہوں۔ اے پیران پیر! ایک غمگین دل کو مسرّت سے ہمکنار فرمائیں۔

یَا مُحیَّ الدِّین تَرَحَّمنَا بِلُطفٍ وَّاسِعٍ

اَنتَ غَوثُ الکُلِّ مَشہُورٌ بِاَنوَاعِ الکَرَمْ

ترجمہ: اے محی الدّین! اپنے وسیع لُطف سے ہم پر نوازش فرمائیں' آپ تمام اولیاء اللہ کے غوث ہیں اور انواع و اقسام عنایات میں مشہور ہیں۔

دُزدِ رہزن را بیک دم ساختی ابدالِ حق　　اے شہ دُنیا و دیں بر حال ماہم کُن کرم

ترجمہ: آپ نے ایک ڈاکو چور کو یک لخت ابدال کا مرتبہ عطا کر دیا' اے دُنیا و دین کے شہنشاہ!

آپ ہمارے حال پر بھی کرم فرمائیں۔ (از جذباتِ حبیبیہ)

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ

بیکسا نزاکس اگر جوئی تو در دنیا و دیں   ہست محی الدین سیّد تاج سرداراں یقیں

ترجمہ: دنیا و دین میں اگر تجھے دستگیر بیکساں کی تلاش ہے تو یقین جان کہ وہ حضرت محی الدین سرداروں کے سرتاج ہی کی ذات ہے

دستگیر بے کسان و چارۂ بیچارگاں   شیخ عبد القادر است آں رحمۃ للعالمین

ترجمہ: بے کسوں کے دستگیر اور بیچاروں کے چارہ گر شیخ عبدالقادر ہیں جو سارے عالمین کے لیے رحمت ہیں۔

اولیائے اولین و آخریں سرہائے خود   زیر پائش مے نہند از حکم رب العالمین

ترجمہ: تمام اولین و آخرین اولیا نے اپنے سروں کو آپ کے پائے مبارک کے نیچے رکھا خدا کے حکم سے

قطب اقطاب زمان و شہباز امکاں   مہربان بیکساں نائب شفیع المذنبین

ترجمہ: اقطاب زمانہ کے قطب اور شہباز امکان ہیں بیکسوں پر مہربان ہیں اور شفیع المذنبین ﷺ کے نائب ہیں

ثمرہ شجرِ نبی و میوہ باغِ علی   سر وبستان حسن آں سرور دنیا ودیں

ترجمہ: نبی ﷺ کے درخت کے پھل حضرت علی کے باغ کا میوہ حضرت امام حسن کے گلستان کے سرداور دین و دنیا کے سردار ہیں

نور گلزار حسین آں جوئبار رحمتش   پیر پیراں پیر من محبوب ربّ العالمین

ترجمہ: دریائے رحمت امام حسین کے نور گلزار ہیں اور آپ پیروں کے پیر میرے پیر اور رب العالمین کے محبوب ہیں'

نیست در ہر دو جہاں ملجائے من جز در کہت   الکرم یا باز اشہب الکرم یا محی الدین

ترجمہ: آپکی درگاہ والا کے سوا میرے لیے دونوں جہان میں کہیں جائے پناہ نہیں ہے یا باز اشہب یا محی الدین مجھ پر کرم فرمایئے۔

ہر کسے نازد بہ کس الا بہاء الحق زدل ے فرد شد از رہت از صدق دل ایمان ودیں

ترجمہ: ہر شخص کو کسی نہ کسی پر ناز ہوتا ہے مگر بہاء الحق کو آپ پر دل سے ناز ہے اور آپکی راہ پر بصدق دل دین وایمان قربان کرتا ہے۔

کسی نے بہاء الدین ذکریا ملتانی سے پوچھا کہ غوث زمان اور غوث اعظم کے درمیان کیا فرق ہے؟ جواب میں فرمایا بہت معمولی فرق ہے۔ سوال کرنے والے نے تین مرتبہ سوال دہرایا اور اُسے یہی جواب دیا گیا۔ حضور غوث پاک کی غیرت وحمیت جوش میں آئی تو بہاء الدین کو ولایت سے فارغ کر دیا۔

خواجہ بہاء الدین نے غوث پاک کی شان میں ایک قصیدہ لکھا اور آستانہ بغداد میں آپ کے پاس حاضر ہو کر یہ قصیدہ پڑھا اور معافی کے خواستگار ہوے۔ اس قصیدہ کے آخری اشعار یہ ہیں:

منم سر در فدائے تو فدائے خاک پائے تو فقیر تو گدائے تو گدائے بینوائے تو
بجاں جوئیم رضائے تو بدل دارم وفائے تو کنم در دیدہ جائے تو بامید لقائے تو

بہاؤ الدین ملتانی سگ درگاہ جیلانی
سرا سر فیض یزدانی، محی الدین جیلانی

ترجمہ: میرا سر آپ کی شان پر فدا ہے اور میری جان آپ کے زیر پا خاک پر قربان ہو۔ یہ روحانی فقیر آپ کے در پر گداگر ہے اور بے زبان منگتا ہے۔ میں دل وجان سے آپ کی رضا کا طالب ہوں اور میرا دل آپ کی وفا سے پُر ہے۔ میری آنکھیں آپ کی دید کا محل ہیں اور زیارت کی محتاج ہیں بہاؤ الدین ملتانی آپ کے در اقدس کا سگ ہے۔ محی الدین سرپا رحمت الٰہی ہیں۔

شاہ ابوالمعالی قادریؒ

گر کسے واللہ بعالم از مے عرفانی است　　از طفیل شہ عبد القادر گیلانی است

ترجمہ: بخدا اگر کسی کو جہان میں شراب معرفت الٰہیہ حاصل ہوئی تو جناب بادشاہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے طفیل حاصل ہوئی ہے۔

ہر کہ نامد از راہ او در حریم راز عشق　　ہمچو سینا راہ نے باید کہ ہاں شیطانی است

ترجمہ: جو کوئی راز عشق کے حریم میں اس کی راہ سے نہ آئے وہ بوعلی سینا کی طرح راہ نہیں پاتا کیونکہ وہ شیطانی ہے۔

شیخ خرقانی یکے از خرقہ پوشان ویست　　زاں جہت اور القب درمرد ماں خرقانی است

ترجمہ: شیخ ابوالحسن خرقانی کا لقب خرقانی اس لیے لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں حضور نے خرقہ پہنایا۔

سہروردی نیز ملتانی است پیش در گہش　　کہ چہ اور اصد ہزاراں بندہ چوں ملتانی است

ترجمہ: شہاب الدین سہروردی بہاء الدین زکریا ملتانی حضور کی بارگاہ کے خادم ہیں ان جیسے لاکھوں حضور کے خادم ہیں۔

ہست ہر دم جلوہ گر از چہرہ اش حسن حسنؓ　　زانجمالش مصطفٰے راحت و ریحانی است

ترجمہ: آپکے چہرہ انور سے ہر دم امام حسن کا حسن جلوہ گر ہے لہٰذا آپکا حسن و جمال حضورﷺ کی ذات کیلئے باعث راحت ہے۔

صد انا الحق گو بتائید حماقتہائے اوست　　فارغ از دارِ سیاست غافل از زندانی است

ترجمہ: ان کی حماقتوں کی تائید کے ساتھ سو بار انا الحق کہہ سیاہ سولی سے فارغ اور قید سے بےفکر رہے۔

مسلمی را یا شہِ گیلانی از لطف و کرم　　سوئے خود آوازہ کن در ماندہ از حیرانی است

ترجمہ: یا شہ جیلاں از راہ لطف و کرم مسلمی (ابوالمعالی) کو اپنی طرف بلا لیجئے جو کہ حیرانی کے سبب پیچھے رہ گیا ہے۔

II

تشنہ لب گریاں بہ سوئے بحرِ عرفاں می روم　　سر زدہ چوں سیلِ اشک خود بہ افغاں می روم

ترجمہ: میں پیاس کی شدت سے گریاں عرفان کے سمندر کی طرف جا رہا ہوں' اپنے آنسوؤں کے سیلاب کی طرح سر مارتے ہوئے آہ و فغاں کرتا ہوا جا رہا ہوں۔

حاجی بغداد و گیلانم ز شوقِ حضرتش　　گہ سوئے بغداد و گاہے سوئے گیلاں می روم

ترجمہ: آپ کی بارگاہ عالیہ میں حاضری کے شوق سے میں نے بغداد و گیلان کا احرام سفر باندھا ہوا ہے۔ میں کبھی بغداد کی جانب چلتا ہوں اور کبھی گیلان کا رُخ کرتا ہوں۔

با سگانِ کوئے او عقد محبت بستہ ام　　ہر دم از روئے وفا سوئے محباں می روم

ترجمہ: میں نے سگانِ کوچہ بغداد سے پیانِ محبت باندھ رکھا ہے' از راہ وفا میں ہر لحہ عشاق کی جانب رواں دواں ہوں۔

(منتخب از قصیدہ مفرح الافتراح)

III

آں ترک عجم چوں زمے حسن طرب کرد　　بر پشت سمند آمدہ وصید عرب کرد

ترجمہ: اس ترک عجم نے شراب محبت سے مست ہو کر کیا خوب طرب دکھایا۔ عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر عرب کو شکار کیا۔

چوں کاکل ترکانہ بر انداخت زمستی　　غارت گری کوفہ و بغداد و حلب کرد

ترجمہ: جب عجمی زلفوں کو مستی میں آ کر چہرۂ انور سے اٹھایا تو کوفہ' بغداد اور حلب تک غارت گری کی۔

خوباں کہ ز خوبی چو گل و لالہ نمودند　　نازاں ہمہ را زیر قدم کرد عجب کرد

ترجمہ: گل و لالہ کی طرح دکھائی دینے والے خوبرو نازنینوں کو زیر قدم لا کر کیا ہی عجب کیا۔

داری خبر اے مہ جیلی! کہ معالی　　بر یاد تو القادر القادر ہمہ شب کرد

ترجمہ: اے ماہ جیلاں! ابوالمعالی کی خبر لینا جو آپ کی یاد میں ساری رات قادر قادر پکارتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

غوث اعظم دلیل راہ یقیں   بالیقیں رہبر اکابر دیں

ترجمہ: حضرت غوث پاکؒ راہ یقین کی دلیل ہیں۔ آپ بلاشبہ اکابر دین کے رہنما ہیں۔

شیخ دارین و ہادی ثقلین   زبدۂ آل سیّد کونین

ترجمہ: آپ دارین کے شیخ اور کونین کے ہادی ہیں۔ آپ آل سرکار دو عالم ﷺ کے جوہر ہیں۔

اوست در جملہ اولیاء ممتاز   چوں پیمبر در انبیاء ممتاز

ترجمہ: آپ اولیاء اللہ میں اسی طرح ممتاز ہیں، جس طرح رسول پاک ﷺ انبیائے کرام علیہم السلام میں منفرد ہیں۔

اولیاء بند ہائش از دل و جاں   قدم او بہ گردن ایشاں

ترجمہ: اولیاء اللہ دل و جاں سے آپ کے غلام ہیں۔ آپ کا قدم اُن سب کی گردن پر ہے۔

من کہ پروردۂ نوال ویم   عاجز از مدحتِ کمال ویم

ترجمہ: میں کہ آپ کی جود و سخا کا پروردہ ہوں آپ کے کمالات کی توصیف سے عاجز ہوں۔

ہمہ دم غرق بحر احسانم   اے فدائے درش دل و جانم

ترجمہ: میں ہر لحہ آپ کے بحر احسانات میں غرق ہوں، میرے دل و جاں آپ کے آستانۂ عالیہ پر نثار۔

در دو عالم بہ اوست اُمیدم   ہست باوے اُمید جاویدم

ترجمہ: دارین میں آپ کی ذات اقدس سے میری اُمیدیں وابستہ ہیں، آپ میری ہمیشہ کی اُمیدوں کے محور ہیں۔ (از اخبار الاخیار)

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ

بادشاہِ ہر دو عالم شیخ عبدالقادرؒ است   سرورِ اولاد آدم شیخ عبدالقادرؒ است

آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم   نور قلب از نور اعظم شیخ عبدالقادر است

ترجمہ: حضرت غوث پاکؒ کا وجود اقدس نور اعظم ہے اور آپ کے نور قلب سے آفتاب و ماہتاب، عرش و کرسی اور لوح و قلم مستنیر ہیں۔ (فتح المبین)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ

آں شاہِ سرافراز کہ غوث الثقلین است　　در اصل صحیح النسبین از طرفین است

از سوئے پدر تا بحسنؓ سلسلۂ او　　وز جانب مادر دُر دریائے حسینؓ است

ترجمہ: وہ تاجدار سر بلند جنہیں غوث الثقلین کہا جاتا ہے اصل میں طرفین سے صحیح النسب سیّد ہیں۔

باپ کی طرف سے اُن کا سلسلۂ نسب حضرت حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، والدہ ماجدہ کی جانب سے وہ حضرت شبیرؓ کے بحر کا گوہر ہیں۔

(از دُرّ الدارین)

حضرت سلطان باہوؒ

شفیع امت و سرور بود آں شاہِ جیلانی　　تعالیٰ اللہ چہا قدرت خدائش کرد ارزانی

ترجمہ: وہ شاہ جیلانی امت کے شفیع اور سردار تھے، سبحان اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا ہی قدرت عطا کی تھی۔

سکندر می کند دعوے کہ ہستم چاکر آں شاہ　　فلاطون پیش علم او مقر آمد بنا دانی

ترجمہ: سکندر کو آپ کی غلامی کا دعوٰے ہے۔ افلاطون کو آپ کے علم کے روبرو اپنی نادانی کا اعتراف ہے۔

کلا داران ایں عالم گدایان گدائے تو　　ترا زیبد ترا زیبد کلاہ داری وسلطانی

ترجمہ: اس جہان کے تاجدار آپکے گداؤں کے گداگر ہیں صرف آپ ہی کو تاجداری اور بادشاہی زیب دیتی ہے۔

گدا سازی اگر خواہی بیکدم بادشاہاں را　　گدایاں را دہی شاہی بیک لحظہ بہ آسانی

ترجمہ: اگر آپ چاہیں تو ایکدم میں بادشاہوں کہ گداگر بنا دیں، اگر آپ چاہیں تو آسانی سے

ایک لحظہ میں گداؤں کو بادشاہی عنایت کر دیں۔

گدائے درگہت خاقاں غلام حضرت قیصر چہ عالیشان سلطانی الا اے غوث ربانی

ترجمہ: خاقان آپ کی درگاہ کا گدا ہے اور قیصر آپ کا غلام' اے غوث پاک آپ کس قدر عالیشان بادشاہ ہیں۔

بایں حشمت بایں شوکت بایں قدرت بایں عظمت نبو داست ونخواہد بود الحق مثل تو ثانی

ترجمہ: فی الواقعہ اس جاہ وحشمت شان وشوکت اور قدرت کا انسان بجز آپ کے نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔

چہ ناسوتی چہ ملکوتی چہ جبروتی چہ لاہوتی ہمہ در زیر پائے تو چہ عالیشان سلطانی

ترجمہ: کیا ناسوتی کیا ملکوتی کیا جبروتی کیا لاہوتی سب آپ کے زیر پا ہیں آپ کس قدر شان والے بادشاہ ہیں۔

حقیقت از تو روشن شد طریقت از تو گلشن شد سپہر شرع را ماہی زہے خورشید نورانی

ترجمہ: آپکے وجود سے حقیقت روشن ہوئی اور طریقت گلزار بنی آپ کیسے نورانی سورج اور آسمان شرع کے چاند ہیں۔

تراچوں من ہزاراں بندگاں ہستند در عالم مراجز آستانت نیست اگر خوانی وگر رانی

ترجمہ: مجھ جیسے آپ کے غلام دُنیا میں ہزاروں ہیں' بہر صورت میری آپ کے آستانے کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں۔

منم سائل بجز تو نیست غمخوارم کہ گیرد دست برحمت کن نظر برمن توئی مختار سُبحانی

ترجمہ: میں سائل ہوں' میرا کوئی ایسا غمخوار نہیں جو دستگیری کرے' مجھ پر نگاہ کرم فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو (عالم نوازی کا) مختار بنایا ہے۔

سگ درگاہ میراں شوچو خواہی قرب ربانی کہ بر شیراں شرف دارد سگِ درگاہِ جیلانی

ترجمہ: اگر تو قرب خداوندی کا طلب گار ہے تو سگِ بارگاہ جیلاں بن جا' کہ سگِ آستانہ غوث کو شیروں پر برتری حاصل ہے۔

شاہ میراں ہست ثانی شہ امیر　　شہسوار معرفت' روشن ضمیر

ترجمہ:حضرت غوث پاک جناب حیدر کرارؓ کے ثانی' میدانِ معرفت کے شہسوار اور روشن ضمیر ہیں۔

ہر کہ را پدرش بود عارف مقیم　　چوں نہ باشد سیّد راہِ سلیم

ترجمہ:جن کے جدّ امجد مقامِ عرفان کے مالک ہوں' اُنہیں سلامتی کی راہ کا سردار کیوں کر نہ تسلیم کیا جائے۔

شو مُرید از جان باہو بالیقیں
خاک پائے شاہ میراں راس دیں

ترجمہ:اے باہو! دین کے سردار حضرت شاہ میراں محی الدین کا دل و جان سے مرید صادق اور خاک پا بن جا۔(گنج الاسرار)

بے بغداد دی کیا نشانی: اُچیاں لمیاں چیڑاں ہُو
تن من میرا پُرزے پُرزے جیوں درزی دیاں لیراں ہُو
لیراں دی گل کفنی پاساں رلساں سنگ فقیراں ہُو
شہر بغداد دے ٹکڑے منکساں' کرساں میراں! میراں! ہُو

(کلام سلطان باہوؒ پنجابی)

حضرت مولانا غنیمت کنجاہیؒ

غنیمت! اے غلام غوث اعظمؓ　　فدائے نام پاک قُطب عالم

ترجمہ:غنیمت! اے حضور غوث پاکؓ کے غلام اور اُس قطب عالم کے نام پر فدا

حدیثے کز بست دارد نمودے　　شنیدن کردے از دُورش سجودے

ترجمہ:وہ بات جو تیرے منہ سے نکلتی ہے' سماعت دُور سے اُسے سجدہ کرنے کو لپکتی ہے۔

گرامی گوہر اولادِ حیدرؓ　　ستون دین و آئین پیمبرؐ

ترجمہ: حضرت غوث پاکؒ 'سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ' کی اولاد کے گراں بہا موتی ہیں۔
آپؒ سیّد عالم ﷺ کے دین اور آئین کے ستون ہیں۔

زایجادش قضا بر خود کند ناز کہ زد پہلو کراماتش بہ اعجاز

ترجمہ: آپؒ کی تخلیق کے باعث قضاوقدر خود پر ناز کرتی ہے' کیونکہ آپؒ کی کرامات معجزات کے پہلو بہ پہلو ہیں۔

مغے گر یادِ اُو در دَیر می کرد زلائے لات' نفی غیری کرد

ترجمہ: اگر کوئی بُت پرست آپؒ کو بت خانے میں بیٹھ کر یاد کرتا تو لفظ لات میں موجود حرف لا سے غیر کی نفی ہی کرتا' گویا آپؒ کا تصور بھی بت پرستوں کو دعوت توحید دیتا اور راز روئے کرامت لات میں موجود حرف لا سے غیر کی نفی کروالیتا ہے۔ (لات ایک بُت کا نام ہے' جسے بیت اللہ سے نکالا گیا تھا)

قضائے ایزدی محو رضائش اجابت دست پرورد دُعائش

ترجمہ: مشیت ایزدی آپ کی رضا جوئی میں محو ہے' گویا آپؒ بقول اقبالؒ ع

خُدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

انسان کامل ہیں اور قبولیت آپؒ کے دست دُعا کی پروردہ (چیز) ہے۔ آپ کی دُعا اور قبولیت میں چولی دامن کا ساتھ ہے یعنی ع ادھر زبان سے نکلی اُدھر قبول ہوئی۔ یا یہ کہ جب آپؒ بارگاہ قاضی الحاجات میں دست التجا دراز کرتے ہیں تو بقول بیدلؒ ع

اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید۔

شوی گر در خیالش گرم مستی بہ بینی خود پرستی' حق پرستی

ترجمہ: اے شیدائے غوث جلیؒ! اگر تو آپؒ کے خیال میں مست و سرشار ہو جائے گا' تو تجھے اس خود پرستی میں بھی حق پرستی کے نظارے ملیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے خیال میں انہماک اگرچہ بہ ظاہر خود پرستی لگتا ہے' مگر وہ بہ باطن حق پرستی ہے' اس لئے کہ کاملین اور واصلین حق کا خیال و تصور بھی درحقیقت درس حق پرستی ہی دیتا ہے' یہ دونوں جدا نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ع

ہر موج کا وجود سمندر کے ساتھ ہے

وُجودش افتخار آفریدن نمودش اعتبار برگزیدن

ترجمہ: آپؐ کا وجودِ اقدس تخلیق کے لئے باعث فخر ہے اور آپ کا ظہور قُدسی انتخاب کا معیار ہے۔

کلید کار ہائے مشکل اُفتاد قضا با گوشہ ابروئے اُو داد

ترجمہ: قضاوقدر نے مشکل میں پھنسے ہوئے اُمور کی چابی آپؐ کی جنبش ابرو کے سپرد کر رکھی ہے یعنی آپؐ کے ابروئے ہلال آبرو کا اشارۂ لطیف قفل مقاصد کے لئے کلید کا درجہ رکھتا ہے۔

یہاں مولانا غنیمتؒ نے چابی کو آبرو سے تشبیہ دے کر شعر کو محاسن فن کے نقطۂ عروج پر پہنچا دیا۔

برفعت ہائے شانش یک نظر دید زمیں بوسید چرخ و باز گردید

ترجمہ: آسمان نے آپؐ کے مقام کی رفعتوں کو ایک نظر دیکھا' جھک کر زمین چومی اور واپس چلا گیا۔

بہ داد دل رسا' عرش آشیانا پناہا' کام جاں بخشا' اماتا

ترجمہ: اے دل کے فریاد رس! اور آشیانۂ عرش کے مکیں! جان کی تمناؤں کے برلانے والے! اے میری پناہ اور اے میری امان!

چو خود رامن سگ کوئے تو خواندم بہ آہوئے حرم نسبت رساندم

ترجمہ: اے میرے غوثؓ! جب میں نے خود کو آپ کی گلی کا سگ کہا' تو گویا میں نے آہوئے حرم کی طرف اپنی نسبت کردی۔ اس لئے کہ آپ کی غلامی کا طوق میری گردن میں ہے۔ بقول حضرت مولانا احمد رضا بریلویؒ

تجھ سے دَر' دَر سے ہے سگ' سگ سے ہے نسبت مجھ کو
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
(حدائق بخشش)

تو ہم یک بار فرما کاے تو ازما سرم را بگزراں از عرش بالا

ترجمہ: سرکار! اللہ آپ بھی ایک بار فرما دیجئے کہ اے غنیمت! تو ہمارا ہے' یہ فرما کر آپ میرے

سر کو عرش سے بلند و بالا کر دیں۔

حضرت مولانا احمد رضا خان' فاضل بریلویؒ

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا — اُونچے اُونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا — تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا

الاماں! قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا — مر کے بھی چین سے سوتا نہیں مارا تیرا

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا — شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

مصطفٰے کے تن بے سایہ کا سایہ دیکھا — جس نے دیکھا مری جان جلوۂ زیبا تیرا

ابن زہراؑ کو مبارک ہو عروس قدرت — قادری پائیں تصدق مرے دولھا تیرا

کیوں نہ قاسم ہو کہ تو ابن ابی القاسمؐ ہے — کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا

عرض احوال کی پیاسوں میں کہاں تاب' مگر — آنکھیں اے ابر کرم تکتی ہیں رستا تیرا

تجھ سے در در سے ہے سگ سگ سے ہے مجھ کو نسبت — میری گردن میں بھی ہے دُور کا ڈورا تیرا

اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے — عمر بھر میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بغداد — ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

سورج اگلوں کے چمکتے تھے' چمک کر ڈوبے — اُفق نُور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

جو ولی قبل تھے' یا بعد ہوئے' یا ہوں گے — سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف — کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا

اور پروانے ہیں' جو ہوتے ہیں کعبے پہ نثار — شمع اک تو ہے کہ پروانہ ہے کعبہ تیرا

تو ہے نوشاہ' براتی ہے یہ سارا گلزار — لاتی ہے فصل سمن گوندھ کے سہرا تیرا

ڈالیاں جھومتی ہیں' رقص خوشی جوش پہ ہے — بلبلیں جھولتی ہیں' گاتی ہیں سہرا تیرا

صفِ ہر شجرہ میں ہوتی ہے سلامی تیری — شاخیں جھک جھک کے بجالاتی ہیں مُجرا تیرا

کس گلستاں کو نہیں فصل بہاری سے نیاز — کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا

نہیں کس چاند کی منزل میں ترا جلوہ نور — نہیں کس آئنہ کے گھر میں اُجالا تیرا
راج کس شہر پہ کرتے نہیں تیرے خدام — باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا
مزرعِ چشت و بخارا و عراق و اجمیر — کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
تاج فرقِ عرفا کس کے قدم ہیں، تیرے — سر جسے باج دیں وہ پاؤں ہے کس کا، تیرا
سکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں — خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رُتبہ تیرا
بادلوں سے کہیں رکتی ہے کڑکتی بجلی — ڈھالیں چھنٹ جاتی ہیں اُٹھتا ہے جو تیغہ تیرا
اس پہ یہ قہر کہ اب چند مخالف تیرے — چاہتے ہیں کہ گھٹا دیں کہیں رُتبہ تیرا
عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے — یہ گھٹائیں، اُسے منظور بڑھانا تیرا
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا ہے سایہ تجھ پر — بول بالا ہے ترا، ذکر ہے اُونچا تیرا
مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے — نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے، نہ گھٹے — جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
نزع میں، گور میں، میزاں پہ، سرِ پل پہ کہیں — نہ چھٹے ہاتھ سے دامانِ معلّٰے تیرا
دھوپ محشر کی وہ جاں سوز قیامت ہے، مگر — مطمئن ہوں کہ مرے سر پہ ہے پلّہ تیرا
بہجت اس سر کی ہے، جو بہجۃ الاسرار میں ہے — کہ فلک وار مُریدوں پہ ہے سایہ تیرا

اے رضا! چیست غم ار جملہ جہاں دشمن تُست
کردہ ام مامنِ خود قبلۂ حاجاتے را

(حدائق بخشش)

حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادریؒ

اے صبا بہر خدا بہر محمد مصطفیٰ
عرض کر بغداد میں اس روضۂ انور پہ جا
دستگیری کیجئے اے ہادی راہ ہدا

قبلہ ایماں و دیں یا غوث اعظم راہنما

یا جناب غوث اعظم لیجئے میری خبر
مبتلائے درد و غم پر مہر کی کیجئے نظر

غوث اعظم قطب عالم راہبر جن وبشر
بندہ زارم خدا را برمن عاجز نگر
بحر عصیاں میں ہوا ہوں غرق ہر شام وسحر
گوشہ چشم کرم کر بندہ لاچار پر
شیخ عالم شاہ جیلانی مدد بہر خدا
ہے کھڑا دربار عالی میں گدائے بے نوا
رحم فرما طالب دیدار کو دیجیو لقا
شیأ للہ شیخ محی الدین عبدالقادر

تیغ غم نے کاٹ ڈالے گلبن دل کے ورق
آفتاب عیش ڈوبا' چھا گئی خونیں شفق
درد دل اے چارہ گر! رونے کا دیتا ہے سبق
پی رہا ہوں میں بجائے جام مے! خون طبق

ساقی عشق حقیقی' والئی دنیا و دیں
دستگیر بیکساں اے جرم بخش مجرمیں
جام وحدت کا عطا ہو تا کہ ہو حق الیقیں

بہر آں شاہ ولایت شاہ زین العابدین

انبیاء کے بعد آقا آپ ہیں شاہ علم
اولیاء کی گردنوں پر آپ ہی کا ہے قدم
پس مریدی لاتخف فرمان عالی ہے رقم
بہر باقر سید الاعلیٰ کرو مجھ پہ کرم

مثل مہر و ماہ روشن آپ ہی کا نام ہے
قطب کرنا چور کو یہ آپ ہی کا کام ہے
چشمہ فیضان حضرت آپ ہی کا عام ہے
موسیٰ کاظم کی خاطر بس سوال جام ہے

صاحبزادہ شبیر احمد کمال عباسی

کر عطا مجھ کو عطا کرنا ہے شیوہ تیرا
کچھ نہ مانگوں میں بجز ایک سہارا تیرا

فیض بے پایاں ہے ایسا کہ محیط آفاق
کون ڈھونڈے گا سوا تیرے کنارا تیرا

ہے زمیں والوں کی گردن پہ تیرا نقش قدم
سب سے اونچا ہے فلک پہ بھی ستارا تیرا

قَدَمِی ھٰذَا عَلٰی رِقْبَۃِ کل ابرار
ہے ولایت پہ ازل سے ہی اجارا تیرا

جو بھی آئے ترے دربار میں خالی دامن
پھر نہیں بھولتا ہرگز وہ دوارہ تیرا

حد سے کچھ اتنا پرے اتنا پرے کیا معلوم
لامکانی ہے میرے غوث بسیرا تیرا

ہے ترا فیض وہاں تک کہ جہاں تک ہے جہاں
شرق تا غرب ہے ہر سمت پھیریرا تیرا
کس کی ہمت کہ بلا اذن یہاں تک آئے
وہ ہی آتا ہے جسے آئے بلاوا تیرا

اے کمال آئے نظر کھلتے ترے بخت یہاں
صدقہ غوث جلی اوج پہ تارا تیرا

حضرت میاں محمد بخشؒ (کھڑی شریف)

غوثاں قطباں دے سر میراں قدم مبارک دھریا
جو دربار انہاندے آیا خالی بھانڈا بھریا
ایسی عزت خاطر تیری رب دے خاص عزیزا
آس تساڈی رکھاں میں بھی اوگن ہار ناچیزا

سیوادار تساڈا حضرت کوئی نہ رہیا خالی
سخی دوار تساڈے اتے میں کنگال سوالی
میں پاپی شرمندہ جھوٹا بھریا نال گناہاں
ہکو آس تساڈے در دی نہ کوئی ہور پناہاں
میں انھاں تے تلکن رستہ کیونکر رہے سنبھالا
دھکے دے دن والے بوہتے توں ہتھو پکڑن والا
چوراں نوں توں قطب بنایا میں بھی چور اچکا
جس در جاواں دھکے دیون ہک تیرا در تکا
عرض کراں شرمندہ تھیواں کیہ میں کراں پکارا
موہنہ میرا کد عرضاں لائق ناقص عقل بے چارا
سائیاں رب وڈیائیاں دے دے جس میرا ہتھ پھڑیا
عاجز رڑھدا ڈبدا جاندا بیڑی تیری چڑھیا
عملاں والے لنگھ لنگھ جاندے کون چڑھاوے مینوں
یار چڑھاں جے رحمت تیری ہتھ پھڑا دے مینوں
(سیف الملوک)

حضرت شاہ نیاز بریلوی چشتی نظامیؒ

بدہ دست یقیں اے دل بہ دست شاہ جیلانی   کہ دست اُو بود اندر حقیقت دست یزدانی

ترجمہ: اے دل! اپنا دست ارادت حضرت غوث پاکؓ کے دست پاک میں دے کہ آپ کا ہاتھ حقیقت میں دست الٰہی ہے۔

امیرے دستگیرے غوث اعظم قطب ربانی   حبیب سیدِ عالمؐ زہے محبوب سبحانی

ترجمہ: آپ امیر ولایت، دستگیر خلق، غوث اعظم اور قطب ربانی ہیں۔ آپ کا کیا کہنا، آپ

محبوب سبحانی، سردار عالم اور حبیب مصطفےٰ ہیں

نشانِ شانِ بے چونی، بیانِ سرِ مکنونی　　بہ سیرت مثل پیغمبر، بہ صورت مرتضٰی ثانی

ترجمہ: آپ بے مثال ذات کی شان کے نمائندہ ہیں، آپ سے اسرار باطن کا ظہور ہوا ہے، سیرت میں رسالت مآب ﷺ کے مظہر اور بہ اعتبار صورت ثانی حیدر کرارؓ ہیں۔

سراپا جلوۂ حسنی، تمامی ماہ تابانی　　کند یعقوبیش گر باشد اینجا ماہ کنعانی

ترجمہ: آپ حسن کی تجلیات کے سراپا اور ہمہ تن چودھویں رات کے چاند ہیں۔ آپ اُس مقام زیبائی پر فائز ہیں کہ اگر وہاں ماہ کنعاں بھی ہو تو وہ سیّدنا یعقوب علیہ السلام کی طرح آپ پر وارفتگی کا اظہار کرے۔

شب بخت سیہ را ذرّہ مہرش کند روشن　　فروز د لمعۂ لُطفش رُخ شام غریبانی

ترجمہ: آپ کے آفتاب ولایت کا ایک ذرّہ سیاہ بختی کی رات کو فروزاں کر دیتا ہے۔ بے کسوں کی شام کے چہرے کو آپ کے عنایات کی روشنی چمکا دیتی ہے۔

زپائے پاک اُو فخریست دوش پاکبازاں را　　حیات تازہ بگرفتہ از و دین مسلمانی

ترجمہ: پاکبازان طریقت کے کندھوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُن پر حضرت غوث پاکؒ کا قدم مبارک ہے، آپ کی برکت سے دین اسلام کو حیات نو میسر آئی۔

نیاز اندر جناب پاک اُو قدسیاں باشد　　کہ آید جبرئیلؑ از بہر کاروبار دربانی

ترجمہ: قُدسی آپ کی بارگاہ ناز میں اظہار نیازمندی کرتے ہیں، یہاں تک کہ جناب جبرئیل علیہ السلام بھی فریضۂ دربانی کی انجام دہی کے لئے تشریف لاتے ہیں۔

سیّد نصیر الدّین نصیر گیلانی

نور نظر حیدرؓ و شاہِ زمنی　　محبوب تاجدار مکی مدنی

لخت جگر فاطمہؓ اے حضرت غوثؒ　　سرو چمنستان حسینؓ و حسنیؓ

ترجمہ: اے غوث پاکؒ! آپ مکی مدنی تاجدار کے محبوب، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے نور نظر،

سیّدہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لختِ جگر، گلزارِ حسنین علیہما الرضوان کے سرو اور شاہِ زمن ہیں۔

در کسوت خسروی فقیر آمدہ ای　　سرخیل مشائخ کبیر آمدہ ای
عبدالقادر! بحق جدّ الحسنینؓ　　دستم برگیرا دستگیر آمدہ ای

ترجمہ: اے غوث پاکؒ! آپ مشائخ عظام کے سردار اور لباس شاہی میں پیشوائے فقر ہیں، جد حسنینؓ کے صدقے میری دستگیری فرمائیں کہ آپ کا لقب دستگیر ہے۔

چوں موج قبول ازلی می آید　　سالک، بہ در غوث جلیؒ می آید
آں تاجور فقر و امیر بغداد　　از گلشن اُو بوئے علیؓ می آید

ترجمہ: جب ازلی قبولیت کی لہر موافقت میں اُٹھتی ہے تو (اُس وقت خوش نصیب) سالک کو حضرت غوث اعظم قدس سرّہٗ کی بارگاہ میں رسائی میسر آجاتی ہے۔ آپؒ فقر کے تاجدار اور شہنشاہ بغداد ہیں، آپ کے گل کدہ سے بوئے علیؓ آتی ہے۔

ہستم سگ آستان عبدالقادرؒ　　قسمت رسدم زخوان عبدالقادرؒ
گفتا قدمم بہ گردن اقطاب است　　سبحان اللہ! شان عبدالقادرؒ

ترجمہ: میں آستان غوث پاکؒ کا سگ اور آپؒ کے خوان کرم کا زلّہ خوار (بچا کھچا کھانے والا) ہوں۔ سبحان اللہ! زہے شان و شوکت، آپؒ کا ارشاد مبارک ہے کہ میرا قدم تمام اقطاب زمانہ کی گردن پر ہے۔ (نام و نسب)

جناب مولانا فیض احمد صاحب فیض

(مؤلف مہر منیر)

سَازُوْرُ بَابَ شَیْخٍ هُوَ مَخْدَعُ الْمَقَامِ　　هُوَ مُقْتَدَی الْبَرَا یَا هُوَ مُرْشِدُ الْاَنَامِ

ترجمہ: میں عنقریب اُس شیخ طریقت کے آستانے کی زیارت کروں گا، جو مقام مخدع پر فائز ہے، جو پیشوائے خلائق اور رہبر انسانیت ہے۔

وَرِثَ الرَّسُوْلَ فَضْلاً بِكَمَالِهِ الْجَلِيِّ　　وَقَدِ اقْتَدٰی عَلِيًّا بِبَلَاغَةِ الْكَلَامِ

ترجمہ: آپ اپنے کمالات جلی کے باعث باعتبار علم و فضل رسالت مآب ﷺ کے وارث ہیں' آپ بلاغت کلام میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے پیرو ہیں۔

هُوَ نُورُ اَهْلِ بَيْتٍ وَّظُهُورُ عِزِّ حَقٍّ   خَضَعَتْ لَهُ الْاَعَالِیْ بِشَهَادَةِ الْكِرَامِ

ترجمہ: آپ اہل بیت کے نور اور جاہ و جلال خداوندی کے مظہر ہیں۔ اولیائے کرام کی شہادت کے بموجب اکابر ولایت نے (اپنی گردنیں) آپ کے سامنے خم کیں۔

هُوَ نَافِعُ الْبَرَايَا هُوَ وَاهِبُ الْعَطَايَا   هُوَ دَافِعُ الْبَلَايَا بِتَصَرُّفٍ تَمَامٍ

ترجمہ: آپ خلائق کے منفعت رساں' عطیات بخشنے والے اور تصرف تام کے ساتھ ازالۂ مصائب کرنے والے ہیں۔

هُوَ قَالَ يَا مُرِيْدِىْ لَكَ لَيْسَ خَوْفُ شَیْءٍ   هُوَ بَشَّرَ النَّدَامٰی بِمَسَرَّةِ الدَّوَامِ

ترجمہ: آپ نے فرمایا: اے میرے مُرید! تجھے کسی چیز کا کوئی خوف نہیں' آپ نے اپنے ہم نشینوں کو مسرت دوام کی بشارت دی ہے۔

بِطَرِيْقِهٖ تَوَسَّلْ يَا فَيْضُ فِی السُّلُوْكِ
فَطَرِيْقُهٗ عَجِيْبٌ لِتَحَصُّلِ الْمَرَامِ

ترجمہ: اے فیض! تو سُلوک میں آپ کے طریقہ عالیہ کا توسّل اختیار کر' کیونکہ حُصُول مقاصد میں آپ کے طریقہ جلیلہ کی شان نرالی ہے۔

شاہ غلام محمد جلوانہ شریفؒ

ہوں بحرِ غم میں مبتلا یا غوث اعظم الغیاث   امداد کر بہر خدا یا غوث اعظم الغیاث

اے عارفوں کے بادشاہ اے اولیاء کے جاں پناہ   اے گمراہوں کے رہنما یا غوث اعظم الغیاث

اے عارف اسرار حق اے مالک چودہ طبق
اے سرور ہر دوسرا یا غوث اعظم الغیاث

اے والئ عرب و عجم اے حامی خیر الامم   اے صاحب جود و سخا یا غوث اعظم الغیاث

اے عاشق و معشوق رب میراں محی الدین لقب تجھ سا نہیں کوئی دوسرا یا غوث اعظم الغیاث

اے شاہباز لامکاں عنقائے مغرب بے نشاں
اے اوج عزت کے ہما یا غوث اعظم الغیاث

اے رہنما عاشقاں اے پیشوائے عارفاں اے سر گروہ اولیاء یا غوث اعظم الغیاث
اے مالک ہر دو جہاں اے سالک ہفت آسماں اسرار ما اوحیٰ کشا یا غوث اعظم الغیاث
اے نور چشم انبیاء جان نبی صلِ علیٰ گل لالہ آل عبا یا غوث اعظم الغیاث
اے نازنین پنجتن نخل گلستانِ حسن اے کبریا کا لاڈلا یا غوث اعظم الغیاث

اے دستگیر عاجزاں پشت و پناہ بے کساں
ہوں سگ تیرے دربار کا یا غوث اعظم الغیاث

☆☆☆

تیرہواں باب:

قصائدِ غوث اعظمؓ

رب ذوالجلال والاکرام نے سیّدنا غوث اعظمؓ کو قطبیت کبریٰ سے نوازا ہے۔ یہ مقامؒ فردالافراد کا ہے۔ اس مرتبہ میں آپ کا کوئی شریک نہیں نہ کوئی ثانی ہے۔ سرکار غوث پاک نے اپنی روحانی مرتبت کا اظہار کرنے کے لئے کچھ قصائد تحریر فرماتے ہیں۔ آپ حق تعالیٰ کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی ہیں۔ شاہد بھی ہیں مشہود بھی ہیں۔ ناز والے بھی ہیں نیاز والے بھی ہیں۔ ان میں سے اکثر قصیدے نایاب ہیں۔ ان قصائد میں سیّدنا غوث اعظمؓ نے اپنے عظیم الشان مرتبے اور قربِ بارگاہ ربوبیت کی نشان دہی کی ہے۔ آپ کو مقام مخدع حاصل ہے۔ مقام مخدع قرب کے اس مقام کا نام ہے جس سے مزید قریب ترین اولیاءاللہ کا اور کوئی مقام نہیں۔ آپ سرکار غوث پاکؓ اس مقام پر فائز ہیں۔ یہ مقام نور ولایت سے منور کاملین اولیاء کرام کی باطنی نگاہ سے بھی اوجھل ہے نہ ہی کسی کے وہم وگمان میں آسکتا ہے۔ اس شان کے اظہار سے آپ کے مریدوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور اولیائے کرام کو نیاز حاصل ہوتا ہے۔ ان قصائد کو پڑھ کر بعض سمجھدار لوگ بھی اس رائے کا اظہار کر دیتے ہیں کہ اپنی آپ تعریف کرنا خود پسندی اور خودنمائی کے مترادف ہے کہ غوث پاک نے اپنی تعریف کیوں فرمائی ہے۔ بزرگوں نے اس کے جواب میں چند وجوہات بیان کی ہیں جن کو یہاں نوٹ کیا جارہا ہے۔

(۱) جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنے انعامات واکرامات سے نوازے تو تحدیث نعمت کے طور پر ان نعمتوں کا تذکرہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک امیر صحابی دربار رسالت میں پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن کر حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہیں تاکید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے جو تم کو نعمتیں دی ہیں ان کا شکریے کے طور پر اظہار بھی ضروری ہے۔ لہٰذا تم حسب توفیق اچھے کپڑے پہنا کرو۔ چونکہ حق تعالیٰ نے حضور غوث پاک کو بے انتہا انعامات اور قرب ومعرفت کے عظیم الشان مراتب عطا فرمائے تھے اس لئے تحدیث

نعت کے طور پر آپ نے اپنے قصائد بیان فرمائے۔

(۲) سرکار غوث پاک نے اپنے ایک قصیدے میں فرمایا ہے:

وَمَا قُلْتُ هٰذَا الْقَوْلَ فَخْرًا وَّ اِنَّمَا

اَتَى الْاِذْنُ حَتّٰى يَعْرِفُوْنَ حَقِيْقَتِيْ

ترجمہ: اور میں نے یہ بات بطور فخر نہیں کہی بلکہ مجھے حکم آیا ہے یہاں تک کہ لوگ میری حقیقت کو پہنچان لیں۔

پس معلوم ہوا کہ حضرت شیخ کے قصائد اور جو کچھ بھی آپ نے ان کے علاوہ فرمایا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور اس میں آپ کی خواہش نفس شامل نہ تھی۔ آپ سرکار کا یہ بھی فرمان ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے قسم نہیں دیتا' نہ میں کھاتا ہوں نہ پیتا ہوں اور نہ کوئی بات کرتا ہوں۔ معلوم ہوا آپ کی ہر بات اذنِ الٰہی کے مطابق ہوتی ہے۔

(۳) حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی تعریف آپ فرمائی ہے۔ کیونکہ مخلوق حق تعالیٰ کی ایسی حمد نہیں کر سکتی جیسی کہ اُس نے خود اپنی کی ہے۔ سیّدنا غوث اعظم نے اپنے اعلیٰ مراتب' علوشان اور مقاماتِ رفیع کا جو ذکر خود فرمایا ہے وہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔ اس سے ان کا اظہار ضروری تھا تا کہ مخلوق خدا آپ کی شان و عظمت سے آگاہ ہو۔ یہ ایک لحاظ سے رسول اللہ کی سنت ہے جیسا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور یہ فخر یہ نہیں کہتا اور قیامت کے روز لوائے حمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا۔ اور سرکار غوث پاک نے بھی یہی فرمایا ہے کہ ''میں نے یہ بات بطور فخر نہیں کہی بلکہ مجھے حکم آیا ہے یہاں تک کہ لوگ میری حقیقت کو پہچانیں۔

سرکار غوث پاک کے تمام قصائد بلکہ ہر ہر شعر علم و عرفان اور اسرار و رموز کے موتی بکھیرتا ہے آپ کا ایک طویل قصیدہ جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کے ساتھ بارگاہ ربوبیت میں استغاثہ فرمایا ہے انفرادی نوعیت کا حامل ہے۔

ان تمام قصائد کو لکھنے سے قبل ''قصیدہ غوثیہ'' کا تعارف کرانا بے حد ضروری ہے۔ یہ

قصیدہ اکمل اولیاء کے اور اردو وظائف میں شامل ہے اور ہر کس و ناکس کو اس کے پڑھنے کی اجازت بھی نہیں دی جاتی اور اغیار اس قصیدے کے بارے میں غلط فہمی کا شکار بھی رہتے ہیں۔

قصیدہ غوثیہ: اہل علم و ذوق جانتے ہیں کہ قصیدہ غوثیہ جس کو قصیدہ خمریہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے دنیا تصوف میں خصوصی شہرت اور مقبولیت کا حامل ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کے علاوہ دیگر سلاسل کے ہزاروں مشائخ اور لاکھوں وابستگان اسے بطور وظیفہ پڑھتے چلے آئے ہیں۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ سرکار غوث پاک کا کلام ہی نہیں کیونکہ اس کا کوئی مستند ثبوت نہیں ملتا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں عربی قواعد کو بعض مقامات پر نظر انداز کیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ اس میں بعض ایسے دعاوی پائے جاتے ہیں جو عجز و تواضع کے منافی ہیں اور بعض ایسے اُمور کی نسبت حضرت غوثِ پاک کی طرف پائی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کے لائق ہیں وغیرہ۔

مولف کتاب ''نام و نسب'' سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی نے بڑے محققانہ انداز میں ان اعتراضات کا مُسکت جواب دیا ہے جس کا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں قصیدہ غوثیہ کا سب سے بڑا موثر اور نا قابل تردید ثبوت تو نقل متواتر ہے۔ اس قصیدہ کے بارے میں ہر زمانے میں ہزارہا اکابر علماء و مشائخ اور لاکھوں اہل ایمان کی روایت' عمل و تصدیق درجۂ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے اور ہر دور میں اس کی شہرت' مقبولیت اور نشر و اشاعت اس کی نقل متواتر کی واضح اور بین دلیل ہے۔ چنانچہ حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرّہ نے بھی یہی تحقیق فرمائی ہے۔ اور اس میں اسی دلیل قطعی کو بطور حجت پیش فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ بعض معتبر کتب اور قصیدہ غوثیہ کی شروح میں تذکرہ اس کا ثبوت ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی مشہور تفسیر ''تفسیر مظہری'' میں لکھتے ہیں: ـ ومن هذا القبيل ما قال الشيخ محی الدين عبدالقادر.

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهُ قَدَمٌ وَاِنِّي عَلٰى قَدَمِ النَّبِي بَدْرِ الكمالِ

(ترجمہ): ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں نبی کریمؐ کے قدم پر ہوں جو آسمان کمال کے بدر کامل ہیں۔

حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری نے ''تحفہ قادریہ'' میں قصیدہ غوثیہ کا یہی شعر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''آنجناب (غوث پاک) نے اپنے پاکیزہ اشعار میں یہی مضمون لطیف بیان فرمایا ہے۔'' حضرت غوث پاکؓ کے ایک مشہور منظوم قصیدے کا تذکرہ صاحب ''کشف الظنون'' حاجی خلیفہ کاتب چلپی نے کیا اور العزبن عبدالسلام القیلوی البغدادی نے اس کی تخمیس لکھی۔ اس قصیدے کا مطلع ہے۔

مَا فِی الْمَنَاهِلِ مَنْهَلٌ مُسْتَعْذَبُ　　　اِلَّا وَلِی فِیْهِ الْاَلَذُّ الْاَطْیَبُ

علاوہ ازیں ''فتوح الغیب اور بہجۃ الاسرار'' میں بھی آپ کا منظور کلام ملتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ''بستان المحدثین'' حضرت سلطان باہو کے سوانح حیات پر مبنی کتاب ''مناقب سلطانی'' میں بھی قصیدہ غوثیہ کا تذکرہ موجود ہے۔ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ کے ملفوظات اور آپ کی مستند سوانح حیات ''مہر منیر'' میں اس قصیدے کا محققانہ تذکرہ موجود ہے۔ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی نے تو قصیدہ غوثیہ پر کئے جانے والے جملہ اعتراضات کے جواب میں ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام ''الزّمزمۃُ القمریہ فی الذّب عن الخمریہ'' ہے۔ اس کتاب میں فاضل بریلوی صاحب نے علامہ محمد فاضل کلانوری معاصر سیّد احمد حموی صاحب غمز العیون کی شرح قصیدہ غوثیہ رموز خمریہ کا تذکرہ اور مولانا وکیل احمد سکندر پوری کی اُردو شرح قصیدہ غوثیہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ مولانا عبدالملک کھوڑوی نے قصیدہ غوثیہ کی اردو شرح الجواہر المضیہ شرح القصیدہ الغوثیہ لکھی ہے۔ اس شرح کے الحاقی مقدمے میں محولہ بالا شروح کے علاوہ سولہ شرحوں کا حوالہ دیا گیا ہے جن میں مندرجہ ذیل شروح خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۔ شرح قصیدہ خمریہ فارسی از علامہ فضل اللہ بن روز بہان (م 927ھ) لینن گراڈ (روس)

۲۔ بیان الاسرار (عربی) از علامہ ابوالفرح محمد فاضل الدین بٹالوی (م 1151ھ)

۳۔ شرح قصیدہ غوثیہ خمریہ (فارسی) از سیّد شاہ محمد غوث قادری لاہوری (م 1152ھ)

۴۔ شرح قصیدہ خمریہ از محمد بن مُلا پیر محمد شیرازی نوشتہ 1299ھ

۵۔ ۷قصیدہ غوثیہ از مولانا خواجہ احمد حسین خان امروہوی

۱۔ العقیدۃُ الیوسفیہ شرح قصیدہ غوثیہ از مولانا محمد اعظم قادری نوشاہی (نام ونسب)

قصیدہ غوثیہ کا پہلا انگریزی ترجمہ وشرح راقم الحروف نے کیا جسے عباسی پبلی کیشنز درگاہ معلیٰ غوث العصر خواجہ محمد عمر عباسی قادری (گوجرانوالہ) نے ۲۰۰۲ میں شائع کیا ہے۔

قصیدہ غوثیہ کی نشرو اشاعت' شہرت ومقبولیت اور معمول بہا ہونا سب سے بڑی سند ہے۔ بلکہ سلاسل طریقت کی اجازت اس کی ... اتصال کو ثابت کرتی ہے (اور بغیر باضابطہ اجازت اس کا وظیفہ نہیں کیا جا سکتا۔ مولف۔) جہاں تک اس قصیدہ میں عربی زبان کے بعض قواعد کی خلاف ورزی نظر آتی ہے تو اساتذہ سخن نے شعر میں بہت سے تصرفات کو جائز قرار دیا ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ علمائے کاملین الفاظ کی نسبت معانی و مفاہیم کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے ہیں۔ بسا اوقات معانی کی طرف توجہ اور استغراق انہیں الفاظ کے استعمال کے قواعد وضوابط کا لحاظ نہیں رکھنے دیتا۔ (مثنوی مولانا روم پر بھی قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کا اعتراض کیا گیا ہے حالانکہ وہ بھی استغراقی کیفیت میں حسام الدین چلپی کو لکھوائی جا رہی تھی۔ مؤلف)

قصیدہ غوثیہ پر یہ اعتراض بھی ہے کہ اس میں عجز و تواضع کے خلاف بعض امور پائے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں علماء و مشائخ تصریح فرما چکے ہیں کہ سرکار غوث پاک نے یہ سب کچھ مامور و ماذون من اللہ ہو کر فرمایا ہے اور تحدیث نعمت کے طور پر ان باتوں کا اظہار فرمایا ہے۔

قطب الموحدین' رئیس المکاشفین' شیخ اکبر محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں کہ ہر زمانے میں ایک ولی اللہ ایسا ہوتا ہے جو آیت وَھُوَ القاھرُ فوق عبادہٖ کا مظہر ہوتا ہے' اس کے بعد اس کی مزید علامات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (ترجمہ): وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے پر غالب اور متصرف ہوتا ہے وہ بہت ذہین' جرأت والا' میدان میں آگے قدم بڑھانے والا' سچے دعوے کرنے والا' اس کا قول حق ہوتا ہے اور اس کا حکم عدل پر مبنی ہوتا ہے۔ بغداد میں ہمارے شیخ سید عبدالقادر جیلانی اس مقام پر فائز تھے۔ مخلوق پر آپ مامور و ماذون من اللہ ہو کر اس قسم کے

ارشادات صادر فرماتے تھے۔ایک مقام پر غوث اعظم ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَا قُلتُ حَتّٰی قِیلَ لِیْ قُلْ وَلَا تَخَف

فَانتَ وَلِیّ فِی مَقَامِ الوِلَایَت

(ترجمہ): اور میں نہیں کہتا یہاں تک کہ مجھے کہا جاتا ہے کہ بے خوف ہو کر کہہ دو۔ کیونکہ تم مقام ولایت میں میرے خاص ولی ہو۔

قصیدہ غوثیہ کے بارے میں یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ اس میں بعض اُمور کی نسبت سرکار غوث پاکؒ کی طرف ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی شایانِ شان ہے اور اس اعتراض کو قصیدہ غوثیہ کے انکار میں خاص اہمیت دی جاتی ہے۔اس سلسلے میں گذارش ہے کہ اس قصیدے کے اکثر و بیشتر مضامین وہی ہیں جنہیں مستند علماء و مشائخ نے اپنی تصنیفات میں بیان کیا ہے۔اگر ان مضامین میں کوئی بات ایسی ہوتی تو علماء و مشائخ کا جم غفیر اس کی نشاندہی کرتا اور ارباب شریعت اس کو ضرور زیر بحث لاتے۔بہت سے اکابر صوفیاء ''کن فیکون'' کے مقام پر بھی ہوتے ہیں اور ان کے ایسے اقوال بھی سامنے آئے ہیں: ''سُبحانی مَااَعْظَمَ شانی'' اور ''اناالحق'' ''اس جبہ میں سوائے حق کے کوئی نہیں'' وغیرہ۔تو یہاں کون بول رہا ہے۔کون دعویٰ کر رہا ہے۔ بایزید بسطامی ہوں یا ابو سعید ابی الخیر یا حضرت جنید بغدادی یا منصور حلاج' بولنے والا تو معنوی زبان میں ذاتِ کبریا ہے۔کسی بندے کا کیا کام خدائی کا دعویٰ کرے مگر اغیار کو اس کی خبر نہیں۔

حضرت غوث پاک نے تو اپنے قصائد میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا اظہار فرمایا ہے اور اپنے کمالات کو عطیہ ربانی قرار دیتے ہیں۔فرماتے ہیں۔

وَ وَلّانی عَلی الاَقطابِ جَمْعًا فَحُکمی نافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالٖ

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اقطاب کا والی بنایا۔پس اسی وجہ سے میرا حکم ہر حالت میں نافذ ہے۔

سرکار غوث پاک کا یہ ارشاد کہ اگر میں اپنا خاص راز آگ پر ڈالوں تو بجھ جائے' سمندر پر ڈالوں تو خشک ہو جائے' پہاڑوں پر ڈالوں تو ریزہ ریزہ ہو جائیں اور اگر مردے پر ڈالوں تو وہ

اللہ کے حکم سے زندہ ہو جائے تو ان اُمور میں کونسی بات ایسی ہے جو ممتنع ہو۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ گلزار ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ کے لئے دریا خشک ہوا اور حضرت عیسیٰؑ کے بہ اذن الٰہی مردے زندہ ہوئے تو ان کا بطور خرق عادت کسی ولی اللہ سے باتباعِ انبیائے کرام کا صدور ہونا ممکن ہے۔ غوث پاک نے سرِّ الٰہی کے ذریعہ ان امور کے صادر ہونے کا ذکر فرمایا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے سرِّ قدیم پر مطلع فرمایا۔ اور یہ تمام کام قدرتِ خداوندی سے ہوں گے۔

لہٰذا قصیدہ غوثیہ میں غوث پاک نے تحدیث نعمت کے طور پر بہ اذن الٰہی بہ عطائے خداوندی خارقِ عادت امور کا تذکرہ فرمایا۔ عقیدت ومحبت سے اور اجازت کے ساتھ تلاوت کیجئے۔

قصیدہ غوثیہ

سَقَانِی الْحُبُّ کَاسَاتِ الْوِصَالِ فَقُلْتُ لِخَمْرَتِیْ نَحْوِیْ تَعَالِیْ

ترجمہ: عشق ومحبت نے مجھے وصل کے جام پلائے، تب میں نے اپنی شراب (جو ازل سے پی رکھی تھی) سے کہا میری طرف لوٹ آ۔

سَعَتْ وَمَشَتْ لِنَحْوِیْ فِیْ کُؤُوْسٍ فَهِمْتُ بِسُکْرَتِیْ بَیْنَ الْمَوَالِیْ

ترجمہ: پیالوں میں (بھری ہوئی) وہ شراب میری طرف دوڑی، پس میں اپنے احباب (پینے پلانے والے دوست) کے درمیان نشہ شراب سے مست ہو گیا۔

وَقُلْتُ لِسَائِرِ الْاَقْطَابِ لُمُّوْا بِحَالِیْ وَادْخُلُوْا اَنْتُمْ رِجَالِیْ

ترجمہ: میں نے تمام اقطاب (مے خانہ کے دوست) سے کہا آپ بھی عزم کریں اور میرے حال میں داخل ہو جائیں۔ کیونکہ آپ بھی میرے احباب ہیں (یعنی میرا مے خانہ تم سب کو مزید پلا سکتا ہے)

وَهِیْمُوْا وَاشْرَبُوْا اَنْتُمْ جُنُوْدِیْ فَسَاقِی الْقَوْمِ بِالْوَافِیْ مَلَالِیْ

ترجمہ: مستحکم ارادہ سے ہمت کر کے (میرے ساتھ) جام معرفت پیو۔ کیونکہ تم میرے لشکری (برادری کے) ہو، ساقی قوم (رسول اللہ ﷺ) نے میرے لئے لبالب جام بھرے ہیں۔ (یعنی ساقی کوثر نے میرا مے خانہ اتنا بھر دیا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔)

شَرِبْتُمْ فُضْلَتِیْ مِنْ بَعْدِ سُکْرِیْ وَلَا نِلْتُمْ عُلُوِّیْ وَاتِّصَالِیْ

ترجمہ: میرے مست ہونے کے بعد تم نے میرے پیانہ سے بچی شراب پی لی لیکن میرے بلند مرتبہ اور قرب (بارگاہ ربوبیت) کو نہ پا سکے۔ (ہر مے خوار نے اپنے مقصدر اور استعداد یعنی عین ثابتہ کے مطابق پی ہوتی ہے)۔

مَقَامُکُمُ الْعُلٰی جَمْعًا وَلٰکِنْ مَقَامِیْ فَوْقَکُمْ مَازَالَ عَالِیْ

ترجمہ: آپ سب کا مقام اگر چہ بلند ہے لیکن میرا مقام آپ کے مقام سے بلندتر اور ہمیشہ بلند رہے گا (قطبیت کبریٰ کے مقام کو دوسرے اقطاب یا غوث کیسے پہنچ سکتے ہیں)

اَنَا فِیْ حَضْرَۃِ التَّقْرِیْبِ وَحْدِیْ یُصَرِّفُنِیْ وَحَسْبِیْ ذُوالْجَلَالِ

ترجمہ: میں بارگاہ الٰہی میں قرب کے اعتبار سے یکتا اور یگانہ ہوں اور حق تعالیٰ مجھے ایک درجہ سے دوسرے درجہ پر ترقی دیتا ہے۔ وہ میرے لئے کافی ہے (غوث پاکؓ کا مقام مخدع دیگر اولیائے کاملین کے نگاہ سے بھی اوجھل ہوتا ہے اور پھر ہر وقت ترقی پذیر ہے۔)

اَنَا الْبَازِیُّ اَشْھَبُ کُلِّ شَیْخٍ وَمَنْ ذَا فِی الرِّجَالِ اُعْطِیْ مِثَالِیْ

ترجمہ: جس طرح باز اشہب (سیاہ و سفید پروں والا شہباز) تمام پرندوں پر غالب ہے اسی طرح میں تمام مشائخ پر غالب ہوں۔ بتاؤ مردانِ خدا میں سے کون ہے جس کو میرے جیسا مرتبہ عطا کیا گیا ہو۔ (مرتبہ ولایت میں حضور سرکار غوث پاکؒ کا کوئی ثانی نہیں)

کَسَانِیْ خِلْعَۃً بِطِرَازِ عَزْمٍ وَتَوَّجَنِیْ بِتِیْجَانِ الْکَمَالِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ خلعت پہنایا جس پر مستحکم عزم کے بیل بوٹے تھے اور تمام کمالات کا تاج میرے سر پر رکھا۔ (غوث کونینؒ کے ذمہ ولایت محمدیہؐ کے حوالے سے بڑی بھاری اور پُر عزم ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔)

وَاَطْلَعَنِیْ عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ وَقَلَّدَنِیْ وَاَعْطَانِیْ سُؤَالِیْ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے راز قدیم مجھ پر آشکار کئے اور مجھے عزت کا ہار پہنایا اور جو کچھ میں نے مانگا وہ مجھے عطا کیا۔ (حق تعالیٰ نے ازلی علم (سرقدر) سے سرکار غوث پاک کو آگاہ کیا اور اکرم سے مکرم فرمایا)۔

وَوَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا   فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اقطاب پر حاکم بنایا۔ لہٰذا میرا حکم ہر حالت میں نافذ و جاری ہے۔ (سربراہ ہونے کی حیثیت سے ولایت محمدیہ کا نظم و نسق (Governance) آپؓ کے ہاتھ میں ہے۔)

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ بِحَارٍ   لَصَارَ اْلکُلُّ غَوْرًا فِی الزَّوَالِ

ترجمہ: اگر میں اپنا راز سمندروں پر ڈالوں تو سب کا پانی زمین میں جذب ہو کر خشک ہو جائے اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ جِبَالٍ   لَدُکَّتْ وَ خْتَفَتْ بَیْنَ الرِّمَالِ

ترجمہ: اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈالوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ایسے ریت ہو جائیں کہ ان میں اور ریت میں فرق نہ رہے۔

فَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ نَارٍ   لَخَمِدَتْ وَ انْطَفَتْ فِیْ سِرِّ حَالِ

ترجمہ: اگر میں اپنا راز آگ پر ڈالوں تو وہ میرے راز سے بالکل سرد ہو جائے اور اس کا نام و نشان باقی نہ رہے۔

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَیْتٍ   لَقَامَ بِقُدْرَۃِ الْمَوْلٰی تَعَالٰی

ترجمہ: اگر میں اپنا راز مردہ پر ڈالوں تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اٹھ کھڑا ہو جائے (یہ سب تجلیات الٰہی کے کرشمے ہیں۔ یہ روحانی قوت بطفیل سیّد المرسلینؐ حضور غوث پاک کو حاصل تھی)

وَمَا مِنْھَا شُھُوْرٌ اَوْ دُھُوْرٌ   تَمُرُّ وَ تَنْقَضِیْ اِلَّا اَتٰی لِیْ

ترجمہ: گزرے ہوئے مہینے اور زمانے یا جو اب گزر رہے ہیں بلاشبہ وہ میرے پاس حاضر ہوتے ہیں (ان سب کا ایک منفرد روحانی وجود ہے اور یہ سب اپنے وجود کے ساتھ بارگاہ غوثیت میں حاضر ہوا کرتے تھے)۔

وَتُخْبِرُنِیْ بِمَا یَاْتِیْ وَیَجْرِیْ   وَتُعْلِمُنِیْ فَاَقْصِرْ عَنْ جِدَالِیْ

ترجمہ: اور وہ مجھ کو گزرے ہوئے اور آنے والے واقعات کی خبر اور اطلاع دیتے ہیں (اے منکرو) جھگڑے سے باز آ جاؤ۔ (اغیار روحانی نظم و نسق سے آگاہ نہیں اس لئے معترض ہیں)

مُرِیْدِیْ ھِمْ وَطِبْ وَ اشْطَحْ وَغَنِّ   وَافْعَلْ مَا تَشَا فَالْاِسْمُ عَالِیْ

ترجمہ: اے میرے مرید! عشق الٰہی سے سرشار ہو اور خوش رہ اور بے پرواہ ہو اور جو چاہے کر کیونکہ تیری نسبت میرے نام سے ہے جو بہت بلند ہے۔ (یاد رہے سلسلہ قادریہ میں غوث پاک کا حقیقی معنوں میں مرید ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ اپنے آپ سے گذر جانے کے بعد ہی مرید ہونے کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔ نام کے ساتھ قادری لگا دینے سے نہیں۔)

مُرِیدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰہُ رَبِّیْ　　　عَطَانِیْ رِفْعَةً نِلْتُ الْمَنَالِیْ

ترجمہ: اے میرے مرید کسی سے مت ڈر۔ اللہ تعالیٰ میرا پروردگار ہے۔ اس نے مجھے وہ بلندی عطا فرمائی ہے کہ جس سے میں نے اپنی مطلوبہ آرزوؤں کو پالیا ہے (آرزوؤں میں سے ایک آرزو اپنے مریدوں کی بخشش کرانا ہے)

طُبُوْلِیْ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ دُقَّتْ　　　وَشَاوُسُ السَّعَادَةِ قَدْ بَدَالِیْ

ترجمہ: میرے نام کے ڈنکے زمین و آسمان میں بجائے جاتے ہیں اور نیک بختی کے نگہبان و نقیب میرے لئے ظاہر ہو رہے ہیں۔ (سیّدنا غوث پاکؓ کی شان و عظمت بیان ہو رہی ہے)

بِلَادُ اللّٰہِ مُلْکِیْ تَحْتَ حُکْمِیْ　　　وَ وَقْتِیْ قَبْلَ قَلْبِیْ قَدْ صَفَالِیْ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے تمام شہر میری ملکیت ہیں اور ان پر میری حکومت ہے۔ اور پیدا ہونے سے قبل ہی میرا قلب اللہ تعالیٰ نے مصفا کر دیا تھا۔ (زمین و آسمان میں غوث پاک کی باطنی حکمرانی ہے)

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا　　　کَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِیْ

ترجمہ: میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کی طرف نگاہ دوڑائی وہ سب مجھے رائی کے دانہ کے برابر نظر آئے (مردان خدا کی نظر میں ہے گردوں اور شہنشاہ ولایت کی نگاہ کی کوئی حد نہیں)

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَّہٗ قَدَمٌ وَّ اِنِّیْ　　　عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالٖ

ترجمہ: ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں نبی کریمؐ کے قدم مبارک پر ہوں جو آسمان کمال کے بدر کامل ہیں۔

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْبًا　　　وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَّوْلَی الْمَوَالِیْ

ترجمہ: میں علم پڑھتے پڑھتے قطب ہو گیا اور یہ سعادت مجھے فضل الٰہی سے حاصل ہوئی ہے۔

فَمَنْ فِی اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ مِثْلِیْ وَمَنْ فِی الْعِلْمِ وَالتَّصْرِیْفِ حَالِیْ

ترجمہ: پس گروہ اولیاء اللہ میں میری مثل کون ہے جو علم اور تصرف میں میری برابری کر سکے۔ (سرکار غوث پاک کا کوئی ثانی نہیں)

رِجَالِیْ فِیْ ھَوَاجِرِھِمْ صِیَامٌ وَفِیْ ظُلَمِ اللَّیَالِیْ کَالْاٰلِ

ترجمہ: میرے مرید سخت گرمی میں بھی روزہ رکھتے ہیں اور رات تاریکیوں میں روشن موتیوں کی طرح چمکتے ہیں یعنی تہجد گزار ہیں (اے اعتراض کرنے والے ذرا غوث پاک کے مریدوں کی شان بھی دیکھ لو کس قدر یادالٰہی میں مصروف رہنے والے مصفا باطن ہیں اور سینہ روشن ہیں)

مُرِیْدِیْ لَاتَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّیْ عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ

ترجمہ: اے میرے مرید تو کسی بدباطن مخالف سے نہ ڈر کیونکہ لڑائی میں میں نہایت ثابت قدم اور دشمن کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ (غوث پاک کے مرید کو دکھ دینے والا بالآخر تباہ ہو کر رہ جاتا ہے)

اَنَا الْجِیْلِیُّ مُحْیِ الدِّیْنِ اِسْمِیْ وَاَعْلَامِیْ عَلٰی رَاْسِ الْجِبَالِ

ترجمہ: میں جیلان کا رہنے والا ہوں اور محی الدین میرا لقب ہے اور میری عظمت کے جھنڈے پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں۔

اَنَا الْحَسَنِیُّ وَالْمَخْدَعُ مَقَامِیْ وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ

ترجمہ: میں سیدنا حضرت امام حسنؓ کی اولاد سے ہوں اور مقام مخدع میرے لئے مخصوص ہے اور میرا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے۔ (مقام مخدع بارگاہ ربوبیت کا قرب کے اعتبار سے وہ قریب ترین مقام ہے جو کسی ولی اللہ کو نصیب ہو سکتا ہے۔ یہ مقام قطبیت کبریٰ کا ہے جو مقام فرد سے بھی بلند اور یکتا ہے اور ہمارے آقا سیدنا غوث پاک اس پر فائز ہیں)

وَعَبْدُ الْقَادِرِ الْمَشْھُوْرُ اِسْمِیْ وَجَدِّیْ صَاحِبُ الْعَیْنِ الْکَمَالِ

ترجمہ: اور عبدالقادر میرا مشہور نام ہے اور میرے نانا سید کونین سرچشمہ کمال ہیں۔

دوسرا قصیدہ

نَظَرْتُ بِعَیْنِ الْفِکْرِ فِیْ حَانِ حَضْرَتِیْ حَبِیْبًا تَجَلّٰی لِلْقُلُوْبِ فَحَنَّتِ

ترجمہ: میں نے دوست کو اپنے قرب خاص کے وقت چشم تفکر دیکھا وہ دلوں پر جلوہ گرا ہوا تو دل اس کے مشتاق ہو گئے۔

سَقَانِیْ بِکَاْسٍ مِنْ مُدَامَۃِ حُبِّہٖ فَکَانَ مِنَ السَّاقِیْ خُمَارِیْ وَسُکْرَتِیْ

ترجمہ: مجھے دوست نے اپنی شراب محبت کا جام پلایا پس میری مستی اور مدہوشی ساقی ہی کی طرف سے ہے۔

یُنَادِمُنِیْ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ وَمَا زَالَ یَرْعَانِیْ بِعَیْنِ الْمَوَدَّۃِ

ترجمہ: وہ ہر دن اور رات میں میرا ساتھی ہے اور ہمیشہ محبت کی نگاہ سے میری رعایت فرماتا ہے۔

ضَرِیْحِیْ بَیْتُ اللّٰہِ مَنْ جَاءَ زَارَہٗ یُھَرْوِلُ لَہٗ یَحْظٰی بِعِزٍّ وَرِفْعَۃٍ

ترجمہ: میری قبر شریف اللہ کا گھر ہے جو اس کی زیارت کو آئیگا اور سعی کریگا عزت و بلندی سے بہرہ ور ہوگا۔

وَسِرِّیْ سِرُّ اللّٰہِ سَارٍ بِخَلْقِہٖ فَلُذْ بِجَنَابِیْ اِنْ اَرَدْتَ مَوَدَّتِیْ

ترجمہ: میرا باطن اللہ کا بھید ہے اس کی مخلوق میں سرایت کیے ہوئے ہے تو میری بارگاہ میں پناہ لے اگر میری دوستی چاہتا ہے۔

وَاَمْرِیْ اَمْرُ اللّٰہِ اِنْ قُلْتُ کُنْ یَکُنْ وَکُلٌّ بِاَمْرِ اللّٰہِ فَاحْکُمْ بِقُدْرَتِیْ

ترجمہ: اور میرا حکم اللہ کا حکم ہے اگر میں کہوں ہو جا تو ہو جاتا ہے اور میری یہ سب قدرت اللہ کے حکم سے ہے۔

وَ اَصْبَحْتُ بِالْوَادِی الْمُقَدَّسِ جَالِسًا عَلٰی طُوْرِ سِیْنَا قَدْ سَمَوْتُ بِخِلْعَتِیْ

ترجمہ: اور میں نے صبح کی وادی مقدس میں بیٹھے طور سینا پر اور میں اپنی پوشاک (مقام و مرتبہ) کے ساتھ اونچا ہو گیا۔

وَطَابَتْ لِیَ الْاَکْوَانُ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ فَصِرْتُ لَھَا اَھْلًا بِتَصْحِیْحِ نِیَّتِیْ

ترجمہ: اور خوشگوار ہو گئے میرے لیے موجودات ہر پہلو سے پس میں اپنی صحت نیت کے سبب اس کے لیے اہل ہو گیا۔

فَلِیْ عَلَمٌ عَلٰی ذِرْوَۃِ الْمَجْدِ قَائِمٌ رَفِیْعُ الْبِنَا تَأْوِیْ لَہٗ کُلُّ اُمَّۃٍ

ترجمہ: پس میرا جھنڈا قائم ہے بزرگی کی چوٹی پر اونچی بنیاد والا جس کی طرف ساری امت پناہ لیتی ہے۔

فَلا عِلْمَ اِلَّا مِنْ بِحَارٍ وَرَدْتُھَا وَلا نَقْلَ اِلَّا مَنْ صَحِیْحِ رِوَایَتِیْ

ترجمہ: پس کوئی علم نہیں سوائے ان علوم کے سمندروں کے جن پر میں وارد ہوا ہوں اور کوئی روایت نہیں جو میری صحیح روایت سے نہ ہو۔

عَلٰی الدُّرَّۃِ الْبَیْضَاءِ کَانَ اجْتِمَاعُنَا وَفِیْ قَابَ قَوْسَیْنِ اجْتِمَاعُ الاَحِبَّۃِ

ترجمہ: سفید موتی (لوح محفوظ) کے سامنے ہمارا اجتماع تھا اور قاب قوسین (قرب خاص) میں دوستوں کا ملاپ

وَعَایَنْتُ اِسْرَافِیْلَ وَاللَّوْحَ وَالرِّضَا وَشَاھَدْتُ اَنْوَارَ الْجَلَالِ بِنَظْرَتِیْ

ترجمہ: اور میں نے اسرافیل اور لوح محفوظ اور رضائے الٰہی کا معائنہ کیا اور اپنی نظر سے انوار جلال کا مشاہدہ کیا۔

وَشَاھَدْتُ مَافَوْقَ السَّمٰوٰتِ کُلِّھَا کَذَ الْعَرْشُ وَالْکُرْسِیُّ فِیْ طَیِّ قَبْضَتِیْ

ترجمہ: اور میں نے تمام آسمانوں کے اوپر کا مشاہدہ کیا' یونہی عرش اور کرسی میرے قبضے کی لپیٹ میں ہیں۔

وَکُلُّ بِلَادِ اللّٰہِ مُلْکِیْ حَقِیْقَۃً وَاَقْطَابُھَا مِنْ تَحْتِ حُکْمِیْ وَطَاعَتِیْ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے تمام شہر حقیقت میں میرے ملک ہیں اور اس کے تمام اقطاب میرے زیر فرمان و اطاعت ہیں۔

وَجُوْدِیْ سَرٰی فِیْ سِرِّسِرِّ الْحَقِیْقَۃِ وَمَرْتَبِیْ فَاقَتْ عَلٰی کُلِّ رُتْبَۃٍ

ترجمہ: اور میرے وجود نے حقیقت کے بھید کی پوشیدگی میں سیر کی اور میرا مرتبہ ہر مرتبے سے اونچا ہو گیا

وَذِکْرِیْ جَلَا الْاَبْصَارَ بَعْدَ غَشَائِھَا وَاَحْیَا فُؤَادَ الصَّبِّ بَعْدَ الْقَطِیْعَۃِ

ترجمہ: اور میرے ذکر نے اندھی آنکھوں کو روشن کر دیا اور عاشق کے دل کو زندہ کر دیا بعد انقطاع کے

حَفِظْتُ جَمِیْعَ الْعِلْمِ صِرْتُ طِرَازَہٗ عَلٰی خِلْعَۃِ التَّشْرِیْفِ فِیْ حُسْنِ طَلْعَۃٍ

ترجمہ: میں نے سارے علم حفظ کر لیے اور اس کا زیور بن گیا لباس شرافت میں حسن صورت میں

قَطَعْتُ جَمِيْعَ الْحُجُبِ اللّٰهِ صَاعِدًا فَمَا زِلْتُ اَرْقَی سَائِرًا فِی الْمَحَبَّةِ

ترجمہ: میں نے ترقی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سب حجابات طے کرلیے پس میں ہمیشہ سب سے ترقی کرتا رہا۔

تَجَلّٰی لِیَ السَّاقِیْ وَقَالَ اِلَیَّ قُمْ فَھٰذَا شَرَابُ الْوَصْلِ فِیْ حَانِ حَضْرَتِیْ

ترجمہ: میرے لیے ساقی نے جلوہ فرمایا اور کہا میری طرف کھڑے ہو جاؤ یہ لو شراب وصل میرے قرب خاص کے وقت

تَقَدَّمْ وَلَا تَخْشٰی کَشَفْنَا حِجَابَنَا تَمَلّٰی هَنِیْئًا بِالشُّرْبِ وَرُؤْیَتِیْ

ترجمہ: آگے بڑھو اور مت ڈرو ہم نے اپنے حجاب اٹھا دیے ہیں شراب وصل اور میرے دیدار سے خوشگوار نفع اٹھاؤ۔

شَطَحْتُ بِهَا شَرْقًا وَغَرْبًا وَ قِبْلَةً وَبَرَّ وَبَحْراً مِنْ نَفَائِسِ خَمْرَتِیْ

ترجمہ: میں نے اپنی شراب وصل کے عمدہ حصے مشرق ومغرب آگے پیچھے بحر وبر میں پھیلا دیے ہیں۔

وَلَاحَتْ لِیَ الْاَسْرَارُ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ وَبَانَتْ لِیَ الْاَنْوَارُ مِنْ کُلِّ وِجْهَتِیْ

ترجمہ: اور میرے لیے ہر طرف سے بھید ظاہر ہوگئے اور ہر جانب سے میرے لیے انوار ظاہر ہوگئے

وَشَاهَدْتُ مَعْنًی لَوْبَدَا اَکْشَفُ سِرَّہٗ بِصُمِّ الْجِبَالِ الرَّاسِیَاتِ لَدُکَّتِ

ترجمہ: میں نے ایسی حقیقت کا مشاہدہ کیا کہ اگر اس کے بھید کا کھلنا سخت مضبوط پہاڑوں پر ظاہر ہو تو ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

وَمَطْلَعَ شَمْسِ الْاُفُقِ ثُمَّ مُغِیْبَهَا وَ اَقْطَارَ اَرْضِ اللّٰهِ فِیْ حَالِ خَطْوَتِیْ

ترجمہ: اور آسمانی سورج کے طلوع کا مقام پھر اس کے غروب ہونے کی جگہ اور اللہ تعالیٰ کی زمین کے سب کونے میرے ایک قدم کے فاصلے کا اندر ہیں۔

اُقَلِّبُهَا فِیْ رَاحَتِیْ کَکُرَۃٍ اَطُوْفُ بِهَا جَمْعًا عَلٰی طُوْلِ لَمْحَتِیْ

ترجمہ: میں ان کو اپنے دونوں ہاتھوں میں ایک کجاوے کی طرح الٹ پلٹ کرتا ہوں سب کو آنکھ جھپکنے کی دیر میں

اَنَا قُطْبُ اَقْطَابِ الْوُجُوْدِ حِقِيْقَةً عَلٰی سَائِرِ الْاَقْطَابِ عِزِّیْ وَحُرْمَتِیْ

ترجمہ: میں حقیقت میں اقطاب کائنات کا قطب ہوں تمام اقطاب پر میری عزت وحرمت لازم ہے۔

تَوَسَّلْ بِنَا فِیْ کُلِّ هَوْلٍ وَشِدَّةٍ اَغِیْثُکَ فِی الْاَشْیَاءِ طُرًّا بِهِمَّتِیْ

ترجمہ: ہر خوف اور سختی میں ہمارا وسیلہ پکڑ' میں اپنی ہمت کے ساتھ تمام چیزوں میں تیری مدد کروں گا'

اَنَا لِمُرِیْدِیْ حَافِظٌ مَایَخَافُهُ وَاَحْرُسُهُ مِنْ کُلِّ شَرٍّ وَ فِتْنَةٍ

ترجمہ: میں اپنے مرید کا نگہبان ہوں جس چیز سے وہ ڈرے اور میں ہر برائی اور فتنے سے اس کی حفاظت کرتا ہوں۔

مُرِیْدِیْ اِذَا مَا کَانَ شَرْقًا وَمَغْرِبًا اُغِثْهُ اِذَا مَا صَارَفِیْ اَیِّ بَلْدَةٍ

ترجمہ: میرا مرید جب شرق ومغرب میں ہو میں اس کی مدد کرتا ہوں خواہ وہ کسی شہر میں ہو'

فَیَامُنْشِدًا لِلنَّظْمِ قُلْهُ وَلَا تَخَفْ فَاِنَّکَ مَحْرُوْسٌ بِعَیْنِ الْعِنَایَةِ

ترجمہ: پس اے اس قصیدے کے پڑھنے والے اسے پڑھ اور خوف نہ کر تو بلاشبہ چشم عنایت محفوظ ہے'

فَکُنْ قَادِرِیَّ الْوَقْتِ لِلّٰهِ مُخْلِصًا تَعِیْشُ سَعِیْدًا صَادِقًا لِلْمُحَبَّةِ

ترجمہ: پس تو وقت کا قادری ہو جا اللہ تعالیٰ کیلئے مخلص' زندگی گزارے گا سعادت مند اور محبت میں سچا ہو کر

وَجَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَعْنِیْ مُحَمَّدًا اَنَا عَبْدُ قَادِرٍ دَامَ عِزِّیْ وَرِفْعَتِیْ

ترجمہ: اور میرے نانا رسول اللہ ﷺ ہیں میری مراد محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں' میں عبدالقادر ہوں میری عزت وبلندی دائمی ہے۔

تیسرا قصیدہ

شَهِدْتُ بِاَنَّ اللّٰهَ وَالِی الْوِلَایَةِ وَقَدْ مَنَّ بِالتَّصْرِیْفِ فِیْ کُلِّ حَالَةٍ

ترجمہ: میں نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ والی ہے کل ولایت کا اور اس نے ہر حالت میں ردوبدل کا احسان فرمایا ہے۔

سَقَانِیْ رَبِّیْ مِنْ کُؤْسِ شَرَابِهٖ وَاَسْکَرَنِیْ حَقًّا فَهِمْتُ بِسَکْرَتِیْ

ترجمہ: میرے رب نے مجھ کو اپنی شراب محبت کے پیالے پلائے اور درحقیقت اس نے مجھے مست کر دیا پس میں اپنی شراب معرفت سے مست ہو گیا۔

وَمَلَّکَنِیْ جَمْعَ الْجِنَانِ وَمَاحَوَتْ　　وَکُلُّ مُلُوْکِ الْعَالَمِیْنَ رَعِیَّتِیْ

ترجمہ: اور مجھے اس نے تمام دلوں کا اور جن اسرار پر دل حاوی ہیں ان کا مالک بنایا اور جہانوں کے جملہ سلاطین میری رعیت ہیں۔

وَفِیْ حَانِنَا فَادْخُلْ تَرَی الْکَاسَ دَائِرًا　　وَمَا شَرِبَ الْعُشَّاقُ اِلَّا بَقِیَّتِیْ

ترجمہ: اور ہماری شراب معرفت کی دکان میں داخل ہو تو پیالہ کو گھومتا دیکھے گا اور نہیں پیا عشاق نے مگر میرا بچا کچھا'

رُفِعْتُ عَلٰی مَنْ یَدَّعِی الْحُبَّ فِی الْوَرٰی　　فَقَرَّبَنِي الْمَوْلٰی وَ فُزْتُ بِنَظْرَةِ

ترجمہ: ہر مدعی محبت پر مخلوق میں مجھے اونچا کر دیا گیا' پھر دوست نے مجھے قریب کر لیا اور میں دیدار میں کامیاب ہو گیا۔

وَجَالَتْ خُیُوْلِیْ فِی الْاَرَاضِیْ جَمِیْعِهَا　　وَدُقَّتْ لِیَ الْکَاسَاتُ مِنْ کُلِّ وِجْهَةِ

ترجمہ: اور میری سلطنت کے گھوڑے زمین کے سب علاقوں میں دوڑ گئے اور مجھ سے (شراب محبت کی طلب میں) ہر طرف سے پیالے کھنکائے گئے۔

وَدُقَّتْ لِیَ الْکَاسَاتُ فِی الْاَرْضِ وَالسَّمَآ　　وَاَهْلُ السَّمَا وَالْاَرْضِ تَعْلَمُ سَطْوَتِیْ

ترجمہ: اور مجھ سے (طلب کیلئے) زمین اور آسمانوں میں پیالے کھنکائے گئے اور آسمانوں اور زمین والے میری شان جلالت کو جانتے ہیں۔

وَشَاؤُسُ مُلْکِیْ سَارَ شَرْقًا وَمَغْرِبًا　　وَصِرْتُ لِاَهْلِ الْکَرْبِ غَوْثًا وَرَحْمَةِ

ترجمہ: اور میری حکومت کے نقیب مشرق و مغرب میں گھوم گئے اور میں دکھیوں کیلئے دستگیر اور رحمت والا ہو گیا

وَمَنْ کَانَ قَبْلِیْ یَدَّعِیْ فِیْکُمُ الْهَوٰی　　یُطَاوِلُنِیْ اِنْ کَانَ یَقْوٰی لِسَطْوَتِیْ

ترجمہ: اور مجھ سے پہلے جو تم میں دعوی عشق کرتا تھا اگرچہ طاقتور تھا میرے دبدبے کے سبب ٹال مٹول کرتا ہے۔

شَرِبْتُ بِكَاسَاتِ الْعِزَامِ سُلَافَةً   بِهَا انْعَشْتُ قَلْبِی وَجِسْمِی وَمُهْجَتِی

ترجمہ: میں نے بہترین شراب معرفت محبت کے پیالوں سے پی ہے اور اسی کے ساتھ میں نے اپنے دل اور جسم و جان کو بلند کیا ہے۔

وَقَفْتُ بِبَابِ اللّٰہِ وَحْدِی مُوَحِّدًا   وَنُودِیْتُ یَا جِیْلَانِی ادْخُلْ لِحَضْرَتِی

ترجمہ: میں تنہا اللہ تعالیٰ کو ایک جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور مجھے پکارا گیا اے جیلانی میری حضور کیلئے داخل ہو۔

وَنُودِیْتُ یَا جِیْلَانِی اُدْخُلْ وَلَا تَخَفْ   عُطِیْتُ اللِّوَی مِنْ قَبْلِ اَهْلِ الْعِنَایَةِ

ترجمہ: اور مجھے پکارا گیا اے جیلانی داخل ہو اور مت ڈرو میں اہل عنایت سے پہلے جھنڈا دیا گیا ہوں

ذِرَاعِی مِنْ فَوْقِ السَّمٰوٰتِ کُلِّهَا   وَمِنْ تَحْتِ بَطْنِ الْحُوْتِ اَمْدَدْتُ رَاحَتِی

ترجمہ: میری کلائی سب آسمانوں کے اوپر سے ہے اور میں نے اپنا ہاتھ (زمین کے نیچے کی) مچھلی کے پیٹ کے نیچے دراز کر رکھا ہے۔

وَاَعْلَمُ نَبَاتَ الْاَرْضِ کَمْ هُوَ نَابِتٌ   وَاَعْلَمُ رَمَلَ الْاَرْضِ کَمْ هُوَ رَمْلَةٍ

ترجمہ: اور میں زمین کے اگاؤ کو جانتا ہوں کہ وہ کتنا اگا ہوا ہے اور میں زمین کی ریت کو جانتا ہوں کہ وہ کتنے ذرے ہیں۔

وَاَعْلَمُ عِلْمَ اللّٰہِ اُحْصِی حُرُوْفَه   وَاَعْلَمُ مَوْجَ الْبَحْرِ کَمْ هُوَ مَوْجَةٍ

ترجمہ: اور میں اللہ تعالیٰ کے علم کو جانتا ہوں مجھے اس کے حروف کا شمار ہے اور میں سمندر کی موجوں کو جانتا ہوں کہ وہ کتنی ہیں

وَلِی نَشْاَةٌ فِی الْحُبِّ مِنْ قَبْلِ آدَمٍ   وَسِرِّی سَرٰی فِی الْکَوْنِ مِنْ قَبْلِ نَشْاَتِی

ترجمہ: اور میری کونپل محبت میں آدم سے پہلے ہے اور میرا بھید جہان میری میری پیدائش سے پہلے پوشیدہ ہے۔

وَسِرِّی فِی الْعُلْیَا بِنُوْرِ مُحَمَّدٍ   فَکُنَّا بِسِرِّ اللّٰہِ قَبْلَ النُّبُوَّةِ

ترجمہ: اور میرا بھید بلندی میں محمد ﷺ کے نور کے ساتھ تھا۔ پس ہم اللہ کے بھید میں نبوت سے پہلے تھے

مَلَكْتُ بِلَادَ اللّٰهِ شَرْقًا وَمَغْرِبًا　　وَاِنْ شِئْتُ اَفْنَيْتُ الْاَنَامَ بِلَحْظَتِيْ

ترجمہ: میں اللہ کے شہروں کے مشرق و مغرب کا مالک ہو گیا اور اگر میں چاہوں تو لوگوں کو اپنی آنکھ جھپکنے میں فنا کر دوں۔

وَقَالُوْا فَاَنْتَ الْقُطْبُ قُلْتُ مُشَاهِدًا　　وَاَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ فِيْ كُلِّ سَاعَةِ

ترجمہ: اور انہوں نے کہا کہ آپ قطب ہیں میں نے مشاہدہ کرتے ہوئے کہا کہ میں ہر گھڑی اللہ کی لکھت پڑھتا ہوں

وَنَاظِرُ مَافِي اللَّوْحِ مِنْ كُلِّ آيَةٍ　　وَمَا قَدْرَاَيْتُ مِنْ شُهُوْدٍ بِمُقْلَةِ

ترجمہ: اور میں لوح محفوظ میں ہر نشانی دیکھنے والا ہوں اور جو میں نے اپنی آنکھ سے ظاہر دیکھا ہے

فَمَنْ كَانَ يَهْوَنَا يَجِئْ لِمَحِلِّنَا　　وَيَدْخُلْ حِيَ السَّادَاتِ يَلْقَى الْغَنِيْمَةِ

ترجمہ: تو جو ہم سے محبت رکھتا ہے ہمارے پاس آ جائے اور سادات کی چراگاہ میں داخل ہو جائے غنیمت پالیگا'

وَقَالُوْا لِيْ يَا هٰذَا تَرَكْتَ صَلَاتَكَ　　وَلَمْ يَعْلَمُوْا اِنِّيْ اُصَلِّيْ بِمَكَّةِ

ترجمہ: اور وہ بولے یہ تم نے اپنی نماز چھوڑ دی ہے اور انہوں نے جانا نہیں کہ میں تو نماز مکہ شریف میں پڑھتا ہوں'

وَلَا جَامِعٌ اِلَّا وَلِيْ فِيْهِ مُنْبَرٌ　　وَلَا مِنْبَرٌ اِلَّا وَلِيْ فِيْهِ خُطْبَتِيْ

ترجمہ: اور کوئی جامع مسجد نہیں مگر یہ کہ اس میں میرا منبر ہے اور کوئی منبر نہیں مگر یہ کہ اس میں میرا خطبہ ہے

وَلَا عَالِمٌ اِلَّا بِعِلْمِيْ عَالِمٌ　　وَلَا سَالِكٌ اِلَّا بِفَرْضِيْ وَسُنَّتِيْ

ترجمہ: اور کوئی عالم نہیں مگر میرے علم کے ساتھ عالم ہے اور کوئی سالک نہیں مگر میرے فرض و سنت کے ساتھ'

وَلَوْ لَا رَسُوْلُ اللّٰهِ بِالْعَهْدِ سَابِقًا　　لَاَغْلَقْتُ بُنْيَانَ الْجَحِيْمِ بِعَظْمَتِيْ

ترجمہ: اور اگر رسول اللہ ﷺ کا عہد سابق (بخشش امت کیلئے) نہ ہوتا تو میں ضرور اپنی عظمت کی وجہ سے عمارت جہنم کے دروازے بند کر دیتا

مُرِيْدِيْ لَكَ الْبُشْرٰى تَكُوْنُ عَلَى الْوَفَا　　اِذَا كُنْتَ فِيْ هَمٍّ اُغِثْكَ بِهِمَّتِيْ

ترجمہ: اے میرے مرید تیرے لیے خوشخبری ہے تو وفادار رہ جبکہ جو غم میں ہوگا میں اپنی ہمت کے ساتھ

تیری دستگیری کروں گا۔

مُرِیْدِیْ تَمَسَّکْ بِیْ وَ کُنْ بِیْ وَاثِقًا　　　لَاَحْمِیْکَ فِی الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ

ترجمہ: اے میرے مرید میرے دامن کو مضبوطی سے تھام لے اور میرے ساتھ پختہ ارادت ہوتا کہ میں دنیا میں اور قیامت کے روز تیری حمایت کروں

اَنَا لِمُرِیْدِیْ حَافِظٌ مَّا یَخَافُہٗ　　　وَاُنْجِیْہِ مِنْ شَرِّ الْاُمُوْرِ وَبَلْوَۃِ

ترجمہ: میں اپنے مرید کا محافظ ہوں جس چیز سے کہ وہ ڈرے اور میں معاملات کی برائی اور سختی سے اسے نجات دلاتا ہوں

وَکُنْ یَامُرِیْدِیْ حَافِظًا لِعُہُوْدِنَا　　　اَکُنْ حَاضِرَ الْمِیْزَانِ یَوْمَ الْوَقِیْعَۃِ

ترجمہ: اور اے میرے مرید تو ہمارے وعدوں کا محافظ ہو جائیں بروز قیامت میزان پر حاضر ہوں گا۔

اَنَا کُنْتُ فِی الْعُلْیَا بِنُوْرِ مُحَمَّدٍ　　　وَفِی قَابَ قَوْسَیْنِ اجْتِمَاعُ الْاَحِبَّۃِ

ترجمہ: میں بلندیوں میں نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور قاب قوسین میں پیاروں کا ملاپ تھا۔

اَنَا کُنْتُ مَعَ نُوْحٍ اُشَاہِدُ فِی الْوَرٰی　　　بِحَارًا وَطُوْفَانًا عَلٰی کَفِّ قُدْرَتِیْ

ترجمہ: میں نوح علیہ السلام کے ساتھ تھا مشاہدہ کرتا تھا مخلوق میں دریاؤں اور طوفان کا اپنے دست قدرت پر

وَکُنْتُ مَعَ اِبْرَاہِیْمَ مُلْقٰی بِنَارِہٖ　　　وَمَا بَرَدَ النِّیْرَانَ اِلَّا بِدَعْوَتِیْ

ترجمہ: اور میں ابراہیمؑ کے ساتھ تھا جبکہ وہ آگ میں ڈالے گئے اور آگ ٹھنڈی نہ ہوئی مگر میری دعا سے

اَنَا کُنْتُ مَعَ رَاعِی الذَّبِیْحِ فِدَاءَہٗ　　　وَمَا نَزَلَ الْکَبْشَانِ اِلَّا بِفُتُوَّتِیْ

ترجمہ: میں اسماعیلؑ کے والد کے ساتھ تھا انکے فدیے کے وقت اور مینڈھا نازل نہ ہوا مگر میری ہی جوانمردی کے سبب

اَنَا کُنْتُ مَعَ یَعْقُوْبَ فِیْ غَشْوِ عَیْنِہٖ　　　وَمَا بَرِئَتْ عَیْنَاہُ اِلَّا بِتَفْلَتِیْ

ترجمہ: میں یعقوبؑ کے ساتھ تھا جبکہ ان کی آنکھ بند ہوگئی اور نہیں لوٹ آئیں ان کی آنکھیں مگر میرے لعاب دہن سے

اَنَا کُنْتُ مَعَ اِدْرِیْسَ لَمَّا ارْتَقَی الْعُلَا　　　وَاَقْعَدْتُہُ الْفِرْدَوْسَ اَحْسَنَ جَنَّتِیْ

ترجمہ: میں ادریسؑ کے ساتھ تھا جبکہ وہ بلندی پر چڑھے اور میں نے ان کو اپنی بہترین جنت میں بٹھادیا

اَنَا کُنْتُ مَعَ مُوسےٰ مُنَاجَاۃَ رَبِّہٖ وَمُوْسیٰ عَصَاہُ مِنْ عَصَایَ اسْتَمَدَّتِ

ترجمہ: میں موسیٰؑ کے ساتھ تھا جبکہ وہ اپنے رب سے مناجات کرتے تھے اور موسیٰؑ کا عصا میرے استمداد کے عصاؤں میں سے (ایک عصا) تھا۔

أَنَا کُنْتُ مَعَ اَیُّوْبَ فِی زَمَنِ الْبَلاَ وَمَا بَرِئَتْ بَلْوَاہُ اِلَّا بَدَعْوَتِیْ

ترجمہ: میں ایوبؑ کے ساتھ تھا جبکہ وہ آزمائش میں مبتلا تھے اور ان کی بلا دور نہ ہوئی مگر میری دعا سے۔

اَنَا کُنْتُ مَعَ عِیْسٰی وَفِی الْمَهْدِ نَاطِقًا وَاَعْطَیْتُ دَاوٗدَ حَلَاوَۃَ نَغْمَۃِ

ترجمہ: میں عیسےٰؑ کے ساتھ تھا جبکہ وہ جھولے میں بولتے تھے اور میں نے ہی داؤدؑ کو نغمے کی مٹھاس عطا کی

اَنَا الذَّاکِرُ الْمَذْکُوْرُ ذِکْرًا لِذَاکِرٍ اَنَا الشَّاکِرُ الْمَشْکُوْرُ شُکْرًا بِنِعْمَۃِ

ترجمہ: میں مذکور کا ذاکر ہوں ذکر ہوں ذاکر کے لیے میں مشکور کا شاکر ہوں نعمت کا شکر ہوں

أَنَا الْعَاشِقُ الْمَشُوْقُ فِي کُلِّ مُضْمِرٍ أَنَا السَّامِعُ الْمَسْمُوْعُ فِی کُلِّ نَغْمَۃِ

ترجمہ: میں عاشق ہر دل کے اندر معشوق ہوں میں سننے والا ہر نغمے کے اندر سنا گیا ہوں

أَنَا الْوَاحِدُ الْفَرْدُ الْکَبِیْرُ بِذَاتِہٖ أَنَا الْوَاصِفُ الْمُوصُوفُ شَیْخُ الطَّرِیْقَۃِ

ترجمہ: میں اپنی ذات میں یگانہ اور فرد کبیر ہوں میں صفت کرنیوالا صفت کیا گیا شیخ طریقت ہوں

وَمَا قُلْتُ هٰذَا الْقَوْلَ فَخْرًا وَّ اِنَّمَا اَتَی الْاِذْنُ حَتّٰی یَعْرِفُوْنَ حَقِیْقَتِی

ترجمہ: اور میں نے یہ بات بطور فخر نہیں کہی بلکہ مجھے حکم آیا ہے یہاں تک کہ لوگ میری حقیقت کو پہچان لیں

وَمَا قُلْتُ حَتّٰی قِیْلَ لِی قُلْ وَلَا تَخَفْ فَاَنْتَ وَلِیِّ فِی مَقَامِ الْوَلَایَۃِ

ترجمہ: اور میں نے نہیں کہا یہاں تک کہ مجھے کہا گیا کہ کہہ اور مت ڈر پس تو مقام ولایت میں میرا دوست ہے

وَاِنْ شَحَّتِ الْمِیْزَانُ وَاللّٰہِ نَالَهَا بِعَیْنِیْ عِنَایَاتِی وَلُطْفِ الْحَقِیْقَۃِ

ترجمہ: اور اگر میزان جھکا ہوا ہے بخدا اسے پہنچی ہے میری عنایت کی نظر اور حقیقت کی مہربانی

حَوَائِجُکُمْ مَقْضِیَّۃٌ غَیْرَ اَنَّنِیْ اُرِیْدُ کُمُوْ تَمْشُوْطَرِیْقَ الْحَقِیْقَۃِ

ترجمہ: تمہاری حاجات پوری کی گئی ہیں سوائے اس کے کہ میں چاہتا ہوں کہ تم حقیقت کی راہ چلو

نُوَصِّیْکُمْ کَسْرَ النُّفُوْسِ لِاَنَّھَا مَرَاتِبُ عِزٍّ عِنْدَ اَھْلِ الطَّرِیْقَةِ

ترجمہ: میں تم کو کسر نفسی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اہل طریقت کے نزدیک کے مراتب ہیں۔

وَمَنْ حَدَّثَتْہُ نَفْسُہٗ بِتَکَبُّرٍ تَجِدْہُ صَغِیْرًا فِی الْعُیُوْنِ الْاَقِلَّةِ

ترجمہ: اور جس کا نفس اس سے تکبر کے ساتھ بات کرے تو اس کو حقیر لوگوں کی نظروں میں ذلیل پائے گا

وَمَنْ کَانَ یَخْشَعُ فِی الصَّلٰوةِ تَوَاضُعًا مَعَ اللّٰہِ عَزَّتْہُ جَمِیْعُ الْبَرِیَّةِ

ترجمہ: اور جو عاجزی کرے نماز میں اللہ کے ساتھ تواضع کرتے ہوئے سب مخلوق اس کی عزت کرتی ہے

فَجَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ طٰہٰ مُحَمَّدٌ اَنَا عَبْدُ الْقَادِرِ شَیْخُ کُلِّ طَرِیْقَةِ

ترجمہ: تو میرے نانا رسول اللہ ﷺ طٰہٰ احمد ہیں میں عبدالقادر ہر طریقت کا شیخ ہوں۔

چوتھا قصیدہ

وہ عظیم الشان قصیدہ جس میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کے ساتھ استغاثہ کیا گیا ہے

شَرَعْتُ بِتَوْحِیْدِ الْاِلٰہِ مُبَسْمِلاً سَاَخْتِمُ بِالذِّکْرِ الْحَمِیْدِ مُجَمِّلاً

ترجمہ: آغاز کیا میں نے توحید الٰہی کے ساتھ بسم اللہ پڑھ کر عنقریب اختتام کروں گا تعریف والے ذکر کے ساتھ خوبصورتی سے

وَاَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ لَا رَبَّ غَیْرُہٗ تَنَزَّہَ عَنْ حَصْرِ الْعُقُوْلِ تَکَمُّلاً

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پروردگار نہیں عقلوں کے احاطے سے وہ مکمل طور پر پاک ہے۔

وَاَرْسَلَ فِیْنَا اَحْمَدَ الْحَقَّ قَیِّدًا نَبِیًّا بِہٖ قَامَ الْوُجُوْدُ وَ قَدْ خَلاَ

ترجمہ: اور بھیجا ہم میں احمد مجتبےٰ کو حق کے ساتھ مرتبہ نبوت عطا کر کے جن کے سبب وجود کائنات قائم ہے اور وہ تشریف لے گئے۔

فَعَلَّمَنَا مِنْ کُلِّ خَیْرٍ مُؤَیِّدٍ وَاَظْھَرَ فِیْنَا الْحِلْمَ وَالْعِلْمَ وَالْوَلاَ

ترجمہ: پس ہمیں ہر بھلائی سکھلائی جو تائید کی ہوئی ہے اور ہم میں بردباری علم اور محبت کو ظاہر فرمایا۔

فَیَا طَالِبًا عِزًّا وَ کَنزًا وَرِفعَةً　　مِنَ اللّٰہِ فَادْعُوهُ بِاَسْمَائِهِ الْعُلاَ

ترجمہ: پس اللہ سے عزت' خزانے اور بلندی کے طالب اس کے بلند ناموں کے وسیلے سے دعا کر

فَقُلْ بِانْکِسَارٍ بَعْدَ طُهْرٍ وَقُرْبَةٍ　　فَاَسْئَلُکَ اَللّٰهُمَّ نَصْرًا مُعَجَّلاَ

ترجمہ: پس تو کہہ عاجزی کے ساتھ پاکیزگی اور عبادت کے بعد کہ اے اللہ میں تجھ سے جلد مدد کا سوال کرتا ہو۔

بِحَقِّکَ یَارَحْمٰنُ بِالرَّحْمَةِ الَّتِیْ　　اَحَاطَتْ فَکُنْ لِی یَارَحِیْمُ مُجَمِّلاَ

ترجمہ: بوسیلہ اپنے حق کے اے رحمٰن اس رحمت کے ساتھ جو احاطہ کیے ہوئے ہے اے رحیم مجھے اچھا کر دے

وَیَا مَلِکُ قُدُّوْسُ قَدِّسْ سَرِیْرَتِیْ　　وَسَلِّمْ وُجُوْدِیْ یَا سَلاَمُ مِنَ الْبَلاَ

ترجمہ: اور اے بادشاہ نہایت پاک میرے باطن کو پاک کر دے اور اے سلامتی دینے والے میرے وجود کو بلاؤں سے سلامت رکھ۔

وَیَامُؤمِنُ هَبْ لِیْ اَمَانًا مُحَقَّقًا　　وَسِتْرًا جَمِیْلاً یَامُهَیْمِنُ مُسْبِلاً

ترجمہ: اور اے امان دینے والے مجھے سچی امان عطا فرما اور اچھا دراز پردہ اے نگہبان

عَزِیْزُ اَزِلْ عَنْ نَفْسِیَ الذُّلَّ وَاحْمِنِیْ　　بِعِزِّکَ یَا جَبَّارُ مِنْ کُلِّ مُعْضِلاَ

ترجمہ: اے عزت والے میری ذات سے ذلت کو زائل کر دے اور اے عظمت والے بوسیلہ اپنی عزت کے ہر مشکل میں میری حمایت کر

وَضَعْ جُمْلَةَ الْاَعْدَاءِ یَا مُتَکَبِّرُ　　وَیَا خَالِقُ خُذْلِیْ عَنِ الشَّرِّمَعْزِلاَ

ترجمہ: اے بڑائی والے میرے تمام دشمنوں کو نیچا دکھا اور اے خالق مجھے ہر شر سے بچا'

وَیَا بَارِئَ النَّعْمَاءِ زِدْفَیْضَ نِعْمَةٍ　　اَفَضْتَ عَلَیْنَا یَا مُصَوِّرُ اَوَّلاَ

ترجمہ: اے نعمتوں کے پیدا کرنے والے نعمتوں کا فیض زیادہ کر اے صورت بنانے والے ہم پر پہلے اضافہ فرما

رَجَوْتُکَ یَا غَفَّارُ فَاقْبَلْ لِتَوْبَتِیْ　　بِقَهْرِکَ یَا قَهَّارُ شَیْطَانِیَ اخْذُلاَ

ترجمہ: اے مغفرت فرمانے والے میں نے تجھ سے امید رکھی پس میری توبہ قبول فرما اور اے غلبے والے اپنے قہر سے میرے شیطان کو ذلیل کر

بِحَقِّکَ یَا وَهَّابُ عِلْمًا وَحِکْمَةً　　وَلِلرِّزْقِ یَا رَزَّاقُ کُنْ لِیْ مُسَهِّلاَ

ترجمہ: اے دینے والے بوسیلہ اپنے حق کے علم وحکمت عطا فرما اور اے روزی دینے والے میرے لیے روزی آسان فرما۔

وَبِالْفَتْحِ يَا فَتَّاحُ نَوِّرْ بَصِيرَتِي　　وَ بِالْعِلْمِ بَلِّنِي يَا عَلِيمُ تَفَضُّلاً

ترجمہ: اے کھولنے والے کاموں کے فتح کے ساتھ میری بصیرت کو روشن کر اور اے علم والے مجھے اپنے فضل سے علم عطا کر

وَ يَا قَابِضُ اقْبِضْ قَلْبَ كُلِّ مُعَانِدٍ　　وَيَا بَاسِطُ ابْسُطْنِي بِأَسْرَارِكَ الْعُلاَ

ترجمہ: اور اے بند کرنیوانے ہر دشمن کے دل کو بند کر دے اور اے کھولنے والے اپنے بلند بھیدوں کے ساتھ میرے سینے کو کھول دے۔

وَيَا خَافِضُ اخْفِضْ قَدْرَ كُلِّ مُنَافِقٍ　　وَيَا رَافِعُ ارْفَعْنِي بِرُوحِكَ اَثْقَلاَ

ترجمہ: اور اے پست کرنیوالے ہر منافق کی قدر پست کر دے اور اے بلند کرنیوالے اپنی بھاری روح کے ساتھ مجھے بلند کر دے۔

سَأَلْتُكَ عِزًّا يَا مُعِزُّ لِأَهْلِهٖ　　مُذِلُّ فَذِلَّ الظَّالِمِينَ مُنَكِّلاً

ترجمہ: اے عزت دینے والے اپنوں کو میں تجھ سے عزت کا طالب ہوں اے ذلت دینے والے ظالموں کو عبرتناک طور پر ذلیل کر

فَعِلْمُكَ كَافٍ يَا سَمِيعُ فَكُنْ اِذَا　　بَصِيرًا بِحَالِي مُصْلِحًا مُتَقَبِّلاً

ترجمہ: اے سننے والے تیرا علم کافی ہے جب تو میرے حال کا دیکھنے والا ہے پس ہو جا اس کو قبول کرنے والا سنوارنے والا

فَيَا حَكَمُ عَدْلٌ لَطِيفٌ بِخَلْقِهٖ　　خَبِيرٌ بِمَا يَخْفَى وَمَا هُوَ مُجْتَلاَ

ترجمہ: پس اے فیصلہ کرنیوالے انصاف کرنیوالے اپنی مخلوق پر مہربان خبر رکھنے والا ہر پوشیدہ اور ظاہر کی

فَحِلْمُكَ قَصْدِي يَا حَلِيمُ وَعُمْدَتِي　　وَاَنْتَ عَظِيمٌ عُظْمُ جُوْدِكَ قَدْ عَلاَ

ترجمہ: اے بردبار پس تیری بردباری میرا قصد وارادہ ہے اور تو عظیم ہے تیری جود وعطا کی عظمت بلند ہوگئی۔

غَفُوْرٌ وَسَتَّارٌ عَلٰى كُلِّ مُذْنِبٍ　　شَكُوْرٌ عَلٰى اَحْبَابِهٖ وَمُوَصِّلاً

ترجمہ: بخشنے والا پردہ پوش ہر گنہگار کا صلہ دینے والا اپنے دوستوں کا اور ملانے والا

عَلِیٌّ وَقَدْ اَعْلٰی مَقَامَ حَبِیْبِہٖ　　　　کَبِیْرٌ کَثِیْرُ الْخَیْرِ وَالْجُوْدِ مُجْزِلاً

ترجمہ: بلند ہے اور اپنے حبیب کا مقام بلند کر دیا بڑا ہے بہت ہی خیر و بخشش والا بہت دینے والا ہے۔

حَفِیْظٌ فَلَا شَیْءٌ یَفُوْتُ لِعِلْمِہٖ　　　　مُقِیْتٌ نَقِیْبُ الْخَلْقِ اَعْلٰی وَ اَسْفَلاً

ترجمہ: حفاظت فرمانیوالا ہے پس کوئی شے اس کے علم سے باہر نہیں قوت دینے والا نگہبان ہے بلند و پست مخلوق کا

فَحُکْمُکَ حَسْبِیْ یَا حَسِیْبُ تَوَلَّنِیْ　　　　وَاَنْتَ جَلِیْلٌ کُنْ لِغَمِّیْ مُنَکِّلاً

ترجمہ: اے کفایت کرنیوالے پس تیرا فیصلہ میرے لیے کافی ہے میری مدد فرما اور بزرگ ہے ہو جا میرے غم کا مٹانے والا

اِلٰھِیْ کَرِیْمٌ اَنْتَ فَاکْرِمْ مَوَاھِبِیْ　　　　وَکُنْ لِعَلُوِّیْ یَا رَقِیْبُ مُجَنْدِلاً

ترجمہ: الٰہی تو کریم ہے پس مجھے عطیات بخش اور اے نگہبان میرے دشمن کو پچھاڑنے والا ہو جا

دَعَوْتُکَ یَا مَوْلٰی مُجِیْبًا لِمَنْ دَعَا　　　　قَدِیْمَ الْعَطَایَا وَاسِعَ الْجُوْدِ فِی الْمَلَاَ

ترجمہ: اے مالک قبول کرنیوالے جو کوئی پکارے میں نے تجھے پکارا ہے اے قدیم عطاؤں والے کھلی بخشش والے عطاؤں میں

اِلٰھِیْ حَکِیْمٌ اَنْتَ فَاحْکُمْ مَشَاھِدِیْ　　　　فَوُدُّکَ عِنْدِیْ یَا وَدُوْدُ تَنَزَّلاً

ترجمہ: الٰہی تو حکمت والا ہے میری حاضری کی جگہوں کا فیصلہ فرما اے دوست تیری محبت میرے پاس نازل ہوگئی۔

مَجِیْدٌ فَھَبْ لِیْ الْمَجْدَ وَالسَّعْدَ وَالْوِلَا　　　　وَیَا بَاعِثُ ابْعَثْ نَصْرَ جَیْشِیْ مُھَرْوِلاً

ترجمہ: بزرگی والے پس مجھے بزرگی و سعادت اور محبت عطا فرما اور اے بھیجنے والے میرے بھاگتے لشکر کی مدد بھیج

شَھِیْدٌ عَلَی الْاَشْیَاءِ طَیِّبْ مَشَاھِدِیْ　　　　وَحَقِّقْ لِیْ حَقَّ الْمَوَارِدِ مَنْھَلاً

ترجمہ: تو چیزوں پر گواہ ہے میرے حاضر ہونے کی جگہوں کو پاک کر دے اور میرے لیے پینے کے گھاٹوں کا

حق ثابت کردے۔

اِلٰهِیْ وَكِيلٌ اَنْتَ فَاقْضِ حَوَائِجِی ۔۔۔ وَيَكْفِیْ اِذَا كَانَ الْقَوِیُّ مُوَكَّلاً

ترجمہ: الٰہی تو کارساز ہے پس میری حاجات کو پوری فرما اور وکیل جب قوی ہو تو کافی ہوتا ہے

مَتِيْنٌ فَمَتِّنْ ضُعْفَ حَوْلِي وَ قُوَّتِیْ ۔۔۔ اَغِثْ يَا وَلِی عَبْدًا دَعَاكَ مُبْتَلاً

ترجمہ: مضبوط میری طاقت وقوت کے ضعف کو مضبوط کردے اے دوست اپنے بندے کی مدد فرما اس نے تجھے پکارا ہے دنیا سے منقطع ہو کر

حَمِدْتُكَ يَا مَوْلٰی حَمِيْدًا مُوَحِّدًا ۔۔۔ وَمُحْصِیْ زِلَّاتِ الْوَرٰی وَمَعَدِّلاً

ترجمہ: اے مالک سراہے ہوئے واحدنیت کا معتقد ہوتے ہوئے تیری تعریف کرتا ہوں اور مخلوق کی لغزشوں کو گھیرنے والے درست کرنیوالے

اِلٰهِیْ مُبْدِیُٔ الْفَتْحِ لِی اَنْتَ وَالْهُدٰی ۔۔۔ مُعِيْدٌ لِمَا فِي الْكَوْنِ اِنْ بَا دَاوَخَلاَ

ترجمہ: الٰہی میرے لیے فتح اور ہدایت کے ظاہر فرمانیوالے کائنات کی ہر موجود اور گزری چیز کے دوبارہ پیدا کرنے والے۔

سَاَلْتُكَ يَا مُحْیِیْ حَيَاةً هَنِيْئَةً ۔۔۔ اَمِتْ يَا مُمِيْتُ اَعْدَاءَ دِيْنِي مُعَجِّلاً

ترجمہ: اے زندگی دینے والے میں تجھ سے خوشگوار زندگی مانگتا ہوں اے موت دینے والے میرے دینی دشمنوں کو جلد موت دے۔

يَا حَیُّ اَحْیِ مَيِّتَ قَلْبِیْ بِذِكْرِكَ ۔۔۔ الْقَدِيْمِ فَكُنْ قَيُّومُ سِرِّی مُوَصِّلاً

ترجمہ: اے زندہ میرے مردہ دل کو اپنے ذکر قدیم سے زندہ کردے پس میرے بھید کو قائم کرنے والا ملانے والا ہو جا۔

وَيَا وَاجِدَ الْاَنْوَارِ اَوْجِدْ مَسَرَّتِی ۔۔۔ وَيَا مَاجِدَ الْاَنْوَارِ كُنْ لِیْ مُعَوِّلاً

ترجمہ: اے انوار کے موجود کرنے والے میری خوشی کو موجود کر اور اے انوار کی بزرگی والے میرا مددگار ہو جا'

وَيَا وَاحِدٌ مَا ثَمَّ اِلَّا وُجُوْدُهٗ ۔۔۔ وَيَا صَمَدٌ قَامَ الْوُجُوْدُ بِهٖ عَلاَ

ترجمہ: اور اے یکتا جس کے سوا یہاں کوئی موجود نہیں اور اے بے نیاز جس سے تمام موجودات کو قیام

ہے وہ بلند ہے۔

وَ یَا قَادِرٌ ذَالبَطْشِ اَهلِکْ عَدُوَّنَا　　　وَمُقْتَدِرٌ قَدِّرْ لِحُسَّادِنَا الْبَلاَ

ترجمہ: اور اے توانا گرفت فرمانے والے ہمارے دشمن کو ہلاک کر دے اور اے قدرت والے ہمارے حاسدوں کیلئے بلا مقدر کر دے۔

وَقَدِّمْ لِسِرِّیْ یَا مُقَدِّمُ عَافِنِیْ　　　مِنَ الضُّرِّ فَضْلاً یَا مُؤَخِّرُ ذَالْعُلاَ

ترجمہ: اے آگے کرنے والے میرے بھید کو بڑھا دے اور اے پیچھے کرنے والے بلندی والے اپنے اپنے فضل سے مجھے تکلیف سے بچا۔

وَاَسْبِقْ لَنَا الْخَیْرَاتِ اَوَّلَ اَوَّلاَ　　　وَیَا آخِرُ اخْتِمْ لِیْ اَمُوْتُ مُهَلِّلاَ

ترجمہ: اور اے اول پہلے ہماری نیکیوں کو سبقت دے اور اے آخر میرا خاتمہ کر کہ میں مروں تہلیل کرتے ہوئے

وَیَاظَاهِرًا اظْهِرْلِی مَعَارِفَکَ الَّتِیْ　　　بِبَاطِنِ غَیْبِ الْغَیْبِ یَا بَاطِنًا وَ لاَ

ترجمہ: اور اے ظاہر اپنی معرفت کے مقامات ظاہر کر جو غیب الغیب کے باطن میں ہیں اور اے پوشیدہ دوستی والے

وَیَا وَالِی اَوْلِ اَمْرَنَا کُلَّ نَاصِحٍ　　　وَیَا مُتَعَالِ ارْشِدْ وَ اَصْلِحْ لَهُ الْوَلاَ

ترجمہ: اے کام بنانے والے ہر نصیحت کرنے والے ہمارا کام بنا دے اور اے بلند و برتر اس کیلئے دوستی سیدھی و درست کر دے

وَ یَا بَرُّ یَا رَبُّ الْبَرَا یَا وَمُوْهِبَ　　　الْعَطَا یَا وَ یَا تَوَّابُ تُبْ وَ تَقَبَّلاَ

ترجمہ: اور اے نیک کار اے پروردگار مخلوق کے اور عطائیں بخشنے والے اور اے توبہ قبول کرنے والے رجوع فرما اور قبول کر

وَمُنْتَقِمٌ مِنْ ظَالِمِیْ نُفُوسِهِمْ　　　کَذَاکَ عَفُوٌّ اَنْتَ فَاعْطِفْ تَفَضُّلاَ

ترجمہ: اور انتقام لینے والے میرے ظالموں کی جانوں سے تو اسی طرح معاف فرمانے والا ہے پس اپنے فضل سے مجھے معاف فرما۔

عَطُوْفٌ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ وَمُسْعِفٌ　　　لِمَنْ قَدْدَعَایَا مَالِکَ الْمُلْکِ مَعْقِلاَ

ترجمہ: بندوں کے ساتھ شفیق مہربان اور پورا کرنیوااس کے لیے جس سے نے پکارا اے ملک کے مالک جائے پناہ۔

فَالْبِسْ لَنَا یَا ذَالْجَلَالِ جَلَالَةً　　فَجُوْدُکَ وَالْاِکْرَامُ مَا زَالَ مُهْطِلاً

ترجمہ: اے بزرگی والے ہمیں بزرگی کا لباس پہنا پس تیرا کرم موسلا دھار بارش کی طرح برسنے والا ہے۔

وَیَا مُقْسِطُ ثَبِّتْ عَلَى الْحَقِّ مُهْجَتِیْ　　وَیَا جَامِعُ اجْمَعْ لِی الْکَمَالَاتِ فِی الْمَلَا

ترجمہ: اور اے انصاف کرنیوالے میری جان کو حق پر ثابت رکھ اور اے جمع فرمانیوالے میرے لیے اعلانیہ کمالات کو جمع فرما۔

اِلٰهِیْ غَنِیٌّ اَنْتَ فَاذْهَبْ لِفَاقَتِیْ　　وَمُغْنِ فَاغْنِ فَقْرَ نَفْسِیْ لَمَا خَلَا

ترجمہ: الٰہی تو بے پرواہ ہے میرے افلاس کو دور کر دے اور تو بے پرواہ کرنیوالا ہے میرے نفس کو ہر خواہش کی احتیاج سے بے پرواہ کر دے

وَیَا مَانِعُ امْنَعْنِیْ مِنَ الذَّنْبِ فَاشْفِنِیْ　　عَنِ السُّوْءِ مِمَّا قَدْ جَنَیْتُ تَعَمُّلاً

ترجمہ: اور اے روکنے والے مجھے ہر گناہ سے روک دے پھر مجھے بچا برائی سے جو میں نے عمداً کی ہے۔

وَیَا ضَارُّ کُنْ لِلْحَاسِدِیْنَ مُوَبِّخاً　　وَیَا نَافِعُ اَنْفِنِیْ بِرُوْحٍ مُحَصَّلاً

ترجمہ: اور اے نقصان پہنچانیوالے حسد کرنیوالوں کا زجر و توبیخ کرنیوالا ہو اور اے نفع پہنچانیوالے تائید کی ہوئی روح کے ساتھ مجھے نفع پہنچا۔

وَیَا نُوْرُ اَنْتَ النُّوْرُ فِیْ کُلِّ مَابَدَا　　وَیَاهَادِ کُنْ لِلنُّوْرِ فِی الْقَلْبِ مُشْعِلاً

ترجمہ: اور اے نور تمام موجودات میں تیرا ہی نور ہے اور اے ہدایت دینے والے ہو جا نور قلب کا چمکانے والا۔

بَدِیْعَ الْبَرَایَا اَرْجُعُوا مِنْ فَیْضِ لُطْفِهٖ　　وَلَمْ یَبْقَ اِلَّا اَنْتَ بَاقِیْ لَهُ الْوِلَا

ترجمہ: انوکھا پیدا کرنیوالا خلوق کا میں اس کے فیض لطف سے امید رکھتا ہوں اور تیرے سوا کوئی باقی نہیں اسی کیلئے ہے دوستی

وَيَا وَارِثُ اجْعَلنِي لِعِلمِكَ وَارِثًا   وَرُشدًا انِلْنِي يَارَشِيدُ تَجَمُّلاَ

ترجمہ: اور اے وارث مجھے اپنے علم کا وارث بنا اور اے راست تدبیر والے مجھے اچھی شان شوکت عطا فرما

صَبُورٌ وَسَتَّارٌ فَوَفِّقْ عَزِيمَتِي   عَلَى الصَّبْرِ وَاجْعَلْ لِي اخْتِيَارَ مُزَمِّلاَ

ترجمہ: تو تحمل والا اور پردہ پوش ہے پس توفیق دے میرے عزم کو صبر کی اور مجھے اختیار دے کھولنے اور بند کرنے والا

بِاَسْمَائِكَ الْحُسْنَى دَعَوْتُكَ سَيِّدِي   وَآيَاتِكَ الْعُظْمَى ابْتَهَلْتُ تَوَسُّلاَ

ترجمہ: میرے مالک میں نے تیرے پیارے ناموں کے ساتھ تجھ کو پکارا ہے اور میں نے تیری بہت بڑی نشانیوں کا وسیلہ پکڑا ہے۔

فَاَسْئَلُكَ اللّٰهُمَّ رَبِّي بِفَضْلِهَا   فَهَيِّءْ لَنَا مِنْكَ الْكَمَالَ مُكَمَّلاَ

ترجمہ: پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے اللہ میرے رب انکی فضیلت سے اپنی طرف سے ہمیں مکمل کمال عطا فرما۔

وَقَابِلْ رَجَائِي بِالرِّضَا عَنْكَ وَاكْفِنِيْ   صُرُوفَ زَمَانٍ صِرْتُ فِيهِ مُحَوَّلاَ

ترجمہ: اور میری امید کے مقابل اپنی رضا کو لا اور میری زمانے کے حوادث سے کفایت کر کہ میں ان میں گھرا ہوا۔

اَغِثْ وَ اشْفِنِيْ مِنْ دَاءِ نَفْسِي وَاهْدِنِي   اِلَى الْخَيرِ وَاَصْلِحْ مَا بِعَقْلِي تَخَلَّلاَ

ترجمہ: میری مدد فرما اور مجھے میرے نفس کی بیماری سے شفا دے اور مجھے نیکی کی راہ دکھا اور میری عقل میں جو خلل پڑ گیا ہے اس کی اصلاح کر

اِلٰهِيْ فَارْحَمْ وَالِدَيَّ وَاِخْوَتِي   وَمِنْ هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ يَدْعُوا مُرَتِّلاَ

ترجمہ: الٰہی رحم فرما میرے والدین اور بھائیوں اور اس پر جو ان ناموں کے عمدہ طریقے سے پڑھ کر دعا کرے

اَنَا قَادِرِيُّ الْحَسَنِيُّ عَبْدُ الْقَادِرِ   دُعِيتُ بِمُحْيِ الدِّيْنِ فِي دَوْحَةِ الْعُلاَ

ترجمہ: میں قادری حسنی عبدالقادر ہوں اور میں شجرہ عالیہ میں محی الدین کے لقب سے پکارا جاتا ہوں۔

وَصَلِّ عَلٰى جَدِّي الْحَبِيْبِ مُحَمَّدٍ   بِاَحْلَى سَلَامٍ فِي الْوُجُوْدِ وَاَكْمَلاَ

ترجمہ: اور رحمت نازل فرما میرے پیارے نانا محمد ﷺ پر کائنات میں شیریں تریں اور کامل تریں سلام کے ساتھ

مَعَ الْاٰلِ وَالْاَصْحَابِ جَمْعًا مُؤَيَّداً   وَبَعْدُ فَحَمْدُ اللّٰهِ خَتْمًا وَ اَوَّلاً

ترجمہ: اور آپ کے آل واصحاب پر جو تائید شدہ جماعت ہے اور پھر تعریف اللہ کے لیے ہے انتہا و ابتدا میں۔

پانچواں قصیدہ

عَلَى الْاَوْلِيَا اَلْقَيْتُ سِرِّىْ وَبُرْهَانِىْ   فَهَامُوْا بِهٖ مِنْ سِرِّ سِرِّىْ وَاِعْلَانِىْ

ترجمہ: اولیاء پر میں نے اپنے بھید اور برہان کو ڈالا تو وہ میرے خاص بھید اور اعلان سے حیران ہو گئے۔

فَاَسْكَرَهُمْ كَاْسِىْ فَبَاتُوْا بِخَمْرَتِىْ   سُكَارٰى حَيَارٰى مِنْ شُهُوْدِىْ وَعِرْفَانِىْ

ترجمہ: پس میرے پیالے نے ان کو مست کر دیا تو وہ میری شراب معرفت کی وجہ سے میرے مشاہدے اور عرفان سے مست اور حیران رہ گئے

اَنَا كُنْتُ قَبْلَ لِقَبْلِ قُطْبًا مُّبَجَّلاً   وَطَافَتْ بِىَ الْاَمْلَاكُ وَالرَّبُّ سَمَّانِىْ

ترجمہ: میں پہلے سے بھی پہلے قطب معظم تھا اور میرے سامنے ملکتیں گھومیں اور میرا نام میرے رب نے رکھا۔

خَرَقْتُ جَمِيْعَ لُحُجْبِ حَتّٰى وَصَلْتُ فِىْ   مَكَانٍ بِهٖ قَدْ كَانَ جَدِّىْ لَهٗ دَانِىْ

ترجمہ: میں نے تمام حجابات طے کر لیے تو اس جگہ پہنچا جہاں میرے نانا علیہ السلام میرے قریب ہوئے تھے۔

وَقَدْ كَشَفَ الْاَسْرَارَ عَنْ نُوْرِ وَجْهِهٖ   وَمِنْ خَمْرَةِ التَّوْحِيْدِ بِالْكَاْسِ اَسْقَانِىْ

ترجمہ: اور تحقیق اپنے چہرہ اقدس کے نور سے بھید کھول دیئے اور مجھ کو شراب توحید پیالے سے پلائی

اَنَا الدُّرَّةُ الْبَيْضَا اَنَا سِدْرَةُ الرِّضَا   تَجَلَّتْ لِىَ الْاَنْوَارُ وَاللّٰهُ اَعْطَانِىْ

ترجمہ: میں سفید موتی (لوح محفوظ) ہوں میں خوشنودی کا سدرہ ہوں میرے لیے انوار چمکے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عطا فرمائے۔

وَصَلْتُ اِلَى الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ بِحَضْرَةٍ   فَنَادَمَنِىْ رَبِّىْ حَقِيْقًا وَنَاجَانِىْ

ترجمہ: میں عرش مجید تک حضور میں پہنچ گیا۔ اہلیت کی وجہ سے میرے رب نے مجھ سے ہمنشینی اور سرگوشی فرمائی۔

نَظَرْتُ لِعَرْشِ اللّٰهِ وَاللَّوْحِ نَظْرَةً فَلاحَتْ لِيَ الْاَمْلاکُ وَالرَّبُّ سَمَّانِيْ

ترجمہ: میں نے ایک نظر عرش الٰہی اور لوح محفوظ پر ڈالی تو میرے لیے ملکیتیں ظاہر ہوئیں اور میرا نام میرے رب نے رکھا۔

وَتَوَجَّنِيْ تَاجَ الْوِصَالِ بِنَظْرَةٍ وَمِنْ خَلْعِ التَّشْرِيْفِ وَالْقُرْبِ اَكْسَانِي

ترجمہ: اور اس نے بہ یک نظر مجھے وصال کا تاج پہنایا اور مجھے بزرگی اور قرب کا لباس پہنایا'

فَلَوْ اَنَّنِيْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ بِدَجْلَةٍ لَغَارَتْ وَغِيْضَ الْمَاءُ مِنْ سِرِّ بُرْهَانِي

ترجمہ: پس اگر میں اپنا بھید دریائے دجلہ پر ڈالوں تو میرے برہان کے بھید سے پانی ضرور دھنس جائے اور نیچے اتر جائے

وَلَوْ اَنَّنِيْ اَلْقَيْتُ سِرِّی عَلَى لَظَى لَاُخْمِدَتْ النِّيْرَانُ مِنْ عُظْمِ سُلْطَانِي

ترجمہ: اور اگر میں اپنا بھید بھڑکتی ہوئی آگ پر ڈالوں تو میری عظمت سلطانی کی وجہ سے بجھ جائے

وَلَوْ اَنَّنِيْ اَلْقَيْتُ سِرِّی بِمَيِّتٍ لَقَامَ بِاِذْنِ اللّٰهِ حَيًّا وَ نَادَانِي

ترجمہ: اور اگر میں اپنا بھید مردے پر ڈالوں تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو اٹھے اور مجھے پکارے

وَقَفْتُ عَلَى الْاِنْجِيْلِ حَتّٰى شَرَحْتُه وَفَسَّرْتُ تَوْرَاةً وَ اَسْطُرَ عِبْرَانِي

ترجمہ: میں انجیل پر واقف ہوا یہاں تک کہ اس کی شرح کر دی اور میں نے توراۃ کی تفسیر کی اور میں عبرانی لکھ لیتا ہوں۔

كَذَا السَّبْعَةُ الْاَلْوَاحُ جَمْعًا فَهِمْتُهَا وَبَيَّنْتُ آيَاتِ الزَّبُوْرِ وَ قُرآن

ترجمہ: یونہی سات الواح سب کو میں نے سمجھ لیا ہے اور زبور و قرآن کی آیات کو میں نے بیان کیا

وَفَكَّيْتُ رَمْزًا كَانَ عِيْسٰى يَحُلُّهُ بِهٖ كَانَ يُحْيِ الْمَوْتَ وَالرَّمْزُ سُرْيَانِي

ترجمہ: اور میں نے وہ رمز کھولی جسے عیسیٰؑ کھولتے تھے اور جس کے ساتھ وہ مردے زندہ کرتے تھے اور وہ رمز سریانی ہے۔

وَغُصتُ بِحَارَ العِلمِ مِن قَبلِ نَشأَتِي   اَخِیْ وَ رَفِیقِی کَانَ مُوسےٰ بنِ عُمرَانِ

ترجمہ: اور میں نے اپنی ولادت سے پہلے علم کے دریاؤں میں غوطے لگائے موسیٰ بن عمران میرے بھائی اور ساتھی تھے۔

فَمَنْ فِی رِجَالِ اللّٰهِ کَانَ مَکَانَتِی   وَجدِیْ رَسُولُ اللّٰهِ فِی الْاَصلِ رَبَانِی

ترجمہ: پس مردان خدا سے کون میرے مرتبے پر پہنچا ہے اور حقیقت میں میرے نانا رسول اللہ ﷺ نے ہی میری تربیت فرمائی ہے۔

اَنَا قَادِرِیُّ الوَقتِ عَبدُ لِقَادِرِ   اُکَنِیْ بِمُحیِ الدِّیْنِ وَالْاَصلُ کِیلَانِي

ترجمہ: میں وقت کا قادری (ابو الوقت) عبدالقادر ہوں میری کیفیت محی الدین ہے اور دراصل میں جیلانی ہوں۔

چھٹا قصیدہ

لِی هِمَّةٌ بَعضُهَا تَعلُو عَلَی الهِمَمِ   وَلِیْ هَوٰی قَبلَ خَلقِ اللَّوحِ وَالقَلَمِ

ترجمہ: میری ہمت بعض سب ہمتوں پر بلند ہے اور میرا عشق لوح و قلم کی تخلیق سے پہلے ہے

وَلِیْ حَبِیبٌ بِلَا کَیفٍ وَلَا مَثَلٍ   وَلِیْ مَقَامٌ وَلِیْ رَبعٌ وَلِیْ حَرَمِی

ترجمہ: اور میرا محبوب بے کیف اور بے مثل ہے اور میرا ایک مقام ہے اور میرا ایک گھر ہے اور میرا ایک حرم ہے۔

حُجُّوْ اِلَی فَدَارِیْ کَعبَةٌ نُصِبَتْ   وَصَاحِبُ البَیتِ عِندِی وَالحِمیٰ حَرَمِی

ترجمہ: تم میری طرف حج کرو کہ میرا گھر کعبہ مقرر کیا گیا ہے اور گھر والا میرے پاس ہے اور محفوظ چراگاہ میرا حرم ہے

لَا تَستَقِرُّ وَلَا تَضحُو ضَمَائِرُهٗ   مَالَم یَلُوحُ لَهُ المَحبُوبُ کَالعَلَمِ

ترجمہ: اس کے بھید ثابت اور واضح نہ ہونگے جب تک محبوب نشان کی طرح اس کیلئے واضح اشارہ نہ کرے

وَجَدتُ حَولَ الحِمیٰ فُرسَانَ مَعرَکَةٍ   سُیُوفُهُم مُشهُوَاتٌ قَصدُهُم عَدَمِی

ترجمہ: میں نے چراگاہ کے گرد جنگی گھوڑ سواروں کو پایا انہوں نے تلواریں سونت کر بلند کی ہوئی تھیں انکا

ارادہ مجھے مٹانا تھا۔

فَجُلْتُ فِيهِمْ وَفِي اَيْدِيْ لَهُمْ بَتَرٌ   وَلَوْهِزَا مَا لِنَحْوِ الرَّغْمِ بِالْجُسْمِ

ترجمہ: تو میں ان میں کود پڑا اور میرے ہاتھوں میں ان کیلئے تیغ براں تھی وہ تیز تلواروں سمیت گمان کی جانب شکست کھاتے ہوئے پھر گئے۔

لِلْقَادِرِيَّةِ فُرْسَانٌ مُعَرْبِلَةٌ   بَيْنَ الْاَنَامِ وَسِرٌّ شَاعَ فِي الْقِدَمِ

ترجمہ: لوگوں کے اندر قادریت کے تندمزاج گھوڑسوار ہیں اور پرانے زمانے میں بھید مشہور ہیں'

غُصْتُ الْبِحَارَ وَقَدْ اَظْهَرْتُ جَوْهَرَهَا   فَلَمْ اَرَ قَدَمًا تَعْلُوْ عَلٰى قَدَمِي

ترجمہ: میں نے (حقیقت کے) سمندروں میں غوطے لگائے ہیں اور انکے موتی ظاہر کیے اور میں نے کوئی قدم اپنے قدم سے اونچا نہیں دیکھا۔

هٰذِيْ عَصَائِي الَّتِيْ فِيْهَا مَآرِبُ لِيْ   وَقَدْ اَهُشُّ بِهَا يَوْمًا عَلٰى غَنَمِيْ

ترجمہ: یہ میری وہ لاٹھی ہے جس میں میرے کئی مقاصد ہیں اور کبھی کسی دن اس کے ساتھ میں اپنی بکریوں پر سے پتے جھاڑونگا۔ (یعنی مریدوں کے گناہوں کا بوجھ روز قیامت اتاروں گا۔)

اِنْ اَلْقِهَا تَتَلَقَّفْ كُلَّ مَا صَنَعُوْا   اِذَا اَتَيْتُوْا بِسِحْرٍ مِنْ كَلَامِهِمِ

ترجمہ: اگر میں اس لاٹھی کو ڈال دوں تو جو کچھ انہوں نے بنایا ہے سب نگل جائیگی جبکہ وہ لائیں جادو کیساتھ اپنے کلام سے

ساتواں قصیدہ

مَا فِي الْمَنَاهِلِ مَنْهَلٌ مُسْتَعْذَبٌ   اِلَّا وَلِيْ فِيْهِ الْاَلَذُّ الْاَطْيَبُ

ترجمہ: عشق کے چشموں میں کوئی شیریں چشمہ نہیں مگر یہ کہ میرے لیے اس میں لذیذ اور پاکیزہ حصہ نہ ہو

اَوْ فِي الْمَكَانِ مَكَانَةٌ مَخْصُوْصَةٌ   اِلَّا وَمَنْزِلَتِيْ اَعَزُّ وَ اَقْرَبُ

ترجمہ: یا مراتب میں کوئی خاص مرتبہ مگر یہ کہ میرا مرتبہ اس سے بڑھ کر عزت والا اور قرب والا ہے

وَهَبَتْ لِيَ الْاَيَّامُ رَوْنَقَ صَفْوِهَا   فَخَلَتْ مَنَاهِلُهَا وَ طَابَ الْمَشْرَبُ

ترجمہ: اور دنوں نے اپنی صفائی کی رونق مجھے بخشی ہے تو انکے چشمے شیریں ہو گئے اور گھاٹ پاکیزہ ہو گئے

وَغَدَوْتُ مَخْطُوْبًا لِكُلِّ كَرِيْمَةٍ لَا يَهْتَدِىْ فِيْهَا اللَّبِيْبُ فَيَخْطُبُ

ترجمہ: اور میں ہر بزرگی کے ساتھ مخاطب کیا گیا' جس کی طرف دانا راہ نہیں پاتا کہ اس کو طلب کرے

أَنَا مِنْ جَالٍ لَا يَخَافُ جَلِيْسُهُمْ رَيْبَ الزَّمَانِ وَلَا يَرَىٰ مَا يَرْهَبُ

ترجمہ: میں ان مردان خدا سے ہوں جنکا ہمنشین زمانے کی گردش سے نہیں ڈرتا اور نہ ایسی چیز دیکھتا ہے جس سے کہ وہ خوف کرے۔

قَوْمٌ لَهُمْ فِيْ كُلِّ مَجْدٍ رُتْبَةٌ عُلْوِيَّةٌ وَبِكُلِّ جَيْشٍ مَوْكِبُ

ترجمہ: یہ وہ قوم ہے کہ ہر بزرگی میں ان کا مرتبہ بلند ہے اور ہر لشکر کے ساتھ راہرو ہوا کرتا ہے۔

اَنَا بُلْبُلُ الْاَفْرَاحِ اَمْلَا دَوْحِهَا طَرَبًا وَفِي الْعُلْيَاءِ بَازًا اَشْهَبُ

ترجمہ: میں بلبل ہوں خوشیوں کا جس نے اپنے جنگل کو خوشی سے بھر دیا اور بلندی میں بازِ اشہب ہوں۔

اَضْحَتْ جُيُوْشُ الْحُبِّ تَحْتَ مَشِيْئَتِيْ طَوْعًا وَمَهْمَا رُمْتُهٗ لَا يَعْزُبُ

ترجمہ: محبت کے لشکر خوشی کے ساتھ میری مشیت کے تحت ہو گئے اور میں انہیں جہاں بلاؤں دور نہ ہونگے

اَصْبَحْتُ لَا اَمَلًا وَلَا اُمْنِيَةً اَرْجُوْ وَلَا مَوْعُوْدَةً اَتَرَقَّبُ

ترجمہ: ہو گیا میں کہ نہ کوئی امید ہے اور نہ کوئی آرزو کہ جس کی میں امید کرتا ہوں اور نہ کوئی وعدہ ہے جس کا میں منتظر ہوں۔

مَازِلْتُ اَرْتَعُ فِيْ مَيَادِيْنِ الرِّضَا حَتّٰى وُهِبْتُ مَكَانَةً لَا تُوْهَبُ

ترجمہ: میں ہمیشہ رضا کے میدانوں میں پھرتا رہا یہاں تک کہ مجھے وہ مرتبہ بخشا گیا جو کسی کو نہیں بخشا گیا'

اَضْحَى الزَّمَانُ كَحُلَّةٍ مَرْقُوْمَةٍ تَزْهُوْ وَنَحْنُ لَهَا الطِّرَازُ الْمُذْهَبُ

ترجمہ: زمانہ منقش حلے کی طرح ہو گیا چمکتا ہے اور ہم اس کا سنہری نقش ہیں'

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِيْنَ وَشَمْسُنَا اَبَدًا عَلٰى فَلَكِ الْعُلٰى لَا تَغْرُبُ

ترجمہ: اگلوں کے سورج ڈوب گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے آسمان پر ہے کا غروب نہ ہوگا۔

آٹھواں قصیدہ

طُفْ بِحَانِیْ سَبْعًا وَلُذْ بِذِمَامِی　　وَتَجَرَّ دْلِزَوْرَتِی كُلَّ عَام

ترجمہ: میری دکان شراب محبت کا سات بار طواف کر اور میرے ذمہ کرم کی پناہ لے اور میری زیارت کیلئے ہر سال گھر بار چھوڑ کر آ۔

اَنَا سِرُّ الْاَسْرَارِ مِنْ سِرِّ سِرِّی　　كَعْبَتِیْ رَاحَتِی وَبَسْطِیْ مُدَامِی

ترجمہ: میں بھیدوں کا بھید اپنے بھید کے بھید سے میرا کعبہ میری راحت ہے اور انبساط میری شراب ہے۔

اَنَا نَشْرُ الْعُلُوْمِ وَالدَّرْسُ شُغْلِیْ　　اَنَا شَيْخُ الْوَرٰى لِكُلِّ اِمَام

ترجمہ: میں علوم کا پھیلانے والا ہوں اور درس میرا مشغلہ ہے میں پیشوا ہوں کل خلقت کا اور کل اماموں کا

اَنَا فِی مَجْلِسِیْ اَرَى الْعَرْشَ حَقًّا　　وَجَمِيْعُ الْمُلُوْكِ فِيْهِ قِيَامِی

ترجمہ: میں اپنی مجلس میں درحقیقت عرش کو دیکھتا ہوں اور جملہ فرشتوں کو اس میں میرا قیام ہے۔

قَالَتِ الْاَوْلِيَاءُ جَمْعًا بِعَزْمٍ　　اَنْتَ قُطْبٌ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنَام

ترجمہ: سارے ولیوں نے کہا کہ یقیناً آپ تمام لوگوں پر قطب ہیں۔

قُلْتُ كُفُّوْ ثُمَّ اسْمَعُوْنَصَّ قَوْلِی　　اِنَّمَا الْقُطْبُ خَادِمِیْ وَغُلَامِیْ

ترجمہ: میں نے کہا ٹھیرو اور میری صریح بات سنو بے شک قطب تو میرا خادم اور غلام ہے۔

كُلُّ قُطْبٍ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ سَبْعًا　　وَاَنَا الْبَيْتُ طَائِفٌ بِخِيَامِیْ

ترجمہ: ہر قطب بیت اللہ کا سات بار طواف کرتا ہے اور میں وہ ہوں کہ بیت اللہ میرے خیموں کا طواف کرتا ہے۔

كَشَفَ الْحُجُبَ وَالسُّتُوْرَ لِعَيْنِیْ　　وَدَعَانِیْ لِحَضْرَةٍ وَمَقَام

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے) میری آنکھ کیلئے حجاب اور پردے کھول دیئے اور مجھے مقام وحضوری کے لیے بلایا

فَاخْتِرَاقُ السَّبْعِ السُّتُوْرِ جَمِيْعًا　　عِنْدَ عَرْشِ الْاِلٰهِ كَانَ مَقَامِیْ

ترجمہ: پھر جملہ ساتوں پردے پھٹ گئے عرش الٰہی کے پاس میرا مقام تھا۔

وَكَسَانِـىْ بِتَـاجِ تَشْرِيْفِ عِزِّ وَطِـرَازٍ وَحُـلَّةٍ بِـاخْتِـتَـامِ

ترجمہ: اوراس نے مجھے کامل طور پر بزرگی کا تاج اورزیوراورلباس پہنادیا۔

فَرَسُ الْعِزِّ تَحْتَ سَرْجِ جَوَادِیْ وَرِكَابِی عَالٍ وَغِمْدِیْ مُحَامِی

ترجمہ: میرے تیز گھوڑے کی کاٹھی کے نیچے عزت کا گھوڑا ہے اور میری رکاب بلند ہے اور میری نیام حفاظت کرنے والی ہے۔

وَاِذَا مَا جَذَبْتُ قَوْسَ مَرَامِیْ كَانَ نَارُ الْجَحِيْمِ مِنْهَا سِهَامِیْ

ترجمہ: اور جب بھی میں اپنے مطلب کی کمان کھینچتا ہوں اس کمان سے جو تیر نکلتا ہے گویا جہنم کی آگ ہے

سَائِرُ الْاَرْضِ كُلِّهَا تَحْتَ حُكْمِیْ وَهِیَ فِی قَبْضَتِی كَفَرْخِ الْحَمَامِ

ترجمہ: ساری کی ساری زمین میرے زیر فرمان ہے اور کبوتر کے بچے کی طرح میرے زیر قبضہ ہے۔

مَطْلَعُ الشَّمْسِ لِلْغُرُوْبِ سُفْلًا خُطْوَتِی قَدْ قَطَعْتُهُ بِاهْتِمَامِ

ترجمہ: سورج کے طلوع کے مقام سے غروب کے مقام تک میرے ایک قدم کے فاصلے کے نیچے ہے میں نے اسے اہتمام کیساتھ طے کیا ہے۔

يَامُرِيْدِیْ لَكَ الْهَنَا بِدَوَامِیْ عَيْشُ عِزٍّ وَرِفْعَةٍ وَاحْتِرَامِ

ترجمہ: اے میرے مرید میری ہمیشگی کے ساتھ تجھے عزت بلندی اور احترام کی زندگی مبارک ہو۔

وَمُرِيْدِیْ اِذَا دَعَانِی بِشَرْقٍ اَوْ بِغَرْبٍ اَوْ نَازِلٍ بَحْرٍ طَامِیْ

ترجمہ: اور میرا مرید مشرق یا مغرب یا چڑھے ہوئے دریا تلے جب بھی مجھ کو پکارے۔

فَاَغِثْهُ اَوْكَانَ فَوْقَ هَوَاءٍ اَنَاسَيْفُ الْقَضَا لِكُلِّ خِصَامِ

ترجمہ: تو میں اس کی دستگیری کرتا ہوں خواہ وہ دوش ہوا پر ہو میں ہر خصومت کے واسطے قضا کی تلوار ہوں

اَنَا فِی الْحَشْرِ شَافِعٌ لِمُرِيْدِیْ عِنْدَ رَبِّی فَلَا يُرَدُّ كَلَامِیْ

ترجمہ: میں حشر میں اپنے مرید کی شفاعت کرنیوالا ہوں اپنے رب کے پاس پس میری بات رد نہ کی جائے گی۔

اَنَا شَيْخٌ وَصَالِحٌ وَوَلِیٌّ اَنَا قُطْبٌ وَقُدْرَةٌ لِلْاَنَامِ

ترجمہ: میں بزرگ نیکوکار اور ولی ہوں میں قطب اور لوگوں کا پیشوا ہوں۔

اَنَــا عَبْـدٌ لِـقَـادِرٍ طَـابَ وَقْتِــي　　جَـدِّى الْـمُـصْـطَـفٰـى وَحَسْبِي اِمَام

ترجمہ: میں عبدالقادر ہوں میرا وقت خوش ہوا میرے نانا مصطفیٰ ﷺ ہیں اور مجھے وہ پیشوا کافی ہیں۔

فَـعَـلَيْــهِ الـصَّلاَةُ فِــىْ كُـلِّ وَقْــتٍ　　وَعَـلٰــى آلِـــهٖ بِـطُـوْلِ الـدَّوَام

ترجمہ: تو ہر وقت ان پر خدا کی رحمت ہو اور ان کی آل پر ہمیشہ ہمیشہ

نواں قصیدہ

سَقَانِي حَبِيْبِيْ شَرَابَ ذَوِى الْمَجْدِ　　فَـاَسْـكَرَنِيْ حَقًّا فَغِبْتُ عَلٰى وَجْدِيْ

ترجمہ: مجھے میرے دوست نے اصحاب فضیلت والی شراب پلائی بس اس نے مجھے درحقیقت مست کر دیا تو میں عشق میں گم ہو گیا۔

وَاَجْـلَسَنِيْ فِي قَابَ قَوْسَيْنِ سَيِّدِيْ　　عَلٰى مِنْبَرِ التَّخْصِيْصِ فِي حُسْنِ مَقْعَدِيْ

ترجمہ: اور میرے سردار نے مجھ کو قاب قوسین میں تخصیص کے منبر پر خوبصورت نشست میں بٹھا دیا'

حَضَرْتُ مَعَ الْاَقْطَابِ فِي حَضْرَةِ اللِّقَا　　فَـغِبْـتُ بِـهٖ عَنْهُمْ وَ شَاهَدتُهٗ وَحْدِيْ

ترجمہ: میں قطبوں کے ہمراہ دیار محبوب حقیقی کے دربار میں حاضر ہوا تو میں ان سے جدا ہو گیا اور اکیلے میں نے اسکا مشاہدہ کیا۔

فَـمَــا شَـرِبَ الْـعُشَّـاقُ اِلَّا بَـقِيَّـتِـي　　وَفَـضْـلَـتُـهٗ كَاسَاتِي بِهَا شَرِبُوْ بَعْدِي

ترجمہ: پس جملہ عشاق نے میرا بچا کھچا ہی پیا اور میرے بعد انہوں نے میرے پیالوں کا پس ماندہ پیا!

وَلَـوْ شَـرِبُـو مَـاقَـدْ شَرِبْتُ وَعَايَنُوْ　　مِـنَ الْحَضْرَةِ الْعُلْيَاءِ صَافِيَ مَوْرِدِيْ

ترجمہ: اور اگر وہ پی لیتے جو میں نے پیا ہے اور دربار عالی سے میرے صاف گھاٹ کو پی لیتے

لَاَمْسَـوْا سُـكَارٰى قَبْلَ اَنْ يَشْرَبُوا الْمُدَامِ　　وَاَمْسَـوْا حَيَـارٰى مِنْ صَادِمَةِ الْوَرْدِ

ترجمہ: تو ضرور شراب پینے سے پہلے مست ہو جاتے اور گلاب (حسن محبوب) کی پچھاڑ سے حیران ہو جاتے۔

اَنَـا الْبَـدْرُ فِي الدُّنْيَا وَ غَيْرِىْ كَوَاكِبٌ　　وَكُـلُّ فَتٰـى يَهْـوِىْ فَـذَالِكُمْ عَبْدِى

ترجمہ: میں دنیا میں چودھویں کا چاند ہوں اور دوسرے ستارے ہیں اور ہر جوان محبت کرنیوالا پس سب میرے غلام ہیں۔

وَبَحْرِیْ مُحِیْطٌ بِالْبِحَارِ بِاَسْرِھَا وَعِلْمِیْ حَوٰی مَاکَانَ قَبْلِیْ وَمَا بَعْدِیْ

ترجمہ: اور میرا دریا محیط ہے سارے دریاؤں کو اور میرا علم حاوی ہے سب کو جو کچھ مجھ سے پہلے تھا اور جو میرے بعد ہوگا۔

وَسِرِّیْ فِی الْاَسْرَارِ یَزْجُرُ فِی الزَّجْرِ کَزَجْرِ سَحَابِ الْاُفُقِ مِنْ مَلِکِ الرَّعْدِ

ترجمہ: اور میرا بھید بھیدوں میں زجر وتوبیخ کرنیوالا ہے جیسا کہ رعد فرشتے کی طرف سے زجر دتوبیخ آسمانی بادلوں کو ہوتی ہے۔

فَیَا مَادِحِیْ قُلْ مَاتَشَاءُ وَلَا تَخَفْ لَکَ الْاَمْنُ فِی الدُّنْیَا لَکَ الْاَمْنُ فِیْ غَدٍ

ترجمہ: پس اے میرے مدح خواں جو چاہے کہہ اور خوف نہ کر تیرے لیے دنیا اور کل قیامت کے دن امن ہے۔

فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَحْظٰی بِعِزٍّ وَ قُرْبَۃٍ فَدَاوِمْ عَلٰی حُبِّیْ وَ حَافِظْ عَلٰی عَھْدِیْ

ترجمہ: پس اگر تو عزت اور قرب خداوندی چاہتا ہے۔ تو میری محبت پر دائم رہ اور میرے وعدے کی حفاظت کر۔(الفیوضات الربانیہ)(مظہر جمال مصطفائی)

☆☆☆

چودھواں باب:

الہاماتِ غوث اعظمؓ

قطب ربانی، غوثِ صمدانی، شہباز لامکانی حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی ذاتِ والا فیوض و برکات کا وہ سرچشمہ ہے جس سے عاشقانِ الٰہی تشنگان ذوق وشوق اور اہل نظر صدیوں سے سیراب ہورہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے کیونکہ اس فیض کا منبع دربار رسالت ہے۔ سیّدنا غوثِ اعظم کی بہت سی تصانیف میں سے ایک کتاب ''رسالہ غوث اعظم'' کے نام سے معروف ہے۔ یہ ان الہامات کا مجموعہ جو وقتاً فوقتاً سرکار کے قلب پر وارد ہوتے رہے تھے۔ انداز بیان مخاطبت کا ہے یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ ہم کلامی اور کچھ سوال اور جوابات ہیں ان کی تعداد ۶۲ ہے۔

اس رسالہ کا اسلوبِ بیان سرکار غوث اعظم کی دیگر تصانیف سے یکسر مختلف اور منفرد ہے۔ رب تعالیٰ کے ساتھ گفتگو نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں ہے۔ اس لئے اس کا سٹائل بھی عام تصنیف و تالیف ایسا نہیں ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے (Commanding) اور سرکار غوث اعظم کی طرف سے التجائی انداز میں گفتگو ہے۔ اس لئے پورا رسالہ ایک پُر اثر اور دلآویز بیاختگی کا مظہر ہے جو وارداتِ قلبی یا الہام کے ساتھ مخصوص ہے۔

اکابر صوفیاء نے ہمیشہ اس رسالہ کو بڑی قدرومنزلت سے دیکھا وہ اس لئے کہ یہ ان کی ترجمانی اور رہنمائی کررہا ہے۔ لہٰذا ہر زمانے میں اہل سلوک اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ بہت سے کاملین نے اپنی تصانیف میں اس سے اقتباسات لئے ہیں۔ مثلاً برصغیر میں خواجہ حمید الدین ناگوری نے لوامع اور طوالع میں، علامہ رکن الدین عماد کاشانی نے شمائل الاتقیاء میں، حضرت سراج محمد گجراتی نے اورادِ قادریہ میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے مکتوبات میں اس رسالے کا تذکرہ کیا ہے یا حوالے دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ عربی اور فارسی میں اس کی بہت سی شرحیں لکھی جاچکی ہیں۔ ان میں سب سے عمدہ اور

مقدم حضرت خواجہ بندہ نواز محمد حسینی گیسودراز قدس سرہٗ کی تصنیف کردہ شرح ''جواہر العشاق'' کے نام سے مشہور ہے۔اس شرح کا اُردو ترجمہ مولوی احمد حسین خان صاحب نے کیا جو ۱۳۲۷ھ میں کتب خانہ روضتین حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔البتہ انگریزی زبان میں اس کا پہلا ترجمہ وشرح مولف کتاب ھذا نے تیار کیا جو درگاہ معلٰی غوث العصر گوجرانوالہ سے ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا۔

اہل فکر ونظر کی نگاہ میں یہ الہامات مندرجہ ذیل حقائق کی نشان دہی کرتے ہیں:۔

(۱) حق تعالیٰ کس رنگ وروپ میں بس رہا ہے۔اور اس کا مسکن کہاں ہوتا ہے۔(۲) یہ غوث اعظم کے قربِ خداوندی کو ظاہر کرتے ہیں۔(۳) بارگاہ ربوبیت میں رسائی کے لئے اولیاء کرام کون سا راستہ اختیار کرتے ہیں۔(۴) وحی کا سلسلہ منقطع ہونے کے بعد حق تعالیٰ کے ساتھ اولیاء اللہ کی ہم کلامی کس انداز میں ہوا کرتی ہے۔یہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کی شرح بھی ہے۔اس کلام کا صرف اردو ترجمہ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) اے غوث اعظم! غیر اللہ سے متوحش (غیر مانوس) رہو اور اللہ تعالیٰ سے مانوس رہو۔

(۲) اے غوث اعظم! میں نے عرض کیا اے رب میں حاضر ہوں۔ارشاد ہوا جو کچھ طور طریق ناسوت وملکوت کے درمیان میں ہے وہ شریعت ہے۔جو طور طریق ملکوت وجبروت کے درمیان میں ہے وہ طریقت ہے اور جو طور طریق جبروت ولاہوت کے درمیان میں ہے وہ حقیقت ہے۔

(۳) اے غوث اعظم! میں کسی شے میں ایسا ظاہر نہیں ہوا۔جیسا انسان میں ظاہر ہوں۔

(۴) پھر میں نے عرض کیا اے رب تیرا کوئی مکان ہے؟ جواب آیا اے غوث اعظم میں مکانوں کا پیدا کرنے والا ہوں اور انسان کے سوا کہیں میرا مکان نہیں ہے۔

(۵) پھر میں نے عرض کیا یا رب کیا تیرے لئے کھانا پینا ممکن ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوا اے غوث اعظم! فقیر کا کھانا اور اس کا پینا میرا ہی کھانا پینا ہے۔

(۶) پھر میں نے سوال کیا یا رب تو نے فرشتوں کو کس چیز سے پیدا کیا؟

ارشادِ ربانی ہوا۔اے غوث اعظم! میں نے فرشتوں کو انسان کے نور سے اور انسان کو اپنے نور سے پیدا کیا۔

(۷) اے غوث اعظم! میں نے انسان کو اپنی سواری اور سارے اکوان (تمام کائنات) کو انسان کی سواری بنایا۔

(۸) اے غوثِ اعظم! میں کیا ہی اچھا طالب ہوں اور کیا ہی اچھا مطلوب ہے انسان۔کیا ہی اچھا سوار ہوں میں اور کیا ہی اچھی سواری ہے انسان۔اور کیا ہی اچھا سوار ہے انسان کیا ہی اچھی سواری ہے جس کی سارا اکوان۔

(۹) اے غوث اعظم! انسان میرا بھید ہے اور میں انسان کا بھید ہوں۔اگر انسان یہ جان لے کہ اس کا مرتبہ میرے نزدیک کیا ہے تو وہ ہر ہر سانس میں کہے کہ آج کس کی بادشاہت ہے سوائے میرے۔

(۱۰) اے غوث اعظم! انسان کوئی چیز نہیں کھاتا نہ پیتا' نہ کھڑا ہوتا' نہ بیٹھتا نہ بولتا نہ سنتا نہ کوئی کام کرتا نہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا' نہ اس سے بے رخ ہوتا ہے مگر یہ کہ میں ہوتا ہوں' میں ہی اس کو ساکن رکھتا ہوں اور میں ہی اس کو حرکت میں لاتا ہوں۔

(۱۱) اے غوث اعظم! انسان کا جسم' اس کا نفس' اس کا قلب' اس کی روح' اس کے کان اور آنکھ' اس کے ہاتھ اور پاؤں اور زبان ہر ایک کو میں نے ظاہر کیا اپنی ذات سے اپنے لیے۔وہ نہیں ہے مگر میں ہی ہوں میں اس کا غیر نہیں ہوں۔

(۱۲) اے غوث اعظم! جب تم کسی فقیر کو دیکھو کہ وہ فقر کی آگ میں جل گیا ہے اور فاقے کے اثر سے شکستہ حال ہو چکا ہے تو اس کا تقرب ڈھونڈو کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔

(۱۳) اے غوثِ اعظم! تم نہ کھانا کھاؤ' نہ کچھ پیو اور نہ سوؤ مگر میرے ہی پاس اپنے حضور قلب اور چشم بینا سے۔

(۱۴) اے غوث اعظم! جو باطن میں میری طرف سفر سے محروم رہا میں اس کو ظاہری سفر میں مبتلا

کرتا ہوں اور اس کو میری طرف سے اور کچھ نہیں سوائے اس کے کہ سفر ظاہری کے ذریعہ دُوری دی جائے۔

(۱۵) اے غوث اعظم! (رب سے) یگانگت کی کیفیت ایسی ہے جو زبانی باتوں سے بیان نہیں کی جاسکتی۔ تو جس شخص نے حال (Spiritual State) کے وارد ہونے سے قبل اس کی تصدیق کر دی تو اُس نے کفر کیا اور جس نے وصل کے بعد عبادت کا ارادہ کیا اُس نے شرک کیا اللہ عظمت والے کے ساتھ۔

(۱۶) اے غوث اعظم! جو کوئی ازلی سعادت سے سعید (نیک بخت) بن گیا تو اس کے لئے طوبیٰ یعنی خوشی کا مقام ہے اس کے بعد وہ مردود نہیں ہو سکتا۔ اور جو کوئی ازلی شقاوت (بدبختی) سے شقی بن گیا اس کے لیے ویل (ہلاکت) ہے اور اس کے بعد وہ کبھی مقبول نہیں ہو سکتا۔

(۱۷) اے غوث اعظم! میں نے انسان کے لیے فقر و فاقہ کی سواری بنائی ہے۔ جو اس پر سوار ہوا منزل مقصود پر پہنچ گیا قبل اس کے کہ وہ منازل اور جنگلوں کو طے کرے۔

(۱۸) اے غوثِ اعظم! اگر انسان کو معلوم ہو جائے کہ جو کچھ موت کے بعد ہوتا ہے تو وہ ہرگز دنیوی زندگی کی تمنا نہ کرے اور ہر لحظ اور ہر لمحہ یہ کہے کہ اے رب مجھ کو موت دے۔

(۱۹) اے غوث اعظم! قیامت کے دن میرے نزدیک خلائق کی حجت بہرا گونگا اور اندھا ہونا ہے۔ پھر حسرت اور رونا اور قبر میں بھی ایسا ہی ہے۔

(۲۰) اے غوث اعظم! محبّ اور محبوب کے درمیان محبت ایک پردہ ہے۔ پس جب محبّ محبت سے فنا ہو جاتا ہے تو محبوب سے واصل ہو جاتا ہے۔

(۲۱) اے غوث اعظم! میں نے تمام ارواح کو دیکھا کہ وہ اپنے قالبوں میں ناچتی ہیں میرے الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) کہنے کے بعد سے روز قیامت تک۔

(۲۲) پھر حضرت غوث نے کہا میں نے رب تعالیٰ کو دیکھا۔ اس نے مجھ سے فرمایا اے غوث اعظم جو کوئی علم کے بعد میری رویت کے متعلق پوچھے تو وہ علم رویت سے محجوب ہے

اور جس نے بغیر علم کے رویت کے متعلق صرف گمان وقیاس کیا تو وہ رویت حق تعالیٰ کے بارے میں دھوکے میں ہے۔

(۲۳) اے غوث اعظم! جس نے مجھے دیکھا وہ سوال کرنے سے بے نیاز ہو گیا ہر حال میں اور جو مجھے نہیں دیکھتا سوال کرنے سے اس کو کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو سوال کرنے کی وجہ سے محجوب ہے

(۲۴) اے غوث اعظم! میرے نزدیک فقیر وہ نہیں ہے جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو بلکہ فقیر وہ ہے جس کے لیے امر ہے ہر شے میں کہ جب اس شے کو کہے ہو جا تو وہ ہو جائے۔

(۲۵) اے غوث اعظم! جنت میں میرے ظہور کے بعد الفت اور نعمت نہیں رہے گی۔ اسی طرح دوزخ میں اہل دوزخ سے میرے خطاب کے بعد وحشت اور جلن نہیں رہے گی۔

(۲۶) اے غوثِ اعظم! میں کریم ہوں ہر کریم سے بڑھ کر اور رحیم ہوں ہر رحیم سے بڑھ کر۔

(۲۷) اے غوثِ اعظم! تو میرے پاس سو جاؤ عوام کی نیند کی طرح نہیں پھر تو مجھے دیکھے گا۔ میں نے عرض کیا اے پروردگار میں تیرے پاس کیسے سوؤں۔ فرمایا جسم کو لذتوں سے بجھانے کے ساتھ اور نفس کو شہوتوں سے بجھانے کے ساتھ اور دل کو خطرات (شیطانی خیالات) سے بجھانے کے ساتھ اور روح کو انتظار سے ٹھنڈا کرنے کے ساتھ' تیری ذات کے میری ذات میں فنا ہونے میں۔

(۲۸) اے غوث اعظم! اپنے دوستوں سے کہہ دو کہ تم میں سے جو کوئی ارادہ کرے میری حضوری (قرب) کا تو وہ فقر اختیار کرے۔ فقر جب مکمل ہو جاتا ہے تو وہ نہیں رہتے سوائے میرے۔

(۲۹) اے غوث اعظم! تیرے لئے طوبیٰ یعنی خوشخبری ہے اگر تو میری مخلوق پر مہربانی کرے اور طوبیٰ یعنی خوشخبری ہے اگر تو میری مخلوق کو معاف کرے۔

(۳۰) اے غوثِ اعظم! اپنے دوستوں سے کہہ دو کہ فقراء کی دعا کو غنیمت جانے کیونکہ وہ میرے نزدیک ہیں اور میں ان کے نزدیک ہوں۔

(۳۱) اے غوث اعظم! ہر چیز کا ماویٰ (جائے پناہ) میں ہوں۔ اور اس کا مسکن اور اس کا منظر اور ہر چیز میری طرف لوٹنے والی ہے۔

(۳۲) اے غوث اعظم! جنت اور جو کچھ اس میں ہے اس کی طرف نہ دیکھو تو مجھے بلا واسطہ دیکھ لو گے۔ اور دوزخ اور جو کچھ اس میں ہے اس کی طرف نہ دیکھو تو مجھے بلا واسطہ دیکھ لو گے۔

(۳۳) اے غوث اعظم! اہل جنت جنت سے مشغول ہیں اور اہل دوزخ مجھ سے مشغول ہیں۔

(۳۴) اے غوثِ اعظم! بعض اہل جنت جنت سے پناہ مانگیں گے جس طرح اہل دوزخ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔

(۳۵) اے غوثِ اعظم! جو میرے سوا کسی اور شے کے ساتھ مشغول ہوا قیامت کے روز وہ شے اس کے لئے زنار ثابت ہوگی۔

(۳۶) اے غوث اعظم! اہل قرب قربت سے فریاد کرتے ہیں جس طرح اہل بُعد (دور والے) دوری سے فریاد کرتے ہیں۔

(۳۷) اے غوث اعظم! میرے بعض بندے سوائے انبیاء و مرسلین کے ایسے ہیں کہ اُن کے احوال سے کوئی بھی واقف نہیں اہل دنیا سے اور نہ کوئی اہل جنت سے اور نہ کوئی اہل دوزخ سے اور نہ مالک اور نہ رضوان۔ اور میں نے ان کو نہ جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور نہ دوزخ کیلئے اور نہ ثواب کے لئے اور نہ عذاب کے لیے اور نہ حور کے لئے اور نہ قصور کے لئے اور نہ غلمان کے لیے۔ پس خوشی ہے ان کے لیے جو ان پر ایمان لائیں اگر چہ وہ پہنچانیں نہیں جاتے۔ پھر فرمایا اے غوث اعظم تم انہیں میں سے ہو۔ اور دنیا میں ان کی علامات یہ ہیں کہ ان کے جسم کم کھانے پینے کی وجہ سے جلتے ہیں اور ان کے نفوس خواہشات کے پرہیز سے جلتے ہیں اور ان کے قلوب شیطانی وساوس (خطرات) سے بچتے ہیں اور ان کی ارواح نفسانی خواہشات سے جلتی ہیں۔ وہ اصحابِ بقا (دائمی زندگی والے) ہیں جو نورِ بقا سے جلتے ہیں۔

(۳۸) اے غوث اعظم! جب تمہارے پاس پیاسے لوگ آئیں ایسے دن میں کہ سخت گرمی ہو اور تمہارے پاس ٹھنڈا پانی ہو اور تم کو پانی کی ضرورت نہ ہو۔ پس اگر تم نے پانی دینے سے انکار کیا تو تم بخیلوں کے بخیل ہو گے۔ پس میں ان کو کس طرح محروم رکھ سکتا ہوں اپنی رحمت سے حالانکہ میں نے اپنی شہادت دی اپنے نفس پر کہ میں ارحم الراحمین ہوں۔

(۳۹) اے غوث اعظم! گناہگاروں میں سے کوئی مجھ سے دور نہیں ہوتا' اور فرمانبرداروں میں سے کوئی مجھ سے قریب نہیں ہوتا۔

(۴۰) اے غوث اعظم! اگر مجھ سے کوئی قریب ہوگا تو وہ گناہگاروں میں سے ہوگا۔ کیونکہ گناہ گار عاجزی اور پشیمانی والے ہیں۔

(۴۱) اے غوث اعظم! عاجزی انوار کا منبع اور سرچشمہ ہے اور خود پسندی ظلمت (تاریکی) کا منبع ہے۔

(۴۲) اے غوث اعظم! گناہ گار اپنے گناہوں کی وجہ سے محجوب ہیں اور اہل طاعت اپنی طاعت کی وجہ سے حجاب میں ہیں۔ اور میرا ایک گروہ ہے ان کے علاوہ جن کو نہ معاصی کا غم ہے اور نہ طاعت کی فکر ہے۔

(۴۳) اے غوث اعظم! گناہ گاروں کو فضل وکرم کی خوشخبری سناؤ اور خود پسندوں کو انصاف اور عذاب کی خوشخبری سناؤ۔

(۴۴) اے غوث اعظم! طاعت والے نعمتوں کو یاد کرتے ہیں اور گناہ گار رحم فرمانے والے کو یاد کرتے ہیں۔

(۴۵) اے غوث اعظم! میں قریب ہوں گناہ گار کے جب وہ گناہوں سے فارغ ہو جائے اور میں دور ہوں طاعت گزار (عبادت کرنے والا) سے جب وہ طاعت سے فارغ ہو جائے۔

(۴۶) اے غوث اعظم! میں نے عوام کو پیدا کیا تو وہ میرے حسن کی چمک برداشت نہ کر سکے تو میں نے اپنے اور ان کے درمیان ظلمت کا پردہ ڈال دیا اور میں نے خواص کو پیدا کیا تو وہ

میرا قرب برداشت نہ کر سکے تو میں نے اپنے اور ان کے درمیان انوار کا پردہ ڈال دیا۔

(۴۷) اے غوث اعظم! اپنے دوستوں سے کہہ دو جوان میں سے میری طرف پہنچنے کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ میرے سوا ہر چیز کو چھوڑ دے۔

(۴۸) اے غوث اعظم! دنیا کی جزا چھوڑ دو آخرت کو پالو گے اور آخرت کی جزا چھوڑ دو گے تو مجھ تک پہنچ جاؤ گے۔

(۴۹) اے غوث اعظم! نکل جاؤ اجسام سے اور نفوس سے' پھر نکل جاؤ قلوب سے اور ارواح سے' پھر نکل جاؤ حکم سے اور امر سے تاکہ مجھ سے ملو۔ پس میں نے عرض کی اے رب کون سی نماز تجھ سے بہت قریب ہے؟ فرمایا کہ وہ نماز جس میں میرے سوا کوئی نہ ہو اور نمازی خود اس سے غائب ہو۔ پھر میں نے سوال کیا کہ کون سا روزہ تیرے نزدیک افضل ہے؟ ارشاد ہوا وہ روزہ جس میں سوائے میرے کوئی نہ ہو اور روزہ دار خود بھی اس سے غائب ہو۔ پھر عرض کی کہ کون سا عمل تیرے نزدیک افضل ہے؟ ارشاد ہوا وہ عمل جس میں میرے سوا کوئی نہ ہو نہ جنت نہ دوزخ بلکہ صاحب عمل بھی اس سے غائب ہو۔ پھر میں نے عرض کی تیرے نزدیک کونسا گریہ (رونا) افضل ہے؟ فرمایا کہ ہنسنے والوں کا رونا۔ پھر میں نے عرض کی کون سی ہنسی تیرے نزدیک افضل ہے؟ فرمایا رونے والوں کی ہنسی۔ پھر میں نے عرض کی کہ کون سی توبہ تیرے نزدیک افضل ہے؟ ارشاد ہوا بے گناہ بندوں کی توبہ۔ پھر میں نے عرض کی کون سی بے گناہی تیرے نزدیک افضل ہے؟ ارشاد ہوا کہ توبہ کرنے والوں کی بے گناہی۔

(۵۰) اے غوثِ اعظم! صاحب علم کے لئے میری طرف اس کے علم سے کوئی راستہ نہیں ہے مگر علم کے انکار کے بعد (یعنی علم کو بھول جائے) کیونکہ وہ جب علم کو اس کے پاس چھوڑ دیتا ہے تو وہ شیطان ہو جاتا ہے۔

(۵۱) غوث اعظم نے فرمایا کہ میں نے رب العزت کو دیکھا۔ پس میں نے سوال کیا اے رب عشق کے کیا معنی ہیں؟ ارشاد ربانی ہوا عشق حجاب ہے عاشق و معشوق کے درمیان۔

(۵۲) اے غوث اعظم! جب تم نے توبہ کا ارادہ کرلیا تو تم پر لازم ہو گیا کہ نفس کے وسوسوں سے باہر نکل آؤ۔ پھر دل کے خطرات سے باہر نکل آؤ تک کہ مجھ سے مل جاؤ۔ ورنہ تم دل لگی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

(۵۳) اے غوث اعظم! جب تم نے ارادہ کرلیا میرے حرم (Divine Sanctuary) میں داخل ہونے کا تو توجہ نہ کرو ملک کی طرف' نہ ملکوت کی طرف اور نہ جبروت کی طرف کیونکہ ملک شیطان ہے عالم کے لیے' اور ملکوت شیطان ہے عارف کے لیے اور جبروت شیطان ہے واقف کے لیے۔ پس جو راغب ہوا ان میں سے کسی کی طرف وہ میرے نزدیک مردودوں میں سے ہے۔

(۵۴) اے غوثِ اعظم! مجاہدہ مشاہدہ کے سمندروں کا ایک سمندر ہے (یعنی بغیر مجاہدات کے مشاہدہ ممکن نہیں) اور واقفیت رکھنے والے اس کی مچھلیاں ہیں۔ پس جس نے بحر مشاہدہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اس پر لازم ہے کہ مجاہدہ اختیار کرے کیونکہ مجاہدہ بیج ہے مشاہدہ کا۔

(۵۵) اے غوث اعظم! طالبوں کے لیے مجاہدہ اسی طرح ضروری ہے جیسے ان کے لیے میری ذات ضروری ہے۔

(۵۶) اے غوث اعظم! میرے نزدیک سب سے زیادہ محبت والا بندہ وہ ہے جس کا والد ہو اور اولاد ہو اور اس کا قلب ان دونوں سے فارغ ہو۔ اس حیثیت میں اگر اس کا والد فوت ہو جائے تو اسے والد کی موت کا غم نہ ہو اور اگر اس کی اولاد فوت ہو جائے تو اولاد کی موت کا اس کو غم نہ ہو۔ جب اس درجہ پر بندہ پہنچے تو وہ میرے پاس بغیر والد اور بغیر اولاد کے ہوگا جس کا کوئی قرابت دار نہیں۔

(۵۷) اے غوث اعظم! جو شخص میری محبت میں والد کی فنا کا مزہ نہ چکھے اور اولاد کی فنا کا میری دوستی میں تو ایسے شخص کے لئے وحدانیت اور فردانیت کی کوئی لذت نہیں۔

(۵۸) اے غوث اعظم! جب تم ارادہ کرو مجھے دیکھنے کا کسی مقام میں تو قلب کو منتخب کرلو (یعنی

مجھے قلب میں تلاش کرو) جو میرے غیر سے پاک ہو پس میں نے عرض کیا اے رب علم کا علم کیا ہوتا ہے؟ فرمایا علم کا علم اس علم سے جاہل ہو جانا ہے۔

(۵۹) اے غوث اعظم! خوشی ہے اس بندے کے لیے جس کا قلب مجاہدے کی طرف مائل ہو۔ اور اس بندے کے لیے ویل (ہلاکت) ہے جس کا قلب شہوات کی طرف مائل ہو گیا۔

(۶۰) غوث اعظم فرماتے ہیں کہ میں نے رب تعالیٰ سے معراج کے متعلق پوچھا تو ارشاد ہوا کہ وہ عروج ہے ہر شے سے سوائے میرے اور معراج کا کمال، یہ ہے کہ نہ آنکھ جھپکے اور نہ بے راہ ہو۔

(۶۱) اے غوث اعظم! جس شخص کی معراج میری طرف نہ ہو اس کی نماز ہی نہیں۔

(۶۲) اے غوث اعظم! جو نماز سے محروم ہے وہ میری طرف معراج سے محروم ہے (یعنی نماز مومن کی معراج ہے)۔

☆☆☆

پندرھواں باب:

مجالس اور مواعظ حسنہ

حضور غوث اعظمؒ شیخ حماد الدباس کی روحانی تربیت اور حضرت شیخ ابو سعید مبارک کے جامعہ میں زیر تعلیم رہ کر علوم عقلیہ و نقلیہ میں ماہر اور روحانی اعتبار سے شیخ کامل بن چکے تھے اور مسند رشد ارشاد کے لئے بہت سی باطنی نگاہیں ان پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن آپ خاموشی سے جامعہ میں درس و تدریس میں مشغول رہتے۔ ہمارے آقا سیدنا غوث پاک علمائے بغداد تو کیا علمائے زمانہ سے سبقت لے جا چکے تھے۔ اور علوم متداولہ (مروجہ علوم) آپ نے مجاہدہ اور سیاحت میں قدم رکھنے سے پہلے ذی الحجہ ۴۹۶ھ ہی میں مکمل کر کے اسناد حاصل کر لی ہوئی تھیں اور آپ کے پیر طریقت حضرت ابو سعید مبارک مخزومی نے مدرسے کا نظم و نسق اپنے اس عظیم المرتبت مرید باصفا روشن ضمیر کے سپرد کر دیا تھا۔ آپ کے اس مدرسہ میں رونق افروز ہونے سے طالب علم اور اکتساب فیض کرنے والوں کا ہجوم ہونے لگا۔ لیکن آپ نے ابھی سلسلہ مواعظ و خطبات شروع نہیں کیا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ خلفاء عباسیہ عیش وعشرت میں مشغول تھے۔ لوگ دنیا طلبی میں مستغرق' امراء حکومت کے نشہ میں بدمست اور دولت کی مستی میں سرشار تھے۔ معتزلہ اور مبتدعین نے دین میں الگ فتنے کھڑے کر رکھے تھے۔ قرامطہ کی تحریک نے دنیائے اسلام میں آگ لگا رکھی تھی دنیا طلب اور جاہ پرست علماء نے اسلام کو الگ مسخ کرنا شروع کر دیا تھا۔ جاہل صوفیوں نے طریقت کو شریعت سے الگ کر کے آزاد قرار دے دیا تھا۔ اولیاء اللہ سیاسی ابتری کے پیش نظر خانقاہوں میں محصور ہو چکے تھے۔ عام مسلمانوں میں باہم نفاق پڑ چکا تھا اور مذہبی رواداری' جذبہ اور جوش ایمان زوال پذیر تھا۔ دین محمدیؐ کی بنیادیں اکھڑ رہی تھیں۔ سیّدنا غوث اعظم کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی رہبری اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے مامور فرمایا۔ لہٰذا غوث پاک نے حالات کا احساس کرتے ہوئے وعظ و نصیحت' اعلائے کلمۃ الحق' اصلاح خلق'

اشاعت اسلام اور تجدید دین کا فیصلہ کیا۔ اور آپ اسی طرح بغداد میں اس کی تباہی سے پہلے اللہ کی نذیر مبین بن کر طلوع ہوئے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل اور قوم یہود پر اللہ کی آخری حجت و نذیر بن کر بیت المقدس میں ظاہر ہوئے تھے۔ حضور سرور کونینؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری اُمت کے علماء ربانی بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہوں گے۔ اس حدیث کی روشنی میں غور فرمایئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرنگیوں کے سامنے وعظوں اور حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی کے دنیا پرست فقیہوں، حکمرانوں، مولویوں، صوفیوں اور امیروں کے سامنے کیئے گئے وعظوں میں بڑی مماثلت ہے حتیٰ کہ طرز بیان میں بھی یکسانیت ہے۔ دونوں ہستیوں میں وہی جلال و جمال کی سحر آگیں زبان اور روح القدس کی ناقابل بیان تاثیر موجود ہے۔

شیخ جبائی کا بیان ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ فرمایا کرتے تھے کہ میری تمنا تو یہ تھی کہ صحراؤں میں زندگی بسر کروں۔ نہ تو کبھی مخلوق کو دیکھوں اور نہ کبھی مخلوق مجھ کو دیکھے۔ لیکن مشیت الٰہی یہ تھی کہ میرے ذریعہ مخلوق کو فیض پہنچے۔ لیکن چونکہ حق تعالیٰ نے قطبیت کبریٰ کا تاج آپ کے سر پر رکھ دیا تھا اس لئے حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے تجدید دین کا فریضہ آپ کو سرانجام دینا تھا۔ لیکن ان تمام امور کے باوجود غوث پاک نے مواعظ و خطبات کا سلسلہ شروع نہیں کیا تھا۔ آپ کی مادری زبان فارسی تھی اور بغداد میں عربی جاننے والوں کی کثرت تھی۔ لہٰذا آپ کے لئے وعظ کہنے کی یہی صورت تھی کہ آپ عربی زبان میں وعظ کہیں مگر آپ عربی زبان میں خطاب کرنے کی ہمت نہیں پاتے تھے۔

زیارت رسول اللہ ﷺ: حضور غوث پاک فرماتے ہیں۔ کہ ۱۶ شوال ۵۲۱ھ کو مجھے نماز ظہر سے قبل آقائے دو جہاں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے میرے بیٹے تم کلام یعنی تقریر کیوں نہیں کرتے؟'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایک عجمی ہوں فصحاء بغداد کے سامنے کیسے لب کشائی کر سکتا ہوں۔'' حضورؐ نے فرمایا: ''اپنا منہ کھولو'' جب میں نے منہ کھولا تو آپؐ نے سات مرتبہ میرے منہ میں لعاب لگایا اور حکم

دیا:

''حکمت وموعظت کے ذریعہ لوگوں کو خدا کے راستے کی دعوت دیتے رہو۔''

حضور غوث پاکؒ فرماتے ہیں اُس وقت میرے اوپر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ میں نماز ظہر سے فارغ ہوا تو میرے اوپر پھر کیفیت طاری ہوگی اور میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا۔ وہ مجھے فرمارہے ہیں ''اپنا منہ کھولو'' جب میں نے منہ کھولا تو آپ نے چھ مرتبہ میرے منہ میں لعابِ دہن لگایا۔ تب میں نے ان سے سوال کیا کہ ''آپ نے سات مرتبہ لعاب کیوں نہیں لگایا؟''

جناب علی مرتضیٰؓ نے فرمایا ''رسول اللہ کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے نہیں لگایا۔'' یہ بھی روایت ہے کہ حضورؐ نے مجھے خلعت پہناتے ہوئے فرمایا: ''یہ تیری ولایت کا خلعت ہے جو اولیاء واقطاب کے لئے مخصوص ہے۔'' اس کے بعد وہ نظروں سے پوشیدہ ہوگئے تو میں نے بحر فکر کے غوطہ زن سے کہا کہ قلب میں غوطہ لگا کر علوم کے موتی نکال اور ساحل صدر کی جانب پھینک دے۔ اور ترجمان اللّسان کے دلالوں کو آواز دے کر کہہ دے کہ حسن طاعت کے گراں مایہ موتی خرید کر خدا کے گھر میں سجادو۔'' (قلائد الجواہر)

وعظ کی ابتداء: غوث پاک فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میرے لئے تقریر کرنا آسان ہو گیا اور میں نے خطبہ دینا شروع کر دیا۔ بعد میں حضرت خضرؑ میرے امتحان کے لئے تشریف لائے تو میں نے ان سے کہا کہ میں آپ سے ایسے ہی کہوں گا جیسے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ آپ کے اندر میرے جیسے صبر وتحمل کی طاقت نہیں۔ آپ اسرائیلی ہیں تو میں محمدی ہوں۔ خبردار ہو جائیں میں بھی ہوں اور آپ بھی۔ یہ گیند ہے اور یہ میدان۔ یہ محمدؐ ہیں اور یہ رحمٰن۔ یہ میرا زین کسا ہوا گھوڑا بھی ہے اور میری کمان کا چلہ بھی چڑھا ہوا ہے اور میری کاٹ دینے والی تلوار بھی ہے۔

مجالس کا پروگرام: حضور غوثِ پاکؒ کے صاحبزادے حضرت شیخ وہاب فرماتے ہیں کہ میرے والد ہفتہ میں تین مرتبہ درس رشد وہدایت دیا کرتے تھے جس کی تقسیم اس طرح تھی۔

جمعہ کی صبح مدرسہ میں، منگل کی شام کو خانقاہ میں اور اتوار کے دن علماء، فقہاء اور مشائخ کے جمع میں۔ یہ سلسلہ ۵۲۱ ہجری سے ۵۶۱ ہجری چالیس سال یعنی آپ کے وصال تک جاری رہا۔ اس دوران ۵۲۸ھ سے ۵۶۱ھ تک آپ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ میرے بھائی آپ کی مجلس میں بغیر لحن کے قرآت قرآن پاک کیا کرتے تھے ان کے علاوہ مسعود ہاشمی بھی قرات کرتے تھے۔

توسیع مدرسہ: بہجۃ الاسرار میں ہے کہ آپ کی مجالس میں لوگ اس کثرت سے آنے لگے کہ مدرسہ میں بیٹھنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ جگہ کی تنگی کے باعث لوگ مدرسہ کے باہر سڑک پر بیٹھ جاتے اور اس تعداد میں بھی روز بروز اضافہ ہونے لگا تو بعض صاحب ثروت لوگوں نے اپنے خرچ پر مدرسہ کی توسیع کے لئے آس پاس کے مکانات خرید کر اس میں شامل کر دیئے۔ اس طرح مدرسہ کا احاطہ خاصہ وسیع ہو گیا یہاں تک کہ ۵۲۸ ہجری میں یہ مدرسہ ایک نہایت عالی شان عمارت کی شکل اختیار کر گیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ ہی میں یہ جگہ بھی ناکافی ہو گی اور کرسی شہر سے باہر عیدگاہ میں بچھادی گئی۔ لوگ راتوں کو مشعلیں لے لے کر آنے لگے۔ لاتعداد لوگ گھوڑوں، خچروں، گدھوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر آتے اور ایک رات پہلے ہی پہنچ کر انتظار میں بیٹھ جاتے۔ اس طرح حاضرین مجلس کی تعداد عموماً ستر ہزار سے بھی تجاوز کر گئی۔ آپ کے مواعظ کو لکھنے کے لئے ہر مجلس میں چار سو علماء قلم دوات لے کر بیٹھتے اور جو کچھ سنتے اس کو لکھتے رہتے اور آپ کے صاجزادہ حضرت سیّد عبدالرزاق بعد میں موازنہ فرما کر نسخے کی تکمیل کرتے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ آغاز میں بغداد اور اس کے گرد و نواح کے لوگ مجالس میں آتے۔ پھر جلد ہی دور و دراز شہروں میں آپ کے مواعظ کی شہرت ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے ملکوں سے بھی لوگ کثرت سے آپ کا وعظ سننے اور آپ سے استفادہ کرنے کی غرض سے آنے لگے جن میں خلفاء، امراء، اراکین سلطنت، مشائخ، علماء، مفتیان، رجال الغیب جنات اور عوام الناس شریک ہوتے تھے۔

وعظ کی کیفیات: سرکار غوث پاک کے مواعظ حسنہ فتوحات ربانی الہامات یزدانی اور

ارشاداتِ روحانی کے بے کراں سمندر ہوتے تھے۔ جس وقت دریا جوش میں ہوتا تو سامعین کیا' امراء' فقراء' علماء' صلحاء' خلفاء' مشائخ کرام' مریدین اور عوام الناس سب کے سب بے تاب ہو جاتے۔ کسی پر وجد طاری ہوتا اور کسی پر آہ و بکا۔ کوئی استغراقی کیفیت میں چلا جاتا اور کوئی مضطرب و بے اختیار ہو کر کپڑے پھاڑتا اور چیختا چلاتا۔ اور کسی کے قلب پر ایسی چوٹ لگتی کہ موت کی نیند سو جاتا۔ وعظ ختم ہونے پر جب حاضرین منتشر ہوتے تو پتہ چلتا کہ آج اتنے مئے نوشوں کے جنازے اُٹھے۔

آپ کے وعظ کی شان حکیمانہ اور جلال کا رنگ لیے ہوتی تھی۔ آپ بلا رُو رعایت کھری کھری سناتے اور صاف الفاظ میں نصیحت فرماتے۔ سرکار غوث پاک اعلائے کلمۃ الحق میں بے باک تھے۔ وعظ کے وقت آپ کے منہ سے موتی جھڑتے تھے اور عرفانی کلام کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا تھا۔ روایت ہے کہ آپ کے دستِ حق پرست پر پانچ ہزار یہود و نصاریٰ نے اسلام قبول کیا اور ایک لاکھ سے زائد گناہگاروں نے توبہ کی۔ آپ کے مواعظ و خطبات پر کتابیں موجود ہیں۔

جلالِ غوثیت مآب: محمد بن خضر حسینی روایت کرتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے بتایا کہ ہمارے سردار شیخ عبدالقادر جیلانی جب منبر پر بیٹھ کر مختلف علوم پر تبصرہ فرماتے تھے اس وقت نہ کوئی تھوک سکتا تھا' نہ کوئی کھانس سکتا تھا' نہ آگے بڑھ کر وسطِ مجلس میں آ سکتا تھا۔ انتہائی خاموشی کے عالم میں لوگوں کے صرف سانسوں کی آواز آیا کرتی تھی۔ اور جب آپ فرماتے کہ اب ہم قال کو چھوڑ کر حال کی طرف آتے ہیں تو لوگوں میں اضطراب پیدا ہوتا اور اُن پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آپ کی کرامتوں میں سے ایک خاص کرامت یہ تھی کہ آپ کی مجلس میں دُور بیٹھنے والا بھی قریب والے کی طرح آپ کی آواز بخوبی سن لیتا تھا اور آپ بھی اہل مجلس کے خیالات کے مطابق ہی کلام فرماتے تھے۔ اور کشف کے ذریعہ ان پر توجہ بھی ڈالتے تھے۔ اور جب آپ کرسی پر کھڑے ہوتے تو آپ کے جلال کی وجہ سے لوگ کھڑے ہو جاتے اور جب آپ فرماتے کہ خاموش رہو تو ایسے خاموش ہوتے کہ آپ کی ہیبت کی وجہ سے ان کی سانسوں

کے سوا اور کچھ معلوم نہ ہوتا۔

شانِ مجلس: سرکار غوث پاکؒ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء و اولیاء پیدا فرمائے وہ سب اپنی ارواح کے ساتھ اور جو اولیاء بقید حیات ہیں وہ اپنے اجسام کے ساتھ یقیناً میری مجلس میں آتے ہیں۔ میرا وعظ ان رجال الغیب کے لیے بھی ہوتا ہے جو کوہ قاف کے پرلی طرف سے آتے ہیں جن کے قدم دوش ہوا پر ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے ان کے دلوں میں آتشِ شوق و سوزش موجزن ہوتی ہے۔

شیخ ابو سعید قیلوی کا بیان ہے کہ ابو سعد کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ انہوں نے حضرت شیخ کی مجلس میں متعدد بار حضورؐ کی زیارت کی ہے اور آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام کی بھی زیارت کی کیونکہ سردار اپنے غلاموں کو مشرف کرتے رہتے ہیں۔ انبیاء کرام کی ارواح زمین و آسمان میں اس طرح سیر کرتی رہتی ہیں جس طرح افق میں ہوا چلتی رہتی ہے۔ مزید یہ بیان کیا کہ میں نے آپ کی مجلس میں ملائکہ کو دیکھا کہ وہ گروہ در گروہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور رجال غیب کو دیکھا جو آپ کی مجلس میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی سعی کرتے رہتے تھے۔ میں نے حضرت خضرؑ کو بھی آپ کی مجلس میں بارہا دیکھا ہے۔ جب میں نے حضرت خضرؑ سے حضرت شیخ کے مراتب کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا: ''جو شخص آخرت دین و دنیا کی فلاح چاہتا ہو اُس پر لازم ہے کہ وہ آپ کی مجلس میں حاضری کو لازم کرے۔''
(قلائد الجواہر)

حضرت شیخؒ کا خطبۂ وعظ: حضرت شیخ کے صاحبزادے شیخ عبدالوہابؒ اور شیخ عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ہمارے والد اپنی مجلس وعظ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہہ کر خاموش ہو جاتے اور دوبارہ کہہ کر سکوت فرماتے اور تیسری بار بھی کہہ کر توقف فرماتے' اس کے بعد اس طرح فرماتے:

> ''تمام تعریفیں ہیں اللہ کے لئے اس کی مخلوق کی تعداد اور اس کے عرش کے وزن کے مطابق اور اتنی تعریفیں جس سے اُس کی ذات راضی ہو۔

اس کے کلمات کی روشنائی کے مطابق اس کے منتہائے علم کے مطابق اس کی مرضی کے مطابق اور اس کی مخلوق کی تعداد کے مطابق جس کو اس نے پیدا کیا۔ وہی عالم الغیب ہے' رحمٰن و رحیم ہے۔ مالک و قدوس ہے۔ عزیز و حکیم ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اس وحدہ' لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پوری کائنات اُسی کی ہے۔ تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا' اُس کے لئے موت نہیں۔ تمام بھلائیاں اُسی کے دست قدرت میں ہیں۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس کا نہ کوئی مثیل ہے نہ کوئی شریک۔ نہ کوئی وزیر ہے نہ پشت پناہ۔ وہ واحد ہے' احد ہے' یکتا ہے' صمد ہے۔ وہ نہ کسی سے پیدا ہوا ہے نہ اس نے کسی کو جنم دیا۔ اس کا کوئی خاندان نہیں۔ نہ اس کا کوئی جسم ہے جس میں کمی و بیشی ہو۔ نہ وہ جوہر ہے کہ جس کو محسوس کیا جا سکے۔ نہ وہ عرض ہے جس میں کوئی نقص ہو۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اس سے بہت بلند و بالا ہے کہ اس کی مصنوعات (مخلوقات) میں سے کسی شے کے ذریعہ اس کو تشبیہ دی جا سکے یا اُس کی ایجاد کردہ اشیاء کی جانب اس کی اضافت ہو۔ اُس کے مماثل کوئی شے نہیں۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے حبیب و خلیل ہیں۔ اس کی برگزیدہ ہستی ہیں تمام مخلوقات میں ممتاز ہیں۔ جن کو ہدایت کے ساتھ حق دے کر بھیجا گیا۔ تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر بلند کریں۔ خواہ اس کو مشرکین بُرا ہی کیوں نہ سمجھیں۔

اے اللہ راضی ہو خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق ؓ سے جو دین کے بلند ستون ہیں جن کی تائید حق کے ساتھ کی گئی جن کی عرفیت عتیق ہے جو شفیق خلیفہ ہیں۔ جو پاکیزہ نسل سے پیدا ہوئے۔ جن کا نام حضور اکرم

کے نام سے پیوستہ ہے اور جو حضور علیہ السلام کے ساتھ ابدی آرام فرما رہے ہیں۔

اے اللہ راضی ہو خلیفہ دوم ابو حفص عمر بن الخطابؓ سے جو مختصر تمنا رکھنے والے اور کثیر عمل کرنے والے ہیں۔ جن کو نہ تو کبھی لغزش عارض ہو سکتی ہے اور نہ کبھی تنگدلی لاحق ہوتی ہے۔ جن کو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے منتخب کیا گیا۔ جنھوں نے سیدھا راستہ اختیار کیا اور جن کی رائے کے مطابق قرآنی احکام نازل ہوئے۔ اے اللہ راضی ہو خلیفہ سوم ذی النورین حضرت عثمان بن عفانؓ سے جو عشرہ مبشرہ کے فرد ہیں جنھوں نے غزوۂ تبوک میں کثیر فوجی سامان مہیا کیا۔ جن کا ایمان بہت مستحکم تھا۔ جنھوں نے قرآن کی ترتیب و اشاعت فرمائی۔ جنھوں نے بڑے بڑے سرکش شہسواروں کو ختم کر دیا۔ جنھوں نے اپنی امامت و قرأت سے محراب و منبر کو مزین کیا' اور جو افضل الشہداء اور اکرم السعداء ہیں جن سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے۔

اے اللہ راضی ہو خلیفۂ چہارم حضرت علی بن ابو طالبؓ سے جو شجاع' صالح سردار' حضرت فاطمہؓ کے شوہر' حضور اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی' شمشیر براں' دروازہ خیبر کو اکھاڑ پھینکنے والے' بڑی بڑی فوج کو شکست دینے والے' دین کے امام و عالم اور شریعت کے قاضی و حاکم تھے' جنھوں نے نماز میں انگوٹھی صدقہ کر دی۔ جن کے لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم پر سے فدا ہو جاؤں۔

اے اللہ راضی ہو آپ کی شہید اولاد حسنؓ و حسینؓ سے جن کی نیکیاں تاحشر قائم رہنے والی ہیں۔ اے اللہ اصلاح فرما امام و امت کی اور محفوظ رکھ انہیں ایک دوسرے کے شر سے۔ ان کے قلوب نیکیوں اور

بھلائیوں کی جانب رجوع فرمادے۔ اے اللہ تو ہمارے بھیدوں اور ضروریات سے واقف ہے اُن کی تکمیل فرما اور ہمیں اوامر پر عمل کرنے اور نواہی سے بچنے کی توفیق عطا کر۔ ہمیں گناہوں کی ذلت سے بچا کر اپنی اطاعت کے شرف سے نواز۔ ہمیں اپنے ماسوا سے محفوظ رکھ کر اپنی ہی مشغولیت دیدے اور ہر اُس فرد سے ہمیں الگ کردے جو ہمیں تجھ سے الگ کردینا چاہتا ہے۔ ہمارے قلب میں اپنا ذکر و شغل جاری فرما۔"

یہ فرمانے کے بعد حضرت شیخؒ اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے:

خدا کے سواء کوئی معبود نہیں۔ جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ وہ بہت قوی عظیم و بلند ہے۔ اے اللہ ہمیں غفلت کی حالت میں زندہ نہ رکھ اور نہ غفلت کے عالم میں ہمیں ماخوذ فرما۔ نہ ہماری خطا و نسیان پر مواخذہ کر اور ہمارے اوپر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا گیا۔ اے ہمارے رب اُس کی قوت برداشت ہمارے اندر نہیں، ہمیں معاف فرما اور ہماری مغفرت فرما کیونکہ تو ہی ہمارا مولا ہے اور ہمیں کفار پر نصرت عطا کر۔ آمین (قلائد الجواہر)

روایت ہے کہ جب غوث پاکؓ منبر پر تشریف رکھتے اور کلمہ الحمدللہ کہتے تو روئے زمین کا ہر ولی حاضر و غائب خاموش ہو جاتا۔ اسی وجہ سے آپ یہ کلمہ مکرر فرماتے اور درمیان میں کچھ سکوت فرماتے۔ پھر اولیاء اور ملائکہ کا آپ کی مجالس میں ہجوم ہو جاتا۔ جتنے لوگ آپ کی مجلس میں نظر آتے ان سے کہیں زیادہ ایسے حاضرین ہوتے جو نظر نہیں آتے تھے۔

جناب کی حاضری: ابونظر بن عمر بغدادی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے سنا کہ انہوں نے ایک جن کو طلب کیا تو اس نے [illegible] حاضری میں تاخیر کی اور کچھ دیر کے

بعد حاضر ہوا۔ میں نے تاخیر میں آنے کی وجہ دریافت کی تو وہ کہنے لگا: ''جس وقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ خطاب کرر ہے ہوں اس وقت آپ مجھے ہرگز طلب نہ کیا کریں۔'' میں نے دوبارہ پوچھا کیا تم بھی ان کی مجالس میں حاضر ہوتے ہو؟ جواباً کہنے لگا کہ آدمیوں کے اجتماع سے زیادہ اجتماع میں ہم جنات کی مخلوق ہوتی ہے اور ہم میں سے اکثر قبائل حضرت شیخ کے دست مبارک پر اسلام لے آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہیں۔ (قلائد الجواہر)

رجال غیب: حافظ ابوذرع طاہر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالقادر جیلانیؒ سے آپ کی ایک مجلس میں یہ واقعہ سنا کہ ''میرا بیان وعظ ان حاضرین مجلس کے لئے ہے جو کوہ قاف کے باشندے ہیں جن کے قدم ہوا میں ہیں اور قلوب بارگاہِ قدس میں۔ اور قریب ہے کہ القاء رب کے شوق کی شدت سے ان کی ٹوپیاں اور طوق جل جائیں۔'' اس وقت آپ کے صاجزادے سیّد عبدالرزاق منبر پر اپنے والد ماجد کے پاؤں تلے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنا سر ہوا کی طرف اٹھایا۔ پھر ان پر غشی طاری ہوگئی۔ اور ان کی ٹوپی اور پیراہن میں آگ لگ گئی۔ تب شیخ منبر سے نیچے اترے اور آگ بجھادی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اے عبدالرزاق تم بھی ان میں (رجال الیغب) سے ایک ہو۔ بعد میں سیّد عبدالرزاق سے پوچھا گیا کہ آپ پر غشی کیوں طاری ہوئی تو فرمانے لگے کہ جب میں نے ہوا کی طرف نگاہ کی تو میں نے ایسے رجال الغیب کو دیکھا جو سر نیچے کئے ہوئے آپ کا کلام چپ چاپ سن رہے تھے۔ وہ اس قدر تھے کہ انہوں نے آسمان کے کناروں کو چھپالیا ہوا تھا۔ ان کے لباس و کپڑوں میں آگ لگی ہوئی تھی۔ بعض ان میں سے چلا رہے تھے اور ہوا میں دوڑتے تھے۔ بعض ان میں سے زمین پر گرتے تھے۔ بعض اپنی اپنی جگہ کانپ رہے تھے۔ عبدالرزاق فرماتے تھے کہ اس وقت وعظ کے دوران میدان میں چلانے کی آوازیں آتی تھیں اور جب اوپر سے زمین پہ گرتا تھا۔

حضورؐ اور صحابہ کرام کی آمد: شیخ بقا بن بطو فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں حضرت شیخ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ منبر کی پہلی سیڑھی پر بیٹھے بیان کر رہے تھے۔ پھر اچانک بیان بند کر کے کچھ دیر کے لئے خاموش ہوگئے۔ اس کے بعد منبر سے نیچے اتر کر پھر دوبارہ منبر کی دوسری

سیڑھی پر پہنچ گئے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ پہلی سیڑھی حدِ نظر تک وسیع ہوگئی ہے اور اس پر سبز مخملی فرش بچھا ہوا ہے جس پر حضور نبی اکرم نورِ مجسم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ تشریف فرما ئیں اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قلب تجلیاتِ الٰہیہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اور آپ ایک جانب کو اس قدر جھک گئے ہیں کہ گرنے کے قریب ہیں لیکن حضور علیہ السلام نے آپ کو گرنے سے روک لیا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ بالکل ایک چڑیا کی طرح چھوٹے ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ اس قدر بڑھ گئے کہ آپ کی صورت ہولناک معلوم ہونے لگی۔ پھر آپ اچانک میری نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ جب شیخ بقا نے جناب غوث پاک سے حضور نبی اکرمؐ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کی روایت کے بارے میں دریافت کیا تو غوثیت مآب نے فرمایا کہ: ''ان حضرات نے انسانی اجسام اختیار کر لئے تھے اور اللہ نے انہیں طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ جس طرح چاہیں خود کو ظاہر فرمائیں جیسا کہ معراج کی حدیث سے ثابت ہے۔''

شیخ بقا نے جب حضور غوث پاک سے چھوٹے اور بڑے ہو جانے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''تجلی میں یہ صفت ہوتی ہے کہ اسے کوئی بشری طاقت برداشت نہیں کر سکتی۔ ان میں ایک تجلی جلالی قسم کی تھی جس کی وجہ سے میں چھوٹا معلوم ہونے لگا اور ایک تجلی جمالی تھی جس سے بڑا معلوم ہونے لگا۔ یہ سب کچھ فضل الٰہی تھا اور حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم کا مظاہرہ جس پر وہ چاہتا ہے فرماتا ہے اور وہ خالق مطلق بڑے فضل والا ہے۔'' (قلائد الجواہر)

مواعظ حکم الٰہی کے تحت: حضرت شیخ ابوالوفا کے بیٹے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے ان کی علالت کے دوران عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں تو انہوں نے جواب دیا کہ: ''ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب سوائے شیخ عبدالقادر جیلانی کے کسی کی اقتداء نہیں کی جا سکے گی۔'' چنانچہ اپنے والد شیخ ابوالوفا کے وصال کے بعد جب میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مشائخ کے ایک بڑے مجمع سے جن میں بقا بن بطو، شیخ ابو سعید قیلوی اور شیخ علی بن ہیتی جیسے اکابر اولیا شامل تھے، خطاب کرتے ہوئے فرمایا

کہ: ''میرا وعظ تم لوگوں جیسا نہیں ہوتا بلکہ میں جو کچھ کہتا ہوں حکم الٰہی سے کہتا ہوں۔ میرا وعظ ہوا میں پرواز کرنے والے (یعنی رجال الغیب) لوگوں کے لئے بھی ہوتا ہے۔'' یہ فرما کر آپ سرکار غوث پاک نے جب اپنا سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو میں نے بھی گردن اٹھائی اور اس نورانی مخلوق کا مشاہدہ کیا جو نورانی گھوڑوں پر سوار تھی۔ اور ان کے ہجوم کی وجہ سے آسمان تک نظر نہ آتا تھا۔ یہ سب لوگ سر جھکائے ہوئے خاموش تھے۔ ان میں کچھ آبدیدہ تھے کچھ لرز رہے تھے۔ بعض ایسے بھی تھے جن کے کپڑوں میں آگ لگی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ یہ دیکھ کر مجھ پر ایسا رُعب طاری ہو گیا کہ میں صفوں کو چیرتا پھاڑتا دیوانہ وار حضرت شیخ کی طرف بھاگ کر منبر پر چڑھ گیا۔ آپ نے ازراہ شفقت میرا کان پکڑ کر مجھ سے فرمایا: ''اے کروم! کیا تیرے لئے اپنے باپ کی پہلی ہی وصیت کافی نہ تھی؟'' اس کے بعد سے میں نے آپ کی خدمت میں حاضری اپنے لئے لازم کر لی۔

قطع مسافت کا ایک واقعہ: ایک مرتبہ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی منبر پر جلوہ افروز تھے تو نہ آپ نے خطاب فرمایا اور نہ کسی قاری نے قرأت کی۔ اس کے باوجود حاضرین مجلس پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ شیخ صدقہ بیان کرتے ہیں مجھے خیال آیا کہ آج یہ کیا کیفیت طاری ہو گئی ہے تو آپ نے ان کے قلوب کا حال معلوم کر کے فرمایا کہ ''میرا ایک مُرید بیت المقدس سے ایک قدم میں یہاں پہنچ کر میرے ہاتھ پر تائب ہوا ہے۔ چنانچہ اس کی جانب سے آج تمام اہل مجلس کو دعوت ہے۔'' شیخ صدقہ نے پھر اپنے دل میں کہا کہ جو شخص بیت المقدس سے ایک قدم میں یہاں پہنچ سکتا ہے وہ کس چیز سے توبہ کرے گا۔ آپ نے پھر ان کو دیکھ کر فرمایا کہ ''ہوا میں اڑنے والا اس لئے توبہ کرنے نہیں آیا کہ اُس نے ہوا میں قدم کیوں رکھا۔ بلکہ اس کو یہ احتیاج لے کر آئی ہے کہ میں شفقت و محبت کے ساتھ اس کو طریقت کی تعلیم دوں۔''

حضور غوث پاکؒ کا حال یہ تھا کہ حاضرین مجلس کے سروں پر ہوا میں قدم رکھتے ہوئے چلا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ اُس وقت تک سورج طلوع نہیں ہو سکتا جب تک مجھے سلام نہ

کر لے۔ اسی طرح ماہ و ایام' شب روز بھی مجھے ہر ہر لمحہ کی خبر دیتے رہتے ہیں اور ہر نیک و بد کے احوال میرے سامنے پیش کرتے ہیں۔ میری نگاہیں لوح محفوظ پر مرکوز رہتی ہیں اور میں علم خداوندی کے درمیان غوطہ زن ہو کر ذاتِ باری کا مشاہدہ کرتا رہتا ہوں اور نائب رسول اللہؐ ہونے کی حیثیت سے میں تمہارے لئے حجت ہوں۔ ہر ولی اللہ اپنے نبی کے نقش قدم پر چلتا ہے اور میں اپنے جدِ اعلیٰ جناب محمد الرسول اللہؐ کے نقش قدم پر اس طرح گامزن رہتا ہوں کہ سوائے قدم نبوت کے میرا ہر قدم آپ ہی کے قدم پر پڑتا ہے۔ میں جنات اور ملائکہ کا بھی شیخ ہوں۔

ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جب تم خدا سے دعا مانگو تو میرے وسیلے سے مانگو۔ اور اے اہل مشرق و مغرب! آؤ اور مجھ سے علم حاصل کرو۔ اے اہل عراق طریقت کے اقوال میرے پاس اس طرح موجود ہیں جس طرح مکان میں کپڑے لٹکے ہوئے ہوں' اور جو کپڑا تم چاہو پہن لو۔''

ابو محمد عفیف ابن مبارک جیلی کا بیان ہے کہ میں نے شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی سے سنا ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ ''اے میرے غلام پاس بیٹھ کر میرے پاس نہ بیٹھنے سے توبہ کر۔ یہاں ولایات اور درجات ہیں۔ اے توبہ کے خریدار۔ بسم اللہ آگے بڑھ اے معافی کے خریدار آگے بڑھ' اے اخلاص کے خریدار تو میرے پاس ہر ہفتہ میں ایک دفعہ' ہر سال میں ایک دفعہ یا تمام عمر میں ایک دفعہ آ اور ہزاروں چیزیں مجھ سے لے۔ ہزار سال تک سفر کرتا کہ مجھ سے ایک بات سنے۔ جب تو یہاں داخل ہو تو اپنا علم' اپنا زہد' اپنی پرہیزگاری اپنے حالات سب چھوڑ کر آتا کہ مجھ سے سب کچھ حاصل کرے۔ میرے پاس خاص خاص فرشتے' اولیاء اللہ' اور مردان غیب حاضر ہوتے ہیں اور مجھ سے خدا تعالیٰ کے دربار کے آداب سیکھتے ہیں۔ کوئی ولی اللہ ایسا نہیں جو میری مجلس میں حاضر نہ ہوتا ہو۔ زندہ اپنے جسموں کے ساتھ اور جو دنیا سے پردہ کر گئے وہ اپنی روحوں کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔'' (غوث العالمین)

ایک مرتبہ حضور غوث العالمین اپنی مجلس وعظ میں قضا و قدر پر گفتگو فرما رہے تھے کہ

اچانک چھت سے ایک بڑا سانپ گرا اور آپ کے کپڑوں میں گھس گیا لیکن آپ محو گفتگو رہے۔ بعدازاں وہ سانپ آپ کے گریبان سے نکلا اور گردن کے گرد حلقہ مار کر بیٹھ گیا۔ آپ نے اسکی مطلق پرواہ نہ کی۔ پھر وہ سانپ اتر کر آپ کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا اور دم اٹھا کر آپ سے کچھ کہا اور چلا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ سانپ نے مجھے کہا کہ ''میں نے اس طرح بہت سے اولیاء کو آزمایا ہے مگر آپ کی طرح کوئی ثابت قدم مجھے نظر نہیں آیا۔'' میں نے جواب دیا کہ ''تو مجھ پر اس وقت گرا جب میں قضا وقدر پر گفتگو کر رہا تھا۔ تو ایک حقیر سے کیڑے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا جسے قضا وقدر حرکت دیتے ہیں۔ میں نے ارادہ کرلیا کہ میرا فعل میرے قول کے برعکس نہیں ہونا چاہیے۔'' (غوث العالمین)

شیخ ابوالقاسم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور جناب غوث پاک کے منبر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ (آپ کے منبر کی سیڑھی پر دو نقیب بیٹھا کرتے تھے) اور جو لوگ نیچے بیٹھتے تھے اُن پر ایسی ہیبت طاری رہتی تھی جیسے سامنے شیر بیٹھے ہوئے ہوں۔ اس وقت حضرت شیخ پر ایسی استغراقی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ کے عمامے (دستار) کی تہ کھل گئی۔ اور آپ کو قطعاً پتہ نہیں چلا۔ ادھر تمام حاضرین مجلس نے بھی اپنے عمامے اور گلو بند نیچے پھینک دیئے اور جب آپ اپنے بیان سے فارغ ہو چکے تو مجھ سے فرمایا کہ: اے ابوالقاسم! تمام لوگوں کے عمامے اور گلو بند (رومال) اٹھا کر دے دو۔''

چنانچہ میں نے تعمیل ارشاد میں سب کے عمامے واپس کر دیئے۔ ایک چادر البتہ باقی رہ گئی اور اس کا کوئی دعویدار نہ تھا اور نہ ہی کوئی حاضرین میں سے باقی تھا۔ حضرت شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ ''یہ چادر مجھے دے دو۔''

میں نے وہ چادر آپ کو دے دی جس کو آپ نے دائیں کندھے پر رکھا۔ دوبارہ جب نظر ڈالی تو وہ چادر کندھے پر موجود نہ تھی۔ مجھے تعجب ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''جب اہل مجلس نے اپنے عمامے (پگڑیاں) اتارے تھے تو میری ایک بہن جو اصفہان سے تقریر سننے آئی تھیں انہوں نے بھی چادر اتار دی تھی جو یہیں رہ گئی تھی۔ میں نے وہ ان کو دی تو انہوں نے

ہاتھ بڑھا کر لے لی۔" یہ فرما کر آپ منبر سے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اتر آئے۔

غائبانہ طور پر وعظ سننا: شریف ابوالعباس اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ شیخ عبدالقادر کی مجلس میں عراق کے بڑے بڑے مشائخ، علماء اور مفتی حاضر ہوا کرتے تھے اور بغداد میں کوئی مشہور مشائخ ایسا نہ تھا جو آپ کی مجلس میں حاضر نہ ہوتا مگر شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی کو بغداد میں داخل ہوتے کبھی نہ دیکھا گیا۔ لیکن میں نے ان کو طفسونج میں کئی مرتبہ دیکھا کہ دیر تک چپ چاپ بیٹھے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس لئے چپ رہتا ہوں کہ شیخ عبدالقادر کے کلام کو سنوں اور میں نے شیخ عدی بن مسافر کو لالش (جگہ کا نام) میں کئی بار دیکھا کہ وہ اپنے حجرہ سے نکل کر پہاڑ کی طرف جاتے اور عصا سے ایک دائرہ کھینچ لیتے اور فرماتے کہ جو شخص یہ چاہے کہ شیخ عبدالقادر کے کلام کو سنے اس کو چاہیئے کہ اس دائرہ میں آ جائے۔ تب اس میں ان کے بڑے بڑے مریدین داخل ہوتے۔ شیخ کے کلام کو سنتے اور لکھ لیتے۔ اور اس دن کی تاریخ لکھ لیتے۔ بغداد میں آتے اور اس دن جن لوگوں نے شیخ کے کلام کو نقل کیا ہوا ہوتا مقابلہ کرتے تو برابر وہی نکلتا۔ اور شیخ عبدالقادر اس وقت میں کہ شیخ عدی دائرہ میں داخل ہوتے تو اپنی مجلس والوں سے فرماتے کہ شیخ عدی بن مسافر کی آنکھ تم لوگوں میں ہے یعنی تمہیں دیکھ رہی ہے۔ (بہجۃ الاسرار)

وعظ کے دوران بارش: شیخ عدی بن برکات اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار غوث پاک کے وعظ کے دوران بارش شروع ہوگی اور اہل مجلس منتشر ہونے لگے۔ اُس وقت حضرت شیخ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر عرض کیا۔ اے مولا! "میں تیرے لئے لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور تو انہیں منتشر کرتا ہے۔" چنانچہ اس وقت آپ کی مجلس پر سے تو بارش بند ہوگئی البتہ مدرسہ سے باہر مسلسل ہوتی رہی۔

حضرت ابوحفص سے روایت ہے کہ سیّدنا غوث پاکؓ نے مجھے ارشاد فرمایا "اے عمر! میری مجلس سے دور نہ رہا کرو کیونکہ یہاں خلعت ولایت تقسیم ہوتی رہتی ہیں۔ وہ لوگ بڑے بدقسمت ہیں جو اس مجلس سے محروم رہتے ہیں۔" عمر بیان کرتے ہیں کہ مجھے مجلس میں حاضر

ہوتے عرصہ گزر گیا۔ ایک بار مجلس میں بیٹھے مجھ پر نیند غالب آ گئی اور خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے ہزاروں سرخ اور سبز خلعتیں اتر رہی ہیں اور حاضرین مجلس کو پہنائی جا رہی ہیں۔ میں دہشت زدہ ہو کر اٹھا اور چلانے ہی لگا تھا کہ سرکار غوث پاک نے فرمایا: ''بیٹا خاموش رہو! شنیدہ کہ بود مانند دیدہ۔'' (غوث العالمین)

ایک روز آپ مجلس میں وعظ فرما رہے تھے تو حاضرین بے توجہ اور سست نظر آنے لگے۔ آپ نے فرمایا ''اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میرا بیان سننے کے لئے آسمان سے سبز پرندے بھیج دے۔'' ابھی آپ بیان ختم نہیں کرنے پائے تھے کہ مجلس سبز پرندوں سے بھر گئی۔

ایک روز سیّدنا غوث اعظم وعظ فرما رہے تھے کہ چند قدم پر اڑ کر فرمایا ''اے اسرائیلی ٹھہر اور محمدی کی بات سنتا جا۔'' جب آپ اپنی جگہ واپس تشریف لائے تو لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا؟ سرکار نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خضرؑ ہماری مجلس سے تیزی سے گزر رہے تھے تو میں نے ان کو آواز دی کہ محمدی کا وعظ بھی سنتے جائیں۔'' روایت ہے کہ اس کے بعد حضرت خضرؑ کی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ جس ولی اللہ سے ملتے اس کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں حاضر ہونے اور وعظ سننے کی تلقین فرماتے ہوئے کہتے کہ ''جو کوئی اپنی کامیابی دین و دنیا میں چاہتا ہے شیخ کی مجلس وعظ میں شریک ہو۔'' (غوث العالمین)

حضرت ابو حفص روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور سیّدنا غوث پاک کی محفل میں حاضر تھا کہ مجھے نور کی قندیل کی طرح کوئی چیز دکھائی دی جو آسمان سے اتر رہی ہے اور جناب غوثیت مآب کے منہ کے قریب ہو کر آسمان کو لوٹ گئی ہے۔ ایسا میں نے تین مرتبہ دیکھا اور معاً گھبرا کر کھڑا ہو گیا کہ لوگوں کو بتاؤں لیکن سرکار نے مجھے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ اور آداب مجلس کو برقرار رکھو۔'' میں بیٹھ گیا مگر آپ کی زندگی میں میں نے کبھی کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کیا۔ (غوث العالمین)

ایک راہب سنان نامی غوث پاک کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں یمنی باشندہ ہوں اور جب میرے قلب میں اسلام قبول کرنے کا خیال پیدا ہوا تو میں نے تہیہ کر لیا کہ یمن

میں جو سب سے بہتر شخص ہوگا اس کے ہاتھ پر ایمان قبول کروں گا۔ جب میں اس خیال میں غرق زمین پر بیٹھا ہوا تھا تو میرے اوپر نیند کا غلبہ ہوا اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا جو مجھے حکم دے رہے ہیں کہ بغداد جا کر شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ پر ایمان لاؤ جو اس وقت خطۂ زمین پر ایک عظیم الشان شخصیت ہیں۔ (قلائد الجواہر)

شیخ عبدالوہاب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں تیرہ عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ہم عرب کے باشندے ہیں۔ جس وقت ہم نے مسلمان ہونے کا قصد کیا تو ہمیں یہ خیال پیدا ہوا کہ کس شخص کے ہاتھ پر ایمان قبول کریں۔ چنانچہ ندائے غیبی نے ہماری رہنمائی کی۔ ہم نے آواز سنی کہ: "اے فلاح کے طلب گارو! بغداد میں جا کر شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ پر ایمان لے آؤ۔ کیونکہ وہ اس وقت اہل زمین کی افضل ترین شخصیت ہیں۔ اور ان کی برکت سے تمہارے قلوب میں اتنا مستحکم ایمان جاگزین ہو جائے گا کہ یہ بات تمہیں کسی دوسری ہستی میں نہیں ملے گی۔" (قلائد الجواہر)

شیخ ابوالحسن سعد الخیر اندلسی کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ سرکار غوث پاک کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ زہد کے بارے میں بیان فرما رہے تھے۔ میرے دل میں خواہش ہوئی کہ آپ معرفت کا بیان فرمائیں۔ تب آپ نے موضوع بدلا اور معرفت پر بیان کرنے لگے کہ ایسا بیان میں نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ پھر میں نے دل میں سوچا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ شوق کے موضوع پر بیان فرمائیں۔ تب آپ نے معرفت کے موضوع کو ختم کر کے شوق پر بیان شروع کر دیا کہ میں نے ایسا کلام کبھی نہیں سنا تھا۔ پھر میں نے فنا و بقا کے بیان کی دل میں خواہش کی۔ آپ نے شوق کے بیان کو ختم کر کے فنا و بقا کے متعلق بیان کیا۔ پھر میرے دل نے چاہا کہ آپ غیبت و حضوری پر بیان کریں۔ آپ نے فنا و بقا کے بیان کو مکمل کر کے غیبت و حضوری پر بیان فرمایا۔ پھر حضرت شیخ نے فرمایا کہ اے ابوالحسن! تجھ کو یہی کافی ہے۔ تب میں بے اختیار ہو گیا اور وجد میں آ کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ (مظہر جمال مصطفائی)

شیخ یحییٰ ابن نجاح روایت کرتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ دیکھوں کہ حضرت شیخ

عبدالقادر جیلانی اپنی مجلس وعظ میں کتنے شعر پڑھتے ہیں۔ میں نے ایک ترکیب سوچی اور ایک دھاگہ لے کر آپ کی مجلس میں حاضر ہوا اور سب لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا۔ جب بھی آپ کوئی شعر پڑھتے میں گرہ لگا لیتا اور دھاگے کو کپڑے کے نیچے چھپا کر رکھتا۔ اتنے میں سرکار نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تو گرہ کھولتا ہوں اور تو لگاتا ہے۔

حضرت شیخ سیّد عبدالوہاب فرزند غوث پاک فرماتے ہیں کہ میں نے بلاد عجم کی طرف سیر کی اور مختلف علوم حاصل کیے۔ پھر جب بغداد آیا تو میں نے اپنے والد سے ایک روز کہا کہ میں چاہتا ہوں آپ کی موجودگی میں لوگوں کو اپنا وعظ سناؤں۔ آپ نے مجھا جازت دے دی۔ تب میں کرسی پر چڑھ گیا اور علوم و مواعظ کے دریا بہا دیئے لیکن کسی پر کچھ اثر نہ ہوا' کسی کا دل نرم نہ ہوا نہ کسی کے آنسو نکلے۔ تب اہل مجلس نے سرکار غوث پاک سے عرض کیا آپ ہی کچھ بیان فرمائیں۔ سرکار فرمانے لگے کہ میں کل روزے سے تھا۔ یحییٰ کی والدہ نے میرے لئے چند انڈے بھون کر ایک چھینکے میں رکھ دیئے۔ ایک بلی آئی۔ اس نے جھپٹا مار کر تمام انڈے گرا دیئے اور برتن بھی ٹوٹ گیا۔ اتنا کہنا تھا کہ تمام اہل مجلس چلا اٹھے۔ اس کے بعد عبدالوہاب نے آپ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اے بیٹے تم کو اپنے سفر اور علم پر ناز ہے۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم نے وہاں کا سفر کیا ہے؟ اے فرزند جب میں کرسی پر بیٹھا تو میرے دل میں اللہ عزوجل کی طرف سے ایک تجلی وارد ہوئی جس نے میرا دل فراخ کر دیا۔ تب میں نے وہ بات بیان کی جو تم نے سنی۔ ایسی بسط کے ساتھ جو کہ ہیبت کے ساتھ متبوض تھی۔ پھر وہ ہوا جو تم نے لوگوں میں دیکھا۔

انوار و تجلیات کی بارش: حضور سیّدنا و مولانا غوث العالمین جب محو خطاب ہوتے تو تجلیات و انوار سے آپ کا سینہ پُر نور اور رشک جلوہ طور رہتا تھا اور گاہے گاہے ایسا ہوتا کہ آپ جذب و کیف کے عالم میں چلے جاتے۔ بعض اوقات عالم وجد میں نعرہ زن ہوتے' بعض اوقات منبر سے اتر کر ٹہلنے لگتے اور گفتگو فرماتے رہتے۔ بعض اوقات آپ کے قلب اطہر پر حق تعالیٰ خود متجلی ہوتا اور آپ کی زبان سے حق تعالیٰ گفتگو فرماتا تھا۔ چنانچہ اس وقت فرط جلال سے

سامعین بے خود اور اپنی ذات سے گم ہو جاتے۔ ایک مرتبہ آپ پر تجلی حق نازل ہوئی تو آپ نے ایک چیخ ماری اور دوسری ساعت ہی حق تعالیٰ نے آپ کی زبان سے یہ جملہ جلالیت ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں اور دشمنوں کو قدر و قضاء کی آگ میں گلا دیا ہے۔" یعنی نابود و ہست کر دیا ہے۔ اس جملہ الٰہی کا سامعین پر ایسا رعب طاری ہوا کہ کئی لوگ بیک وقت جان بحق ہو گئے گویا آپ کی زبان سے حق تعالیٰ کے کلام کا جاری ہونا آپ کے سامعین کے لئے کوئی عجیب بات نہ تھی اور نہ ہی آپ کا اسلوب تلقین وارشاد عمومی مشائخ جیسا تھا۔ آپ نے خود ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ "جب تک مجھے حق تعالیٰ کا اذن نہ ہو میں زبان نہیں کھولتا۔" سبحان اللہ اتباع سنت رسول اللہؐ کو کس شان سے آپ سے ظاہر کیا گیا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے حضورؐ کی شان میں فرمایا کہ "یہ نبیؐ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ وہی کچھ کہتے ہیں جو وحی کیا جاتا ہے۔" (غوث العالمین)

تیرہ آدمیوں کی دستگیری: ایک دن سیّدنا غوث اعظم جبکہ وعظ میں مصروف تھے فرمایا: تم میں سے جو شخص جو کچھ مانگنا چاہیے مانگ لے۔ شیخ ابوالمسعود احمد بن حریمی اٹھے اور عرض کی کہ میں ترک تدبیر واختیار چاہتا ہوں۔ شیخ محمد بن قائد نے کہا مجھے مجاہدہ پر قوت چاہیے۔ شیخ اباالقاسم عمر بزازؒ نے کہا: مجھے اللہ کا خوف عطا ہو۔ شیخ ابومحمد حسن فارسی نے کہا: مجھے خدا کے لئے صاحب حال بنا دیجئے۔ چونکہ اس نعمت سے میں محروم ہو گیا ہوں۔ مجھے یہ چیز ملنی چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو۔ شیخ جمیل ابو یوسف صاحب خطوہ نے عرض کی: مجھے حفظ وقت کی ضرورت ہے۔ شیخ ابوحفص عمر غزال کہنے لگے: مجھے زیادتِ علم چاہیے۔ شیخ جیل صرصری نے عرض کی: میں چاہتا ہوں اس وقت تک مجھے موت نہ آئے جب تک مقام قطبیت پر نہ پہنچ جاؤں۔ شیخ ابوالبرکات ہمانے کہا: مجھے محبت الٰہی میں بے خودی درکار ہے۔ شیخ ابوالفتوح المعروف باابن الحضر بن نصر بغدادی نے کہا: مجھے حفظ قرآن وحدیث کرا دیں۔ شیخ ابوالخیر نے عرض کیا: مجھے ایسی معرفت درکار ہے کہ میں موارد ربانیہ اور غیر ربانیہ میں تمیز کر سکوں۔ شیخ ابوعبداللہ بن ہبۃ اللہ نے کہا: مجھے درباں سرائی کی خواہش ہے۔ ابوالقاسم بن صاحب نے گزارش کی کہ مجھے حاجب باب عزیز بنا

دیجئے۔ سیّدنا غوث اعظمؓ نے ان تمام حاضرین کی خواہشات سننے کے بعد یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:۔

كُلًّا نُمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا (۱۷:۲۰)

(ترجمہ: میں تمام کی مدد کر رہا ہوں اور یہ تمام نعمتیں تیرے پروردگار کی عطا سے ہیں اور تیرے پروردگار کی عطا سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔)

روای کہتا ہے خدا کی قسم! ان لوگوں کو وہ تمام نعمتیں مل گئیں جو انہوں نے طلب کی تھیں میں نے ہر ایک شخص کو اُسی مقام پر دیکھا جس کی اس نے حضور غوث پاک سے تمنا کی تھی۔ حضرت جلیل صرصری کے متعلق روایت ہے کہ آپ سرکار نے ان سے وعدہ قطبیت نہیں کیا تھا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ مقام انہیں موت سے صرف سات دن پہلے نصیب ہوا۔ شیخ ابو مسعود حسب منشا ترک اختیار کی انتہا کو پہنچ گئے تھے اور ان کا مرتبہ اس قدر بلند ہوا کہ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میرے دل میں میرے مصلّے سے آگے کوئی خطرہ پیدا ہی نہیں ہے۔ شیخ بن قائد کو مجاہدہ پر پورا اختیار مل گیا۔ اس کی مثال آپ کے زمانے میں دوسرے کسی بزرگ کے ہاں نہیں ملتی۔ وہ عمر کے آخری حصہ میں تقریباً چودہ سال زیر زمین مجاہدہ کرتے رہے وہ کہا کرتے تھے میں نے بھوک کو بھوکا اور پیاس کو پیاسا بنا دیا ہے۔ نیند کو سُلا دیا ہے اور بیداری کو بیدار کر دیا ہے۔ میں نے ڈر کو ڈرا دیا ہے اور مصائب کو بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے۔ صرف اللہ میرے حکم پر غالب ہے۔ شیخ عمر بزاز خوف خدا کے درجہ عالیہ پر پہنچے۔ آپ کے دماغ سے حلق تک خوف کی آواز آتی تھی۔ شیخ حسن فارسی پر جب غوث پاک نے نگاہ ڈالی تو مجلس میں بیٹھے ہی مضطرب ہو گے۔ بعد میں بتایا کہ میرے احوال قلبی سلب ہو چکے تھے۔ سرکار کی نگاہ نے میرے احوال کو میری طرف لوٹا دیا۔ شیخ جمیل کو حفظ و مراعات نفس میں وہ چیزیں حاصل تھیں جو دوسروں کے پاس نہیں تھیں۔ وہ خلا میں اپنی تسبیح کے دانوں کو معلق کر دیا کرتے تھے اور بسا اوقات آپ اپنی تسبیح کسی دیوار کی میخ سے لٹکا دیتے تھے اور یہ تسبیح دانہ دانہ ہو جاتی تھی اور ایک ایک دانہ آپ کے ہاتھ تک اڑتا چلا آتا تھا۔

شیخ عمر غزال نے کئی قسم کے علوم جمع کر لیے اور ان تمام کو از بر کر لیا تھا۔ شیخ ابوالبرکات پر جب نگاہ پڑی تو مجلس میں بیٹھے بے ہوش ہو گئے۔ انہیں وہاں سے لاشعوری کی حالت ہی میں بغداد سے لے جا کر کوفہ میں پہنچا دیا گیا۔ انہیں ایک دن کوفہ کے شراب خانے میں حیران کھڑے پایا گیا کہ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ایک دن جب حالت کچھ درست تھی فرمایا: مجھے غوث پاک کی ایک نگاہ نے غیر اللہ کی محبت سے بے نیاز کر دیا ہے۔

شیخ ابوالفتوح نے چھ ماہ میں قرآن حفظ کر لیا۔ سبعہ قرات پر ماہر ہو گئے اور بہت سی دیگر کتابیں یاد ہو گئیں۔ شیخ ابوالخیر فرماتے ہیں کہ غوث پاک نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھا تو مجھے اپنے سینہ میں ایک نور آتا دکھائی دیا۔ اسی دن سے مجھے حق و باطل میں فرق محسوس ہونے لگا۔ عبداللہ بن ہبیرہ وزارت نیابت کے ستون مقرر کر لے گئے۔ ابوالفتوح کو خلیفہ کے گھر کی تولیت مل گئی۔ ابوالقاسم کو خلیفہ کے دروازے پر حاجب مقرر کیا گیا۔ یہ لوگ اپنے اپنے عہدوں پر ایک طویل مدت تک رہے۔ (زبدۃ الآثار)

مواعظ حسنہ سے چند اقتباسات

سیّدنا غوث اعظمؒ نے اپنے آپ کو امت مسلمہ اور ملت اسلامیہ کی اصلاح و تجدید اور دعوت الی اللہ کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ اور آپ کے ہر وعظ و ارشاد' تحریر و تقریر سے جلال و جمال' ایمان و ایقان روز روشن کی طرح عیاں ہیں جن کی آج ہمیں اشد ضرورت ہے۔ آپ کے مواعظ و خطبات سے چند اسباق اختصار کے ساتھ سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔

(۱) درباری' سرکاری علماء اور مشائخ. اے علم اور عمل میں خیانت کرنے والو' تم کو ان سے کیا نسبت۔ اے اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنو! اے بندگانِ خدا کے ڈاکو! تم کتنے ظلم اور کتنے نفاق میں ہو۔ یہ نفاق کب تک چلے گا۔ اے عالمو اور اے زاہدو' شاہان و سلاطین کے لیے کب تک منافق بنے رہو گے کہ ان سے دنیا کا زر و مال اور اس کی شہوات و لذات لیتے رہو۔ تم اور اکثر بادشاہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے مال اور اس

کے بندوں کے متعلق ظالم اور خائن بنے ہوئے ہیں۔ بارالہا! منافقوں کی شوکت توڑ دے اور انہیں ذلیل فرما۔ ان کو توبہ کی توفیق دے اور ظالموں کا قلع قمع فرما اور ان کو ان سے پاک کر دے یا ان کی اصلاح فرما۔

اسی طبقہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تجھے شرم نہیں کہ تیری حرص نے تجھے ظالموں کی خدمت گاری اور حرام خوری پر آمادہ کر دیا۔ تو کب تک حرام کھاتا اور دنیا کے ان ظالم بادشاہوں کا خواستگار بنا رہے گا جن کی خدمت میں لگا ہوا ہے۔ ان کی بادشاہت عنقریب ختم ہو جائے گی اور تجھے حق تعالیٰ کی خدمت میں آنا پڑے گا جس کی ذات کو کبھی زوال نہیں۔

اے بادشاہو اور اے غلامو! اے ظالمو اور اے منصفو! اے منافقو اور اے مخلصو! دنیا ایک محدود وقت تک کے لئے ہے اور آخرت لامتناہی مدت تک' اپنے مجاہدے اور زہد سے تمام ماسوا اللہ کو چھوڑ دو اور غیر اللہ سے اپنے قلوب کو پاک کرو۔

(۲) اے حرام خورو! تم رمضان میں اپنے نفسوں کو پانی پینے سے روکتے ہو اور جب افطار کا وقت آتا ہے تو مسلمان کے خون سے افطار کرتے ہو اور ان پر ظلم کر کے جو مال حاصل کیا اس کو نگلتے ہو۔ اے لوگو! افسوس تم تو سیر ہو کر کھاتے ہو اور تمہارے پڑوسی بھوکے ہیں اور پھر دعویٰ یہ کرتے ہو کہ ہم مومن ہیں۔ تمہارا ایمان صحیح نہیں۔

(۳) اے مولویو! اے فقیہو' اے زاہد و عابد! تم میں کوئی ایسا نہیں جو توبہ کا حاجت مند نہ ہو۔ ہمارے پاس تمہاری موت و حیات کی ساری خبریں ہیں۔ سچی محبت جس میں تغیر نہ آئے محبت الٰہی ہے وہی ہے جس کو تم اپنے قلب کی آنکھوں سے دیکھتے ہو' اور وہی محبت روحانی صدیقوں کی محبت ہے۔ اے نفس پرستو! اے خواہشوں اور شیطانوں کے غلامو! میں تمہیں کیا بتاؤں میرے پاس تو حق در حق' مغز در مغز اور صفائی در صفائی اور توڑنے اور جوڑنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ توڑنا ماسوی اللہ سے اور جوڑنا اللہ سے۔

(۴) اے سیاست دانو اور امیرو! مجھے پشت پناہ بناؤ۔ مجھ کو حق تعالیٰ کی طرف سے قوت دی گئی ہے۔ اللہ والے تم کو انہی کی ممانعت کرتے ہیں جن کی اللہ نے ممانعت کی ہے۔

تمہاری خیر خواہی ان کے سپرد کی گئی ہے۔ بس وہ (اولیاء اللہ) اس امانت کو ادا کرتے ہیں۔

(۵) اے منافقو! تمہارا یہ گمان ہے کہ دین ایک افسانہ اور قصہ مہمل ہے۔ تمہارے اور تمہارے شیطانوں اور ہم نشینوں کی کوئی وقعت نہیں۔ اے اللہ توجہ فرما مجھ پر اور ان پر اور ان کو رہائی دے ذلت' نفاق اور قید شرک سے۔ اللہ کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر حلال کمائی سے مدد چاہو۔ اللہ جل جلالہ' بندہ مومن و فرمانبردار اپنی حلال کمائی کھانے والے سے محبت کرتا ہے۔ جو کھائے اور کام کرے اور اس سے بغض رکھتا ہے جو کھائے اور کام نہ کرے۔

(۶) اے علم کے دعویٰ دارو! تو دنیا داروں سے دنیا چاہتا ہے اور ان کے سامنے جھکتا ہے۔ حق تعالیٰ نے تمہیں علم دے کر گمراہ کر دیا۔ تیرے علم کی برکت جاتی رہی۔ اس کا مغز جاتا رہا اور صرف پوست باقی رہ گیا۔ تم بندگان مخلوق' بندگان ریا و نفاق ہو۔ بندگان مخلوق و خواہشات و لذات و ثنا ہو۔ تم میں کوئی بھی نہیں جس کے لئے بندگی محقق ہو اِلاَّ مَا شَآءَ اللّٰہ۔

(۷) اے اہل بغداد! تمہارے اندر نفاق زیادہ اور اخلاص کم ہو گیا اور اقوال بلا اعمال بڑھ گئے اور عمل کے بغیر قول کسی کام کا نہیں ہے۔ تمہارے اعمال کا بڑا حصہ جسم بے روح ہے کیونکہ روح اخلاص و توحید اور اللہ و سنت رسول اللہ ؐ پر قائم رہتا ہے۔ غفلت مت کرو۔ اپنی حالت کو پلٹو کہ راہ پاؤ۔

(۸) اے لوگو! جان لو پاک ہے وہ ذات جس نے میرے قلب میں مخلوق کی خیر خواہی ڈالی اور اس کو میرا مقصود و مطلوب اعظم بنایا۔ میں خیر خواہ ہوں اور اس پر معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ میری اجرت مجھ کو حق تعالیٰ کے پاس مل چکی ہے۔ میں دنیا کا طالب نہیں ہوں۔ نہ میں بندہ ہوں دنیا کا' نہ آخرت کا اور نہ ماسوئ اللہ کا۔ میں صرف خالقِ کائنات' یگانہ اور قدیم کو پوجتا ہوں۔ تمہاری فلاح میں میری خوشی ہے اور تمہاری ہلاکت میں میرا غم! میں کسی سچے مرید کا چہرہ دیکھتا ہوں جو میرے ہاتھوں پر کامیاب

ہوا تو سیراب و مسرور ہو جاتا ہوں۔ اعمال کی بنیا توحید و اخلاص ہے جس کے پاس تو حید و اخلاص نہیں اس کے پاس کوئی عمل نہیں۔

اور جان لو کہ میں نے صبر کیا اور صبر کا انجام بہتر دیکھا۔ میں مر چکا پھر حق تعالیٰ نے مجھ کو زندہ کیا اور پھر مجھ کو موت دی۔ میں معدوم ہوا پھر وہ مجھے عدم سے وجود میں لایا۔ میں اس کی معیت ہی میں مرا اور اس کی معیت میں بادشاہ بنا۔ میں نے ترک ارادہ و اختیار میں اپنے نفس سے مجاہدہ کرایا۔ یہاں تک کہ یہ مقام قرب نصیب ہوا کہ تقدیر میرا ہاتھ تھامتی ہے۔ احسان مدد کرتا ہے۔ فعل مجھ کو حرکت دیتا ہے اور غیرت میری حفاظت کرتی ہے اور معیشت میری اطاعت کرتی ہے۔ علم ازلی مجھے آگے بڑھاتا اور حق تعالیٰ جل جلالہٗ مجھے رفعت و ترقی دیتا ہے۔ تم پر افسوس کہ مجھ سے بھاگتے ہو۔ حالانکہ میں تمہارا فقط کوتوال ہوں۔ میرے پاس ٹھہرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

میری طرف آؤ کہ میں کعبہ کا دروازہ ہوں۔ اِدھر آؤ کہ میں بتاؤں کہ حج کس طرح ہوتا ہے۔ میں تم کو وہ القاب بتا دوں گا جس سے تم رب کعبہ سے خطاب کرو۔ عنقریب جب غبار ہٹے گا تو تم کو نظر آ جائے گا۔

(۹) اے لوگ سنو! میں داعی الی اللہ ہوں۔ میری دعوت قبول کرو میں تم کو اللہ کے دروازے اور اس کی اطاعت کی طرف بلاتا ہوں۔ اپنے نفس کی طرف نہیں بلاتا۔ منافق ہی مخلوق کو اللہ کی طرف نہیں بلاتا بلکہ اپنے نفس کی طرف بلایا کرتا ہے۔ میں ہر کذاب، منافق، دجال پر مسلط کیا گیا ہوں کہ جن میں سب سے بڑا ابلیس ہے اور سب سے چھوٹا فاسق میں ہر گمراہ اور گمراہ کنندہ اور باطل کی طرف بلانے والے سے برسر جنگ ہوں اور اس پر لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم سے مدد کا خواستگار ہوں۔

(۱۰) اے صوفی! تجھ پر افسوس ہے کہ تو دعویٰ تو یہ کرتا ہے کہ تو صوفی ہے لیکن تو سراپا کدورت ہے۔ صوفی وہ ہے جس کا ظاہر و باطن کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تابعداری کی وجہ سے صاف ہو جائے۔ بس جوں جوں اسکی صفائی بڑھے گی وہ اپنی ہستی کے سمندر سے

نکلتا اور صفائی قلب کے سبب اپنے ارادہ واختیار کو چھوڑتا جائے گا۔

(۱۱) اے لوگو! خدا کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرو۔ معذرت کرو' ندامت کا اظہار کرو۔ اپنے دونوں رخساروں پر آنسو بہاؤ۔ یاد رکھو اللہ کے خوف سے رونا' گناہوں کی آگ اور غضب الٰہی کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ جب تو دل سے تائب ہو جائے گا تو سچی توبہ کا نور تیرے چہرے کو منور کر دے گا۔

(۱۲) اے لوگو! اگر بلا و مصائب نہ ہوتے تو تمام آدمی زاہد و عابد بن جاتے لیکن انسانوں پر جب کوئی بلا آتی ہے تو وہ صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے رب کے دروازے سے دُور ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھو جو صبر کے امتحان میں پورا نہ اترا وہ عطائے الٰہی سے محروم ہو گیا۔ جب تم نے صبر و رضا کو چھوڑ دیا تو تم اللہ تعالٰی کی عبودیت سے خارج ہو گئے۔ ارشاد ربانی ہے کہ "جو شخص میری قضا و قدر پر راضی نہیں وہ میرے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنا لے۔" لہٰذا تم اسی پر قناعت کرو اس کے غیر کو چھوڑ دو۔

(۱۳) اے بیٹے! ذکر کی برکت سے تیرا قلب قرب خداوندی کی سعادت حاصل کرے گا اور اللہ تعالٰی تجھے اپنے قرب کے گھر میں داخل کر لیں گے اور تو ان کا مہمان ہو جائے گا۔ مہمان کی عزت کی جاتی ہے خصوصاً اس کی جو بادشاہ کا مہمان بن جائے۔

(۱۴) اے فقراء الٰہی کو اذیت دینے والے! تجھ پر افسوس۔ اس حدیث کو سن لے۔ یہی لوگ اللہ پر ایمان لانے والے' نیکوکار' عارف اور اسی پر توکل رکھنے والے ہیں۔ تجھ پر افسوس تو عنقریب مرے گا۔ گھسیٹ کر گھر سے باہر نکالا جائے گا اور جس مال پر جان قربان کرتا ہے یہ سب لوٹا جائے گا۔ نہ تجھے نفع دے گا اور نہ کوئی بلا دور کرے گا۔

(۱۵) اے اللہ کے ذکر میں مشغول ہونے والے! اور اے اللہ کے لئے اپنے قلب کو منکسر بنانے والے! کیا تو اس کی اس بخشش پر خوش نہیں ہے کہ وہ تیرا ہمنشین ہو جائے۔ ارشاد ربانی ہے: "میں اس کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے اور میں ان کے پاس ہوں جن کے دل میرے لئے شکستہ ہو رہے ہیں۔" (حدیث)

(۱۶) اے منافقت پیشہ! اے طالب دنیا! اپنی مٹھی کھول کر دیکھ اس میں تو کچھ نہیں پائے گا۔ تجھ پر افسوس تو نے کسبِ حلال کی قدر نہ سمجھی اور دین فروخت کر کے لوگوں کے مال کھائے۔ تمام انبیاء محنت سے رزق حلال حاصل کرتے تھے۔ ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو کچھ نہ کچھ پیشہ اختیار نہ کرتا ہو۔ البتہ آخر میں تبلیغی ضرورتوں کے لئے اللہ کے حکم سے انہوں نے مخلوق سے کچھ وصول کیا۔ اے دنیا کی شراب، شہوات اور لالچ میں مدہوش انسان! عنقریب تجھے ہوش آ جائے گا اور اس وقت تو اپنی قبر میں پڑا ہو گا۔ یہی وہ مقام ہے جس کو وحی کی زبان میں ''حبط اعمال'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''نفاق پیشہ لوگ اللہ کو بھولے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھلا دیا ہے۔ منافق فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ کئی گذشتہ قومیں، قوت و مال اور اولاد میں بہت بڑھ چڑھ کر ہو گزری ہیں۔ ان کے کاروبار، دنیا و آخرت دونوں اکارت ہو گئے۔ آخر خسارہ ہی خسارہ پلے پڑا (۹: ۶۸-۶۷)

(۱۷) اے مدعی علم! عمل کے بغیر تیرے علم کا کوئی اعتبار نہیں اور اخلاص کے بغیر تیرے عمل کی کوئی وقعت نہیں کیونکہ اخلاص کے بغیر عمل ایک جسم ہے بغیر روح کے۔

(۱۸) اے لوگو! جان لو: ''بے شک دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی یعنی تمہاری لونڈی ہے اور تم آخرت کے لیے پیدا کئے گئے'' (حدیث) سیّدنا غوث پاک فرماتے ہیں کہ دنیا میں اپنا مقسوم اس طرح مت کماؤ کہ وہ بیٹھی ہوئی ہو اور تو کھڑا ہو۔ بلکہ اسے بادشاہ کے دروازے پر اس طرح کما کہ تو بیٹھا ہو اور وہ طباق اپنے سر پر رکھے ہوئے کھڑی ہو۔ دنیا خدمت کرتی ہے اس کی جو حق تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے۔ اور جو دنیا کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اسے ذلیل کرتی ہے۔ کھا حق تعالیٰ کے ساتھ عزت و تونگری کے قدم پر۔ یاد رکھو! دنیا ہاتھ میں رکھنی جائز، جیب میں رکھنی جائز کسی اچھی نیت سے اسے جمع کرنا جائز ہے، باقی اس کو قلب میں جگہ دینی جائز نہیں۔ دروازے پر اس کا کھڑا ہونا جائز لیکن دروازے سے آگے گھسنا جائز نہیں۔ نہ ہی اس میں تیرے لئے

عزت ہے۔

(۱۹) سنو! تیرے لئے اصلی بناؤ سنگار یہ ہے کہ تو اپنے ظاہر کو آداب شریعت سے مزین کرے اور اپنے باطن کو مخلوقات سے پاک کرے۔ان کے دروازے بند کردے۔ان کو اپنے دل سے اس طرح نکال پھینک کہ گویا مخلوق پیدا ہی نہیں ہوئی۔ان کو نفع ونقصان کا مالک نہ سمجھ۔تو قالب (جسم) کی زینت میں مشغول اور قلب کی زینت سے غافل ہے۔قلب کی زینت توحید' اخلاص اور اللہ سے وابستہ ہونے سے ہوتی ہے۔

(۲۰) اے لوگو! شریعت محمدیہ کی پیروی کرو اور بدعت سے پرہیز کرو۔شریعت کے موافق رہو۔مخالف نہ بنو۔شریعت کی اطاعت کرو نافرمانی نہ کرو۔اللہ کے مخلص بنو۔مشرک نہ بنو۔حق تعالیٰ کے موحد بنو اس کے دروازے سے نہ ہٹو۔سب کچھ اسی سے مانگو غیر سے نہ مانگو۔اللہ ہی سے مدد چاہو۔غیر سے نہ چاہو۔اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔غیر پر بھروسہ نہ کرو۔یہ تعلیم ہے تصوف کی روح' شریعت کا مغز' اسوۂ انبیاء اور طریق اولیاء اللہ۔جو بھی اس راستے سے ہٹا نامراد ہو گیا۔

(۲۱) اے مسلمانو! جناب رسول اللہؐ کے دین کی دیواریں پے در پے گرتی جارہی ہیں۔اس کی بنیادیں اکھڑتی اور بکھرتی جارہی ہیں۔اے باشندگان زمین آؤ اور جو گر گیا ہے اس کو مضبوط کردیں۔اور جو مسمار ہو گیا ہے اس کی تعمیر کریں۔یہ کام فرد واحد سے پورا نہیں ہوتا ہم سب کو مل کر کام کرنا چاہیئے۔

اے سورج! اے چاند! اور اے دن! تم سب مل کر آؤ۔اسلام رو رہا ہے۔اور ان کو فاسقوں' بدعتیوں' گمراہوں اور مکر کا لباس اوڑھنے والوں کے ظلم سے اپنے سر کو تھامے فریاد کررہا ہے۔

محبوب سبحانی وقطب ربانی' شہباز لامکانی سیدنا ومولانا حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ کا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ آپ اپنی تعریف سنتے یا کرنے کے شائق ہوتے

چنانچہ فرماتے ہیں:۔

(۲۲)اے لوگو! جو کچھ میں کہتا ہوں اسے دل کے کانوں سے سنو اور یاد رکھو اور اس پر عمل کرو۔ میں حق کہتا ہوں' حق کی طرف سے کہتا ہوں۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم میرا وعظ سن کر میری تعریف کرو کہ تو نے خوب بیان کیا بلکہ تم اپنے دل کی زبان سے خوبی بیان کا اعتراف کرو اور میرے کہنے پر عمل کرو اور اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو یہاں تک کہ میں تمہارے اخلاص کو دیکھ کر بول اٹھوں۔ شاباش! تم بہت ٹھیک کر رہے ہو۔(فتح الربانی اور فتوح الغیب)

مجالس وعظ میں حضور پاک کی دعائیں: سرکار غوث پاک کے فرزند شیخ سیّد عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ماجد اور شیخ محترم دوران وعظ یہ دعائیں پڑھا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِوَصْلِکَ مِنْ صَدِّکَ وَ بِقُرْبِکَ مِنْ طَرْدِکَ وَبِقُبُوْلِکَ مِنْ رَدِّکَ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَھْلِ طَاعَتِکَ وَوُدِّکَ وَ اَھِلَّنَا بِشُکْرِکَ وَ حَمْدِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ ط

اَللّٰھُمَّ نَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یَصْلَحُ لِلْعَرْضِ عَلَیْکَ وَ اِیْقَانًا نَقِفُ بِہٖ فِی الْقِیَامَۃِ بَیْنَ یَدَیْکَ وَ عَصْمَۃً تُنْقِذُنَا بِھَا مِنْ وَرْطَاتِ الذُّنُوْبِ وَرَحْمَۃً تُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ دَنَسِ الْعُیُوْبِ وَ عِلْمًا نَفْقَہٗ بِہٖ اَوَامِرَکَ وَ نَوَاھِیْکَ وَ فَھْمًا نَعْلَمُ بِہٖ کَیْفَ نُنَاجِیْکَ وَاجْعَلْنَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مِنْ اَھْلِ وَلَا یَتِکَ وَامْلَاْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ وَ اکْحَلْ عُیُوْنَ عُقُوْلِنَا بِاشْدِھْدِ اٰیٰتِکَ وَ اَحْرِسْ اَقْدَامَ اَفْکَارِنَا مِنْ مَزَایِقِ مَوَاطِیءِ الشُّبْھَاتِ فَامْنَعْ طُیُوْرَ نُفُوْسِنَا مِنَ الْوُقُوْعِ الشُّبَاکَ مُوْبِقَاتِ الشَّھْوَاتِ وَ اَعِنَّا فِیْ اِقَامَۃِ الصَّلٰوۃِ عَلٰی تَرْکِ الشَّھْوَاتِ وَامْحُ سُطُوْرَ سَیِّاٰتِنَا مِنْ جَرَائِدِ اَعْمَالِنَا بِاَیْدِی الْحَسَنَاتِ وَکُنْ لَنَا حَیْثُ یَنْقَطِعُ الرَّجَآءُ مِنَّا اِذَا اَعْرَضَ اِھْلِ الْجُوْدِ بِوُجُوْھِھِمْ عَنَّا حِیْنَ تَحْصُلُ فِیْ ظُلَمِ اللُّحُوْدِ رَھَایِنَ اَفْعَالِنَا اِلٰی یَوْمِ الشُّھُوْدِ وَ اجْرُ عَبْدَکَ الضَّعِیْفَ عَلٰی مَا اَلِفَ وَاعْصِمْہُ مِنَ الزَّلَلِ

وَوَفِّقْهُ وَالْحَاضِرِيْنَ لِصَالِحِ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَاَجْرِ عَلٰى لِسَانِهٖ مَا يَنْتَفِعُ بِهِ السَّامِعُ وَتَذْرِفُ لَهُ الْمَدَامِعُ وَيُلَيِّنُ الْقَلْبَ الْخَاشِعَ وَاغْفِرْلَهٗ وَلِلْحَاضِرِيْنَ وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ○

ترجمہ: اے اللہ ہم تیرے وصل کی تمنا کرتے ہیں تیرے اعراض سے اور تیرے قرب کی تیرے دھکارنے سے اور تیرے قبول کرنے کی تیرے رد کرنے سے اور ہم کو اہل طاعت اور اپنے دوستوں میں سے بنالے اور اے ارحم الراحمین ہمیں اپنے شکر اور حمد کرنے کا اہل بنادے۔

اے اللہ تجھ سے ایسے ایمان کے طلبگار ہیں جو تیرے حضور پیش کیا جا سکے اور ایسا ایقان طلب کرتے ہیں جس کی وجہ سے تیرے سامنے کھڑے ہوسکیں اور ایسی عصمت چاہتے ہیں جو ہمیں گناہوں کے غاروں میں گرنے سے بچادے اور وہ رحمت طلب کرتے ہیں جس کے ذریعہ ہم عیوب کی نجاست سے پاک رہیں اور ایسا علم عطا کر جس کے ذریعہ تیرے اوامر ونواہی کو سمجھ سکیں۔ اور وہ فہم عطا کر جس سے ہم مناجات کا طریقہ جان لیں۔ اور ہمیں دنیا اور آخرت میں اپنی ولایت کا اہل بنادے اور ہمارے قلوب کو اپنے نور معرفت سے لبریز کردے۔ اور ہماری عقل کی آنکھوں میں ہدایت کا سرمہ لگا اور ہمارے افکار کے قدموں کو محفوظ کردے اور ہمیں شبہات کے گڑھوں میں گرنے سے اور ہمارے نفوس کے پرندوں کو جال میں پھنسنے سے بچالے اور شہوتوں کی ہلاکت سے اور شہوات کو ترک کرکے اقامت صلوۃ میں ہماری اعانت فرما۔ اور ہمارے نامہ اعمال سے بداعمالیوں کو نیکیوں کے ہاتھ سے مٹادے۔ اور ہمیں ایسا بنادے کہ اہل جودوکرم کے سامنے اپنی آرزوئیں پیش کرنے کے قابل ہی نہ رہیں اور قبر کے تاریک ماحول میں ہماری اعانت کر اور ہمارے سافعال سے قیامت کے دن درگذر فرما۔ اور اپنے اس ضعیف بندے کو اجر عطا کر جس نے لوگوں کو جمع کیا اور اس کو لغزشوں سے محفوظ کردے۔ اور مجھے اور تمام حاضرین کو صالح قول اور نیک عمل کی توفیق عطا کر اور اُس کی زبان پر وہ چیز جاری کردے جس سے سامعین نفع حاصل کرسکیں اور جس کے خضوع سے آنسو جاری ہوجائیں۔ اور خوف وخشیت سے قلب نرم ہوجائے وہ عطا فرما اور عبد ضعیف کی اور حاضرین کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔ (قلائد الجواہر)

☆☆☆

سولہواں باب:

افکار و تعلیمات

شہباز لامکانی قدس سرہ کے صاحبزادے عبدالوہابؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد ہفتہ میں تین دن رشد و ہدایت دیا کرتے تھے جس کی تقسیم اس طرح تھی۔ جمعہ کی صبح کو مدرسہ میں، منگل کی شام کو خانقاہ میں اور اتوار کے روز علماء و فقہاء اور مشائخ کے مجمع میں۔ یہ سلسلہ ۵۲۱ ہجری سے ۵۶۱ ہجری تک چالیس سال جاری رہا۔ اسی طرح آپ ۵۲۸ ہجری سے ۵۶۱ ہجری تک درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ ہمارے شیخ صاحبزادہ شبیر احمد کمال عباسی سجادہ نشین نے ایک مرتبہ فرمایا کہ شیخ کے درس و تدریس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ آپ اپنے جامعہ میں سکول ٹیچر تھے اور عام اساتذہ کی طرح لڑکوں کو پڑھایا کرتے تھے بلکہ آپ علماء کرام اور مشائخ کی روحانی اور علمی تربیت فرماتے تھے۔ اسی لئے دنیا بھر سے علماء اور مشائخ طریقت آپ کی روحانی درس گاہ میں ذوق و شوق سے جمع ہو رہے تھے اور فیضانِ قادریہ سے منور ہو کر نکلتے تھے۔ ابراہیم بن سعد فرماتے ہیں کہ جب ہمارے شیخ غوث اعظم علماء کا لباس پہن کر اونچے مقام پر جلوہ افروز ہو کر وعظ فرماتے تو لوگ آپ کے کلام مبارک کو غور سے سنتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ عماد الدین ابن کثیر اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ "آپ نیک بات کی تلقین فرماتے اور برائی کو روکتے اور اُس سے بچنے کی تاکید فرماتے۔" بادشاہوں اور دنیا کے حکام کی آپ کی نگاہ میں کوئی وقعت نہ تھی۔ بادشاہوں اور امراء سے نہایت بے باکی سے گفتگو فرماتے اور بھری مجلس میں ان کو کھری کھری بے لاگ انداز میں نصیحت فرماتے۔ ہوشمن اسلامی انسائیکلو پیڈیا اعتراف کرتا ہے کہ "جب آپ وعظ فرماتے تھے تو ایسے لگتا تھا کہ آپ عوام الناس پر دوزخ کے دروازے بند کرنا چاہتے ہیں اور جنت کے دروازے کھولنا چاہتے ہیں۔ مواعظ میں زیادہ تر زہد کے موضوع پر بات ہوتی تاکہ لوگ دنیوی آسائش سے منہ موڑ کر آخرت کی فکر کریں۔ اور پھر آخرت سے نظر ہٹا کر حق تعالیٰ

کو پانے کی کوشش کریں۔''

اس باب میں آپ کی افکار و تعلیمات کا جائزہ مختصر انداز میں مختلف عنوانات کے تحت لیا جاتا ہے تا کہ قارئین آپ کے عرفانی فکر سے آگاہی حاصل کریں۔

تنزیہہ باری تعالیٰ: سیّدنا غوث پاک فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ قادر مطلق، بزرگ و برتر عرش والا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ اپنی قدرت اور علم اور تغیر و تبدل احوال میں منفرد ہے۔ اس کا نہ کوئی ہمنام ہے نہ مثل۔ اس کا علم لامتناہی ہے۔ وہ رحمٰن و رحیم ہے مالک وقدوس ہے۔ وہ عزیز و حکیم ہے۔ واحد و احد ہے۔ اس نے نہ کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ اس کا کوئی شریک ہے نہ کوئی وزیر و مشیر۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ اس کا نہ کوئی معاون ہے نہ مددگار۔ نہ اس کا جسم ہے۔ کہ چھو سکیں نہ وہ جوہر ہے جس کو محسوس کر سکیں نہ وہ عرض ہے جو فنا ہو جائے۔ نہ وہ مرکب ہے جس کے اجزاء ہو سکیں نہ وہ ذی تالیف ہے جس کی کیفیت بیان کی جا سکے۔ نہ وہ ذی ماہیت ہے۔ جس کو تصور میں لا سکیں۔

اس کی قدرت کی کوئی حد نہیں۔ مدبر ہے۔ اس کا کوئی ارادہ ناقص نہیں۔ یاد رکھتا ہے بھولتا نہیں۔ قیوم و ہوشیار ہے اور اسے غفلت و سہو نہیں۔ حلیم اور بردبار ہے کہ جلدی نہیں کرتا۔ گرفت کرتا ہے تو پھر مہلت نہیں دیتا۔ کشائش کرتا ہے تنگی کرتا ہے۔ غصہ ہوتا ہے نرمی بھی کرتا ہے وہ ایسا قادر ہے کہ اپنے بندوں کو کامل الوصف پیدا کرتا ہے۔ ایسا پروردگار ہے کہ اپنے بندوں کے افعال اپنے حسب ارادہ ان سے جاری کرائے۔ اس کا علم حقیقی ہے۔ ذات و صفات میں اس کی مثل کوئی شے نہیں وہ سمیع و بصیر ہے۔ ہر شے کا قیام اس کے قیام سے اور ہر ایک کی زندگی اسی کی حیات سے مستفاد ہے۔ وہ خود قائم بالذات ہے فہم و ادراک اسکی عظمت و جلال کو نہ پا سکے اس کی تنزیہہ میں غور و فکر نہیں کیا جا سکتا ہے البتہ صفات سے پہچانا جا سکتا ہے۔ عقلیں اس کی کہنہ کو نہیں جان سکتیں۔ آنکھیں اس کے نور بقا کے سامنے بند ہو جاتی ہیں۔ علوم و حقائق و معارف کی انتہا ذات احدیت پہچان نہ سکیں۔ ظاہری و باطنی قوای بے کار ہو جاتے ہیں اس کی ہیبت اس قدر ظاہر و عیاں ہے کہ جہاں تمام علل و عوارض دم توڑ دیتے ہیں۔ وہ صرف اپنی

صفات اور اسماء حسنٰی سے ظاہر ہے تا کہ مخلوقات اس کی ذات کا اقرار کرے۔ ایمان اس کی صفات کو ثابت کرتا ہے۔ لیکن اس کی عظمت و کبریائی فہم و خیال سے بالاتر ہے۔ کیونکہ ذات الٰہی تشبیہات کے نقائص سے مبرا ہو کر نقاب کمال کا برقعہ اوڑھے ہوئے ہے۔ اس کا علم ارض و سما اور ان کے درمیان تمام اشیاء کو محیط ہے۔ وہ ہر ہر بال اور ہر ہر شجر کے اُگنے کے مقام سے بھی باخبر ہے۔ وہ بندوں کے اعمال و جزاء کو بھی جانتا ہے۔ کوئی جگہ اس کے علم سے خالی نہیں۔ ان تمام چیزوں کے پیشِ نظر عقل کو اس کی احدیت کی تصدیق کرنا ہی پڑتی ہے۔ اس کی صمدیت کی کوئی مثال بیان نہیں کی جا سکتی۔ عقل میں اس کے ادراک کی طاقت نہیں۔ اس کے نور سے تجاوز کرنے کی کسی میں ہمت نہیں۔ وہ اپنی قدرت میں منفرد ہے اور ہر دن اسکی ایک نرالی شان ہے۔ وہ ابتداء سے ہے اور انتہا تک رہے گا۔ وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن ہے۔

حقیقتِ محمدیہؐ: اللہ تعالیٰ نے روح پُرفتوح جناب سرور کائنات حبیب کبریا محمد مصطفیٰؐ کو سب سے پہلے اپنے نور جمال سے پیدا کیا۔ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) ''میں نے روح محمد کو اپنے ذاتی نور سے پیدا کیا'' اور جیسا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو پیدا کیا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔ اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا'' ان سب سے مراد ایک ہی شے ہے اور وہ حقیقتِ محمدیہؐ ہے۔ نور آپؐ کا اس واسطے نام رکھا کہ ظلمات جلالیہ سے پاک وصاف ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور (محمدؐ) اور روشن کتاب (قرآن مجید) آئے۔'' اور عقل اس واسطے فرمایا کہ اس کو تمام کلیات کا ادراک حاصل ہے۔ قلم اس واسطے نام رکھا کہ علم کو نقل کرنے کا ذریعہ ہے۔ پس روح محمدیہؐ جملہ موجودات کا خلاصہ اور جملہ کائنات کی ابتداء اور اصل ہے (سرالاسرار)

معرفت: فرمایا معرفت دو قسم کی ہے: (1) معرفت صفات الٰہیہ (2) معرفتِ ذات الٰہی۔ معرفت صفات دونوں جہاں میں وجود کا حصہ ہے اور معرفت ذات آخرت میں روح قدسی کا نصیبہ ہے۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے'' اور ہم نے اس کی پاکیزہ روح (حضرت جبریلؑ)

سے مدد کی۔'' اور وہ روحِ القدوس کے ساتھ مدد کیے جاتے ہیں۔ یہ دونوں معرفتیں بغیر ہر دو علوم ظاہری اور باطنی حاصل نہیں ہو سکتیں جیسا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ''علم دو طرح کا ہے۔ (1) علم جس کا تعلق زبان سے ہے یہ اللہ تعالیٰ کی حجت (دلیل) ہے اپنے بندوں پر (2) علم جس کا تعلق دل سے ہے۔ یہ علم حصولِ مقصد کے لئے نفع بخش ہے۔ انسان کو پہلے علم شریعت کی ضرورت ہے اور اس کے بعد عالم معرفتِ صفات میں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے جس کا تعلق قلوب سے ہے۔ اس کے بعد علم باطنی کی ضرورت ہے تاکہ روح کو عالم معرفت میں معرفتِ ذات الٰہی حاصل ہو جائے۔ اور وہ شریعت اور طریقت کے خلاف رسومات ترک کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کا حاصل ہونا ایسی نفسانی اور روحانی مشقتیں اور ریاضات اختیار کرنے سے ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہوں۔ (سر الاسرار)

ایک اور مجلس میں فرمایا کہ کائنات کی مخفی اشیاء کے معانی سے واقفیت حاصل کر لینے اور مشیت ایزدی میں اس کے حسن کے مشاہدے کا نام معرفت ہے۔ جس کی بنا پر کائنات کی ہر شے سے وحدانیت کے معنی ظاہر ہونے لگیں اور فانی اشیاء کی فناء سے علم حقیقت کا اس طرح ادراک ہونے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی احدیت کی جانب ایک ایسا اشارہ ہو جس سے ہیبتِ ربوبیت اور اثراتِ بقاء ظاہر ہونے لگیں اور وہ اشارہ بقا کی جانب اس طرح ہو جس سے چشم باطن پر جلال خداوندی کا ظہور ہونے لگے۔

توحید خالص اور معبودان باطل: ایک مجلس وعظ میں فرمایا: ''کل مخلوقات کو اس طرح سمجھو کہ بادشاہ نے جس کا ملک بہت بڑا اور حکم سخت اور رعب و داب دل ہلا دینے والا ہے' ایک شخص کو گرفتار کر کے اس کے گلے میں طوق اور پیروں میں کڑا ڈال کر ایک صنوبر کے درخت میں ایک نہر کے کنارے جس کی موجیں زبردست' پاٹ بہت بڑا تھا' بہت گہری' بہاؤ بہت زوروں پر ہے' لٹکا دیا ہے اور خود ایک نفیس اور بلند کرسی پر کہ اس تک پہنچنا مشکل ہے' تشریف فرما ہے' اور اس کے پہلو میں تیر و پیکان' نیزہ و کمان اور ہر طرح کے اسلحہ کا انبار ہے' جس کی مقدار خود بادشاہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' اب ان میں سے جو چیز چاہتا ہے' اُٹھا کر اس لٹکے ہوئے قیدی پر

چلاتا ہے تو کیا (یہ تماشا) دیکھنے والے کے لئے بہتر ہوگا کہ وہ سلطان کی طرف سے نظر ہٹا لے اور اس سے خوف واُمید ترک کر دے اور لٹکے ہوئے قیدی سے اُمید وبیم رکھے کیا جو شخص ایسا کرے عقل کے نزدیک بے عقل بے ادراک دیوانہ چوپایہ اور انسانیت سے خارج نہیں ہے خدا کی پناہ بینائی کے بعد نابینائی اور وصول کے بعد جُدائی اور قرب وترقی کے بعد تنزل اور ہدایت کے بعد گمراہی اور ایمان کے بعد کفر سے۔

ایک دوسری مجلس میں توحید واخلاق اور ماسوائے اللہ سے انقطاع کی تعلیم اس طرح دیتے ہیں: ''اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے اس کے سامنے رہو جو تمہارے سامنے رہتا ہے اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے اس کی بات مانو جو تم کو بلاتا ہے اپنا ہاتھ اسے دو جو تم کو گرنے سے سنبھال لے گا اور تم کو جہل کی تاریکیوں سے نکال لے گا اور ہلاکتوں سے بچائے گا نجاستیں دھو کر میل کچیل سے پاک کرے گا تم کو تمہاری سڑاہند اور بدبو اور پست ہمتی اور نفسِ بدکار ورفیقانِ گمراہ وگمراہ کن سے نجات دے گا جو شیطاطین خواہشیں اور تمہارے جاہل دوست ہیں خدا کی راہ کے رہزن اور تم کو ہر نفیس اور ہر عمدہ اور پسندیدہ چیز سے محروم رکھنے والے کب تک عادت؟ کب تک خلق؟ کب تک خواہش؟ کب تک رعونت؟ کب تک دُنیا؟ کب تک آخرت؟ کب تک ماسوائے حق؟ کہاں چلے تم؟ (اس خدا کو چھوڑ کر جو) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور بنانے والا ہے اول ہے آخر ہے ظاہر ہے باطن ہے دلوں کی محبت روحوں کا اطمینان گرانیوں سے سبکدوشی بخشش واحسان ان سب کا رجوع اسی کی طرف ہے اور اسی کی طرف سے اس کا صدور ہے۔

ایک دوسری مجلس میں اسی توحید کے مضمون کو اس طرح واشگاف بیان فرماتے ہیں:

''ساری مخلوق عاجز ہے نہ کوئی تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان بس حق تعالیٰ اس کو ان کے ہاتھوں کرا دیتا ہے اسی کا فعل تیرے اندر اور مخلوق کے اندر تصرف فرماتا ہے جو کچھ تیرے لئے مفید ہے یا مضر ہے اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا جو موحد اور نیکوکار ہیں وہ باقی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں بعض ان میں سے ایسے ہیں جو ظاہر اور

باطن دونوں اعتبار سے دنیا سے برہنہ ہیں' گو دولت مند ہیں' مگر حق تعالیٰ ان کے اندرون پر دنیا کا کوئی اثر نہیں پاتا یہی قلوب ہیں جو صاف ہیں' جو شخص اس پر قادر ہوا' اس کو مخلوقات کی بادشاہت مل گئی' وہی بہادر پہلوان ہے' بہادر وہی ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوائے اللہ سے پاک بنایا اور قلب کے دروازہ پر توحید کی تلوار اور شریعت کی شمشیر لے کر کھڑا ہو گیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس میں داخل نہیں ہونے دیتا اپنے قلب کو مقلب القلوب سے وابستہ کرتا ہے' شریعت اُس کے ظاہر کو تہذیب سکھاتی ہے' اور توحید و معرفت باطن کو مہذب بناتی ہیں:۔"

معبودان باطل کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "آج تو اعتماد کر رہا ہے اپنے نفس پر مخلوق پر' اپنے دیناروں پر' اپنے درہموں' اپنی خرید و فروخت پر' اور اپنے شہر کے حاکم پر' ہر چیز کہ جس پر تو اعتماد کرے' وہ تیرا معبود ہے اور ہر وہ شخص جس سے تو خوف کرے یا توقع رکھے وہ تیرا معبود ہے اور ہر وہ شخص جس پر نفع اور نقصان کے متعلق تیری نظر پڑے' اور تو یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ ہی اس کے ہاتھوں اس کا جاری کرنے والا ہے' تو وہ تیرا معبود ہے۔"

تقدیر کی موافقت: ارشاد فرمایا اے صاحبزادے! صبر کا تکیہ رکھ موافقت کا پٹکا باندھ کر کشائش کے انتظار میں عبادت کرتا ہوا تقدیر کے پرنالے کے نیچے سو جا۔ جب تو ایسا ہو جائے گا تو مالک تقدیر اپنے فضل و انعامات تجھ پر اتنے برسائے گا جن کی طلب و آرزو بھی تو اچھی طرح نہ کر سکتا۔ لوگو! تقدیر کی موافقت کرو اور عبدالقادر کی بات مانو جو تقدیر کی موافقت میں کوشاں ہے۔ تقدیر کے ساتھ میری موافقت نے ہی مجھ کو قادر کی طرف آگے بڑھایا۔ لوگو! آؤ ہم سب اللہ عزوجل اور اس کے فعل اور تقدیر کے سامنے جھکیں اور اپنے ظاہر و باطنی سروں کو جھکا دیں۔ تقدیر کی موافقت کریں اور اس کے ہمرکاب بن کر چلیں اس لیے کہ وہ بادشاہ کی بھیجی ہوئی ہے۔ ہمیں اس کے بھیجنے والے کی وجہ سے اس کی عزت کرنی چاہیئے۔ پس جب ہم اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں گے تو وہ ہم کو اپنے ساتھ اٹھا کر قادر تک لے جائے گی اور اس جگہ ولایت اللہ سچے ہی کی ہے۔ اس کے دریائے علم سے پینا اور اس کے خوانِ فضل سے کھانا اور اس کے انس سے مانوس ہونا اور اس کی رحمت میں چھپنا تجھ کو مبارک و خوشگوار ہوگا۔

اسم اعظم: ارشاد فرمایا کہ اسم اعظم اللہ ہی ہے مگر اس کا اثر تب ہی ہوتا ہے جب کہ پڑھنے والے کے دل میں بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہ ہو۔ اللہ وہ کلمہ ہے جو ہر مہم کو آسان کر دیتا ہے۔ ہر غم و فکر دور کر دیتا ہے' زہر کے اثر کو بھی کھو دیتا ہے۔ اللہ ہر غالب پر غالب ہے۔ اللہ مظہر العجائب ہے۔ اس کی سلطنت تمام سلطنتوں سے زبردست ہے۔ اللہ تمام بندوں کے حال سے مطلع اور ان کے دل کے اسرار سے واقف ہے۔ وہ سرکشوں کو پست کرنے والا اور تمام زبردستوں کو توڑنے والا ہے۔ وہ حاضر و غیب کو جانتا ہے۔ جو اللہ کی راہ پر گامزن ہوتا ہے وہ اللہ تک یقیناً پہنچ جاتا ہے۔ جس کے دل میں اللہ کا اشیاق پیدا ہو جائے وہ اللہ سے انس کرنے لگتا ہے اور غیر اللہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا وقت خالصتاً اللہ ہی کے لئے ہوتا ہے۔

اللہ کے دروازے کو کھٹکھٹاؤ' اللہ کی پناہ حاصل کرو۔ اللہ پر توکل رکھو۔ اللہ کے راستے سے بھاگنے والو! اللہ کی جانب رجوع کرو۔ جب اللہ کے نام کی اس فانی دنیا میں یہ برکتیں ہیں تو پھر آخرت میں کیا حالت ہوگی۔ جب تم اللہ کا نام لے کر صرف اُسی کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ گے تو تمام حجابات اُٹھ جائیں گے اب بتاؤ اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب اسی کا نام لے کر پکانے میں مذکورہ بالا اثرات مضمر ہیں تو اس وقت کا کیا عالم ہوگا جب تم اس کی تجلیات کا مشاہدہ کر رہے ہو گے۔ اور دریائے اصل سے سیرابی حاصل کرتے رہو گے۔

دوست کی مثال اس محبت کرنے والے پرندے کی سی ہے جو شاخوں پر بیٹھ کر صبح تک اپنے دوست کی یاد میں نغمہ سرا رہے اور شب بھر ذرا بھی آنکھ نہ لگائے اور اسی طرح سے اس کا شوق محبت روز افزوں ترقی پر ہو۔ تو خدا تعالیٰ کو تسلیم و رضا سے یاد کر وہ۔ تجھے اپنے قرب وصال کے ساتھ یاد کرے گا۔ تو اسے شوق و اشتیاق سے یاد کر' وہ تجھے تقربِ وصال سے یاد کرے گا۔ تو اسے حمد و ثناء سے یاد کر وہ تجھے اپنے انعامات و احسانات سے یاد کرے گا۔ تو اسے توبہ سے یاد کر وہ تجھ کو بخشش و مغفرت سے یاد کرے گا۔ تو اسے اطاعت کے ساتھ یاد کر وہ تجھے انعام و اکرام سے یاد کرے گا۔ تو اسے تعظیم سے یاد کہ وہ تجھ تکریم سے یاد کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی سب سے بڑا ہے۔ (بہجۃ الاسرار)

حضرت انسان: حضور غوث پاک نے فرمایا کہ انسان دو قسم کے ہیں: جسمانی اور روحانی۔ جسمانی قسم کے انسان عام ہیں اور روحانی انسان خاص ہیں۔ انسان عام کا رجوع اپنے وطن کی طرف ہے اور وہ درجات ہیں جو علم شریعت' طریقت اور معرفت کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور درجات کے تین مراتب ہیں: (۱) وہ جنت جو عالم ملک میں ہے اور وہ جنت الماوی ہے (۲) وہ جنت جو عالم ملکوت میں ہے اور وہ جنت النعیم ہے (۳) وہ جنت جو عالم جبروت میں ہے اور وہ جنت الفردوس ہے۔ پس یہ جسمانی نعمتیں ہیں۔

انسان خاص کی منزل مقصود اصلی وطن میں پہنچ کر قرب الٰہی حاصل کرنا ہے۔ جس کے حصول کا ذریعہ علم حقیقت یعنی عالم قربت لاہوت میں توحید ہے۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ نور توحید سے دل کے زندہ ہونے اور زبان حال سے بغیر حرف اور آواز کے اسماء توحید کا دائمی ذکر حاصل ہونے کے بعد عالم کی نیند جاہل کی عبادت سے بہتر ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں فرمایا ''انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں'' نیز فرمایا ''باطنی علم میرے راز سے ایک راز ہے۔ جس کو میں اپنے بندوں کے دل میں رکھتا ہوں اور جس پر میرے سوا کوئی آگاہ نہیں۔'' (سرالاسرار)

ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ انسان چار اقسام پر ہے۔ پہلا وہ جس کی زبان ہے نہ دل۔ اور وہ عام عاجز انسان ہے۔ اس قسم کے لوگوں کی مثال بھوسہ کی سی ہے جو وزن نہیں رکھتا مگر یہ کہ حق تعالیٰ اس کی مدد اور رہنمائی کرے اور اس کا قلب اپنی طرف متوجہ کر لے۔ دوسری قسم کا انسان وہ ہے جس کی زبان تو ہے مگر دل نہیں ہے۔ ایسا شخص علم و دانش کی باتیں کرتا ہے مگر خود عمل پیرا نہیں ہوتا۔ لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہے مگر خود رجوع الی اللہ نہیں کرتا۔ لوگوں کی عیب جوئی کرتا ہے مگر اپنے عیوب نہیں دیکھتا۔ لوگوں کو تقویٰ کا راستہ دکھاتا ہے مگر خود بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کر کے خدا سے جنگ کرتا ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کا دل ہے زبان نہیں۔ وہ مومن ہے مگر حق تعالیٰ نے اس پر اپنا پردہ ڈالا ہوا ہے۔ اللہ نے اس کو اس کے عیوب پر نگاہ دے رکھی ہے اور اپنی تجلیات سے اس کا قلب روشن کیا ہوا ہے۔ یہ شخص خدا کا دوست اور

گناہوں سے محفوظ ہے۔ لوگو! ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو اُسکی خدمت کرو۔ چوتھا وہ شخص ہے جو عزت و احترام سے عالم ملکوت میں بلایا گیا ہے۔ یہ شخص علم سیکھتا ہے اور دوسروں کو علم سیکھاتا ہے۔ یہ مقرب ہے اور معرفت الٰہیہ سے منور ہے۔

دنیا کی صحیح حیثیت: سیّدنا غوث اعظم لوگوں کو دنیا کی پرستش اور غلامی اور اس سے قلبی تعلق اور عشق سے منع فرماتے تھے' ان کے مواعظ درحقیقت حدیث نبویؐ۔ اَنَّ الدّنیا خلقت لکم و انکم خلقتم للآخرۃ'' (بیشک دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی (یعنی تمہاری لونڈی ہے) اور تم آخرت کے لئے پیدا کیے گئے) کی تفسیر ہیں' ایک موقع پر فرماتے ہیں:

> ''دنیا میں سے اپنا مقسوم اس طرح مت کھا کہ وہ بیٹھی ہوئی ہو اور تو کھڑا ہو' بلکہ اس کو بادشاہ کے دروازے پر اس طرح کھا کہ تو بیٹھا ہوا ہو اور وہ طباق اپنے سر پر رکھے ہوئے کھڑی ہو' دنیا خدمت کرتی ہے اس کی جو حق تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور جو دنیا کے دروازے پر کھڑا ہوا ہوتا ہے اس کو ذلیل کرتی ہے' کھا حق تعالیٰ کے ساتھ عزت و تونگری کے قدم پر۔''

''ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہوتا ہے:۔

''دنیا ہاتھ میں رکھنی جائز' جیب میں رکھنی جائز' کسی اچھی نیت سے اس کو جمع رکھنا جائز' باقی قلب میں رکھنا جائز نہیں (کہ دل سے بھی محبوب سمجھنے لگے) دروازے پر اس کا کھڑا ہونا جائز' باقی دروازے سے آگے گھسانہ جائز ہے' نہ تیرے لئے عزت ہے۔''

توبہ عام و توبہ خاص: فرمایا انسان ذکر الٰہی اور انتہائی جدوجہد یعنی مجاہدہ اور سعی عظیم کر کے معصیت سے فرمانبرداری اور برائی سے نیکی اور جہنم سے جنت کی طرف رجوع کرے اور بدنی راحتیں ترک کر کے مشقتِ نفس اختیار کرے۔ توبہ خاص یہ ہے کہ توبہ عام حاصل ہو جانے کے بعد حسناتِ ابرار (پرہیزگاروں کی نیکیوں) سے معارف الٰہی' درجات (یعنی مقامات جنت) سے مقام قرب (الٰہی) اور لذاتِ جسمانی سے لذاتِ روحانی کی طرف رجوع کرے یعنی اللہ

تعالیٰ کے سوا ہر چیز ترک کرے (سرالاسرار)

باطنی علوم: حضور نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: "کچھ علم پوشیدہ ہیں جن کو سوائے علماء ربانی کے کوئی نہیں جانتا۔ جب وہ علماء اس کے ساتھ کلام کرتے ہیں تو اہل عزت (مومنین) اس کا انکار نہیں کرتے۔ اور یہ وہ سرِّ (یعنی رازوں کا راز) ہے جو تیس ہزار پردہ ہائے راز کے سبب سے اندرونی حصہ کے اندر معراج کی رات حضورؐ کے قلب مبارک کے اندر ودیعت رکھا گیا اور اس راز کو حضورؐ نے سوائے مقربین اور اصحاب صفحہ کے کسی پر ظاہر نہ فرمایا۔ اس سرِّ کی برکت سے قیامت تک شریعت قائم ہے۔ لہٰذا باطن کے ذریعہ ہی اس راز تک پہنچ سکتے ہیں۔ باقی جملہ علوم و معارف اس راز کے لئے بمنزلہ چھلکا کے ہیں۔ (سرالاسرار)

تصوف: فرمایا صوفیائے کرام کا اہل تصوف کے نام سے موسوم ہونا ان وجوہات سے ہیں۔ (1) نور معرفت اور توحید کے ذریعے اپنے باطن کو تمام آلائشوں سے پاک و صاف کرنے کی وجہ سے یا (2) اس لئے کہ اصحاب صفہ کی طرف منسوب ہیں۔

لفظ تصوف چار حروف پر مشتمل ہے: ت' ص' و' ف۔ "ت" سے مراد توبہ ہے ظاہری و باطنی دونوں۔ "ص" سے مراد صفائی ہے۔ اس میں قلب کی صفائی اور مقام سرِّ کی صفائی دونوں شامل ہیں۔ مقام سرِّ کی صفائی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے روگردانی کرنے اور اس کی محبت اور اسماء توحید کا زبان سرِّ (باطنی زبان) سے دائمی ذکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جب انسان اس صفت کا مالک ہو جاتا ہے تو مقام ص مکمل ہو جاتا ہے۔ "و" سے مراد ولایت ہے جو تصفیہ قلب کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ "ف" سے مراد فنافی اللہ ہے۔ جب صفات بشری فنا ہو جاتی تو صفات باری تعالیٰ باقی رہ جاتی ہیں۔ (سرالاسرار)

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ دل کو تمام کدورتوں سے صاف کرنے کا نام تصوف ہے اور اس کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے: (۱) سخاوت حضرت ابراہیمؑ (۲) رضاء حضرت اسحاقؑ (۳) صبر حضرت ایوبؑ (۴) مناجات حضرت ذکریاؑ (۵) تضرع حضرت یحییٰؑ۔ (۶) صوف حضرت موسیٰؑ (۷) سیاحت حضرت عیسیٰؑ (۸) فقر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے

ولایت: ارشاد فرمایا ولایت کا مطلوب ومقصود یہ ہے کہ انسان اپنے اندر اخلاق الٰہیہ پیدا کرے اور جامۂ صفات بشریت اتار کر صفاتِ الٰہی کا لباس پہنے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''جب میں کسی بندے کو دوست رکھتا ہوں تو میں اس کے کان' آنکھ' زبان' ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔ پھر وہ میرے ہی واسطہ سے سنتا' دیکھتا' بولتا' پکڑتا اور چلتا ہے۔ لہٰذا اپنے باطن کو ماسوا اللہ کے صاف کرو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''اے حبیب پاک! فرما دیجئے حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔'' پس مقام ولایت حاصل ہو گیا۔ (سرالاسرار)

دیدار الٰہی: ارشاد فرمایا حق تعالیٰ کا دیدار دو طریقہ پر ہے۔ (۱) آخرت میں بلا واسطۂ آئینۂ (قلب) اللہ تعالیٰ کے جمال کا دیدار۔ اور (۲) صفات حق کی دید یعنی دنیا میں بالواسطہ آئینۂ قلب انوار جمال باری تعالیٰ کا عکس بچشم دل مشاہدہ کرنا اور یہ بھی جان لو کہ دل کی دو آنکھیں ہیں۔ عین صغریٰ (چھوٹی آنکھ) اور عین کبریٰ (بڑی آنکھ) عین صغریٰ بالواسطہ نور اسماء صفاتی عالم درجات کے انتہائی مقام تک باری تعالیٰ کی صفات تجلیات کا مشاہدہ کرتی ہے۔ اور عین کبریٰ شان یکتائی کے نور توحید کے واسطے سے عالم لاہوت اور عالم قرب الٰہی میں اللہ تعالیٰ کی ذاتی تجلیات کے انوار کا نظارہ کرتی ہے۔ (سرالاسرار)

چار چار اقسام: فرمایا عالم بلحاظ تعداد چار ہیں: (۱) عالم ملک (۲) عالم ملکوت (۳) عالم جبروت (۴) عالم لاہوت یعنی عالم حقیقت۔

اسی طرح علوم بھی چار ہیں: (۱) علم شریعت (۲) علم طریقت (۳) علم معرفت (۴) علم حقیقت۔

ارواح کی بھی چار اقسام ہیں: روح جسمانی (۲) روح نورانی (۳) روح سلطانی (۴) روح قدسی۔

اسی طرح تجلیات بھی چار قسم کی ہیں: تجلی آثار (۲) تجلی افعال (۳) تجلی صفات (۴) تجلی ذات۔

عقل کی بھی چار قسمیں ہیں: (۱) عقلِ معاش (۲) عقلِ معاد (۳) عقلِ روحانی (۴)

عقلِ کل

بمقابلہ ہر چہار عالم مذکورہ اور علوم' ارواح' تجلیات اور عقول لوگوں میں سے ایک گرو
ایسا ہے جو دائرہ علم اول (شریعت) روحِ اوّل (یعنی روح جسمانی) تجلیِ اوّل (یعنی تجلّ
آثار۔ علامات یا نشانات) اور عقلِ اوّل (یعنی معاش بمعنی دنیا) کے اندر محصور ہے (یعنی یہ
لوگ اس سے آگے ترقی نہیں کر سکے) ان کا مقام پہلی جنت یعنی جنت الماوی میں ہے۔ فریق
ثانی میں وہ لوگ شامل ہیں جو حدود علم ثانی (علیم طریقت) روحِ ثانی (روح نورانی) تجلیِ ثانی
(تجلیِ افعال) اور عقلِ ثانی (یعنی عقل معاد جس کا تعلق معاد یعنی آخرت سے ہے) سے تجاوز
نہیں کرتے۔ ان کا مقام دوسری جنت یعنی جنت النعیم میں ہے۔

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن کی استعداد علم معرفت روحِ سلطانی' تجلّی صفات اور عقل
روحانی تک محدود ہے۔ ان کا مقام تیسری جنت یعنی جنت الفردوس میں ہے۔ یہ سب لوگ ان
اشیاء کی حقیقت سے بے خبر رہے ہیں اور فقرا عارفین میں سے اہل حق نے ان سب مقامات
سے روگردانی کرتے ہوئے راہ فرار اختیار کی اور مقام حقیقت وقرب کو پالیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے سو
کسی چیز کی محبت میں گرفتار نہ ہوئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی فَفِرُّوْٓا اِلَی
اللّٰہِ (پس اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو) اور حدیث قدسی میں ہے' فرمایا: ''فقرا سے محبت رکھنا
میرے ساتھ محبت رکھنا ہے۔'' اور فقر سوائے نورِ ذات باری تعالیٰ کے اور کوئی رنگ قبول نہیں
کرتا۔ (سر الاسرار)

دین کے لئے فکر مندی: عالم اسلام میں چونکہ ایک دینی زوال اور اخلاقی انحطاط رونما تھا
آپ سیّدنا غوث اعظم لوگوں کو غفلت سے بیداری کی طرف لا رہے تھے اس لئے آپ کے
خطبات اور مواعظ میں اس کا حوالہ بہت ملتا ہے۔ ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا: جناب
رسول اللہؐ کے دین کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں اور اسکی بنیادیں بکھری جاتی ہیں' اے
باشندگانِ زمین آؤ اور جو گر گیا ہے' اس کو مضبوط کر دیں اور جو ڈھے گیا ہے اس کو دُرست کر دیں؛

یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی' سب ہی کومل کر کام کرنا چاہیئے' اے سورج' اے چاند اور اے دن تم سب آؤ۔"

ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:

"اسلام رو رہا ہے' اور ان فاسقوں' اور ان بدعتیوں' گمراہوں' مکر کے کپڑے پہننے والوں اور ایسی باتوں کا دعویٰ کرنے والوں کے (ظلم) سے جو ان میں موجود نہیں ہیں' اپنے سر کو تھامے ہوئے فریاد کر رہا ہے' اپنے متقدمین اور نظر کے سامنے والوں کی طرف غور کرو کہ امر و نہی بھی کرتے تھے اور کھاتے پیتے بھی تھے (اور دفعتہً انتقال پا کر ایسے ہو گئے) گویا ہوئے ہی نہ تھے' تیرا دل کس قدر سخت ہے؟ کتا بھی شکار کھیلنے اور کھیتی اور مویشی کی نگہبانی اور مالک کی حفاظت کرنے میں اپنے مالک کی خیر خواہی کرتا ہے اور اسے دیکھ کر خوشی کے مارے کھلاریاں کرتا ہے' حالانکہ وہ اس کو شام کے وقت صرف ایک دو نوالے یا ذرا سی مقدار کھانا دیا کرتا ہے' اور تو ہر وقت اللہ کی قسم قسم کی نعمتیں شکم سیر ہو کر کھاتا رہتا ہے' مگر ان نعمتوں کے دینے سے جو اس کو مقصود ہے' نہ تو اس کو پورا کرتا ہے اور نہ اس کا حق ادا کرتا ہے (بلکہ اس کے برعکس) اس کا حکم رد کرتا ہے۔ اور اس کی حدود شریعت کی حفاظت نہیں کرتا۔ (فیوض یزدانی)

تسلیم و رضا: فرمایا تقدیر کے آگے سر جھکانا اور قضائے خداوندی پر ہر قسم کے نفع و نقصان پر راضی رہنا تسلیم و رضا ہے۔ خالقِ کائنات نے انجام اور مصلحتوں کو اپنے ہی اختیار میں رکھا ہے۔ اس لئے بندے کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے آقا کی اطاعت میں لگا رہے۔ اور اس سے راضی رہے۔ جو خدا نے اس کے مقدر میں لکھا دیا ہے اس کو تہمت نہ دے جو شخص تقدیر خداوندی پر ناراض رہتا ہے اس کا دکھ اور الم بڑھ جاتا ہے۔ جب تک انسان کی نفسانی خواہش حاکم رہتی ہے وہ حکم قضا پر راضی نہیں ہوتا جس کے نتیجے میں دکھ اور تکالیف بڑھتے رہتے ہیں۔

الغرض جب تک بندہ اپنے نفس میں طاقت اور توفیق پاتا ہے وہ مصائب و آلام کو خود ہی دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بعد ازاں مخلوق سے مدد و نصرت طلب کرتا ہے۔ اور خدا کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ جب مخلوقات سے مایوس ہو جاتا ہے تو پھر بارگاہ ربوبیت میں عجز و انکساری

کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ بھی اس کی دعا کو قبول نہیں کرتا اور اس کی حاجت روائی نہیں کرتا تو وہ تمام ظاہری اور مادی اسباب سے ناامید ہو جاتا ہے۔ اس وقت بندہ پر قضا وقدر، افعال الٰہیہ اور اسرار توحید منکشف ہوتے ہیں اور وہ شخص اسباب دنیوی سے فانی ہو جاتا ہے۔ اس درجۂ فنا فی التوحید کے بعد بندہ محض روح کے طور پر باقی رہ جاتا ہے۔ اس مقام پر وہ صرف افعال الٰہیہ پر نظر رکھتا ہے۔ اور وہ کامل تسلیم ورضا کے ساتھ صاحب یقین موحد بن جاتا ہے۔ پس یقین کے اس درجہ پر اس کا یہ ایمان ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی فاعل حقیقی نہیں۔

بیٹا! اللہ سے اس کی رضا طلب کرو اور اس کی خوشنودی کے لیے نفس امارہ کی خواہشات کے اتباع سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ جو بھی رضائے الٰہی میں فنا ہوا حقیقی بقا اُسی نے پائی۔ اپنی خواہشات اور اپنے ارادوں کو رضائے الٰہی کے لئے قربان کرنا ہی دنیا میں ''راحتِ کبریٰ'' اور ''جنت الماویٰ'' ہے اور قرب الٰہی حاصل کرنے کا سب سے پہلا اور بہترین ذریعہ ہے۔

وہ موت جس میں زندگی نہیں: فرمایا ایک دن مجھے کام میں دشواری پیدا ہوئی میرے نفس نے اس کے بوجھ سے نکلنے کے لئے حرکت کی یعنی صبر اور برداشت سے کام نہ لیا اور کشادگی طلب کی۔ مجھ سے کہا گیا: ''تم کیا چاہتے ہو؟'' میں نے کہا ایسی موت جس میں زندگی نہ ہو اور ایسی زندگی جس میں موت نہ ہو۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی موت ہے جس میں زندگی نہ ہو اور وہ کونسی زندگی ہے جس میں موت نہ ہو؟ میں نے عرض کیا: ''ایسی موت جس میں زندگی نہ ہو وہ میرا اپنی ہم جنس مخلوق سے مرجانا ہے کہ میں نفع ونقصان کے لئے ان کی طرف نہ دیکھوں اور دنیا وآخرت میں اپنے نفس وخواہش اور ارادہ وآرزو سے مرجاؤں لیکن وہ زندگی جس میں موت نہ ہو وہ یہ ہے کہ میں اپنے پروردگار کے فعل میں زندہ رہوں اور میرا وجود مزاحمت نہ کرے۔ اس حالت میں میری زندگی وجود حق کے ساتھ ہوگی جس میں موت نہیں۔

سلطنتِ قلب: فرمایا جس وقت بندے کا قلب صاف ہوگا وہ خواب میں حضورؐ کی زیارت کرے گا کہ کسی چیز کا حضور اس کو حکم فرمائیں گے اور کسی چیز کی مخالفت۔ وہ سراپا قلب ہوگا اور جسم ایک کنارہ ہو جائے گا۔ وہ خفا بلا ظہور اور صفا بلا کدورت بن جائے گا۔ اس کا

ظاہر پوست اور وہ مغز بلا پوست رہ جائے گا۔ معنوی حیثیت سے رسول اللہؐ کے ساتھ ہوگا کہ اس کا قلب حضورؐ کی معیت اور حضورؐ کی حضوری میں تربیت پائے گا۔ اس کا ہاتھ حضورؐ کے ہاتھ میں ہوگا۔ حضور سرورِ کونینؐ اس کی طرف سے عرض معروض کرنے والے واسطہ ہوں گے۔ قلب سے ماسویٰ اللہ کا نکالنا گویا اٹل پہاڑوں کا اکھاڑنا ہے۔ اس کو مجاہدوں کی کدالوں اور مشقتوں اور نزول مصائب پر صبر کی ضرورت ہے۔ تواضع اختیار کرو اور تکبر نہ کرو۔ تواضع رفعت دیا کرتی ہے اور تکبر پستی و ذلت دیتا ہے۔ حضورؐ کا فرمان ہے کہ جس نے اللہ کے واسطے تواضع کی اللہ نے اسے بلندی بخشی۔ قلب جب ہر وقت اللہ کی یاد میں رہتا ہے تو اس کو معرفت و علم اور توحید و توکل اور جملہ ماسویٰ سے اعراض نصیب ہوتا ہے۔ دائمی ذکر، دنیا و آخرت میں دائمی بھلائی کا سبب ہے۔ جب قلب درست ہو جاتا ہے تو ذکر بھی اس سے دائمی اور اس ہر حاجت اور سارے بدن پر مکتوب ہو جاتا ہے کہ اس کی آنکھیں سوتی ہیں مگر قلب اپنے رب کی یاد میں رہتا ہے۔ یہ مقام اس کو اپنے نبی اکرمؐ کی طرف سے میراث میں ملتا ہے۔

محبتِ اولیاء اللہ: اولیاء اللہ کی محبت ایک ایسا محکم وسیلہ ہے جو طالبانِ حق کو منزل شناس بناتا ہے۔ غوث پاک فرماتے ہیں: پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ ''مومن کی فراست سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔'' اے فاسق! مومن سے ڈر اور نجاست گناہ سے ملوث ہو کر اس کے پاس نہ جا وہ خدا کے نور سے تیرے حالات دیکھتا ہے۔ تیرا شرک و نفاق دیکھتا ہے۔ تیرے کپڑوں کے نیچے تیرا چھپا ہوا کھوٹ معلوم کر لیتا ہے۔ تیری فضیحت و رسوائی جانتا ہے۔ جو نجات یافتہ کو نہیں دیکھتا خود بھی نجات نہیں پاتا۔ جو مجسم اہل ہوش ہے وہ اہل ہوش سے ملتا ہے۔ کسی نے کسی سے پوچھا کہ ''یہ اندھا پن کب تک؟ دوسرے نے جواب دیا کہ جب تک تو کسی طبیب کے پاس پہنچے اس کی چوکھٹ کو اپنا تکیہ بنالے۔ اس سے حسن ظن رکھے۔ تیرے دل میں اس کی نسبت کوئی تہمت نہ رہے اور تو اپنے بال بچوں کو لے کر اس کے دروازے پر آ پڑے۔ اس کی تلخ دوا پر صبر کرے تو البتہ تیری دونوں آنکھوں کا اندھا پن جاتا رہے گا۔ خدا کے لئے ذلیل رہ اور اپنی حاجتیں اس پر چھوڑ دے۔ اپنے نفس کے لئے کام نہ کر۔ افلاس کے

پاؤں میں گر پڑ۔ خلقت کی طرف سے دروازے بند کر لے اور خدا کے مابین دروازہ کھول۔ اپنے گناہوں کا اقرار کر۔ تقصیروں کی معذرت کرتا رہ اور یقیناً ''جان لے کر ضرر آور نفع دینے والا اور نہ دینے والا وہی ہے۔ اس وقت تیرے دل کی آنکھ کا اندھاپن زائل ہو جائے گا اور بصر وبصیرت حاصل ہو جائے گی۔''

صوفی: فرمایا صوفی بخیل نہیں ہوا کرتا کیونکہ صوفی کے پاس کچھ رہا ہی نہیں جس سے وہ بُخل کرے کہ صوفی تو سب کے چھوڑنے کا مدعی ہے۔ اگر اس کو کوئی چیز دی جاتی ہے تو اس کو دوسروں کے لئے لیتا ہے نہ کہ اپنے لئے۔ صوفی کا قلب موجودات اور جملہ حادثات سے صاف ہو چکا ہوتا ہے۔ بخل تو وہ کرے جس کے پاس مال ہو اور صوفی کی ساری چیزیں دوسروں کی بن گئی ہیں۔ پھر دوسرے کے مال میں کیسے بخل کرے۔ صوفی کا کوئی دشمن ہے نہ کوئی دوست نہ اس کو تعریف و مذمت سننے کی طرف توجہ ہے۔ نہ زندگی سے خوش ہوتا ہے اور نہ مرنے سے غمگین۔ اس کی موت حق تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ اس کی زندگی حق تعالیٰ کی خوشنودی۔ اس کی وحشت جلوت میں ہے اور انس و راحت خلوت میں۔ یادِ الٰہی اس کا کھانا ہے اور شرابِ اُنس اس کا پانی۔ پس ضروری بات ہے کہ وہ دنیا کے مال و متاع پر بخیل نہ ہو' کیونکہ اس کو سب سے بے نیازی ہے۔

شریعت: فرمایا شہنشاہ ولایت نے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی کرو۔ خدا اور رسول اللہ کا حکم مانو۔ ان کے احکامات سے باہر نہ نکلو دین اسلام کی حقانیت کا یقین رکھو۔ اس میں شک و شبہ نہ کرو۔ مصیبتوں پر صبر سے کام لو' گناہوں سے بچو۔ اپنے اللہ کی عبادت کرو بارگاہ ربوبیت سے منہ نہ موڑو اور ہر وقت اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہو۔

ارشاد فرمایا رسول اللہؐ کے نقشِ قدم پر چلتے رہو۔ آپؐ کی پیروی اور مطابعت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑو۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''اے نبی! تم ان سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میرا اور میرے نبیؐ کا اتباع کرو خدا تم سے محبت کرے گا۔''

طریقت: تاجدار ولایت نے ارشاد فرمایا کہ طالب حق کو چاہیئے کہ ادائے فرض کے بعد تقرب

اِلیٰ اللہ کی جستجو کرے اور جن اذکار و اشغال کی طاقت رکھتا ہے انہیں اپنے اوپر لازم کرے اور یہ خیال کرے کہ اس کا ہر قول اور ہر فعل' اس کی حرکت اور ہر سکوت' اس کا اٹھنا اور بیٹھنا' سونا' جاگنا' ہنسنا' رونا سب اللہ کے لیے ہے کیوں کہ اس کا نتیجہ محبتِ الٰہی ہے اور محبت الٰہی کا نتیجہ رسول اللہ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بندہ نفلی عبادت کے ذریعہ سے میری قربت کا خواہش مند ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں۔ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ میں اسکی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے عطا کرتا ہوں۔ مجھ سے پناہ طلب کرے تو پناہ دیتا ہوں۔ پس جو شخص اس پر عمل کرنا چاہے وہ صبح وشام ذکر کیا کرے۔ اور دنیوی امور میں مشغولیت کی وجہ سے غافلوں سے نہ بنے۔ تمام اذکار سے بہتر اور افضل اللہ ہی کا ذکر ہے۔ زیادہ تر یہی ذکر کرے۔

تجرید: فرمایا طلب محبوب میں ثباتِ کائنات کے باوجود مقاماتِ اسرار کو تدبر سے خالی کر لینے اور لباس طمانیت کے ساتھ مفارقتِ مخلوق کو گوارا کر لینے اور خلوص کے ساتھ خلق سے حق کی جانب رجوع ہو جانے کا نام تجرید ہے۔

شوق: فرمایا سب سے اعلیٰ شوق وہ ہے جو مشاہدہ حق سے پیدا ہو۔ ایسے شوق میں محبت قائم رہتی ہے اور ہمیشگی کے بغیر اس شوق میں قرار نصیب نہیں ہوتا نہ ہی تسکین ملتی ہے بلکہ جیسے جیسے بقا حاصل ہوتی ہے شوق بڑھتا جاتا ہے۔ شوق کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ موافقت روح کے اسباب' متابعتِ ہمت یا حظ نفس سے خالی ہو۔ اس وقت مشاہدہ دائمی ہوتا ہے۔

معارف: حضور غوث پاک فرماتے ہیں کہ مسلمان کو تین باتیں نہ بھولنا چاہئے۔ اول یہ کہ نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس نے ازل میں انسان کے لیے جو کچھ مقرر کر دیا ہے خواہ وہ آرام ہے یا سختی' آسانی ہے یا تنگی' نفع ہے یا نقصان وہ ضرور پہنچے گا۔

دوسرے یہ کہ تو اپنے مولیٰ کا زیر فرمان بندہ ہے۔ تیرے اندر اُسی کا تصرف ہے۔ جس

طرح وہ چاہتا ہے۔ تیری حالت بناتا ہے۔ وہ تجھ پر تجھ سے اور تیرے باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ چنانچہ وہ جو کچھ بھی تیرے ساتھ کرے تجھے اسے ناپسند نہیں کرنا چاہیئے۔

تیسرے یہ کہ دنیا فنا ہونے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے جو ہمیشہ رہے گی۔ تو دنیا میں مسافر کی حیثیت رکھتا ہے۔ بالآخر یہ سفر ختم ہونے والا ہے اور تو اپنی اصلی منزل پر پہنچ جائے گا۔ پس سفر کے مصائب و آلام کو برداشت کر اور اپنا گھر آباد کرنے اور اس کی اصلاح اور آراستگی کے لیے کوشش کر۔ اس قلیل مدت میں یہ کام سرانجام دے لے کر بعدازاں ہمیشہ کے لیے فائدہ اٹھائے گا۔

ارادت: فرمایا جس چیز کی عادت پڑ گئی ہو اسے چھوڑ دینے کو ارادت کہا جاتا ہے۔ لیکن اس لفظ کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ مضبوطی کے ساتھ اللہ کی طلب میں دل لگایا جائے اور خدا کے سوا دوسری تمام چیزیں ترک کر دی جائیں۔ جب انسان دنیا اور آخرت کی لذت کے خیالات دل سے نکال دیتا ہے تو اس کی ارادت خالص ہو جاتی ہے۔ ہر کام کے لیے پہلے ارادہ کیا جاتا ہے' ارادہ کے بعد قصد ہوتا ہے۔ قصد کے بعد فعل' ارادہ ہر سالک کے راہ کی ابتداء ہے اور ہر قصد کرنے والے کی پہلی منزل۔

مرید اور مراد: مرید طالب ہے اور مراد مطلوب۔ مرید کی عبادت' مشقت اور مراد کی عبادت بخشش الٰہی ہے۔ مرید اس لئے عمل کرتا ہے کہ اس کا اجر پائے اور مراد فنافی اللہ ہوتا ہے۔ اپنے عمل کو نہیں دیکھتا۔ وہ صرف اللہ کے احسان اور اس کی توفیق ہی کو دیکھتا ہے۔ مرید راستے پر چلنے کی کوشش کرتا ہے اور مراد ہر مجمع اور ہر راستے پر کھڑے ہوتے ہیں۔ مرید جو کچھ دیکھتا ہے خدا کے نور کی روشنی میں دیکھتا ہے اور مراد اللہ تعالیٰ کی خاص ذات کے بیچ میں نظارا کرتا ہے۔ مرید خدا کے حکم پر قائم رہتا ہے اور مراد خدا کے فعل کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ یعنی رب تعالیٰ کے فعل کے ساتھ لپٹا ہوا اور چسپاں ہوتا ہے۔ مرید نفس کی ہوا اور ہوس کے خلاف کرنے والا ہوتا ہے اور مراد اپنے ارادے اور اپنی آرزو سے سرفراز ہوتا ہے۔ مرید قرب ہوتا ہے اور مراد قریب کیا جاتا ہے۔ مرید کی نگہبانی کی جاتی ہے اور مراد کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے

دوسری چیزوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔ مرید ترقی پانے والا ہوتا ہے اور مراد ترقی یافتہ ہوتا ہے اور عالم بالا میں سیر کرتا پھرتا ہے۔ بادشاہوں کے بادشاہ کی سواری اور اس کے جلوس کے نظاروں سے لطف اندوز ہوتا ہے اور سب نفیس اور پاکیزہ چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ پس مراد سب اطاعت کرنے والوں' عابدوں اور اللہ کے مقربوں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے اور ان سب پر سبقت لے گیا ہوتا ہے۔

مرید کے فرائض: جب مرید پیر صاحب سے آداب سیکھنے کا ارادہ کرے تو اسے لازم ہے کہ دل میں اس بات کا ایمان' صدق اور عتقاد ہو کہ اس مقصد کے حصول کے لئے میرے پیر سے بہتر اور کوئی آدمی نہیں اور محض خدا کے لیے اسے قبول کرے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کا جو راز ہو اسے دل میں محفوظ رکھے۔ کسی اور پر اس کا اظہار نہ کرے۔ لیکن جو بات مناسب خیال کرے اُسے شیخ پر ظاہر کر دے۔ شیخ کی مخالفت نہ کرے۔ اس سے ڈرے۔ شیخ سے مخالفت رکھے تو اپنے حق میں زہر قاتل بن جائے گی۔ لہٰذا ظاہر و باطن میں کوئی مخالفت نہ رکھے۔ اپنے احوال و اسرار کو شیخ سے پوشیدہ نہ رکھے۔ بلکہ ظاہر کرے اور کسی دوسرے کو آگاہ نہ کرے۔ جس بات کے ظاہر کرنے کا شیخ نے حکم دے رکھا ہو اسے ضرور ظاہر کرے۔ غیر ضروری باتوں کے لئے پیر سے اجازت نہ مانگے۔ ایسا کرنا مناسب نہیں۔ جن باتوں کو محض اللہ کے لیے چھوڑ چکا ہو ان کی طرف دوبارہ رجوع نہ کرے یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اہل طریق کے نزدیک ارادے کا ٹوٹنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا جو شخص اپنی بخششیں کو واپس کرتا ہے وہ اس کتے کی مانند ہے جو قے کر کے پھر اسے نگل لے۔ جس بات سے پیر منع کرے اسے چھوڑ دے۔ پیر کے فرمان کا بجالانا واجب ہے۔ اگر پیر کے ارشاد کے خلاف قیام میں کوئی تقصیر ہو جائے تو واجب ہے کہ پیر کو اس کی اطلاع دے تاکہ وہ اس کی تقصیر کا تدارک کرے اور مرید کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرے کہ مرید کو توفیق دی جائے۔ اس کے لئے آسانی پیدا ہو اور نجات کا ذریعہ نکل سکے۔

پیر کے فرائض: پیر کو چاہیئے کہ وہ مرید کو اپنے نفس کے لیے نہیں بلکہ اللہ کے لیے قبول کرے۔

مرید کو پند و نصیحت کرے۔ اس پر مہربانی کی نظر رکھے۔ جب دیکھے کہ مرید کسی مشقت یا سختی کو اٹھانے سے معذور ہے تو اس کے لیے آسانی پیدا کرے اور نرمی کا سلوک کرے جس طرح مہربان ماں یا شفیق باپ اپنے بیٹے یا غلام کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ جو بوجھ وہ نہ اٹھا سکتا ہو وہ اس پر نہ ڈالے۔

پہلے نفس امارہ کی فرمانبرداری ترک کرنے کا حکم دے پھر احکام شریعت کی پیروی کرائے۔ پھر اسے فرائض کی طرف متوجہ کرے۔ اگر آغاز ہی میں مرید کے مجاہدہ کی سچائی اور اس کی عزیمت کو دیکھ لے اور ان میں خدا کے نور کا مشاہدہ کرے جیسا کہ اپنے مومن بندوں' اولیاء اللہ اور دوستوں کے حق میں ہوتا ہے تو پھر کسی بات میں اس سے نرمی نہ کرے۔ بلکہ اسے بہت سخت ریاضات اور مجاہدے کرائے۔ اور ان کو شکنجہ میں خوب جکڑے۔ اس لئے کہ مرید پیدا ہی اسی کام کے لیے ہوا ہے۔ پیر کو جائز نہیں کہ مرید کی طرف سے کسی قسم کی آسائش پائے یا اس کے مال میں تصرف کرے یا اس کی خدمت سے فائدہ اٹھائے۔ ہاں اگر مرید اپنے مال سے کچھ نذرانہ پیش کرے تو قبول کر سکتا ہے' کیونکہ اس میں مرید کی اصلاح اور نجات ہے۔

مرید کی تربیت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیر کو توفیق عطا کی جاتی ہے اور مقصد یا حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔ پیر کا یہ ذمہ ہے کہ اپنی ہمت سے مرید کی تربیت کرے۔ جب مرید میں کوئی خلل یا فتور دیکھے تو اپنے باطن میں اس کی طرف توجہ کرے۔ پیر کے ذمہ یہ بھی ہے کہ مرید کے اسرار کی نگہبانی کرتا رہے۔ مرید کے حال سے کسی غیر کو آگاہ نہ کرے کیوں یہ اسرار امانت ہوتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ نیک لوگوں کے سینے اسرار و رموز کی قبریں ہوتی ہیں۔

مریدوں کے لیے ان کا پیر راحت کا محل ہوتا ہے۔ ان کے بھیدوں کا گنجینہ ان کی جائے پناہ' ان کو دلیری اور تقویت دینے والا' ان کی امداد کرنے والا' راہ حق میں ان کو ثابت قدم رکھنے والا ہوتا ہے۔ پیر کو لازم ہے کہ مریدوں کو ہر وقت اس بات پر آمادہ رکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے پر متوجہ رہیں۔ مرید سے اگر خلاف شرع کوئی کام ہو تو علیحدگی میں اسے نصیحت

کرے۔ اپنے علم پر مغرور نہ ہو بلکہ پیر اسے بتائے کہ اس علم کے باوجود وہ جاہل ہے۔ غرض ایسی تمام باتوں سے مرید کو بچائے جن سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ غرور آدمی کو اللہ کی نظر سے گرادیتا ہے۔

سب مریدوں کو اکٹھا کر کے نصیحت بھی کرے تاکہ نصیحت مشترک ہو کسی خاص آدمی کو مخاطب کر کے نہ کہے۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ وہ متنفر ہو کر چلا جائے اور غیبت اور بدگوئی کرے اور دوسروں کے دل میں بھی پیر کے متعلق نفرت پیدا کرنے کا باعث بنے۔

اگر پیر کا یہ حال ہو کہ وہ اپنے آپ پر ضبط نہیں کرسکتا' غصہ سے مغلوب ہو جاتا ہے اور ایسی حالت میں وہ ولایت کے منصب سے معذول ہو جائے تو مریدوں کو الگ کردے اور اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو۔ اپنے آپ کو ریاضت میں ڈالے۔ نفس کے ساتھ جہاد کرے اور خود کسی اور پیر کی تلاش کرے۔

ولی کے خصائل: سیّدنا غوث پاک کا ارشاد ہے کہ جس شخص میں یہ بارہ خصلتیں نہ ہوں اسے مسند ولایت پر بیٹھنا ہرگز جائز نہیں: دو خصلیں اللہ تعالیٰ سے سیکھے یعنی عیب پوشی اور رحم دلی۔ دو خصلتیں جناب رسالت مآبؐ سے سیکھے' شفقت اور رفاقت' دو خصلتیں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے سیکھے' دوستی اور راست گوئی۔ دو خصلتیں حضرت عمرؓ سے سیکھے' ہر شخص کو نیک بات بتانا اور اسے برائی سے روکنا۔ دو خصلتیں حضرت عثمان غنیؓ سے سیکھے مسکین کو کھانا کھلانا اور رات کو جاگ کر عبادت کرنا۔ دو خصلتیں حضرت علیؓ سے سیکھے عالم بننا اور شجاعت و جوانمردی اختیار کرنا۔

اہل مجاہدہ کے خصائل: اہل مجاہدہ میں دس خصلتیں ہونا ضروری ہے:۔

پہلی خصلت یہ ہے کہ خدا کی قسم نہ عمداً کھائے اور نہ سہواً' خواہ سچا ہو خواہ جھوٹا ہو۔ وہ اس لئے نہیں کہ قسم کھانا حرام ہے بلکہ اس لیے کہ خدا کی عزت اسکی شان اور اس کا جلال اس سے کہیں بالاتر ہے کہ معمولی باتوں کے لیے اس کی قسم کھائی جائے۔

دوسری خصلت یہ ہے کہ قصداً یا ہنسی مذاق کے طور جھوٹ سے ہمیشہ بچے۔

تیسری خصلت یہ ہے کہ کبھی وعدہ خلافی نہ کرے۔ اگر خدشہ ہو کہ وعدہ پورا نہ ہوگا تو ہرگز

وعدہ نہ کرے۔

چوتھی خصلت یہ ہے کہ مخلوقات میں کسی پر کبھی لعنت نہ کرے پانچویں خصلت یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کے لیے بد دعا نہ کرے خواہ اس نے اس پر ظلم ہی کیا ہو۔ظلم کو برداشت کرے اور صبر سے کام لے۔

چھٹی خصلت یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو تکفیر نہ کرے۔

ساتویں خصلت یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی گناہوں سے اپنے اعضا اور حواس کو بچائے۔

آٹھویں خصلت یہ ہے کہ لوگوں پر اپنا کسی قسم کا بوجھ نہ ڈالے۔

نویں خصلت یہ ہے کہ کسی بات کی طمع نہ کرے بلکہ بے نیاز رہے۔

دسویں خصلت یہ ہے کہ سچی تواضع اور انکساری اختیار کرے۔

خطرات قلب: سرکار غوث پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ جو چیز دل میں گزرے اسے دل کا خطرہ کہتے ہیں اور خطرات قلب چھ طرح کے ہوتے ہیں:

خطرہ نفس' خطرہ شیطان' خطرہ فرشتہ' خطرہ روح' خطرہ عقل اور خطرہ یقین۔

نفس کا خطرہ یہ ہے کہ نفس آدمی کو نفسانی خواہشات اور شہوت کی طرف مائل کرتا ہے خواہ وہ حلال ہو یا حرام۔

شیطان کا خطرہ اعتقاد پر اثر ڈالتا ہے۔یعنی کفر اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔اس بات پر قائل کرتا ہے کہ شرک کرے' شکوہ کرے' اللہ پر وعدہ خلافی کی تہمت لگائے۔ برا کام کرے۔یہ خطرہ دنیا اور آخرت کی ہلاکت آفریں باتیں بتاتا ہے۔

روح اور فرشتہ کے خطرات (دل میں گزرنے والے خیالات) اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔دنیا اور آخرت میں سلامتی کی باتیں بتاتے ہیں (جو علم شریعت کے موافق ہوں) یہ دونوں خطرات عمدہ اور پسندیدہ ہیں جو خاص لوگوں کے دلوں سے کبھی محو نہیں ہوتے۔

عقل کا خطرہ یہ ہے کہ وہ کبھی انسان کو نفس اور شیطان کی طرح حکم دیتا ہے اور کبھی روح

اور فرشتہ کے سے احکام دیتا ہے۔ یعنی کبھی برائیوں اور کبھی اچھائیوں کی ترغیب دیتا ہے۔ اس میں خدا کی حکمت یہ ہے کہ آدمی اپنے کاموں کو ہمت اور عقل کے مطابق درستی سے انجام دے۔ نیک و بد، نفع اور نقصان میں تمیز کرے۔ خدا نے انسان کے جسم کو اپنے احکام اور بے انتہا ارادوں کے نزول کا محل بنایا ہے۔ عقل اس لیے پیدا کی ہے کہ آدمی نیک کاموں کو سمجھے اور خدا کی نعمتوں کی طرف توجہ کرے۔

یقین کا خطرہ جو روح الایمان اور مزید علم ہے، صدیقین اولیاء، اصفیاء، اتقیاء، شہدا، ابدال، اقطاب اور اغواث کے لیے مخصوص ہے۔ یہ خطاب ہیں جو ضمائر پر وارد ہوتے ہیں۔ یہ خطاب جب فرشتہ کی جانب سے ہو تو الہام ہوتا ہے اور جب شیطان کی طرف سے ہو تو اسے وسواس کہتے ہیں۔ جب نفس کی طرف سے ہو تو ہاجس کہلاتا ہے اور جب حق تعالیٰ کی طرف سے ہو تو خطرہ حق کہلاتا ہے۔

الہلام کی علامت یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت کے مطابق ہو، وہ الہام جس میں ظاہر شریعت کا مشاہدہ نہ ہو باطل ہے۔

وسواس کی علامت یہ ہے کہ جب کسی لغزش کی طرف بلایا جائے اور اس کی مخالفت کی جائے تو کوئی دوسری لغزش پیدا ہو جائے کیونکہ اس کے نزدیک تمام مخالفات برابر ہیں۔

ہاجس کی علامت نفس کی خاص صفات میں سے کسی وصف میں اصرار کا پایا جانا ہے یہاں تک کہ وہ شخص اُس وصف کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

خطرہ حق کی علامت یہ ہے کہ حیرت کا موجب نہ ہو اور برائی کی طرف نہ کھینچ لیا جائے بلکہ مزید علم وبیان کے ساتھ وارد ہو اور بوقت وجدان اپنے وصف سے پہچانا جائے۔

اعمالِ صالح: ارشاد فرمایا جس نے اپنے مولا سے صدق وتقویٰ کا معاملہ کر لیا وہ خدا کے سوا سب سے بیزار رہتا ہے۔ دوستو! اس بات کا دعویٰ نہ کرو جو تم سے ممکن نہ ہو۔ شرک سے احتراز کرو اور قضاوقدر کے ان تیروں سے خوف کھاؤ جو تمہیں زخمی کرنے کی بجائے قتل کر ڈالیں گے۔ جس شخص کا راہ مولا میں کچھ گم ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا کر دیتا ہے۔

جب تک نفس پاکیزگی حاصل نہیں کرے گا دل بھی مصفا ہوگا۔ اور جب تک نفس گرویدگی میں اصحاب کہف کے کتے کی طرح نہ ہو جائے جو اپنے لئے دروازے کو لازم کرے تمہیں اس وقت تک صالح نہیں کہا جا سکتا۔ جب تک تمہارے نفس سے یہ صدا نہ آنے لگے: "یعنی اے نفس مطمئنہ! راضی خوشی سے اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔" اس وقت قلب کو وہ حضوری حاصل ہوگی کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی تجلیات کا مرکز بن جائے گا اور اس پر جلال الٰہی کے انکشافات ہونے لگیں اور اس کو کامل و اکمل بنا کر وارثت اس کے سپرد کر دی جائے گی۔ وہ مقام اعلیٰ سے یہ صدا سننے گا: "اے میرے بندے تو میرے لئے ہے اور میں تیرے لئے۔" طویل تقرب کے بعد خاصانِ خدا میں شمار ہونے لگے گا۔ خلیفۃ اللہ کا لقب مل جائے گا اور نظام کائنات پر قبضہ حاصل ہو جائے گا تا کہ غرق ہونے والوں کو خشکی پر لائے، گمراہوں کو ہدایت دے، اور اگر کسی مردہ پر گزرے تو اسے زندہ کر دے۔ گنہگاروں میں پہنچے تو ان کو نصیحت کرے۔ دور ہونے والوں کو قریب کر دے اور شقی کو سعید بنا دے کیونکہ ولی اللہ ابدال کے تابع ہوتا ہے اور ابدال نبی کے تابع ہوتے ہیں اور تمام انبیاء حضور اکرمؐ کے تابع ہیں۔ اولیاء کی مثال بادشاہ کے قصہ گو جیسی ہوتی ہے جو ہمیشہ اس کی صحبت میں رہتا ہے اور رات کو اسرار مملکت سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اس طرح دن رات بادشاہ کے قریب رہتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسفؑ سے فرمایا گیا کہ رات کا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا: "اے فرزند تم اپنا خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا۔" دن اولیاء کے لئے تقرب کا سبب بنتا ہے تو شب ان کے لئے کاشفِ اسرار۔

علم ظاہر اور علم باطن: فرمایا فقہ ظاہری سیکھ پھر فقہ باطنی سیکھ اور باطن کی طرف آ جا (جو دل سے ظاہر ہو اس پر) عمل کرتا کہ یہ عمل تجھے ایسے علم کے قریب لے جائے جو تو نہیں جانتا۔ علم ظاہر کی طرف سے علم باطن کی طرف جا۔ باطن روشنی ہے یہ تجھ میں اور تیرے خدا کے (درمیان) میں ایک قسم کا نور ہے۔ جب تو علم (باطنی) پر عمل کرے گا تو خدا کی طرف تیرا راستہ نزدیک ہو جائے گا۔ تیرا اور اس کے مابین دروازہ فراخ ہوگا اور اس در کے کواڑ کھل جائیں گے جو تجھے مخصوص کرنے والا ہے۔

ضرورتِ علم: غوث العالمین ارشاد فرماتے ہیں کہ علم پڑھو اس کے بعد گوشہ نشین ہو جاؤ کیونکہ جو عابد بے علم ہے اس کے تمام کام سدھرنے کی بجائے بگڑ جاتے ہیں۔ لہٰذا چراغِ شریعت لے کر عبادت الٰہی میں مصروف ہونا چاہیئے۔

جو شخص علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے علم لدنی عطا کرتا ہے تم ماسوا اللہ کو چھوڑ دو' اپنا چراغِ شریعت گل ہونے سے ڈرو۔ اس کی یاد میں مشغول رہو۔ اگر تم چالیس روز تک اس کی یاد میں بیٹھے رہو تو تمہارے قلب سے زبان کے راستے حکمت کے چشمے پھوٹ نکلیں گے۔ اور تمہارا دل اُس وقت موسیٰ کی طرح محبتِ الٰہی کی آتش مشاہدہ کرنے لگے گا۔ پھر تمہارے نفس تمہاری خواہش تمہارے شیطان' تمہاری طبعیت' تمہارے اسباب اور تمہارے وجود سے کہنے لگیں گے کہ بس ٹھہر جاؤ میں نے آتش مشاہدہ کی ہے۔ اور مقام سِرّ سے اس کو ندا آئے گی کہ میں ہوں تیرا رب' تو میرے غیر سے قطع تعلق کر لے۔ میرے ماسویٰ کو بھول جا۔ مجھے پہچان لے' مجھ سے تعلق رکھ' میرا طالب بنا رہ اور میرا تقرب تلاش کر۔

پھر جب لقا تمام ہو جائے گا تو تمام کدورتیں دور ہو جائیں گی اور سرکش نفس بھی مطیع ہو جائے گا۔

ضرورتِ عمل: غوث پاک نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ ہمیشہ اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ ظاہر شرع کو اختیار کرو۔ حسد و کینہ سے سینہ کو خالی کر دو۔ فقر و درویشی اختیار کرو۔ ایک لحظہ کے لیے بھی یادِ حق سے غافل نہ رہو۔

جو شخص اپنے مالک حقیقی سے سچائی اور راست بازی اختیار کر کے تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا شیوہ بناتا ہے۔ وہ رات دن میں ماسوا سے بے زار رہتا ہے۔ اے میرے دوستو! تم ایسی بات کا جو تم میں نہ ہو دعویٰ نہ کرو۔ خدا کو وحدہ لاشریک جانو' یاد رکھو جس کا خدا کی راہ میں کچھ بھی تلف ہوتا ہے خدا تعالیٰ ضرور اسے اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے۔

دعا: فرمایا دعا کے تین مدارج ہیں۔ اوّل تعریض' دوم تصریح' سوم اشارہ۔

تصریح کی تعریف یہ ہے جن میں بذریعہ الفاظ کسی امر کی وضاحت کی گئی ہو۔ تعریض وہ

دعا ہے جس میں الفاظ مضمر ہوں۔ اشارہ اس دعا کا نام ہے جس میں الفاظ بھی پوشیدہ ہوں۔

تعریض کی مثال حضورؐ کا یہ قول ہے: ''ہمارے نفوس کو ایک لمحہ کے لئے بھی ہماری تدبیر کے سپرد نہ کر۔''

تصریح کی مثال جیسا کہ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: ''اے رب! میں تجھے ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس میں رویت کی صراحت موجود ہے۔''

اور اشارہ کی مثال حضرت ابراہیمؑ کا یہ قول ہے: ''اے رب! میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔''

فقیر: آپ نے ارشاد فرمایا کہ لفظ فقیر میں چار حروف ہیں۔ ف' ق' ر' ی۔ ف سے مراد فنافی اللہ ہو کر اپنی ذات وصفات سے فارغ ہو جانا۔

ق سے مراد یادِ الٰہی کے ساتھ اپنے قلب کو قوت دینا اور ہمیشہ مولا کی رضامندی پر قائم رہنا۔

ی سے مراد (یرجو) یعنی رحمت الٰہی کا امیدوار ہونا اور اُس سے ڈرنا یعنی پرہیز گاری اختیار کرنا۔

ر سے رقتِ قلب' اس کی صفائی اور اپنی خواہشوں سے کنارہ کش ہو کر رجوع الی اللہ کرنا۔

اس کے بعد فرمایا کہ فقیر کو مندرجہ ذیل صفات سے موصوف ہونا چاہیئے: اُسے چاہیے کہ ہمہ وقت ذکر وفکر میں مصروف رہے۔ کسی سے جھگڑے تو ایک عمدہ طریق سے اور پھر جب حق معلوم ہو جائے تو فوراً حق کی طرف رجوع کرے' جھگڑا چھوڑ دے۔ راستبازی اختیار کرے' اپنا سینہ سب سے وسیع رکھے اور اپنے نفس کو سب سے زیادہ ذلیل جانے' ہنسے تو آواز سے نہیں بلکہ مسکرا کر۔ جو بات نہ معلوم ہو اُسے دریافت کر لے' غافل کو نصیحت کرے اور جاہل کو علم سکھلائے۔ کسی سے دُکھ پہنچے تو اسے دکھ نہ دے۔ فضول باتوں سے پرہیز کرے۔ محرمات سے بچے مشتبہات میں توقف کرے۔ غریب کا معین اور یتیم کا مددگار رہے۔ اپنے فقر میں خوش رہے۔ افشائے راز نہ کرے۔ کسی کی پردہ دری کر کے اس کی ہتک نہ کرے ذی اخلاق' حلیم' قانع' صابر اور شاکر ہو۔ کسی کے ساتھ بغض نہ رکھے۔ بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت

کرے، امانت کو محفوظ رکھے۔ اس میں خیانت نہ کرے۔ کسی کو بُرا نہ کہے۔ غیبت سے بچے۔ کم گو ہو۔ نمازیں زیادہ پڑھے، روزے بہت رکھے، غربا کو اپنی مجلس میں جگہ دے۔ مساکین کو کھانا کھلائے، ہمسایوں کو راحت پہنچائے۔

صبر و شکر: ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کے قضا و قدر سے جو واقع ہو اس پر ثابت قدم رہنے کا نام صبر ہے۔ صبر کی کئی قسمیں ہیں: ایک صبر اللہ ہے وہ یہ ہے کہ اس کے اوامر کو بجالاتا رہے اور نواہی سے بچتا رہے۔ ایک صبر مع اللہ ہے وہ یہ کہ قضائے الٰہی پر راضی اور ثابت قدم رہے اور مطلقاً ذرا بھی چون و چرا نہ کرے فقر سے بالکل نہ گھبرائے اور بغیر کسی قسم کی ترش روئی کے اظہار غنا کرتا رہے۔ ایک صبر علیٰ اللہ ہے۔ وہ یہ کہ ہر ایک امر میں وعدہ وعید الٰہی کو مدنظر رکھ کر ہر وقت اس پر ثابت قدم رہے۔

فرمایا کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ نہایت عجز و انکسار کے ساتھ منعم کی نعمت کا اعتراف کیا جائے اور ادائے شکر کی عاجزی کو مدنظر رکھ کر منت احسان کا مشاہدہ کرتے ہوئے اس کی عزت و حرمت باقی رکھی جائے۔

شکر کی بہت سی اقسام ہیں۔ ایک تو زبان کا شکر ہے وہ یہ کہ زبان سے نعمت کا اعتراف کرے۔ ایک شکر بالارکان ہے وہ یہ کہ خدمت و وقار سے موصوف رہے۔ ایک شکر بالقلب ہے وہ یہ کہ بساط شہود پر معتکف ہو کر حرمت و عزت کا نگہبان رہے۔ پھر اس مشاہدہ کے بعد نعمت کو دیکھ کر منعم کے دیدار کی طرف ترقی کرے۔

شاکر وہ ہے کہ موجود پر شکر کرے اور شکور وہ ہے کہ مفقود پر شکر گزاری کرے۔ اور حامد وہ ہے جو منع کو عطا اور ضرر کو نفع مشاہدہ کرے اور ان دونوں صفات کو برابر جانے۔ اور حمد وہ ہے کہ حمد کرنے والا چشم معرفت کے ساتھ بساط قرب پر مستفید ہو۔

توکل: غوث پاک نے ارشاد فرمایا کہ توکل قلب کا غیر کو چھوڑ کر خدا کی طرف مشغول ہونا اس کے سبب ظاہر کو بھول جانا اور اکیلی اُس کی ذات پر بھروسہ کر کے ماسوا سے بے نیاز ہو جانے کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متوکل مقام فنا سے آگے بڑھ جاتا ہے۔

رضا: ارشاد فرمایا کہ محبت الٰہی میں بڑھنا اور علم الٰہی کو کافی جان کر قضا و قدر پر راضی رہنا رضائے الٰہی ہے۔

انابت: انابت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ درجات کو ترک کر کے مقامات کی طرف رجوع کرنا' مقاماتِ اعلیٰ میں ترقی کرنا' مجالس حضرت القدس میں جا کر ٹھہرنا اور مشاہدہ کے بعد حق کی طرف رجوع کرنا انابت کہلاتا ہے۔

تعزز اور تکبر: ارشاد فرمایا کہ تعزز (بڑائی) حقیقت میں وہ ہے جو اللہ کی طرف سے ہو اور اللہ ہی کے لئے ہو۔ اس تعزز کا فائدہ یہ ہوگا کہ نفس احساس عجز کرنے لگے گا اور اللہ تک رسائی کے لئے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔

تکبر وہ ہے جو خواہش نفس کے لئے ہو اور طبیعت میں ایسا ہیجان پیدا کر دے کہ خدا تک رسائی کا ارادہ مغلوب ہو کر رہ جائے۔

توبہ: توبہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ توبہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنی قدیم عنایت و توجہ اپنے بندہ پر مبذول فرما کر اس کے دل پر اس کا اشارہ کرے اور اپنی شفقت و محبت کے ساتھ خاص کرے اور اُسے اپنی طرف کھینچ لے۔ اس وقت بندہ کا دل اپنے مولا کی طرف کھچ جاتا ہے اور روح' قلب اور عقل اس کے تابع ہو جاتی ہے۔ پھر وجود میں امر الٰہی کے سوا اور کچھ نہیں رہتا۔ یہی صحت توبہ کی دلیل ہے۔

خوف و رجا: خوف کی کئی قسمیں ہیں مثلاً گناہگاروں کو عذاب کا خوف ہوتا ہے۔ عابدوں کو طاعتِ الٰہی یا عبادت کا ثواب کم ملنے کا خوف ہوتا ہے یا یہ ڈر ہوتا ہے کہ شاید ثواب ہی نہ ملے عاشقانِ الٰہی کو لقائے الٰہی حاصل نہ ہونے کا خوف ہوتا ہے۔ عارفین کا خوف عظمت و ہیبت الٰہی کے سبب سے ہوتا ہے۔ یہی اعلیٰ درجہ کا خوف ہے۔ کیونکہ زائل نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ رہتا ہے۔ خوف کی تمام قسمیں رحمت و لطفِ الٰہی کے مقابلے میں ساکن ہو جاتی ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ اولیاء اللہ کے حق میں رجا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہو مگر نہ طمع رحمت کی وجہ سے اور نہ ہی کسی ضرر یا نفع کی امید پر۔ اور حسن ظن اپنی ہمتوں کو عنایات و

توجہاتِ الٰہیہ پر چھوڑ کر اپنے قلب کو بغیر کسی طمع وغرض کے خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

فنا: ارشاد فرمایا اگر باطن میں حق تعالیٰ کی ہستی کا ایسا غلبہ ہو جائے کہ سالک کو خدا تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا شعور تک باقی نہ رہے تو اُسے فنا کہتے ہیں۔

مخلوق سے فنا ہونے کی علامت یہ ہے کہ ان سے تیرا تعلق ختم ہو جائے۔ ان کے نفع سے ناامید اور نقصان سے بے خوف ہو جائے۔ خود اپنی ہستی اور اپنے نفس اور خواہش سے فنا ہو جانے کی یہ علامت ہے کہ نفع حاصل کرنے اور ضرر دور کرنے میں اسباب ظاہری سے نظر اٹھا لے اور اپنے سبب سے خود کچھ نہ کرے نہ اپنے آپ پر بھروسہ کرے۔ بلکہ تمام امور اسی کو سونپ دے۔ وہ جس نے پہلے اس میں تصرف کیا ہے وہی اب بھی اس میں تصرف کرے گا۔ اپنے ارادے سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ رضاءِ الٰہی کے سامنے تیرا کوئی ارادہ نہ ہو بلکہ اس کا فعل تمہارے اندر جاری رہے اور تمہارے اعضاء اس کے فعل سے خاموش ہوں اور دل مطمئن اور خوش رہے۔ ذرا بھی منقبض نہ ہو۔ تمہارا باطن تمام چیزوں سے مستغنی رہے اور تو خود قدرتِ الٰہی کے ہاتھ میں ہو جائے۔ وہ کچھ بھی تجھ پر اپنا تصرف کرے زبان ازلی اس وقت تجھے پکارے گی۔ علم لدنی تجھ کو حاصل ہوگا۔ اور نور جمالِ الٰہی کا لباس پہنے گا۔ پھر ارادہ الٰہی کے سوا تیرے اندر کچھ نہ رہے گا تو اس وقت تصرفات وخرقِ عادات تیری طرف منسوب ہوں گے مگر بظاہر اور درحقیقت وہ فعل الٰہی ہوگا۔ فنا درحقیقت یہ ہے کہ اکیلا خدا تعالیٰ ہی باقی رہے۔

بقا: فرمایا کہ بقا حاصل نہیں ہوتی مگر اس بقا سے کہ جس کے ساتھ فنا نہ ہو اور نہ انقطاع ہو۔ اور وہ نہیں ہوتی مگر صرف ایک لمحہ کے لیے بلکہ اس سے بھی کم۔ اہل بقا کی علامت یہ ہے کہ ان کے اس وصفِ بقا میں کوئی فانی شے ان کے ساتھ نہ رہ سکے کیونکہ وہ دونوں آپس میں ضد ہیں۔

حُسنِ اخلاق: ارشاد فرمایا کہ حُسنِ خلق یہ ہے کہ تم پر جفائے خلق اثر نہ کرے خصوصاً جبکہ تم حق سے خبردار ہو گئے ہو۔ اور عیوب پر نظر کر کے نفس کو اور جو کچھ نفس سے سرزد ہو حقیر جانو اور جو کچھ کہ حق تعالیٰ نے خلق کے دلوں کو ایمان اور اپنے احکام سپرد کیے ہیں اس پر نظر کر کے جو کچھ ان سے تمہارے حق میں صادر ہو عزت کرو۔ یہی انسانی جوہر ہے اور اسی سے لوگوں کو پرکھا جاتا

ہے۔

صدق: فرمایا کہ اقوال اور اعمال میں صدق یہ ہے کہ اس کے ذریعے رویت خداوندی حاصل رہے اور احوال میں صدق یہ ہے کہ بندے کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی توجہ اور خیال کے علاوہ کوئی شے باقی نہ رہے۔

محبت: حضور غوث پاک نے ارشاد فرمایا کہ محبت دل کی تشویش کا نام ہے جو کہ محبوب کے فراق سے حاصل ہوتی ہے۔ اس وقت دنیا اسے انگوٹھی کے حلقے یا مجلسِ ماتم کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ محبت وہ شراب ہے جس کا نشہ کبھی نہیں اتر سکتا۔ محبت محبوب سے خواہ ظاہر ہو خواہ باطن ہر حال میں خلوص نیتی کرنے کا نام ہے۔ محبت جز محبوب کے سب سے آنکھیں بند کر لینے کا نام ہے۔ عاشق محبت کے نشے میں ایسے مست ہوتے ہیں کہ انہیں بجز مشاہدۂ محبوب کے کبھی ہوش نہیں آتا۔ وہ ایسے مریض ہیں کہ بغیر دیدار محبوب صحت نہیں پاتے۔ انہیں اغیار سے حد درجہ کی وحشت ہوتی ہے۔ محبوب کے سوا انہیں کسی سے انسیت نہیں ہوتی۔

حیا: فرمایا کہ حیا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں وہ بات نہ کہے جس کا کہ وہ اہل نہ ہو' محارم الٰہیہ کو نہ ترک کرے۔ چاہیئے کہ تمام گناہوں کو صرف حیا کی وجہ سے چھوڑ دے نہ کہ خوف کی وجہ سے۔ اس کی اطاعت وعبادت کرتا رہے اور جانے کہ خدا تعالیٰ اس کی ہر بات پر مطلع ہے۔ اس لئے اس سے شرماتا رہے۔

قلب اور ہیبت کے درمیان سے جب حجاب اٹھ جاتا ہے تو حیا پیدا ہوتی ہے۔

شکستہ دلوں کی دلجوئی: حضرت شیخؒ کے زمانے میں ایک طبقہ ایسا تھا جو اپنے اعمال واخلاق اور ایمانی کیفیت کے لحاظ سے پست لیکن دنیاوی حیثیت سے بلند اور ہر طرح سے اقبال مند' اس کے برخلاف دوسرا طبقہ معاشی حیثیت سے پست' دنیاوی ترقیات سے محروم' بے بضاعت و تہی دست' لیکن اعمال اور اخلاق کے لحاظ سے بلند اور ایمانی کیفیات وترقیات سے بہرہ مند تھا' وہ پہلے طبقہ کی کامیابیوں اور ترقیات کو بعض اوقات رشک کی نگاہ سے دیکھتا' اور اپنے کو کسی وقت محروم ونامراد سمجھنے لگتا تھا' حضرت شیخ اس شکستہ دل طبقہ کی دلجوئی فرماتے ہیں اور اس پر اللہ

تعالیٰ کی جو عنایات ہیں' اُن کا ذکر فرماتے ہوئے اس امتیاز و فرق کی حکمت بیان کرتے ہیں' ارشاد ہوتا ہے:۔

''اے خالی ہاتھ فقیر! اے وہ کہ جس سے تمام دُنیا برگشتہ ہے'

اے گمنام اے بھوکے پیاسے ننگے' جگر جھلسے ہوئے' اے ہر مسجد و خرابات سے نکالے ہوئے' اے ہر در سے پھٹکارے ہوئے' اے وہ کہ ہر مراد سے محروم خاک پر پڑا ہے' اے وہ کہ جس کے دل میں (مٹی ہوئی) آرزوؤں اور ارمانوں کے (کشتوں کے) پشتے لگے ہیں' مت کہہ کر خدا نے مجھ کو محتاج کر دیا' دُنیا کو مجھ سے پھیر دیا' مجھے پامال کر دیا' چھوڑ دیا' مجھ سے دشمنی کی' مجھے پریشان کیا اور جمعیت (خاطر) نہ بخشی' مجھے ذلیل کیا' اور دنیا سے میری کفایت نہ کی' مجھے گمنام کیا' اور خلق میں اور میرے بھائیوں میں میرا ذکر بلند نہ کیا' اور غیر پر اپنی تمام نعمتیں نچھاور کر دیں' جس میں اس کے دن رات گزرتے ہیں' اُسے مجھ پر اور میرے دیار والوں پر فضیلت دی' حالانکہ وہ بھی مسلمان ہے اور میں بھی' اور ایک ماں باپ آدم و حوا کی اولاد میں دونوں ہیں (اے فقیر) خدا نے تیرے ساتھ یہ برتاؤ اس لئے کیا ہے کہ تیری سرشت نمیار زمین (کے مثل) بے ریت ہے' اور رحمتِ حق کی بارشیں برابر تجھ پر ہو رہی ہیں' از قسم صبر و رضا و یقین و موافقت علم اور ایمان و توحید کے انوار تیرے گرداگرد ہیں' تو تیرے ایمان کا درخت اور اس کی جڑ اور بیج اپنی جگہ پر مضبوط ہے' کلّے دے رہا ہے' پھل رہا ہے' بڑھ رہا ہے شاخیں پھیلا رہا ہے' سایہ دے رہا ہے' بلند ہو رہا ہے' روزانہ زیادتی اور نمو میں ہے' اس کے بڑھانے اور پرورش کرنے میں پانس اور کھاد دینے کی ضرورت نہیں' اس بارے میں خداوند تعالیٰ تیرے حکم سے فارغ ہے (کہ وہ خود تیری ضروریات کو بخوبی جانتا ہے) اس نے آخرت میں تجھ کو مقام بخشا ہے' اور اس میں تجھ کو مالک بنایا ہے' اور عقبیٰ میں تیرے لئے اتنی کثرت سے بخششیں رکھی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کان نے سُنیں' نہ کسی انسان کے دل میں گزریں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ کون سی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی گئی ہے' اس کام کے بدلہ میں جو وہ کرتے رہے ہیں۔'' یعنی جو کچھ دنیا میں ان لوگوں نے احکام کی بجا آوری'

ممنوعات کے ترک پر صبر، مقدارت میں تفویض وتسلیم اور کل اُمور میں خدا کی موافقت کی ہے۔

اور وہ غیر جسے خدا نے دنیا عطا فرمائی اور (مال دنیا کا) مالک کیا ہے، اور نعمتِ دنیاوی دی، اور اس پر اپنا فضل فرمایا، اس کے ساتھ یہ معاملہ اس لئے کیا ہے کہ اس کے ایمان کی جگہ ریتلی اور پتھریلی زمین ہے کہ اس میں پانی ٹھہرنا اور درخت اُگنا اور کھیتی اور پھل کا پیدا ہونا دقت سے خالی نہیں، تو اس زمین پر کھاد وغیرہ ڈالی جاتی ہے، جس سے پودوں اور درختوں کی پرورش ہو، اور وہ کھاد دینا اس کا سامان ہے تا کہ اس سے درختِ ایمان اور نہال اعمال کی جو اس زمین میں اُگے ہیں، حفاظت ہو، اگر یہ چیز اس سے علیحدہ کردی جائے تو پودے اور درخت سوکھ جائیں گے اور پھل جاتے رہیں گے، پس گھر ہی اُجڑ جائے گا حالانکہ خداوندی تعالیٰ اس کے بنانے کا ارادہ رکھتا ہے، تو اے فقیر! دولت مند آدمی کا درخت ایمان کمزور جڑ کا ہوتا ہے اور اس قوت سے خالی جو تیرے درخت ایمان میں بھری ہوئی ہے، اس کی مضبوطی اور اس کا ٹکاؤ انہی چیزوں سے ہے، جو مال دنیا اور طرح طرح کی نعمتیں اس کے پاس نظر آتی ہیں، اگر درخت کی کمزوری میں یہ چیزیں اس سے الگ کردی جائیں تو ایمان کا درخت سوکھ کر کفر وانکار (پیدا) ہو جائے گا، اور وہ شخص منافقین ومرتدین وکفار میں شامل ہو جائے گا، البتہ (اگر) خداوند تعالیٰ دولت مند کی طرف صبر ورضا ویقین وعلم اور طرح طرح کی معرفتوں کے لشکر بھیجے اور اس سے اس کا ایمان قوی ہو جائے تو پھر اس کی تونگری اور نعمتوں کے علیحدہ ہو جانے کی نہ پرواہ رہے گی۔"

☆☆☆

ستر ہواں باب:

سیّدنا غوث اعظمؓ کے عظیم اقوال

خلق خدا کی رشد و ہدایت، کے لئے حضور غوث پاک کی آواز چالیس برس تک بغداد کی فضاؤں میں گونجتی رہی اور لوگ آپ کی تعلیمات' معارف اور ہدایت کے بیش بہا موتی اپنی جھولیوں میں بھرتے رہے۔ جس کا غیر مسلمانوں نے بھی اعتراف کیا۔ اور اسلام کی حقانیت و عظمت کے قائل ہوئے۔ پچھلے باب میں آپ کی مجالس اور مواعظ حسنہ سے کچھ اسباق مختلف عنوانات کے تحت بیان کئے۔ لہٰذا یہاں تبرکاً آپ کے چیدہ چیدہ عرفانی ارشادات تحریر کئے جاتے ہیں جو بارگاہ غوثیت کے وابستگان اور راہ طریقت کے سالکین کے لئے نہایت مفید ثابت ہوں گے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

عِظْ نَفْسَکَ اَوَّلاً ثُمَّ عِظْ نفس غَیرِکَ

(ترجمہ) پہلے اپنے آپ کو نصیحت کرو' پھر دوسروں کو۔

اَنْتَ اَعْمٰی کَیْفَ تَقُوْدُ غَیرَکَ اِنَّمَا یَقُوْدُ النَّاسَ الْبَصِیْرُ.

(ترجمہ) تم اندھے ہو کر دوسروں کی رہنمائی کس طرح کر سکتے ہو' کیونکہ لوگوں کی رہنمائی تو صاحب بصیرت ہی کر سکتا ہے۔

ذَھَابُ دِیْنِکُمْ بِاَرْبَعَةِ اَشْیَاءَ

الاوّل: اِنَّکُمْ لاَ تَعْلَمُوْنَ بِمَا تَعْلَمُوْنَ۔

الثّانی: اِنَّکُمْ تَعْمَلُوْنَ بِمَا لاَ تَعْلَمُوْنَ۔

الثالث: اِنَّکُمْ لاَتَتَعَلَّمُوْن مالاَ تَعْلَمُوْنَ۔

الرّابع: اِنَّکُمْ تَمْنَعُوْنَ النَّاسَ مِنْ تَعلُّمِ مَالاَ تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ چار باتیں تمہارے دین کو برباد کر دیں گی۔

پہلی: یہ کہ جس چیز کا تمہیں علم ہے اُس پر عمل نہیں کرتے۔

دوسری: یہ کہ جس چیز کا تمہیں علم نہیں‘ اُس پر عمل کرتے ہو۔

تیسری: یہ کہ جس چیز کا تمہیں علم نہیں‘ اُس کا علم حاصل نہیں کرتے۔

چوتھی: یہ کہ جس چیز کا تمہیں علم نہیں‘ دُوسروں کو اُس کا علم حاصل کرنے سے روکتے ہو۔

نَم تحتَ میزابِ القَدَرِ متوَسِّدًا بالصَّبرِ متقلِّدًا بالمَوافقَةِ عابدًا بانتظارِ الفَرَجِ فَاِذَا کُنتَ هٰکذا صُبَّ عَلَیکَ المقدَّرُ مِن فضلهٖ وَ مِنَنِهٖ مَا لا تُحسِنُ تَطلُبَه‘ و تَتَمَنَّاهُ.

ترجمہ: صبر کا تکیہ لگا کر‘ تقدیر کی موافقت کا ہار گلے میں ڈال کر کشادگی کے انتظار میں عبادت کرتے ہوئے میزابِ تقدیر کے نیچے آرام سے سو جا‘ جب تو اِس طرح ہو گیا تو اُس کے فضل و احسان سے مقدر تم پر اس طرح پلٹ دیا جائے گا‘ جس کی تو طلب اور تمنا بھی نہ کر سکتا ہو گا۔

مِنْ کُنُوزِ البِرِّ کتمانُ السِّرِ و المصائب و الامراض و الصَّدقةِ

ترجمہ: اسرار و رموز‘ مصائب و امراض اور صدقے کو چھپانا‘ بھلائی کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

تَصَدَّقْ بِیَمِینِکَ وَاجتَهِدانْ لَّا تَعلَمَ شِمَالُکَ

ترجمہ: اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ دیتے وقت کوشش یہ کرو کہ تمہارے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔

خَالِطُوا العُلَمَاءَ بِحُسنِ الادبِ وَ تَرکِ الاعتراضِ عَلیهم وَ طَلَبِ الفائدةِ مِنهُمْ لِیَنَالَکُمْ مِن عُلُومِهِمْ وَ تَعُودَ علیکُمْ بَرَکَاتُهُمْ

ترجمہ: علماء کی خدمت میں حسن ادب‘ ترکِ اعتراض اور حصول فائدہ کے لئے حاضری دو تا کہ اُن کے علوم و برکات سے تمہیں فائدہ پہنچے۔

مَنْ عَرَفَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ غابَتِ الدُّنیَا وَ الآخرةُ وَمَاسِوَی الحَقِّ عزَّوَجَلَّ عَنْ قَلْبِهٖ

ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تو دُنیا و آخرت اور ماسوی اللہ اُس کے دل سے غائب

ہو گے۔

فَرِغْ قَلْبَکَ هُوَ بَيْتُ الْحقِ لا تَدَعْ فيهِ غَيْرَه'

ترجمہ: تیرا دل جو کہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے' غیر کو اِس سے نکال دے۔

اِذَا اَرَدْتُ الفلاحَ فَخَالِفْ نَفْسَکَ فِیْ مُوَافَقَةِ رَبِّکَ

ترجمہ: اگر تو حقیقی کامیابی چاہتا ہے تو اپنے رب کی اطاعت میں نفس کی مخالفت کر۔

مَا اَجْهَلَ مَنْ نَسِیَ الْمُسَبِّبَ وَاشْتَغَلَ بِالسَّبَبِ' نَسِیَ البَاقِیَ وَ فَرِحَ بِالْفَانِیْ

ترجمہ: جو مسبب کو بھلا کر سبب سے مشغول ہو گیا' وہ کس قدر جاہل ہے کہ باقی کو بھول کر فانی سے خوش ہو گیا۔

حقيقةُ الفقرِ اَنْ لَّا تَفْتَقِرَ اِلٰی مَنْ هُوَ مثلُکَ وَ حققيةُ الغِنٰی اَنْ تَسْتَغْنِیَ عَمَّنْ هُوَ مِثْلُکَ

ترجمہ: فقر کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے جیسے (انسان کا) محتاج نہ بنے اور غنا کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے جیسے (انسان) سے مستغنی ہو جائے۔

اُتْرُکْ غَدًا اِلٰی جَنْبِ اَمْسِ لَعَلَّ غَدًا يَاْتِیْ وَ اَنْتَ مَيِّتٌ

ترجمہ: آنے والے کل کو گزشتہ کل کے پہلو میں رکھ' شاید آنے والا کل آئے اور تو زندہ نہ ہو

(مطلب یہ ہے کہ فرصت کو غنیمت جان کر مستقبل کا فکر آج ہی کرنا چاہیے)

يَاغَنِیُّ لا تَشْتَغِلْ بِغِنَاکَ عَنْهُ لَعَلَّ غَدًا يَّاْتِی وَانْتَ فَقِيرٌ

ترجمہ: اے مالدار! اپنی دولت کی بنا پر آنے والے کل سے منہ نہ پھیر' ہو سکتا ہے کہ کل آئے اور تو محتاج ہو۔

اَکْثَرُ مَا يُحمِلُکَ عَلَی الْعَجلَةِ' الحرصُ عَلٰی جَمْعِ الدُّنيا

ترجمہ: زیادہ تر جو چیز تمہیں عجلت (جلدی) پر برانگیختہ کرتی ہے' وہ دنیا جمع کرنے کی حرص ہے۔

اِنْ اَرَدْتَ اَنْ تَکُوْنَ مُتَّقِيًا' مُتَوَکِّلًا' وَ اتقاً فَعَلَيکَ بِالصَّبْرِ فَاِنَّه اَسَاسٌ لِکُلِّ خَيْرٍ

ترجمہ: اگر تم متقی، متوکل اور صاحبِ یقین بننا چاہتے ہو تو صبر پر کاربند رہو، کیونکہ صبر ہر بھلائی کی بنیاد ہے۔

ذِکرُ البَذرِ وَالحَرثِ وقتَ حَصَادِالنَّاسِ لا یَنفَعُ

ترجمہ: جب لوگ فصل کاٹ رہے ہوں تو اُس وقت بیج اور کھیتی کی باتیں سودمند نہیں ہوتیں۔ (یعنی نتائج وثمرات اور فیوض وبرکات کے ظہور کے وقت اعمال صالحہ کی کوشش اور اُس کے عدم حصول پر حسرت بےسود ہے۔)

صُحبتُکَ لِلاَشرارِ تُوقِعُکَ فِی سُوءِ الظَّنِّ بِالْاَخیَارِ

ترجمہ: بُروں کی صحبت تمہیں نیکوں کے ساتھ بدگمانی میں مبتلا کر دے گی۔

لاَ تَغتَرَّ بِعَمَلٍ فَاِنَّ الاعمالَ بِخَوَاتِمِهَا

ترجمہ: عمل پر غرور نہ کر، کیونکہ اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے

اِحذَرمِنْ بَحرِ الدُّنیَا فَقَدْ غَرِقَ فِیهِ خَلْقٌ کَثِیرٌ

ترجمہ: دنیا کے سمندر سے بےخوف نہ رہ، اس میں بہت لوگ غرق ہو گئے۔

اِذَا تَکَلَّمتَ فَتَکَلَّمْ بِنِیَّةٍ صَالِحَةٍ وَاِذَا سَکَتَّ فَاسْکُتْ بِنِیَّةٍ صَالِحَةٍ کُلُّ مَنْ لَمْ یُقَوِّمِ النِّیَّةَ قَبْلَ العَمَلِ فَلاَ عَمَلَ لَه.

ترجمہ: گفتگو اور خاموشی، دونوں سے پہلے حسنِ نیت کو مدنظر رکھ، جو شخص عمل سے پہلے نیت درست نہیں کرتا، اُس کے عمل کی کوئی وقعت نہیں۔

اَلفَقِیرُ هُوَ الَّذِیْ لاَ یَستَغنِیْ بِشَیءٍ دُونَ اللّٰهِ تعالیٰ

ترجمہ: فقیر وہ ہے، جس کے استغنا کا سبب ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کوئی اور چیز نہ ہو (یعنی مال ودولت، اقتدار کی وجہ سے مستغنی نہ ہو، بلکہ اُس کی استغنا کا واحد سبب ذاتِ باری سے اُس کا رابطہ قلبی ہو) (ماخوذ الدُّرَرُ السَّنِیَّةِ فِی مَوَاعِظِ الجِیلانِیَّه، مصنفہ السید محمد سیف الدین الجیلانیؒ، مطبوعہ استانبول (ترکی) سن طباعت ۱۳۰۲ھ)

ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اُس کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ اپنی تمام ضروریات اللہ

کے حوالے کرو' اُسی سے سب کچھ مانگو اور اُسی پر بھروسہ کرو۔ توحید پر مضبوطی سے قائم رہو' کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے۔

☆ بندہ جب مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے' تو پہلے خود اُس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب ناکام ہوتا ہے' تو مخلوق سے مدد طلب کرتا ہے۔ جب ہر طرف سے نا اُمید ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے' اُس وقت اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ خیر و شر' نفع و ضرر اور موت و حیات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے

☆ بہادر وہ شخص ہے' جس نے قلب کو ماسوی اللہ سے پاک کر ڈالا اور توحید کی تلوار لے کر دل کے دروازے پر کھڑا ہو گیا' تاکہ مخلوق میں سے کوئی بھی دل میں داخل نہ ہو۔

☆ دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ اس میں غیر کو ہرگز نہ آنے دو۔ دنیا کی محبت کو دل سے نکال دو اور مخلوق کو کارساز سمجھنا چھوڑ دو۔

☆ جو شخص معیت الٰہی کا طالب ہو' اُسے چاہیے کہ صدق کو شعار بنائے۔

☆ (کم از کم) چالیس دن اپنے رب کے ساتھ اخلاص پر کاربند رہو' تو تمہارے دل سے تمہاری زبان پر حکمت و معرفت کے چشمے جاری ہوں گے۔

☆ جس نے صدق و اخلاص و تقویٰ کو اختیار کیا' وہ ماسوی اللہ سے منقطع ہو گیا۔

☆ ہر وہ حقیقت' جسے شریعت رد کر دے' باطل ہے۔

☆ جو شخص علم کے بغیر عبادت میں مشغول ہو' اُس کی اصلاح پر فساد غالب ہو گا۔

☆ جو شخص علم پر عمل کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اُسے وہ علوم عطا کرتا ہے' جو اُسے پہلے حاصل نہیں ہوتے

☆ صادق وہ ہے' جو اقوال میں سچا ہو اور صدیق وہ ہے جو اقوال' افعال اور احوال میں صداقت کو پیش نظر رکھے۔

☆ صدق کی حقیقت یہ ہے کہ تم وہاں سچ بولو' جہاں تمہیں جھوٹ کے بغیر نجات نظر نہ آتی ہو

☆ کسی کے ساتھ محبت و عداوت رکھنے کے لئے کتاب و سنت سے اُسے کے اعمال کی موافقت و مخالفت کو مد نظر رکھو۔

☆ اگر مال و دولت کے ہوتے ہوئے تم اطاعت الٰہی میں مصروف ہو گئے تو مال تمہارا خادم ہو گا اور تم دُنیا و آخرت میں محترم ہو گئے۔

☆ جو شخص دُنیا و آخرت کی سلامتی چاہے' وہ صبر و رضا سے کام لے اور تکالیف کی شکایت مخلوق کے سامنے نہ کرے۔

☆ جان و دل سے منعم حقیقی کی نعمتوں کا اعتراف' شکر کی حقیقت ہے۔

☆ فقیر صابر' غنی شاکر سے افضل ہے اور فقیر شاکر دونوں سے افضل ہے۔

☆ دُنیا داروں کے ساتھ تعزز (بے نیازی و خودداری) سے پیش آؤ' جب کہ درویشوں کے ساتھ عجز و انکسار سے

☆ حرام روزی سے دل مردہ ہو جاتا ہے' جب کہ رزق حلال سے دل کو زندگی ملتی ہے۔

☆ دنیا کو دست و جیب میں رکھنا اور نیکی نیت سے اس کی فراہمی جائز' مگر اسے دل میں جگہ دینا جائز نہیں۔

☆ اگر تم اللہ کے حکم کو مدنظر رکھ کر مخلوقات اور خواہش نفس سے الگ رہ سکتے ہو اور اللہ کے ارادے کو پیش نظر رکھ کر اس کے فعل سے درگزر کرو تو علم الٰہی کے لائق ہو سکتے ہو۔

☆ جو شخص مالک حقیقی سے ڈر کر تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرتا ہے وہ اللہ کے سوا ہر شے سے ہر وقت بیزار رہتا ہے۔

☆ تم نفس کی خواہش پوری کرنے سے میں لگے ہو اور وہ تمہیں برباد کرنے میں مصروف ہے

☆ نہ کسی سے محبت کرنے میں جلدی کرو نہ عداوت کرنے میں عجلت سے کام لو۔

☆ اپنا مال آخرت کے لیے آگے بھیج دے اور موت کے انتظار میں لگ جا۔

☆ کوشش یہی کرنی چاہئے کہ اپنی بات جواباً ہو یعنی اپنی طرف کلام کا آغاز نہ کرے۔

☆ حسن خلق یہ ہے کہ تو عرفان حق میں اتنا مستغرق ہو جائے کہ کسی کے ظلم یا سختی سے اپنے دل کو رنجیدہ نہ کرے۔

☆ جس شخص میں کوئی خوبی نہ ہو اسے ایذا بھی کم پہنچی ہے۔

- ☆ اپنی خوشی کو گھٹاؤ اور رنج و تکالیف کو بڑھاؤ کہ نبی کریمؐ کی زندگی ایسی ہی تھی۔
- ☆ لوگوں کی نظر میں اپنا وقار قائم رہنے دو ورنہ افلاس کو ظاہر کرنے سے لوگوں کی نظر میں گر جاؤ گے۔
- ☆ اگر ہمارا گناہ صرف یہی ہو کہ ہم دنیا سے محبت رکھتے ہیں تب بھی ہم دوزخ کے حق دار ہیں۔
- ☆ رحمت نہ مانگ بلکہ رحیم کو مانگ۔
- ☆ مومن اپنے اہل و عیال کو اللہ کے سپرد کرتا ہے اور منافق اپنے مال کے سپرد۔
- ☆ جس کا انجام موت ہے اس کے لیے خوشی کا کون سا مقام ہے۔
- ☆ دنیا سراسر آفتوں اور مصیبتوں کا مجموعہ ہے لہٰذا صبر اختیار کر۔
- ☆ اپنے لقمے کی اصلاح کرو کیونکہ اعمال کی اصل بنیاد یہی ہے۔
- ☆ اگر تو اونچی آواز سے ''اللہ'' بھی کہے تو حساب لیا جائے گا کہ تو نے یہ خلوص کے ساتھ کیا تھا یا ریاکاری کے ساتھ۔
- ☆ اخلاص اس کا نام ہے کہ لوگوں کی تعریف یا مذمت کا کچھ خیال نہ کیا جائے۔
- ☆ جس نے مخلوق کی طرف منہ کیا اس نے خالق کی طرف پیٹھ پھیری۔
- ☆ آخرت کو دنیا پر مقدم رکھنے والے کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ ہی فائدہ ہے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے کے لئے دونوں میں خرابی ہے۔
- ☆ جو بادشاہ کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اس کا دل سخت اور وہ مغرور ہو جاتا ہے' جو لڑکوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اس میں ہنسی مذاق کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو عورتوں کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہے اس میں جہالت اور بُری خواہش بڑھ جاتی ہے۔ جو فاسقوں کے ساتھ نشست برخاست رکھتا ہے وہ گناہ کرنے میں دلیر ہو جاتا ہے اور توبہ کرنے کی توفیق نہیں رہتی۔ جو عالموں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے وہ پرہیزگار بن جاتا ہے اور علم حاصل کرتا ہے۔ اور جو نیک لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اس میں اطاعت الٰہی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

☆ جو مخلوق کا ادب نہیں کرتا وہ خالق کا ادب کرنے کا دعویٰ نہ کرے۔ جو اپنے نفس کو تعلیم نہیں دے سکتا وہ دوسروں کو تعلیم دینے کی سعی نہ کرے۔

☆ ہماری غیبت کرنے والے ہماری فلاح ہیں کہ ہم کو خراج دیتے ہیں۔ اپنے تمام اعمال صالح ہمارے اعمال نامہ میں منتقل کرا دیتے ہیں۔

☆ وہ کیسا ہی بدنصیب انسان ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حیوانات پر رحم کرنے کی عادت پیدا نہیں کی۔

☆ تمام خوبیوں کا مجموعہ علم سیکھنا اور عمل کرنا پھر اوروں کو علم سکھانا ہے

☆ دنیا سے محبت کرنے والوں کی آنکھ خاصانِ خدا کو پہچاننے سے اندھی رہتی ہے۔

☆ جس عمل میں تجھ کو حلاوت نہ آئے سمجھ لو کہ تو نے عمل کیا ہی نہیں گمنامی کو پسند کر کہ اس میں شہرت کی نسبت بڑا امن ہے۔

☆ جب تک سطح زمین پر ایک شخص بھی ایسا موجود ہے جس کا تیرے دل میں خوف یا اس سے تمہیں کسی قسم کی توقع ہے اس وقت تک تیرا ایمان کامل نہیں۔

☆ جب تک تیرا غرور اور غصہ باقی ہے اپنے آپ کو اہل علم میں شمار نہ کر۔ وہ رزق کی فراخی جس پر شکر نہ ہو اور وہ معاش کی تنگی جس پر صبر نہ ہو فتنہ بن جاتے ہیں۔

☆ اے عالم! اپنے علم کو دنیاداروں کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے میلا نہ کر۔

☆ تنہا محفوظ ہے' لیکن ہر گناہ کی تکمیل دو سے ہوتی ہے۔

☆ بجز اپنی اور بال بچوں کی ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکل۔

☆ خدا کے دشمنوں کو راضی رکھنا عقل و دانش سے دور ہے۔

☆ اللہ والے اطاعت کرتے ہیں مگر پھر بھی ان کے دل خوفزدہ رہتے ہیں۔ تم گناہ کرتے ہو اور پھر بھی بے خوف ہو۔ یہ صریح دھوکا ہے اس سے بچو کہ کہیں خدا اس حالت میں تمہاری گرفت نہ فرمائے۔

☆ اگر صبر نہ ہو تو تنگدستی اور بیماری وغیرہ عذاب ہیں اور اگر صبر ہو تو کرامت اور عزت۔

☆ خالق کا مقرب وہی بنتا ہے جو مخلوق پر شفقت کرتا ہے۔

☆ کفرانِ نعمت اور خود ستائی قربِ حق کی ضد ہے۔

☆ تیری جوانی تجھے دھوکا نہ دے یہ عنقریب تجھ سے لے لی جائے گی۔

☆ افلاس گناہ سے بچاتا ہے اور تونگری معصیت کا جال ہے۔ افلاس کو اپنا محافظ خیال کر۔

☆ موت کی یاد نفس کی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔

☆ اہل اللہ کے نزدیک مخلوق بمنزلہ اولاد ہے لہٰذا سب پر ان کی خدمت کرنے کا حق ہے۔

☆ اے رضائے الٰہی کے خواہش مند مخلوق کی اذیتوں پر صبر اختیار کر۔

☆ بلا کے سبب سے حق تعالیٰ کی طرف سے روگردانی نہ کر کہ وہ اس میں تیری آزمائش کر رہا ہے۔

☆ میانہ روی نصف روزی ہے اور حسن اخلاق نصف دین ہے۔

☆ اس منزل سے جس میں تو ہے ڈرتا رہ کہ جدھر بھی تو دیکھے گا تیرے اردگرد درندے ہی درندے ہیں۔

☆ اعمال خلوتوں ہی میں ہوتے ہیں نہ کہ جلوتوں میں۔ بجز فرائض کے کہ ان کا چھپانا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

☆ ہم پر دو قسم کا علم نازل کیا گیا ہے۔ علم ظاہری اور علم باطنی یعنی علم شریعت اور علم طریقت۔ دونوں جمع ہو جائیں تو ان کا نتیجہ علم حقیقت ہے۔

☆ ایک بار آپ منبر سے نیچے اُترے تو آپ کے ایک شاگرد نے عرض کی کہ آپ نے اپنے کلام میں بڑے مبالغے سے کام لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ میرا کلام ایک نور ہے جو دلوں کی ظلمتوں کو دور کر دیتا ہے۔

☆ اللہ کی اطاعت قلب سے ہوتی ہے قالب سے نہیں۔

☆ اے ابن آدم! خدا سے اتنا تو شرما جس قدر تو اپنے دین دار پڑوسی سے شرماتا ہے۔

☆ مقتدی بنا رہ مقتدا مت بن۔

☆ اے مذاق اڑانے والے! جلد تجھ کو اپنا حال بھی نظر آ جائے گا۔

☆ اے منافق! عنقریب تو عذاب خداوندی کو دنیا و آخرت میں دیکھے گا۔

☆ ہر متقی شخص رسول اللہ کی آل ہے۔

☆ نعمتیں تب ہی ملتی ہیں کہ سراپا اُسی کا ہو رہے۔

☆ علم سے مراد عمل ہے۔ اگر تم اپنے علم پر عمل کرتے تو دنیا سے بھاگتے کیونکہ علم میں کوئی شے ایسی نہیں جو حب دنیا پر دلالت کرے۔

☆ جب تک عالم زاہد نہ ہو وہ اپنے زمانے والوں پر عذاب ہے۔

☆ تیرا عمل تیرے عقائد کی دلیل ہے اور تیرا ظاہر تیرے باطن کی علامت ہے۔

☆ گونگا پن اپنی عادت، گمنامی اپنا لباس اور مخلوق سے گریز اپنا مقصد بنا لے۔

☆ میرے متقی پرہیز گار، عابد و زاہد مرید میرے پیراہن میں ہوتے ہیں اور میں گناہگار مریدوں کے پیراہن میں ہوتا ہوں۔

☆ ہر پرندہ بولتا تو ضرور ہے لیکن اس کا کوئی عمل نہیں ہوتا اور باز بولتا نہیں ہے بلکہ عمل کر کے دکھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بادشاہوں کا ہاتھ اس کی جگہ ہوتی ہے۔

☆ قلب مومن پر پہلے نجم حکمت طلوع ہوتا ہے پھر قمر علم، اس کے بعد شمس معرفت۔ نجم حکمت کے ذریعہ وہ دنیا کو دیکھتا ہے۔ اور قمر علم سے وہ نظارہ آخرت کرتا ہے اور شمس معرفت سے اپنے رب کا مشاہدہ کرتا ہے۔

☆ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی نوعروس دلہنوں کی مثل ہیں جن کے احوال محرم کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا۔

☆ بھوک خدا کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ اور وہ اس کو عطا کیا جاتا ہے جس کو محبوب سمجھا جاتا ہے۔ جب بندہ تین یوم تک کچھ نہیں کھاتا تو فرمایا جاتا ہے کہ اے میرے بندے تو نے میری رضا جوئی کے لئے صبر اختیار کیا۔ مجھے اپنے عز و جلال کی قسم میں تجھ کو لقمہ بہ لقمہ کھلاؤں گا اور شربت پر شربت پلاؤں گا۔

☆ اللہ جب کسی بندے کو اسیر بلا کرتا ہے اور بندہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کو دو حصہ اجر

حاصل ہوتا ہے جبکہ بیان کر دینے پر صرف ایک حصہ اجر باقی رہ جاتا ہے پھر فرمایا کہ فقر و فاقہ اور غربت کو چھپانا ہی احسن و اولیٰ ہے۔

☆ ہر موجود میں ایک خزانہ ہے کہ جس کی طرف خطرات کے ہاتھوں سے اشارہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہر ایک موجود میں ایک زبان ہے جو کہ اس کی توحید بیان کر رہی ہے۔

☆ میرا وعظ تم لوگوں جیسا نہیں ہوتا بلکہ میں جو کچھ کہتا ہوں حکم الٰہی سے کہتا ہوں۔ میرا وعظ ہوا میں پرواز کرنے والے (رجال الغیب) لوگوں کے لئے بھی ہوتا ہے۔

☆ اے ہمنشین تیری بخشش عام ہونی چاہیے جو تیری نظر میں مستحق امداد ہیں انہیں بھی دے اور جو نہیں ہیں ان کی جھولی بھی بھر دے تاکہ خدا تعالیٰ بزرگ و برتر تجھے وہ عطا کر دے جس کا تو سزاوار ہے اور وہ بھی مرحمت کرے جس کا تو سزاوار نہیں ہے۔

☆ اپنے دل کے دروازے کے خود ہی نگہبان بن جاؤ۔ جس کے داخل ہونے کا خدا حکم دے اسے جانے دو جسے منع کرے اسے ہرگز نہ گھسنے دو۔

☆ کسی منصب اور کیفیت اور حالت کو مستقل نہ سمجھ لینا' کیونکہ تبدیلی اور تغیر سے مفر نہیں۔

☆ اے لڑکے! اپنے نفس کو بھوک سے' خواہشوں کو روکنے' لذتوں اور باطل چیزوں سے باز رکھنے کے لئے کوڑے مار اور اپنے دل کی خوف اور مراقبہ کے کوڑے سے خبر لے۔ استغفار کو اپنے نفس' قلب اور سر کا طریقہ بنالے۔ ان میں ہر ایک کا مخصوص گناہ ہے۔ ان کو ہر حال میں وافقت اور خدا کی متابعت میں لگائے رکھ۔

☆ اے خدا کے دوست! جس طرف تقدیر الٰہی پھیرے تو بھی پھر جا اور اپنے دل کو جو خدا کا گھر ہے پاک کر۔ اس میں ماسوا اللہ سے جھاڑ دے اور توحید و اخلاص و صدق کی تلوار لے کر اس کے دروازے پر بیٹھ جا اور اسے خدا کے سوا کسی کے لئے نہ کھول اور دل کو بجز خدا کے کسی چیز سے نہ روک۔

☆ خدا کے ساتھ ہو جا' اس کے تقدیر اور فعل کے وقت خاموش رہ تاکہ تجھ کو التفات کثیر نظر آنے لگیں۔ تو نے حکیم جالینوس کے غلام کا حال نہیں سنا کہ کس طرح گونگا بے وقوف

اور ساکت بنا رہا یہاں تک کہ اس کا تمام علم سیکھ لیا۔

☆ تو حکمت سے قدرت کی طرف کب رجوع کرے گا؟ تیرا عمل تجھ کو حکمت سے قدرتِ الٰہی کی طرف کس دن پہنچائے گا؟ تیرے علموں کا اخلاص تجھ کو باب قرب الٰہی کی طرف کب لے چلے گا؟ تجھے معرفت کا آفتاب خواص و عام کے دلوں کے چہرے کب دکھائے گا؟

☆ اے فقیر غناء کی تمنا نہ کر شاید وہ تیری ہلاکت کا سبب ہو جائے اور اے مریض! صحت کا آرزومند نہ ہو شاید وہ تیری ہلاکت کا باعث ہو جائے۔ غافل نہ ہو۔ اپنے مال و اولاد کی حفاظت کرتا کہ انجام بخیر ہو۔ اپنے مقدر پر جو تیرے ساتھ ہے قناعت کر اس سے زیادہ نہ مانگ۔ اللہ تیرے سوال کے باعث جو کچھ تجھ کو دے گا وہ مکدر اور بری حالت میں ہوگا۔ میں نے اسے آزمایا ہے۔ جب بندہ کو دل کی جانب سے سوال کا حکم کیا جائے تو ایسے سوال کے باعث مسئول میں برکت ہوگی اور کدورت زائل کر دی جائے گی۔ تو عفو و عافیت اور دین و دنیا و آخرت کی بابت معافی دائمی کا سوال اکثر کیا کر اور بس اسی پر قانع رہا کر۔ (غوث العالمین)

☆☆☆

اٹھارہواں باب:

مکتوباتِ غوث اعظمؓ

سیّدنا غوث پاکؒ کا کلام اللہ تعالیٰ کے علم لامتناہی میں سے ایک دریا ہے جس کی عبارات و اشارات کا کما حقہٗ احاطہ ناممکن ہے۔ایک روایت کے مطابق آپ کے مکتوبات کی تعداد سینکڑوں سے گزر کر ہزاروں تک پہنچتی ہے اور ہر ایک مکتوب مواعظ حسنہ کا ایک گنجینہ اور نصائح کا خزینہ ہے۔ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور غوث پاک کی ہر تقریر کی طرح ہر تحریر قرآن و حدیث کی تفسیر اور علم لدنی سے منور ہے اور اپنے اندر ایک حیرت انگیز کہربائی طاقت اور روحانی مقناطیسیت رکھتی ہے۔چونکہ آپ عجمی تھے اس واسطے فارسی میں بھی کلام فرماتے تھے اگرچہ مجالس وعظ میں اکثر عربی زبان بھی بولتے تھے۔آپ کے مکتوبات فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں ہیں اسی لئے آپ کو ذوالبیانین ذواللسانین اور امام الفریقین بھی کہتے ہیں۔اب یہاں آپ کے پندرہ مکتوبات فارسی جن میں قرآن کریم کی آیات بھی ہیں اور حکمت و موعظت سے بھرپور ہیں نقل کئے جاتے ہیں۔

مکتوب (۱)

برادر عزیز! جب آسمانِ شہود پر ابر فیض کے پھٹ جانے سے یھدی اللہ لنورہ من یشاء (یعنی جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے) چمکنے لگے اور عنایت یختص برحمتہ من یشاء (یعنی جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص فرمالیتا ہے) کے رُخ سے وصول کی ہوائیں چلنے لگیں اور گلشن قلب میں انس کے پھول کھلنے لگیں اور گلستان روح میں ذوق و شوق کی بلبلیں یا اسف علی یوسف (یعنی ہائے یوسف) کے نغمات سے ہزار داستان کی طرح ترنم ریز ہوں اور اشتیاق کی آگ عالم سرائر میں مشتعل ہو اور طیور فکر فضائے عظمت میں انتہائی پرواز کے باعث بے بال و پر ہو جائیں اور بڑے بڑے اہل عقل

وادی معرفت میں پیہم گم ہوتے رہیں اور عقل وخرد کے ستون ہیبت وجلال کے صدمہ سے لرز جائیں اور عزائم کی کشتیاں ما قدرو الله حق قدره (یعنی انھوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جو اس کا حق ہے) کے سمندروں میں وھی تجری بھم فی موج کالجبال (یعنی اور وہ کشتی انھیں موجوں میں پہاڑ کی طرح لیکر تیر رہی تھی) کی ہواؤں کے ساتھ حیرت کی موجوں میں بیٹھنے لگے تو یحبھم و یُحبو نه (یعنی وہ انھیں چاہتا ہے اور وہ اُسے چاہتے ہیں) کے دریائے عشق کی موجیں متلاطم ہوتی ہیں ہر ایک بزبان حال یہ پکارنے لگتا ہے رب انزلنی منزلاً مبارکاو انت خیر المنزلین (یعنی اے پروردگار ہمیں اُتار مبارک اُتارنا اور تو بہترین اُتارنے والا ہے) اوران الذین سبقت لھم منا الحسنی (یعنی جن کے لئے ہماری جانب سے اچھائی پہلے مقدر ہو چکی ہے) عنایت حاصل ہوتی ہے اور انھیں فی مقعد صدق (یعنی اچھے ٹھکانے ہیں) کے ساحل جودی پر اُتارتا اور مستان بادۂ الست کے مجلس میں پہنچاتا ہے اور للذین احسنو الحسنی و زیادۃ (یعنی نیکی کرنے والوں کے لئے نیک بدلہ اور اس سے زیادہ ہے) کے دستر خوان نعمت کو سامنے بچھاتا ہے اور خمخانہ قرب بایدی سَفَرَ ۃ (یعنی پاکیزہ فرشتوں کے ہاتھوں سے) اورو سقھم ربھم شراباً طھورا (یعنی ان کا پروردگار انھیں شراب طہور پلائیگا) کے جام وصول کا دور چلاتا ہے

اورو اذا رایت ثم رایت نعیما و ملکا کبیرا (یعنی اور جب تم دیکھو گے تو دیکھو گے وہاں نعمتیں اور ملک عظیم) کی حکومت ابدی اور دولت دائمی کا مشاہدہ ہوگا''

مکتوب (۲)

مجاہدہ وریاضت اور اُن کے ثمرہ کے بیان میں

اے عزیز! اپنے نفس کے سونے کو والذین جاھدو افینا (وہ لوگ جنہوں نے ہمارے راستے میں کوشش کی) کی کٹھالی میں رکھ کر ویحذر کم الله نفسه (اور اللہ تعالی تمہیں اپنے جلال سے ڈراتا ہے) کی آگ سے پگھلا کر خالص کرتا کہ وہ لنھدینھم سبلنا (ہم

ضرور انہیں اپنی راہیں دکھائینگے) کی مہر کی لائق ہو جائے۔اور انّ اللّٰــه اشترى مـنِ المومنين انفسهم و اموالهم بان لهم الجنۃ (اور اللہ تعالیٰ مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خریدتا ہے کیونکہ اُن کے لئے بہشت تیار ہے) کے بازار میں اسے زینت حاصل ہو۔تا کہ اس سرمایہ سے توالا لِلّٰه الدين الخالص (خبردار اللہ تعالیٰ دین خالص پسند کرتا ہے) کے دین خالص کی پونجی حاصل کر سکے۔اور ممکن ہے کہ والمخلصون على خطر عظيم (مخلص ہروقت خطرہ عظیم میں ہیں) کے اسرار پر منکشف ہوں اور اَفمن شرح الله صدره' لِلاسلام فهو على نور من ربه (جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کشادہ کر دیا۔وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نور پر ہے) کے لمعات نور کی کوئی شعاع تجھ پر بھی پڑے۔اور ادعونى استجب لكم (مجھ سے دعا مانگو میں قبول کرونگا) کے داعی کی آواز تیرے دل میں آئے۔اور توقل متاع الدنيا قليل (اے محمدؐ! کہہ دے کہ دنیاوی مال قلیل ہے') کی پستی سے ہمت کا پاؤں نکال کروالاخراة خيرٌ و ابقى (اور آخرت نیک اور باقی رہنے والی ہے) کی بلندی سے گذر کر جائے اور تیری جان کے دماغ میں و نحن اقرب اليه من حبل الوريد (اور ہم اس کی شاہ رگ کی نسبت بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں) کی نسیم قرب چلے۔جس سے تیرے دل کے درخت ہلنے لگے۔اور قل الله ثم ذر هم (تو اللہ کہہ اور انہیں چھوڑ دے) کی بادخزاں سے ولا تدع مع الله اِلٰها (آخر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کا ذکر نہ کر) کے باغ تجرید میں اس کے سارے پتے گر جائیں۔پھر ان الذين سبقت لهم منا الحسنٰى (جن لوگوں کو ہماری طرف سے ازل ہی میں نیکی نصیب ہوئی ہے) کی فصل بہار کی ہوا چلنے لگے گی۔اور الله يجتبى اليه من رسله من يشاء (اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنی طرف برگزیدہ بنالیتا ہے) کے بادل میں سے فیض کی بوندیں اور فضل کے قطرے برسنے لگیں گے۔اور باغ دل کی زمین و علمنا من لدنا علما (اور ہم نے اسے اپنے پاس سے ایک خاص علم سکھایا) کی نباتات سے ہری بھری ہو جائے گی۔ اور روح کے باغ کے درخت ان رحمة الله قريب من المحسنين (واقعی اللہ تعالیٰ کی

رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے کے پھل سے مالا مال ہو جائیں گے۔اور عینا یشرب بھا المقربون (چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پیتے ہیں) کے سرچشمہ سے چھوٹے چھوٹے چشمے نکل کر نالیوں کی راہ کیاریوں میں بھیجیں گے۔اور ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے) کے اقبال کی خوشخبری سنانے والا یہ خوشخبری سنائے گا۔لا تخافو ا ولا تحزنوا و ابشر و ابالجنة التی کنتم توعدون (نہ ڈرو نہ غم کرو بلکہ اس جنت کو حاصل کر کے خوشی مناؤ جس کے دینے کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا) اور جنات نعیم کا رضوان پر یہ آواز دے گا کلو و اشربُوا ھنیئا بما کنتم تعملون (حسب منشا کھاؤ پیؤ اور یہ اس بات کے عوض میں ہے جو تم کرتے تھے۔)

مکتوب (۳)

خوف ورجا اور اُن کے ثمرہ کے بیان میں

اے عزیز! یوم ایفر المرمن اخیہ و امہ و ابیہ و صاحبة و بنیہ (اُس دن انسان اپنے بھائی باپ ماں بیوی اور بچوں سے بھاگے گا) کے دن سے ڈر۔اور وَان تبدوا مَافی انفسکم تخفوہ یحاسبکم بہِ اللّٰہ (اللہ جو تمہارے دلوں میں ہے خواہ اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو۔(اللہ تعالیٰ ہر دو کا حساب تم سے لے گا) کے محاسبہ کا اندیشہ کر۔اولٰئک کالانعام (یہ لوگ ڈھور ڈانگروں کی طرح ہیں) کی طرح نفسانی لذات میں مشغول نہ ہو۔بلکہ فاذکرونی اذکرکم (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا) کے مراقبہ میں سر جھکا لے۔اور دل کی آنکھیں وجوہ یومئذ ناضرة الی ربھا ناظرہ (آج کے دن کئی چہرے اپنے پروردگار کو دیکھ کر تر و تازہ اور شاداب ہیں) کے مشاہدہ کے لئے کھول۔اور ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم و لکم فیھا ما تدعون (جو تمہیں مطلوب درکار ہیں وہ سب کچھ اس میں ہے) کی نعمتوں کا نظارہ کرے۔شاید واللّٰہ یدعوا الی دار السلام (اللہ تعالیٰ دارالسلام کی طرف بلاتا ہے) کے داعی کو تیرا خیال آ جائے اور اُس کی آواز تیرے گوش ہوش

میں پڑے۔اور تو انما الحیوة الدنیا لعب و لھو (دنیاوی زندگی محض کھیل کود ہے) کی خوابگاہ غفلت سے بیدار ہو جائے۔اور والسابقون السابقون اولئک المقربون فی جنت النعیم (سبقت لیجانے والے لوگ ہی جنات نعیم میں مقرب بارگاہ الٰہی ہیں) کے درجات کی طلب میں سر کو قدم بنا کر ہمت کے گھوڑے کو جان و دل سے دوڑائے تا کہ اللّٰہ لطیف بعبادہ (اللہ اپنے بندوں پر مہربانی کرتا ہے) کی مہربانیوں کا خوشخبری دینے والا الھم البشری (اُن کے واسطے خوشخبری ہے) کے ہزاروں تھال تیرے سامنے رکھے۔اور واللہ جنود السموات والارض (زمین و آسمان کے لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں) کی امداد کے لشکر تیرے ہمراہ ہو جائیں اور ان الشیطان للانسان عدو مبین (بے شک شیطان انسان کا کھلم کھلا اور علانیہ دشمن ہے) کے دشمنوں کے لشکروں پر غالب آ جائے۔اور نفس امارہ ان النفس الامارة بالسُّوء (نفس بُری چیزوں کے کرنے کیلئے حکم کرتا ہے) کی خواہشات کے جال سے خلاصی پائے۔اور دل کی تختی پر واتقو اللہ و یعلمکم اللّٰہ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ تمہیں سکھاتا ہے) کے لطائف اسرار لکھے۔اور تیرا مرغ روح قدیم حرکات سے باز آ کر فاسلکی سبل ربک ذللاً (خشوع و خضوع کے ساتھ اپنے پروردگار کے راستے طے کر) کے راستوں کی فضا میں شوق کے بازوؤں سے اُڑنے لگے۔کلی من الثمرات (ہر قسم کے پھل کھاؤ) کے باغوں میں سے اُنس کے پھل کھا کر لذات حاصل کر لے۔اور تیرے سر کا آئینہ انوار تجلیات کی شعاعوں سے ہمہ تن نور ہو جائے۔اور تجھے یولج اللیل وفی النھار (رات کو دن میں تبدیل کرتا ہے) کا بھید کھل جائے۔تیرے ضمیر کا باغ و انزلنا من السماء ماء مبرکاً فانبتنا بہ جنت و حب الحصید (اور ہم نے آسمان سے پانی اُتارا جس سے باغ اور زمین میں کے پوشیدہ دانے اگائے) کے باران رحمت سے سر بسر باغ ارم کی طرح ہو جائے اور تیرے سامنے سے فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید (ہم نے تجھ سے تیرا پردہ اٹھا دیا۔سو آج تیری بینائی تیز ہو گئی ہے) کے پردے اٹھالیں۔اور تو اس کے مشاہدہ کمال میں مستغرق ہو جائے۔اور ان اللہ الغنی عن العالمین

(بے شک اللہ تعالیٰ کو اہل جہان کی پرواہ نہیں) کے دریائے بے نیازی میں غوطہ لگائے فامنوا مکر الله (اللہ تعالیٰ کے داؤ سے بے کھٹکے ہوئے) کی سموم ہیبت سے حیرت کے بھنور میں نہ پھنس جائے۔ اور کبھی ولا تیاسوا من روح الله (اور اللہ تعالیٰ کی روح سے ناامید نہ ہو) کی نسیم لطف سے گلشن تمجید میں بلبل کی طرح بہ سبب شوق کے چہچہائے اور غلبات وجد سے انی لاجد ریح یوسف (مجھے بالضرور یوسف کی خوشبو آتی ہے) کا گیت گانے لگے اور حاسد ازروئے ملامت کہنے لگیں۔ انی لاجد ریح یوسف انک لفی ضلالک القدیم (مجھے بالضرور یوسف کی خوشبو آتی ہے بے شک تو اپنی پرانی گمراہی میں مبتلا ہے) لیکن جب القیه علی وجهه فارتد بصیرا (اُس کے چہرے پر ڈالو گے۔ تو وہ بینا ہو جائے گا) کی تاثیر ظاہر ہوگی۔ تو تمام کے تمام نہایت عجز و نیاز سے درخواست کرینگے۔ استغفرلنا ذنوبنا انا کنا خاطئین (ہمارے گناہ بخشدے واقعی ہم سے خطا ہوئی) اور ازروئے صدق کہیں گے لقد اثرک الله علینا (بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو ہم سے برگزیدہ بنایا) اور تو مقام مناجات میں آکر زبان حال سے کہے گا رب قد اتیتنی من الملک و علمتنی من تاویل الاحادیث فاطر السمواتِ والارض انت ولیّ فِی الدنیا والاخرۃ توفنی مُسلمًا والحقنی بالصّالحِین (اے پروردگار تو نے مجھے ملک دیا احادیث کا تاویل کرنا سکھایا اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا و آخرت میں میرا والی ہے۔ مجھے بحالت اسلام اس دنیا سے لیجانا اور نیک لوگوں میں ملانا۔)

مکتوب (۴)

غفلت کو دور کرنے اور گناہوں سے توبہ کرنے کی تحریص و ترغیب میں

اے عزیز! جان بوجھ کر غفلت کرنا اور دنیاوی زندگی پر نازاں و مغرور ہونا سعادتمندی کی دلیل نہیں۔ شائدا رضیتم بالحیوة الدنیا من الاٰخرة (کیا تم آخرت کو چھوڑ دنیاوی زندگی پر راضی ہو بیٹھے ہو) کا خطاب تیرے گوشِ جان میں نہیں پہنچا۔ اور تجھے ومن کان فی

هذه اعمى فهو فی الاخرة اعمی و اضل سبیلا (جوشخص دنیا میں اندھا ہاوہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور از روئے راہ سخت گمراہ ہے) کی جھڑک و دھمکی کا کچھ خوف نہیں۔ اور اقترب للناس حسابهم وهم فی غفلة معرضون (لوگوں کے واسطے ان کا حساب نزدیک آ پہنچا۔ اور وہ غفلت میں اعراض کرتے ہیں) کے جھڑکی آمیز خطاب کا تجھے کچھ خیال نہیں۔ اور نہ تو من کان یرید حرث الدنیا نوته منها و ما له فی الاخرة من نصیب (جوشخص دنیا کی کھیتی چاہتا ہے ہم اسے دے ہی دیتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ اُسے آخرت میں سے کچھ نصیب نہ ہوگا) کی ناراضگی کا خیال نہیں کرتا۔ اور فاما من طغی واثر الحیوة الدنیا فان الجحیم هی الماویٰ (پس جس شخص نے سرکشی کی اور دنیاوی زندگی کو (آخرت) پر ترجیح دی۔ ضرور بالضرور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے) کی تنبیہ سے متنبہ نہیں ہوتا۔ تو کب تک غفلت کے بیابان میں بھٹکتا رہیگا۔ اور کب تک لذات دنیوی اور نفسانی کے خیال میں سرگرداں رہے گا۔ توتوبوا الی اللّٰه (اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آؤ کی کٹیا میں آجا) اور انیبو الیٰ ربکم (اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آجاؤ) کی محراب میں اس بارگاہ کا رُخ کر کے زبان وصدق واحسان سے یہ پڑھ انی وجهت وجهی للذی فاطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین (میں ایک طرف و یکسو ہو کر اس ذات پاک کا رخ کرتا ہوں جو زمین آسمان کا پیدا کرنیوالا ہے۔ اور میں مشرک نہیں ہوں) تا کہ ان اللّٰہ غفور الرحیم (بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے) کے خزائن الطاف سے والذی یقبل التوبة عن عباده و یعفو عن السیئات (وہ ذات پاک اپنے بندوں کی توبہ کو قبول اور ان کی برائیوں کو معاف کرتی ہے) کے نفائس اسرار تجھ پر منکشف ہوں۔ اور عنایت الٰہی کا قاصد تیرے لئے یہ خوشخبری لائے ان اللّٰه یحب التوابین و یحب المتطهرین (اللہ تعالیٰ توبہ کرنیوالوں اور پاکیزہ رہنے والوں کو پیار کرتا ہے)۔ اور تعز من تشاء (جسے چاہتا ہے عزت بخشتا ہے) کی سیڑھی پر چڑھائے۔ اور اقبال کا نقیب زبان حال سے پکارے۔ ان الذین قالوا ربنا اللّٰه ثم استقاموا فلا خوف علیهم و لا هم یحزنون (جولوگ

کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہتے ہیں انہیں کسی قسم کا خوف وڈر نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے۔)

مکتوب (۵)

معیدو احاطہ حق کے بیان میں

اے عزیز! جب معارف کے آفتاب وجود کے آسمان کے مطلعوں سے نکلتے ہیں تو دلوں کی زمینیں اہتداے کے نور سے منور ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ **واشرقت الارض بنور ربھا** (زمین اپنے پروردگار کے نور سے روشن ہو جاتی ہے) سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت عقلوں کی بصارتوں کے سامنے تاریکی کے تمام پردے اٹھ جاتے ہیں۔ جیسا کہ **فکشفنا عنک غطائک** (ہم نے تجھ سے تیرا پردہ اُٹھادیا) سے ظاہر ہے۔ تب سمجھ کے باطنوں کی آنکھیں عالم قدس کے لوامع انوار کے شاہد کو دیکھ کر کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ اور افکار کے دل اسرار عالم ملکوت کے عجائبات کے منکشف ہونے سے متعجب ہوتے ہیں۔ اور عشق کا اٹھان طلب کے جنگلوں میں سرگرداں کر دیتا ہے۔ اور غلبات شوق اسے قرب کے مکانات میں انس بخشتا ہے۔ اور **ان اللہ لذو فضل علی الناس** (بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل کرتا ہے) کا نقیب یہ آواز دیتا ہے **وھو معکم اینما کنتم** (اور جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) جب معیت کے بھید سے واقف ہو جاتا ہے۔ اپنی ہستی کو گم کر دیتا ہے۔ **فلا تجعلوا مع اللہ الھا آخر** (اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کسی معبود کو شریک نہ کرو) اور **لیس لک من الامر شئی** (امر میں سے تیرے لئے کوئی شے نہیں) کی نیستی کے دریا میں غوطہ لگا کر توحید کا موتی حاصل کرتا ہے۔ اور غیرت کی لہریں اسے عظمت کے بحر محیط میں پھینکتی ہیں۔ اور جب ڈر کر کنارے کی طرف آنے لگتا ہے تو حیرت کے بھنور میں پھنس جاتا ہے۔ اور کہتا ہے **رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی** (اے پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے بخش) تو اتنے میں **وحملنا ھم فی البر والبحر** (ہم نے انہیں جنگل و سمندر میں اٹھایا) کی امداد کی کشتیاں آ

پہنچی ہیں۔اور اسے نصیب برحمتنا من نشاء (جس پر ہم چاہتے ہیں اپنی رحمت کرتے ہیں) کے لطف کے ساحل پر پہنچا دیتی ہیں۔اور و الله بکل شئی محیط (اللہ تعالیٰ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے) کے اسرار کے خزانوں کی کنجیاں اُس کے سپرد ہو جاتی ہیں۔اور اسے ان الی ربک المنتھیٰ (واقعی تیرے پروردگار کی طرف ختم ہونا ہے) کے اشارے کی رموز سے اطلاع بخشی جاتی ہے۔اُس وقت اسے معلوم ہوتا ہے کہ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ (اس نے اپنے بندے کی طرف وحی بھیجی جو بھیجی) کیا ہے اور لقد رای من ایت ربہ الکبری (بے شک اس نے اپنے پروردگار کی بڑی علامتیں دیکھیں' کے کیا معنی ہیں)۔

مکتوب (۲)

جذبہ حق کی قہاریت نفسانیت کے عاصیوں اور اس جہان میں اسکی قیامت کے ظہور میں

اے عزیز! جب اللہ یجتبی اللہ من یشاء (جسے چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے طرف برگزیدہ کر لیتا ہے) کے جذبات عنایت ولایت قلوب میں اپنا اثر دکھاتے ہیں۔تو نفس امارہ کے بدلگام گھوڑوں کو وجاھدوا فی سبیل اللہ حق جھادہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں پوری پوری کوشش کی) کی لگام ریاضت سے قابو کر کے ذلیل کرتا ہے اور حرص و ہوا کے جابروں کو تقویٰ کے کے قید خانہ میں مجاہدہ کی زنجیروں سے جکڑ دیتا ہے۔اور خواہشات کے سرکشوں کو اطیعو اللہ واطیعو الرسول (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو) کی بیڑیوں اور ہتکڑیوں سے قید کر دیتا ہے۔ارادت واختیارات کے حاکموں کو من یعمل سوء یجزبہ (جو شخص برا فعل کرتا ہے اُس کی سزا اسے دی جاتی ہے) کے مطابق سزا ملتی ہے۔اور رسوم و عادات کے طریقے اور بیہودگیوں اور مکر و فریب کے قواعد ارکان کو بیچ میں سے بالکل اٹھا دیتا ہے۔اور حال کا منادزبان صدق مقال سے یہ پکارتا ہے۔ ان الملوک اذادخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا عزۃ اھلھا ازلۃ (جب بادشاہ کسی گاؤں میں داخل ہوتے ہیں تو اسے بگاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے معززوں کو ذلیل کر دیتے ہیں) جب من یتبغ غیر الاسلام

دینا فلن یقبل (جوشخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرتا ہے تو وہ قبول نہیں کیا جاتا) کی کدورتوں اور غلاظتوں سے دلوں کے آئینے صاف ہو جاتے ہیں۔ اور من یھدا اللہ فھو المھتد (جسے اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے وہی ہدایت پاتا ہے) کے الطاف کی نسیم سے ارواح کے باغ سراسر معطر و خوشبودار ہو جاتے ہیں۔ اور وجود کے باغ کے پتوں کے ورقوں پر اولـئک کتب فی قلوبھم الایمان (ان لوگوں کے دلوں میں ایمان لکھا گیا ہے) کے لطائف لکھے جاتے ہیں۔ تو اللّٰہ متم نورہ (اللہ تعالیٰ اپنے نور کا تمام کرنے والا ہے) کے انور کے چمکنے سے بجلیوں کے آئینے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اور یوم تبدل الارض غیر الارض (اس دن زمین کسی اور زمین کی صورت میں تبدیل ہو جائیگی) خاک کی صفت ہو جاتی ہے اور شوق کے پہاڑ ھباء منثورًا (دھول کی طرح اڑ کر ہوا میں مل جاتی ہے۔) اس وقت زبان صدق سے پھر کہےگا و تری الجبال یحسبھا جامدۃ تمر مر السحاب (پہاڑ جنہیں تو ٹھوس خیال کیے ہوئے تھا وہ بادل کی طرح اڑتے پھرینگے) عشق کا اسرافیل و نفخ فی الصور اور (کرنا پھونکی جائے گی) جس سے فصعق من فی السموت و من فی الارض (زمین و آسمان کی تمام چیزیں بے ہوش ہو جائیں گی) کی بجلی کا بھید ظاہر ہوگا۔ لایحزنھم الفزع الاکبر (انہیں فزع اکبر بھی غمگین نہیں کر سکیگا) کے اقبال کی خوشخبری پہنچانے والا آتا ہے۔ اور انہیں تسلی دے کر مقعد صدق کی طرف بلاتا ہے۔ اور رضوان بشریٰ لکم الیوم (آج کے دن تمہیں خوشخبری ہو) کی خوشخبری سے پیش آتا ہے۔ اور بہشت کے دروازے کھول کر کہتا ہے۔ سلام علیکم طبتم فادخلوھا خلدین (تم پر سلام ہو تم مزے میں رہے اور اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ) اور وہ اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ و اورثنا الارض نتبوء من الجنۃ حیث نشاء فنعم اجر العاملین (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے جو وعدہ ہم سے کیا تھا۔ اسے سچ کر دکھایا۔ ہمیں زمین کا وارث بنایا۔ ہم جنت میں سے حسب منشا ٹھکانا بناتے ہیں۔ کام کرنے والوں کو کیا ہی عمدہ اجر ملتا ہے۔)

مکتوب (۷)

اے عزیز! فلا تغرنکم الحیوة الدنیا و لا یغرنکم باللہ الغرور (ایسا نہ ہو کہ دنیاوی زندگی تمہیں دھوکے میں ڈالے اور ایسا نہ ہو کہ شیطان دغاباز خدا کے بارے میں تمہیں دھوکہ دے) کے عالم غرور سے عبور کر جا۔ اور اہل حضور کے مراتب کو یاد کر جن کی بابت فرمایا ہے تعرف فی وجوھھم نضرۃ النعیم (ان کے چہروں پر بہشت کی سی تروتازگی ہوگی) تا کہ تیری جان کے دماغ میں و ریحان و جنۃ نعیم کے (باغ کی خوشبو پہنچے۔) اور ویسقون من رحیق مختوم ختامہ مسک (اور مہر لگی ہوئی خالص شراب پیتے ہیں۔ جس پر کستوری کی مہر لگی ہوئی ہوتی ہے) کے جام جہاں نما سے ایک گھونٹ تیرے حلق میں ڈالیں۔ اور لقد جاءک الحق من ربک (واقعی تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے سچ آیا) کے اسرار حقائق کی باریکیاں تجھ پر منکشف ہوں۔ اور تو ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک و لا یضرک (اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہ بلا جس سے نہ تجھے فائدہ پہنچ سکتا ہے اور نہ نقصان) کی بساط تفرید پر بیٹھ کر نحن نقص علیک احسن القصص (ہم تجھے ایک نہایت ہی عمدہ قصہ سناتے ہیں) کے مسامر انس سے شاہد و مشہود کا قصہ سنے۔ پھر کبھی تو فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ (میرے ان بندوں کو خوشخبری دے جو قول کو سنتے ہیں ان میں سے اچھے عمل کرتے ہیں) کے نغمات خطاب کو سن کر بہ سبب غایت شوق خوشی میں آئے اور کبھی فاستقم کما امرت و من تاب معک (جیسا تجھے حکم ہوا ہے اسی پر قائم رہو اور وہ شخص جس نے تیرے ساتھ توبہ کی) کی ہیبت کی تیزی سے سر جھکا لے۔ اور کبھی واعتصموا بحبل اللہ جمعیا (تم سب اللہ تعالیٰ کی رسی پکڑو) کی مضبوط رسی کو پکڑ لے اور کبھی وما النصر الا من عنداللہ (مدد اور فتح محض اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے) کے شکار بند میں لٹکے اور کبھی سنستدرجھم من حیث لا یعلمون (عنقریب ہی ہم بتدریج اُن کے درجے کو اس طرح کم کر دیں گے کہ اُنہیں خبر بھی نہ

ہوگی) کے دریائے خوف میں ڈوبے۔اور کبھی ان اللہ بکم لرئوف الرحیم (بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان اور رحیم ہے) کے ساحل پر گذرے۔اور فمن کان یرجو القاء ربہ (پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے دیدار کی امید کرتا ہے) کے باغ میں سے فلیعمل عملا صالحاً (اسے نیک عمل کرنے چاہئیں) کے پھل چنے۔اور ولکل درجات مما عملوا (جو کچھ تم نے کیا اُس کے عوض درجات ملیں گے) کی نہر سے اخلاص کے ہاتھوں سے معانقہ کرلے۔اور ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین (میری نماز۔میری عبادت۔میرا مرنا جینا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے) کے سدرہ کے سائے تلے ومن اوفی بعھدہ فاستبشروا (جس نے اپنا عہد و اقرار پورا کیا اسے خوشخبری دو) کی نعمت کے دسترخوان سے پھل کھائے۔اور فضل الٰہی کے منادے سے یہ آواز سُنے یا عبادی لا خوف علیکم الیوم و لا انتم تحزنون (میرے بندو! آج کے دن تمہیں کوئی ڈر نہیں اور نہ تم غمگین ہو گے۔)

مکتوب (۸)

اُنس اور اُس کے ثمرات کے بیان میں

اے عزیز! جب اُنس کی بانسری کی آواز دلوں کے کانوں میں پہنچی ہے۔تو اُنہیں الست بربکم (کیا میں تمہارا پروردگار نہیں) کے خطاب کے نغمات کے سننے کی لذتیں یاد آجاتی ہیں۔ اور قالوا بلی (انہوں نے کہا واقعی تو ہمارا پروردگار ہے) کے حالات کی مستی کو یاد کرتے ہیں۔ غم کی بلبل حسرت کے اوتار سے یا اسفی علٰے یوسف (یوسف کی حالت پر افسوس) کا نغمہ گانے لگتے ہیں اور گردن کی بربط و ابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم (مارے غم کے اس کی دونوں آنکھیں سفید پڑ گئیں پس وہ غمگین ہوا) کا ترانہ انکسار بجانے لگتی ہے۔تب طنبور فراق انما اشکوا بثی و حزنی الی اللہ (اور تو کچھ نہیں میرے غم اور اندوہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں) کی بے نوایانہ نوا کو فصبر جمیل (پس صبر اچھا

ہے') مات کر دیتا ہے۔ اور جذبات شوق کی بجلیاں وجود کے فضائے سمٰوات میں کوندنے لگتی ہیں جن سے عقلوں کی بصیرت کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ یکاد سنا برقہ یذھب بالابصار (قریب ہے کہ بجلی کی کوند بصارت کو اُچک لیجائے) افسوسناک عبرت کے قطرات ارواح کی آنکھوں کے بادلوں سے اس قدر گرتے ہیں کہ من کان یرید حرث الاخرۃ نزدلہ' فی حرثہ (جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اُس کی کھیتی کو زیادہ کر دیتے ہیں) کی سرزمین میں وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ (اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے) کی نباتات اگ آتی ہے اور من یتوکل علے اللہ فھو حسبہ (جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے کافی ہوتا ہے) کے انجام کے باغ ان اللہ بالغ امرہ (بے شک اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو) کی خوشبو سے سراسر معطر ہو جاتے ہیں۔ اور صبر کے پودے کی شاخیں انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب (صابروں کو یہ عوض اُن کے صبر کے بے شمار اجر ملتا ہے) کے پھل سے درجہ کمال پر پہنچ جاتی ہیں۔ اس وقت ھذا عطاءنا فامنن او امسک بغیر حساب (یہ ہے ہماری عطا بخشش چاہو لوگوں کو دے کر اُن پر احسان کر دیا تمام ساز و سامان اپنے پاس رکھو') کی عنایت کی ہوا سے ہلنے لگتی ہے۔ اور وربک الغفور ذوالرحمۃ (تیرا پروردگار معاف کرنے والا اور صاحب رحمت ہے) کا منادیہ پکارتا ہے ان ھذا الرزقنا ما لہ من نفاد (یہ ہم نے ایسا رزق دیا ہے جو خرچ کرنے سے کبھی ختم نہ ہوگا۔)

مکتوب (۹)

نیکوں کی ہمنشینی اور اُس کے پھل اور دنیا میں زہد کے بیان میں

اے عزیز! ولاتتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ (خواہشات کی پیروی نہ کر کیونکہ یہ تجھے راہ خدا سے گمراہ کر دے گی) کی خواہشات سے منہ پھیر لے۔ اور ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا (ایسے شخص کی فرمانبرداری نہ جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل

کر دیا ہے) کی غفلت کے وطن سے نکل آئے اور سخت دلوں کی صحبت سے پرہیز کر جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ (ان اشخاص کی حالت سخت قابل افسوس ہے جن کے دل ذکر الٰہی کے بارے میں سخت ہیں) اور استجیبُوا لربکم من قبل ان یاتی یوم لا مرد لہ من اللہ (اپنے پروردگار سے اُس دن کے آنے سے پہلے دعا مانگو جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں) کے منادے الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبھم بذکر اللہ (کیا مومنوں کیلئے وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر الٰہی سے ان کے دل ڈریں) کی آواز گوش ہوش سے سُن۔ اور ایحسب الانسان ان یترک سدی (کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ یونہی چھوڑا جائے گا) کی تنبیہ سے ولا یغرنکم باللہ الغرور (اور شیطان دغاباز خدا کے بارے میں تمہیں دھوکا نہ دے) کے خواب غفلت سے جاگ۔ اور اہل حضور کے مقامات معلوم کر جن کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ رجال لا تلھیھم تجارۃ و لابیع عن ذکر اللہ (اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جنہیں خرید وفروخت ذکر الٰہی سے باز نہیں رکھ سکتی) اور کعبہ مقصود کے لئے سر کو قدم بنا۔ اور وتبتل الیہ تبتیلا (کما حقہ چھوڑ کر اس کی طرف آجا) کے قطع تعلق کے جنگل میں آجا اور قل اللہ ذر ھم (اللہ کہہ انہیں چھوڑ دے) کا توشہ لے کر وافوض امری الی اللہ (میں اپنا کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں) کی تفویض کی سواری پر روانہ سوار ہو کر وکونوا مع الصادقین (صادقوں کے ساتھ ہو لو) کے قافلہ اہل صدق کے ہمراہ روانہ ہو۔ اور دنیاوی پیچ پوچ مساکن سے گذر جا جن کے بارے میں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا (رُوئے زمین کی چیزیں اُس کے لئے باعث زینت بنائی ہیں) اور انما اموالکم و اولادکم فتنۃ (واقعی تمہارے مال اور تمہاری اولاد سراسر باعث فساد ہیں) کے مہلک فتنوں کی راہ سے صحیح و سلامت گذر جا۔ اور ان ھذہٖ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا (بے شک یہ تذکرہ ہے پس جو شخص چاہے وہ اپنے پروردگار کی طرف راہ اختیار کر لے) کی ایک راہ ہدایت اختیار کر۔ اور اَمّن یجیب المضطر اذا دعاہ (جب گھبرایا ہوا دعا مانتا ہے تو کون قبول کرتا

ہے) کی زبان اضطرار سے نہایت عاجزی وانکساری سے بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کر اھدنا الصراط المستقیم (ہمیں سیدھی راہ دکھا) تاکہ الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون (سنو جی! اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو نہ کسی قسم کا ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں) کی عنایت قدیم کی خوشخبری دینے والا سلام قولا من ربّ الرحیم (مہربان پروردگار اپنی طرف سے سلام کہلا بھیجے گا) کی بشارت تحیت سے پیش آئے۔ اور نصر من اللّٰہ و فتح قریب (اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہے اور فتح قریب ہے) کی سواری پر چڑھا کر فانقلبوا بنعمة من اللّٰہ و فضل (اللہ تعالیٰ سے فضل و نعمت حاصل کر کے سوئے) کی دائمی نعمت کی بہشت کی طرف بلائے اور عزت و وصال کی تسنیم ہر طرف سے چلنے لگے اور شراب محبت کے پیالے ساقی غیب کے ہاتھ سے ماننے لگیں۔ اور مشاہد شہود ان ھذا کان لکم جزاء و کان سعیکم مشکورا (یہی تمہارا معاوضہ تھا اور تمہاری محنت و کوشش ٹھکانے لگی) کا راگ گانے لگے اور انس کا منادی و کلمه اللّٰہ موسیٰ تکلیما (حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے) پکارنا شروع کرے۔ اور فلمّا تجلی ربه للجبل (جب پروردگار نے پہاڑ پر تجلی کی) کے دیباچے کو طول دے۔ اور بصیرتوں کی آنکھوں کے نواظر کو و خر موسی صعقا (اور مہتر موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے) کے حالات کی مستی سے باخبر ہوں۔ اور وجوہ یومئذ ناظرة الی ربھا ناظرة (آج کے دن کئی تر و تازہ چہرے اپنے پروردگار کا دیدار کر رہے ہیں) کے مشاہدوں کے آثار دیکھ لیں۔ اور اپنی عاجزی کا اقرار کرتے ہوئے زبان حال سے یہ کہیں لا تدرکه الابصار و ھو یدرک الابصار (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں لیکن وہ آنکھوں کا ادراک کر سکتا ہے۔)

مکتوب (۱۰)

جناب الٰہی میں گریہ و عجز و زاری اور التجا کرنے کے بارے میں

اے عزیز! جب تک بیقراری اور گھبراہٹ کی پیشانی خاک پر رکھ کر آنکھوں کے بادلوں

سے حسرت کا مینہ نہیں برساؤ گے۔ تمہاری عیش کا باغ خوشی کی نباتات سے سرسبز نہیں ہوگا۔ اور تمہاری اُمید کی نخلستان میں مراد کے پھل نہیں لگیں گے۔ اور صبر کی شاخیں رضا کے پتوں سمیت اور ریاحین اُنس میں قرب کے میووں سے سرسبز نہیں ہونگی جنکی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے و ان لہ عندنا لزلفی و حسن ماب (اور بے شک ایسے شخص کے لئے ہمارے ہاں تقرب اور نیک جائے بازگشت ہے)اور نہ وہ درجہ کمال کو پہنچیں گی۔ اور نہ ہی دل کا بلبل شوق سے چہچہائے گا۔ اور نہ ہی دل کا ہما اِنِیّ ذاھبٌ الی ربی سیھدین (میں اپنے پروردگار کی طرف جا رہا ہوں۔ عنقریب ہی وہ مجھے اچھے ٹھکانے لگائے لگا) کے پروں سے ام للانسان ما تمنی (انسان کے واسطے وہی ہے جس کی وہ خواہش کرتا ہے) کے پنجرے میں سے پرواز کرے گا۔ اور نہ وہی و لا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم زھرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنھم فیہ (جو ہم نے ان کو دنیا کے چند روزہ فائدے سے بہرہ مند کر رکھا ہے اُس پر نظر نہ ڈالو۔ کیونکہ وہ ہم نے ان کی آزمائش کے لئے انہیں دے رکھا ہے) کی فضا سے عبور کرے گا۔ اور نہ ہی فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر (صاحب اقتدار بادشاہ کے ہاں مقعد صدق میں ہے) کے سدرہ تک پہنچے گا۔ اور نہ ھم ما یشاؤن عند ربھم (جو کچھ وہ چاہتے ہیں ان کے پروردگار کے ہاں موجود ہے) کے درختوں کے پھل کھائے گا۔ اور نہ ہی واللہ عندہ حسن الماب (اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کے لئے نیک جائے بازگشت (ٹھکانا) ہے) کے باغ سے اس کی جان کے دماغ میں خوشبو پہنچے گی۔ اور نہ ہی و لھم اجرھم عند ربھم بما کانوا یعملون (ان کے اعمال کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ہے) کے گلزار نعیم سے کسی قسم کا پھل اسے ملیگا۔

مکتوب (۱۱)

توحید اور اُس کے ثمرات کے بیان میں

اے عزیز! جب صبح توحید کے نور کی روشنی مشارق قلوب کے افق سے ظاہر ہوتی ہے

والصبح اذا تنفس (صبح جس وقت نمودار ہوتی ہے) اور عین الیقین کے آفتاب آسمانوں اور تمام برجوں پر طلوع کرتے ہیں والشمس مجری لمستقرلها (سورج اپنی جائے قرار کے لئے چلتا ہے) تو وجود بشریت کی تاریکی نور هم یسعی بین ایدهم (ان کی روشنی اُن کے سامنے دوڑتی ہے) کے لمعات انوار کی روشنی سے بدل جاتی ہے۔ اور یولج اللیل فی النهار (رات دن میں بدل جاتی ہے) کا بھید ظاہر ہو جاتا ہے اور الله ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمت الی النور (اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے انہیں تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے) کی عنایت سامنے سے نقاب اٹھا دیتی ہے۔ جب ان الشیطن لکم عدو مبین (بے شک شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے) کا شیطانی لشکر اپنے معرکہ میں جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ زین للناس حبّ الشهوت من النساء و البنین (آدمیوں کے لئے عورت اور بال بچوں کی خواہشات کی محبت زینت دی گئی ہے) دل کے لشکر کے مقابلے پر آ جمتا ہے۔ اس وقت انسان صدق حال زبان اضطرار سے کہتا ہے۔ ویضیق صدری و لا ینطلق لسانی (میرا دم گھٹتا ہے اور میری زبان سے لفظ تک نہیں نکل سکتا) اور نہایت عاجزی سے یہ درخواست کرتا ہے۔ واعف عنا و اغفرلنا و ارحمنا انت مولنا فانصرنا علی القوم الکافرین (ہماری خطائیں معاف کر۔ ہمارے قصور بخش۔ ہم پر رحم کر۔ تو ہی ہمارا آقا ہے کافروں کی قوم کے مقابلے میں ہماری مدد کر) تب وعنده مفاتیح الغیب لا یعلمها الا هو (اُس کے پاس غیب کی کنجیاں جنہیں اُن کے سوا اور کوئی نہیں جانتا) کا غیبی فرشتہ یہ آواز کرتا ہے۔ و لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون (نہ گھبراؤ نہ غم کرو آخرکار تم ہی غالب رہو گے) اتنے میں و ان جندنا هم الغالبون (واقعی ہمارے لشکر ضرور غالب آتے ہیں) کے لشکروں کی امداد اذا جاء نصر الله و الفتح (جب اللہ تعالیٰ کی مدد و فتح نصیب ہوتی ہے) کی خوشخبری سناتی ہوئی آ پہنچتی ہے انا فتحنا (ہم نے فتح کیا) کا ہر اول انا لننصر رسلنا و الذین امنوا (ہم اپنے بھیجے ہوؤں اور مومنوں کی مدد کرتے ہیں) کی تلواریں نرفع درجات من نشاء (ہم جس کا چاہتے ہیں درجہ بلند کرتے ہیں) کے نیام

سے سونت کر دشمنوں کے لشکروں پر ہلا بولتے ہیں' جن سے فھزموھم باذن الله (انہیں حکم الٰہی سے شکست ہوئی) ظاہر ہوتا ہے۔ اور نصر من الله و فتح قریب (اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آ گئی اب فتح قریب ہے) کی خبریں متواتر آنے لگتی ہیں۔ حال کا منادی یہ ندا دیتا ہے۔ قل اللهمّ ما لک الملک تو تی الملک من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شی قدیر (کہ اے معبود! تو ہی ملک کا مالک ہے جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔ واقعی تو ہر چیز پر قادر ہے۔)

مکتوب (۱۲)

زہد اور نیکوں کی ہمنشینی کی تحریص میں

اے عزیز! المال و البنون زینة الحیوة الدنیا (مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں) کے کارخانہ سے نکل جاؤ۔ اور شغلتنا اموالنا و اھلونا (ہمارے مال اور اہل و عیال نے ہمیں مشغول رکھا) کے گڑھے سے باہر آ جاؤ۔ اور غفلت کے بیابان میں پس ماندوں کی ہمنشینی کی پستی سے ہمت کا پاؤں باہر نکالو۔ جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نسو الله فنسیھم (اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلایا اس واسطے اللہ تعالیٰ نے انہیں فراموش کر دیا) اور طلب کے گھوڑے کو میدان عشق میں دوڑایا۔ اور و السابقون اسابقون اولئک المقربون (سبقت لے جانے والے لوگ ہی مقرب بارگاہ الٰہی ہیں) کے گوئے سبقت کو استعینوا باللّٰہ (اللہ تعالیٰ سے مدد لو) کی مدد کے چوگان سے اُولٰئک علٰی ھدی من رّبھم و اُولٰئک ھُمُ المفلحون (یہ لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں) اور یہی لوگ بہتری حاصل کرنے والے ہیں) کے حال گاہ میں پہنچا۔ شاید کہ و بشرا الذین اٰمنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم (مومنوں کو خوشخبری ہو۔ اُن کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں بڑا مرتبہ ہے) کی دولت کا قاصد آ کر یہ خوشخبری سنائے ان اللّٰہ بالناس لرئوف الرحیم (بے شک اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان اور رحیم ہے) اور قد جاء کم بصائر من ربکم

(واقعی تمہیں اپنے پروردگار کی طرف سے دل کی عقلمندیاں آئیں) کا اسرار نامہ ہاتھ میں دیں۔ جب تو اُس کے پوشیدہ رازوں سے واقف ہوجائے۔تو فی الفور یہ سبب شوق سر کو قدم بنا کر وھذا صراط ربک مستقیماً (اور تیرے پروردگار کی سیدھی راہ ہے) کی محفوظ راہ اختیار کر۔اور لھم جنات تجری من تحتھا الانھار (ان کے واسطے گھنے باغ ہیں۔جن کے تلے نہریں بہتی ہیں) کی سیرگاہ کا ارادہ کر۔اور لھم درجت عند ربھم و مغفرت و رزق کریم (ان کے واسطے اُن کے پروردگار کے پاس درجات بخشش اور عمدہ رزق ہے) کے دائمی نعمتوں والے باغوں کی خبر پوچھے۔ان الذین لھم منا الحسنیٰ (اُن لوگوں کے واسطے ہم سے نیکی ہے) کی عنایت کی خوشخبری پہنچانے والا آئے اور رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ (اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں) کے دارالسلام کی سلطنت کی خبریں اچانک سُنائے اور ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما (جس نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کیا۔اُسے عنقریب ہی اجر ملیگا) کے پایہ تخت کی طرف بلائے اور یہ کہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا ممّا تحبون (تمہیں اس وقت تک نیکی حاصل نہیں ہوگی جب تک اپنی پیاری چیز خدا کی راہ میں صرف نہ کرو گے۔)

مکتوب (۱۴)

''اللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ'' اور دوسری بعض آیات کے اسرار کے بیان میں

بھائی جان! جب اللّٰہ نور السموت والارض اللہ تعالیٰ (آسمانوں اور زمین کا نور ہے) کے لوامع انوار دلوں کے مشکات پر چمکتے ہیں۔تو ان کی تاثیر سے دل کا شیشہ سر بسر نورانی ہوجاتا ہے۔جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہوجاتی ہے قولہ تعالیٰ المصباح فی الزجاجۃ کانھا کوکب دری (چراغدان کے اندر چراغ اس طرح روشن ہے گویا ستارہ چمک رہا ہے) اور توقدو من شجرہ مبارکۃ (مبارک درخت سے روشن ہوتا ہے) کے بلور سے جو شعاعیں نکلتی ہیں۔وہ لا شرقیۃ ولا غربیۃ (نہ شرقی ہے نہ غربی)،

کے بادلوں کے پردے سے چمکنے لگتی ہیں۔اور فکر کی قندیلوں کو جن پر یکاد زیتها یضی (قریب ہے کہ ان کا روغن خود بہ خود روشن ہو جائے) صادق آتا ہے۔روشن کر دیتی ہیں۔اور آسمان وجود وبالنجم هم یهتدون (ستاروں سے وہ راہ چلتے ہیں) کے ستاروں سے سراسر زینت پاتا ہے۔چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔انا زینا السّماء الدنیا بزینة ن الکواکب (واقعی ہم نے دنیاوی آسمانوں کی زینت ستاروں سے کی ہے۔) حضور کے چاند نور علےٰ نور کے افق سے طلوع ہوتے ہیں۔اور اعلیٰ بروج میں عروج حاصل کرتے ہیں۔قوله تعالیٰ و القمر قدر ناه منازل (اور چاند سو اُس کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں) تو اُن سے غفلت کی راتیں و اللیل اذا یغشی (رات جب چھا جائے) و النهار اذا تجلّی (اور جب دن روشن ہو جائے) میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ ذکر الٰہی کی ریاحین میں و المستغفرین بالاسحار (سحر کے وقت استغفار کرتے ہیں) کے نافے کھل جاتے ہیں۔ اور کانو قلیلا من اللیل ما یهجعون (تھوڑی رات کے لئے جو جاگتے ہیں) کے درختوں پر کے بلبل غمناک نغموں سے پر افسوس راگنی چھیڑتے ہیں' اتنے میں یهد اللّٰه لنورہٖ من یشاء (اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف راہنمائی کرتا ہے) کی صبح دولت نمودار ہوتی ہے۔ اور معارف کے آفتاب من یهد اللّٰه فهو المهتد (جسے اللہ تعالیٰ ہدایت بخشتا ہے وہی ہدایت پاتا ہے) کے مطلع میں طلوع کرتے ہیں۔تب لا الشمس ینبغی لها ان تدرک القمر و لا اللیل سابق النهار و کل فی فلک یسبحون (نہ سورج ہی سے بن پڑتا ہے کہ چاند کو جا لے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیرتے پھرتے ہیں) کی کیفیت کا ظہور ہوتا ہے اور و یضرب اللّٰه الامثال للناس و اللّٰه بکل شیء علیم (اللہ تعالیٰ انسان کو سمجھانے کی خاطر امثال بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام چیزوں سے اچھی طرح واقف ہے) کے پوشیدہ اور سربستہ راز خود بخود ظاہر اور حل ہونے لگتے ہیں۔

مکتوب (۱۴)

معرفت اور دین کی کمالیت اور اس کے آثار کے بیان میں

اے عزیز! جب معرفت کا چاند الیوم اکملت لکم دینکم (آج کے دن تمہارے لئے تمہارا دین میں نے مکمل کر دیا) کے برج کمال میں پہنچ جاتا ہے اور محبت کی دوپہر کا آفتاب واتممت علیکم نعمتی (اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی) کے مدارج میں عروج کرتا ہے۔تو ورضیت لکم الاسلام دینا (اور میں نے اسی دین اسلام کو تمہارے لئے پسند فرمایا) کے انوار کی بجلیاں کوندنے لگتی ہیں۔اور افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علیٰ نور من ربہ (جن کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھولدیا ہے) وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نور پر ہے' کے آثار کے شواہد لقد جاء الحق من ربک (واقعی تیرے پروردگار کی طرف سے حق آیا) کے عظام کے مشاہدہ عین الیقین سے دیکھے جاتے ہیں۔واللہ خزائن السموٰتِ والارض (اور اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے خزانے ہے) کے نفیس اسرار کے دفینوں کی اطلاع دیتا ہے۔اور فی الارض آیت للمومنین و فی انفسکم افلا تبصرون (زمین میں مومنوں کے لئے نشانیاں ہیں اور نیز تمہارے اپنے میں کیا تم نہیں دیکھتے) کی باریکیوں سے واقف کرتا ہے۔اور اینما تولو فثم وجہ اللہ (جدھر تم رُخ کرو اسی طرف اللہ کا چہرہ ہے) کے اشارات ورموز سے محرم بنادیتا ہے۔تب و ارسلنا الریاح لواقح اور چلائیں ہم نے ہوائیں رس بھری و لواقح فضل نصیب برحمتنا من تشاء (اور فضل کی ہوئیں پہنچاتے ہیں ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے ہیں) کی ھو اللہ لطیف بعبادہ (اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے) کی جگہ سے انا لا نضیع اجر من احسن عملا (نیک کام کرنے والوں کے اجر کو ہم ضائع نہیں کرتے) کے باغوں میں چلنے لگتی ہیں۔ جن سے ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون (بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں اور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔) کے درخت تجلیات کے پتوں اور پھلوں سے سرسبز و بار آور

ہوتے ہیں اور ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس پر چاہتا ہے کرتا ہے)' کے چشمے واللہ ذوالفضل العظیم (اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے) کے پہاڑوں کی چوٹیوں سے دلوں کی وادیوں میں پھوٹ نکلتے ہیں اور احوال زبان کے مخبر یہ خبر سناتے ہیں۔ ان الذین امنوا و عملو الصّٰلحتِ سیجعل لھم الرحمن ودًا (بے شک جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد نیک عمل کئے رحمٰن عنقریب ہی اُن سے محبت کریگا) اور اقبال کے مبشر یہ خوشخبری پہنچاتے ہیں۔ یا عبادی لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون (میرے بندو آج کے دن تمہیں کچھ خوف وخطر نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے) اور رضوان بلدۃ طیّبۃ وَ رب غفور (شہر نہایت پاکیزہ ہے اور پروردگار بخشنے والا ہے) کی ولایت سے سلام قولا من رب الرحیم (مہربان پروردگار اپنی طرف سے سلام کہلا بھیجے گا) کے تحفے وتحیات لاکر بہشت وصول کے دروازے کھول کر رضی اللہ عنھم (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے) کی نعمتوں کا دسترخوان بچھاتا ہے اور کہتا ہے۔ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم و لکم فیھا ما تدعون نزلا من غفور رحیم (اس میں تمہارے لئے سب کچھ موجود ہے جو تم چاہتے ہو اور جو غفور الرحیم سے بطور ضیافت مانگتے تھے۔)

مکتوب (۱۵)

قلب سلیم عقل کامل اور یقین صادق کے فوائد میں

اے عزیز! قلب سلیم کو فاعتبرو ایا اولی الابصار (آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو کے رموز سے مطلع ہونا چاہئے۔) تاکہ سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم (عنقریب ہی ہم آفاق اور اُن کی جانوں میں اپنی نشانیاں دکھائینگے) کے اسرار کی باریکیوں کا ادراک کر سکے۔ اور یقین سچا ہونا چاہیئے۔ تاکہ وان من شئی الا یسبح بحمدہ و لکن لا تفقھون تسبیحھم (واقعی ہر ایک چیز اس کی حمد کی تسبیح میں مشغول ہے لیکن تم مختلف اشیا کی تسبیح کو سوچ سمجھ نہیں سکتے) کی معرفت کے شواہد کو دیکھ سکے اور و اذا سالک عبادی

عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الدّاع اذَا د عَانِ (جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں پوچھیں تو کہہ دو کہ ہم ان کے قریب ہیں اور جب کوئی دعا مانگتا ہے تو ہم اس کی دعا قبول کرتے ہیں) کے داعی وصول کو دل و جان سے لبیک ہے۔اور افحسبتم انما خلقنکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون (کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ بنایا۔اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹنے والے نہیں ہو) کی تنبیہ سے فسوف تعلمون و مھلھم الامل (بس عنقریب ہی انہیں معلوم ہو جائیگا اور ڈھیل دی اُن کو اُمید نے) کے خواب غفلت سے جاگے۔اور وما لکم من دون اللّٰہ من ولی و لا نصیر (اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی دوست و مددگار نہیں) کے عروۃ الوثقیٰ کو پکڑ لے۔اور ففرو الیٰ اللّٰہ (اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو) کی کشتی پر سوار ہو کر و مَا خلقت الجن و الانس الا لیعبدو ن (ہم نے جن وانس کو صرف عبادت کیلئے پیدا کیا ہے) کے دریائے معرفت میں مردوں کی طرح غوطہ لگائے اگر مطلوبہ موتی ہاتھ آ گیا۔فقد فاز فوزا عظیما (تو سمجھو بڑی بھاری کامیابی نصیب ہوئی۔) اگر اسی طرح طلب ہی میں گزرے گا۔تو فقد و قع اجرہ علی اللّٰہ (اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔)

☆☆☆

انیسواں باب:

کرامات و خوارق

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حق تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو خوارق سے نوازتا ہے اس اعتبار سے کراماتِ اولیاء کرام برحق ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جس طرح کا معجزہ نبی سے ظہور پذیر ہوتا ہے ویسی ہی کرامت ولی سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ اور کرامت دراصل نبی کا ہی معجزہ ہے اور کسی بھی ولی کی صداقت اور اس کے مذہب کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ سب جانتے ہیں کہ معجزات کا ظہور انبیائے کرام اور کرامات کا ظہور اولیاء اللہ سے ہوتا ہے۔ اگر اس قسم کی کوئی چیز کسی کاذب یا شعبدہ باز سے ظہور پذیر ہو تو اصطلاح میں اُسے استدارج کہتے ہیں

حقیقت میں ولی کی کرامت بھی عین معجزہ نبی ہے کیونکہ کرامت وہی دلیل پیش کرتی ہے جو نبی کے معجزے میں دیکھی جاتی ہے۔ جب نبی کی شریعت باقی ہے تو لازم ہے اس کی حجت و دلیل بھی باقی رہے۔ پس رسولوں کے صدقِ رسالت پر اولیاء اللہ قیامت تک گواہ رہیں گے۔ اس لئے کرامت کوئی انوکھی چیز نہیں ہے یہ عطایا ذات کبریا ہے اور ولی کے صدق کی دلیل اور رسول اللہؐ سے اکتساب فیض کا ایک ثبوت لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی اللہ صاحب کرامت بھی ہو۔ ایسے بے شمار اولیاء اللہ ہوئے ہیں جن سے ایک بھی کرامت ظاہر نہ ہوئی اور وہ اُن اولیاء اللہ سے بلند مقامات پر فائز تھے جن سے متعدد کرامات کا ظہور رہا۔ بزرگ کرامت اور معجزے میں یہ فرق بھی کرتے ہیں کہ معجزہ کے لئے اظہار شرط ہے اور کرامت کے لئے اخفاء اور پھر یہ کہ ولی مقام ولایت پر اس وقت تک ثابت قدم نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے آپ کو کمترین خلق نہیں جانتا۔ لہذا جب وہ اپنے آپ کو ہیچ جانے گا تو اُس سے دعویٰ کرامت کب ہوگا۔ بزرگ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حق سے حق کے سوا کچھ اور طلب کیا اس کے لئے مقام ولایت نہیں۔ جب اس نے کرامت کا مطالبہ کیا تو دوست سے غیر دوست کی خواہش کی جو مقام ولایت کے منافی ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری فرماتے ہیں کسی ولی کو کرامات

سے اُس وقت نوازا جاتا ہے جبکہ وہ شریعتِ محمدیؐ کی خلاف ورزی نہ کرنے والا ہو۔

کراماتِ اولیاء پر بزرگوں نے بڑی ضخیم کتابیں تصنیف کی ہیں اور ان کی اقسام گنوائی ہیں۔ یہ کرامات تو عام دیکھنے میں آتی ہیں: مردے کو زندہ کرنا' طے الارض' بیک وقت کئی مقامات پر ظاہر ہونا' نظروں سے اوجھل ہونا' غیب کی خبریں دینا۔ اپنے عقیدت مندوں اور سائل کی مصائب و آلام میں مدد کرنا جمادات نباتات' حیوانات' چرند پرند' حشرات الارض سے ہم کلامی' بے اولاد کو صاحب اولاد کرنا' معذوروں کو صحت بخشنا' مرئی اور غیر مرئی مخلوق کی شر سے حفاظت کرنا' نگاہ اٹھا کر بارش کی التجاء کرنا' تھوڑا کھانا بہت بڑے ہجوم کے لئے کافی کر دینا۔ خطرات سے نجات دلانا' اپنے عقیدت مندوں کی ظاہری و باطنی معصیت سے حفاظت کرنا' پیر زخمی ہو تو مرید کو زخم آ جانا اور اگر مرید زخمی ہو رہا ہو تو پیر کے جسم پر زخم آ جانا چاہے دونوں ہزاروں میل دور بیٹھے ہوں۔ سب سے بڑی کرامت جو کسی بزرگ سے صادر ہوتی ہے وہ یہ کہ انسان کو گندے سے بندہ بنا دینا' اپنی روحانی نگاہ سے' تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کرنا وغیرہ۔

ایک مرتبہ مؤلف کتاب ہذا اولیاء اللہ کے خوارق و تصرفات پر کچھ دنوں غور و فکر کرتا رہا۔ چند روز بعد اپنے شیخ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ انسانی سوچ اور عقل سے بعید ہے کہ وہ کسی ولی اللہ کے تصرفات و خوارق کا احاطہ کر سکے وہ اس لئے کہ انبیاء کے معجزات اور اولیاء کی کرامات کے پس پردہ ایک ہی حقیقت کارفرما ہوتی ہے۔ ان کا منبع و سرچشمہ ایک ہی ہوتا ہے اور وہ رب تعالیٰ کی ربوبیت ہی ہے ایک مرتبہ ہمارے شیخ نے پوچھا ریاض صاحب کیا آپ کو معلوم ہے ایک ولی کی جسمانی طاقت کتنی ہوتی ہے؟ عرض کیا مجھے معلوم نہیں۔ فرمایا ''ستر انسانوں کی جسمانی قوت کو جمع کر لیا جائے تو ایک جن کی جسمانی قوت کے برابر ہوتی ہے۔ ستر جنات کی جسمانی قوت کو جمع کر لیا جائے تو ایک فرشتہ کی جسمانی قوت کے برابر ہوتی ہے اور سات سو ملائکہ کی قوت کو جمع کر لیا جائے تو ایک ادنیٰ ولی کی جسمانی قوت کے برابر ہوتی ہے۔ پھر ایک موقع پر فرمایا ایک ولی کو رب تعالیٰ نے اتنی روحانی قوت دی ہوتی ہے کہ وہ جب چاہے جس وقت چاہے کسی بھی نبی کو پوری زندگی کو اس کے ساتھ ایک پل میں گزار آتا ہے۔

اولیائے کاملین مقامِ ولایت میں خوارق و کرامات کو کوئی زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ مقامِ ولایت میں یہ ابتدائی درجات میں سے ایک درجہ ہے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ راہِ طریقت میں اکثر حجاب اور دوری اسی کرامت کی وجہ سے ہو جاتی ہے۔ بعض نے کرامات کو عورتوں کی پالیدگی سے تشبیہ دی ہے۔ اور بعض کامل ترین ہستیاں فنافی اللہ کے اعلیٰ مقام پر پہنچ کر بپاسِ ادب ذاتِ کبریا تصرفات کو یکسر خیرباد کہہ دیتے ہیں اور مرضی خداوندی کے سامنے جھک جاتے ہیں۔

علماء حق وفقہاء اور خصوصاً وابستگانہ سلاسل اولیاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اولیاء کرام جو صاحب تصرف تام ہوتے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ منتخب فرما کر اپنے بندگان خاص میں شامل کرتا ہے ان سے تصرفات خوارق عادات جو حیات میں صادر ہوتے ہیں' وفات کے بعد بھی ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ ان میں سیّدنا غوث اعظم شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی ذات سر فہرست ہے۔ آپ آج بھی اپنے عقیدتمندون کی مدد فرما رہے ہیں اور بعض خواص کی اسی طرح تربیت فرماتے ہیں جس طرح کہ اپنی ظاہری حیات مبارک میں فرمایا کرتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ سرکار نظام تصوف کے چیف' قاسم ولایت اور حضور سرور کائنات کی جانب سے مقرر کردہ قطبیت کبریٰ کے عہدے پر فائز اور فرد الافراد ہیں۔ اس ضمن میں آپ کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کرنا یکسر نادانی ہے۔

کراماتِ غوث اعظم: شہنشاہ بغداد' شہباز لامکان کی کرامات لاتعداد اور بے شمار ہیں اور ان کا آج بھی اسی طرح ہر لحہ ظہور ہو رہا ہے۔ شیخ علی بن الہیتی نے ۵۶۲ ہجری میں فرمایا کہ میں نے اپنے اہل زمانہ میں سے کسی کو حضور غوثیت مآب سے بڑھ کر صاحب کرامات نہیں دیکھا۔ جس وقت کوئی شخص آپ کی کرامت دیکھنا چاہتا دیکھ لیتا۔ اور کرامت کبھی آپ سے ظاہر ہوتی تھی اور کبھی آپ میں ظاہر ہوتی تھی۔ شیخ ابو عمرو عثمان کا قول ہے کہ سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی کراماتیں سلک مروارید کی مثل تھیں جس میں یکے بعد دیگرے لگا تار موتی ہوں' اگر ہم میں سے کوئی شخص ہر روز کئی کراماتیں دیکھنی چاہتا تو دیکھ لیتا۔

شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام نے بیان کیا ہے کہ جس قدر تواتر کے ساتھ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی کی کرامات منقول ہیں اور کسی ولی کی نہیں ہیں۔

امام نوری 'بستان العارفین' میں لکھتے ہیں کہ کسی ولی کی کرامتیں بنقل ثقات اس کثرت سے ہم تک نہیں پہنچیں جس کثرت کے ساتھ سیّدنا حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی کرامات پہنچی ہیں۔ امام یافعی فرماتے ہیں کہ سیّدنا غوث اعظم کی کرامات کی تعداد حدو شمار سے زیادہ ہیں اور اکثر پایۂ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے امام نوری کی تائید میں کہا کہ غوث اعظمؓ کی کرامات روز روشن کی طرح واضح اور بے شمار ہیں۔

حضور سرکار غوث پاک کا مرتبہ و مقام اور قاسم ولایت کے حوالے سے آپ کی ڈیوٹی کچھ ایسی ہے کہ تصرفات و کرامات کا ظہور منقطع ہو ہی نہیں سکتا اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔ اب سرکار غوث اعظم کی چند ایک کرامات کا تذکرہ تبرکاً کیا جاتا ہے۔

(۱) **سلب علم:** شیخ ابوالمظفر منصور بن المبارک الواسطی بیان کرتے ہیں کہ میں عالم شباب میں جناب غوث اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت میرے پاس فلسفہ کی ایک کتاب تھی۔ غوث اعظم نے بغیر کتاب دیکھے فرمایا اے منصور! یہ کتاب تیرا بُرا ساتھی ہے اٹھ اور اس کو دھو ڈال۔ میرے دل نے کتاب کو دھو ڈالنا گوارا نہ کیا کیونکہ مجھے اس کتاب سے بہت محبت تھی۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے سامنے سے اٹھ جاؤں اور کتاب گھر میں رکھ آؤں جونہی اس نیت سے اٹھنے کو تھا کہ سرکار نے مجھے تعجب کی نگاہ سے دیکھا اور پھر فرمایا یہ کتاب مجھے دے دو۔ میں نے کتاب آپ کو دیتے وقت کھولا تو دیکھا کہ تمام حروف و عبارات مٹ چکی ہیں اور فقط سفید کاغذ باقی ہے۔ میں نے وہ کتاب آپ کو دے دی۔ آپ نے ورق گردانی کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ کتاب تو فضائل قرآن پر ہے جو محمد بن ضریس (یا ابن الفریس) کی تصنیف ہے۔ اور مجھے کتاب واپس کر دی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ فی الحقیقت فضائل قرآن ہے۔ پھر سرکار غوث اعظمؓ نے ارشاد فرمایا کہ جو بات دل میں ہو زبان سے بھی وہی کہا کرو۔ توبہ کرو آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ اور ہو۔ میں نے عرض کیا

میں توبہ کرتا ہوں۔ ابوالمظفر کا بیان ہے کہ میں وہاں سے اٹھا تو مسائل فلسفہ جو مجھے یاد تھے سب کے سب میرے ذہن سے نابود ہو چکے تھے۔

(۲) حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مزار پر حاضری: حضرت علی بن الہیتی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور شیخ بقا بن بطو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبل کے روضہ کی زیارت کو گئے۔ میں نے دیکھا کہ امام موصوف قبر سے باہر آئے اور سرکار غوث پاک کو اپنے سینہ سے لگایا اور خلعت پہنائی۔ اور کہا اے شیخ عبدالقادر! میں علم شریعت، علم حقیقت اور علم حال میں آپ کا محتاج ہوں۔

(۳) حضرت معروف کرخیؒ کے مزار پر حاضری: حضرت شیخ علی بن الہیتی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضور غوثیت مآب کے ساتھ حضرت شیخ معروف کرخی کے مزار مبارک کی زیارت کو گیا۔ جب ہم تربت مبارک پر پہنچے تو سرکار غوث پاک نے فرمایا: اسلام علیک اے شیخ معروف آپ ایک درجہ ہم سے آگے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد دوسری مرتبہ سرکار غوث پاک کے ہمراہ موصوف کے مزار کی زیارت کو گیا۔ سرکار نے مزار پر کھڑے ہو کر فرمایا' اسلام علیک یا شیخ معروف ہم دو درجے آپ سے بڑھ گئے ہیں۔ شیخ معروف نے قبر سے جواب دیا وعلیک السلام یا سیّد اھل الزمان۔

(۴) بارش تھم گئی: روایت ہے کہ ایک روز جبکہ آپ وعظ فرما رہے تھے موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ بعض لوگ بارش کی وجہ سے ادھر ادھر جانے لگے۔ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور عرض کیا اے اللہ العالمین! میں لوگوں کو جمع کرتا ہوں اور تو ان کو بکھیرتا ہے۔ پھر خدا کے حکم سے مجلس کے اوپر بارش بند ہو گئی اور مدرسے کے باہر بدستور ہوتی رہی اور مجلس پر ایک قطرہ بھی نہ گرتا تھا اور آپ وعظ میں مصروف رہے۔

(۵) دریائے دجلہ کی طغیانی تھم گئی: ایک مرتبہ دریائے دجلہ میں اس قدر سیلاب آیا کہ بغداد غرق ہونے لگا۔ لوگ آپ کی خدمت میں فریاد لے کر حاضر ہوئے۔ غوث پاک نے اپنا عصا مبارک لیا اور دریا کے کنارے تشریف لائے اور پانی کے معمول کے مطابق بہنے والی حد

کے قریب عصا گاڑ دیا اور حکم دیا یہیں تک رہ۔ چنانچہ پانی اسی وقت اتر گیا اور اپنی حدود کے اندر بہنے لگا۔

(۶) ایک پادری کو شکست دی: حضور سرکار غوث پاک کے زمانہ میں ایک عیسائی پادری نے دعویٰ کہ حضرت عیسیٰؑ مسلمانون کے نبی محمدؐ سے افضل ہیں۔ اس کے اس دعویٰ نے خاصی شہرت اختیار کی۔ سرکار بنفس نفیس پادری کے پاس تشریف لے گئے اور اُس سے دریافت کیا کہ وہ کس بنیاد پر یہ دعویٰ کرتا ہے۔ پادری نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ نے بہت سے مردوں کو زندہ کیا مگر ایسا کوئی واقعہ آپ کے نبی کی حیات میں نہیں ملتا۔ حضور سرکار غوث پاک مسکرا دیے اور فرمایا مردوں کو زندہ کرنے کا کام تو ہمارے حضور آقا سیّد کونینؐ کے غلاموں کے غلام بھی کر دیتے ہیں یہ کون سی بڑی بات ہے۔ پادری نے کہا مجھے آپ کی بات پر یقین نہیں ہے اس پر سرکار نے فرمایا میں حضور سرور کائنات کا ایک اُمتی اور آپ کا غلام ہوں اگر یہ کام میں تم کو کر دکھاؤں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟ اُس نے اثبات میں جواب دیا۔ سرکار غوث پاک پادری کو لے کر ایک قبرستان کو تشریف لے گئے اور پادری سے کہا بتاؤ کس قبر سے مردہ زندہ کروں۔ پادری نے ایک پرانی گری ہوئی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا اس قبر سے۔ سرکار نے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ قبر کتنی پرانی ہے اور اس میں کون دفن ہے؟۔ پادری نے کہا یہ تو میں نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا یہ قبر تین سو سال پرانی ہے اور اس میں ایک گویا دفن ہے۔ سرکار نے پادری سے پوچھا اچھا یہ تو بتاؤ حضرت عیسیٰؑ مردے جلانے کے وقت کیا فرمایا کرتے تھے۔ کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰؑ فرمایا کرتے تھے۔ ''اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔'' یہ سن کر سیّدنا و مولانا سرکار غوث پاک نے اس قبر کو ٹھوکر مار کر فرمایا: ''میرے حکم سے کھڑا ہو جا۔'' چنانچہ آپ کے حکم سے گویا اس حالت میں قبر سے باہر آیا کہ اس کے گلے میں ڈھولک لٹکی تھی اس کو بجاتا تھا اور گاتا تھا اور باہر آتے ہی پوچھنے لگا کیا قیامت قائم ہو گئی ہے اور مجھے کیوں اٹھایا گیا ہے؟ سرکار نے فرمایا قیامت تو ابھی قائم نہیں ہوئی مگر تم سے چند باتیں کرنے کے لئے تمہیں جگایا گیا ہے۔ روایت ہے آپ کچھ دیر گویے سے باتیں کرتے رہے۔ آخر میں گویے سے پوچھنے لگے کیا تم

ہمارے ساتھ شہر کو جانا چاہتے ہو یا واپس قبر میں؟ گویّے نے کہا مجھے واپس بھیج دیجئے۔ چنانچہ اس پر دوبارہ موت طاری ہوگئی اور اسی قبر میں دفن ہوا۔ سرکار غوث پاک کی یہ حیران کن کرامت دیکھ کر عیسائی پادری نے اسلام قبول کرلیا۔

(۷) مردے کو زندہ کرنا: روایت ہے کہ ایک لڑکا دریا میں غرق ہوگیا۔ اس کی والدہ سرکار غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ مجھے یقین ہے آپ میرے بیٹے کو زندہ کرسکتے ہیں۔ براہ کرم توجہ فرمائیے۔ سرکار نے ارشاد فرمایا تو گھر لوٹ جا اپنے لڑکے کو پا لے گی۔ وہ گھر گئی مگر لڑکا نہ پایا۔ دوبارہ آپکی بارگاہ میں حاضری ہوئی۔ آپ نے اسی طرح فرمایا گھر لوٹ جا تمہارا بیٹا گھر پر ہوگا۔ وہ گھر گئی مگر لڑکا موجود نہ تھا سرکار نے تیسری مرتبہ بھی یہی فرمایا گھر لوٹ جا اب کی بار تمہارا بیٹا گھر میں موجود ہوگا۔ وہ گھر گئی تو لڑکا موجود تھا۔ سرکار غوث اعظم نے بارگاہ ربوبیت میں عرض کیا مجھے اس عورت کے سامنے دوبار کیوں شرمندہ کیا گیا؟ جواب یہ ملا کہ پہلی بار جب تم نے کہا تو ملائکہ نے اس لڑکے کے اجزا متفرقہ اکٹھے کیے اور دوسری مرتبہ میں نے اس کو زندہ کیا اور تیسری مرتبہ اس کو گھر پہنچا دیا۔ سرکار نے عرض کیا کہ اے پروردگار قیامت کے روز ایک آن میں بے شمار اجسام کو دوبارہ زندہ کر کے اکٹھا کردے گا جبکہ ایک لڑکے کو زندہ کرنے میں تین دن لگائے۔ اس میں کیا حکمت تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ ہم تمہاری دل شکنی کا بدلہ دیتے ہیں جو مانگتا ہے مانگو۔ حضور سرکار نے عرض کیا اے پروردگار تو جو چاہے عطا کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں نے تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ کیا۔ جس نے تمہارا نام لیا تاثیر و برکت و ثواب میں گویا میرا نام لیا۔

(۸) مرغی کو زندہ کرنا: ایک دفعہ ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر دربار غوث اعظم میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ میں نے دیکھا ہے کہ میرا یہ لڑکا آپ سے بہت محبت وعقیدت رکھتا ہے لہٰذا میں اسے اپنا حق معاف کر کے لوجہ اللہ آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔ آپ نے لڑکے کو قبول فرمایا اور اس کو منازل سلوک طے کرانی شروع کیں۔ کچھ دنوں بعد وہ عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اپنے بیٹے کو نہایت لاغر پایا۔ جب غوث پاک کی بارگاہ میں حاضر

ہوئی تو دیکھا آپ مرغی کے سالن کے ساتھ روٹی کھا رہے ہیں اور ایک برتن میں مرغی کی ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں یہ دیکھ کر عرض کرنے لگی آپ مرغی کھاتے ہیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی کھاتا ہے۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک مرغی کی ہڈیوں پر رکھا تو وہ مرغی زندہ اور صحیح سلامت اٹھ کھڑی ہوئی۔ تب غوث اعظمؒ نے فرمایا کہ جب تیرا بیٹا مجاہدہ اور ریاضت کے بعد اس درجے پر پہنچے گا تو اسے اجازت ہوگی جو جی چاہے کھائے۔ اس کی روحانی ترقی میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

(۹) عصاء کا نور ہونا: شیخ ابو عبدالملک ذیال بیان کرتے ہیں کہ سن ۵۶۰ ہجری کا واقعہ ہے کہ میں ایک دن حضرت غوث اعظمؒ کے مدرسہ میں کھڑا تھا کہ آپ اپنے دولت خانہ سے عصا لئے ہوئے باہر تشریف لائے۔ مجھے اس وقت یہ خیال ہوا کہ کاش آپ اپنے عصاء سے مجھے کوئی کرامت دکھائیں۔ ابھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہی تھا کہ آپ نے میری طرف مسکرا کر دیکھا اور اپنا عصاء زمین میں گاڑ دیا۔ زمین میں گاڑتے ہی وہ روشن ہو کر چمکنے لگا اور بدستور ایک گھنٹہ تک اسی طرح چمکتا رہا یہاں تک کہ اسکی منور شعاؤں سے اطراف واکناف چمک اُٹھے اور اس کی روشنی آسمان کی طرف چڑھتی تھی جب ایک گھنٹے کے بعد سرکار نے اپنا عصاء اٹھالیا تو جیسا وہ تھا ویسا ہی ہوگیا۔ اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ذیال تم یہی چاہتے تھے۔

(۱۰) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی ولادت: ابن عربی کے والدین کے ہاں اولاد نرینہ نہ تھی۔ کئی بزرگوں سے اپنے لئے دعا کرانے حاضر ہوئے مگر لڑکا نہ ہوا۔ بالآخر سرکار غوث اعظم کے دربار میں اسی آرزو کے ساتھ حاضر ہوئے اور التجا کی کہ دعا فرمایئے حق تعالیٰ ہمیں بیٹا عطا فرمائے۔ غوثیت مآب نے لوح محفوظ پر نگاہ فرمائی۔ دیکھا کہ سائل کے مقدر میں اولاد نرینہ نہیں ہے۔ آپ نے ان سے اس کی وضاحت کر دی وہ زاری کرنے لگے کہ ہم بہت سے اولیاء اللہ کے پاس گئے ہیں سب نے یہی جواب دیا ہے۔ آپ کی تعریف اور عظمت کا سن کر حاضر ہوئے ہیں۔ خدارا ہمارے لئے کچھ کیجئے۔ آپ نے تھوڑی دیر توقف فرمایا۔ اس کے بعد ابن عربی کے والد سے فرمایا کہ میری صلب میں ایک بیٹا ہے وہ میں آپ کو دیتا ہوں۔ آپ اپنی

پشت میری پشت سے ملا دیں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا سرکار غوث اعظم نے ارشاد فرمایا۔ مبارک ہو جاؤ تو ماہ بعد لڑکا ہوگا۔ اس کا نام محی الدین رکھنا۔ وہ اپنے وقت کا کامل ولی ہوگا پس نو ماہ بعد شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی ولادت ہوئی اور آپ کے علم وعرفان کا صدیوں سے ڈنکا بج رہا ہے۔ جس نے بڑے بڑے افلاطون کی زبانیں بند کر رکھی ہیں۔

(۱۱) چور سے قطب بنا دیا: لطائف القادریہ میں شیخ محمد بن قائد روایت کرتے ہیں کہ شیخ الاجل حضرت ابوالفتوح غوث اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا حضرت! احمد ابدال عطسی کا آج انتقال ہو گیا ہے اس کی جگہ کسی دوسرے بزرگ کو مقرر فرمایئے۔ اتفاقاً اسی شب کو ایک چور چوری کی نیت سے سرکار غوث پاک کے دولت خانہ میں داخل ہوا اور کچھ برتن چرانے کا ارادہ کیا اور برتن جمع کرنے لگا۔ اسی وقت اس کی بینائی جاتی رہی۔ اس گھبراہٹ میں اس نے گھر سے نکلنے کی کوشش کی تو حضور نے اُسے دیکھ لیا۔ آپ نے اُسے پکڑ لیا اور پوچھا تو کون ہے اور یہاں کیوں آیا ہے؟ اس نے اپنا تمام حال بتا دیا اور کہا کہ میں قبیلہ بنی اشرف سے ہوں۔ اور میرا نام سلیمان ہے۔ مفلوک الحالی کی وجہ سے چوری کا پیشہ اختیار کیا ہوا ہے۔ سرکار غوث پاک کو اس کی حالت پر رحم آیا۔ اپنا لعاب دہن اس کی آنکھوں کو لگایا جس سے اس کی بینائی لوٹ آئی۔ آپ نے اس سے توبہ کرائی اور اپنی خانقاہ میں اس کو ٹھہرایا۔ کچھ دن اس کو زیر تربیت رکھا۔ تزکیہ نفس وتصفیہ قلب کراتے رہے اور منازل سلوک طے کرا کر احمد عطسی کی جگہ اس کو ابدال مقرر کر کے ڈیوٹی پر بھیج دیا۔

(۱۲) سانپ سے ہمکلام ہونا: احمد بن صالح بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت شیخ کے مدرسہ میں داخل ہوا تو وہاں بہت سے فقہاء وفقراء کا اجتماع تھا اور حضور سرکار قضا وقدر کے موضوع پر تقریر فرما رہے تھے کہ اچانک چھت سے ایک بہت بڑا سانپ آپ کی آغوش میں آ گرا جس کو دیکھ کر تمام لوگ وہاں سے ہٹ گئے۔ اور سرکار کے علاوہ کوئی بھی وہاں باقی نہ رہا۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے سلسلہ تقریر جاری رکھا اور وہ سانپ کپڑوں میں سے رینگتا ہوا آپ کی گردن میں آ لپٹا۔ پھر اتر کر دم کے بل زمین پر کھڑا ہو گیا۔ اور ایک مخصوص آواز میں

آپ سے باتیں کرنے لگا اور پھر چلا گیا۔ لوگوں نے جب آپ سے پوچھا کہ سانپ نے کیا کہا اور آپ نے اس کو کیا جواب دیا؟ آپ نے فرمایا کہ "سانپ نے تو مجھ سے یہ کہا کہ میں نے بہت سے اولیاء کرام کو اسی طرح آزمایا ہے لیکن آپ جیسی شان کسی میں نہیں پائی اور میں نے سانپ سے یہ کہا کہ جس وقت تو چھت میں سے گرا تو میں قضاو قدر کے مسئلہ پر تقریر کرر ہا تھا۔ اور چونکہ تو صرف ایک کیڑا ہے جس کے تمام افعال قضاو قدر کے تابع ہیں اس لئے میں اپنی جگہ قائم رہا۔ کیونکہ اگر میں وہاں سے ہٹ جاتا تو میرے قول و فعل میں تضاد ہو جاتا۔

(۱۳) ایک جن سے ہمکلامی: حضرت شیخ کے صاحبزادے جناب شیخ سیّد عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے اپنا ایک واقعہ اس طرح بیان کیا کہ ایک مرتبہ رات کو میں جامعہ منصورہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے چٹائی پر رینگتی ہوئی کوئی شے محسوس ہوئی اور یکا یک ایک بڑا اژدہا منہ کھولے ہوئے سجدہ گاہ کے سامنے آ گیا اور میں نے سجدہ کرتے وقت اسے ہاتھ سے ہٹا یا لیکن جب میں قعدہ بیٹھا تو وہ میرے گھٹنوں پر آ گیا اور پھر گردن سے لپٹ گیا۔ لیکن میں نے سلام پھیرا تو وہ غائب ہو گیا۔ دوسرے دن جب میں جامع مسجد کے ایک ویران گوشے میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک شخص آنکھیں پھاڑے کھڑا ہوا ہے۔ اس کی آنکھیں عام آنکھوں کی بجائے لمبائی میں ہیں۔ چنانچہ میں سمجھ گیا کہ یقیناً یہ کوئی جن ہے۔ تب اس نے مجھ سے کہا کہ "میں ہی بشکل اژدہا کل شب دوران نماز آپ کو دکھائی دیا تھا۔ اسی طرح سے میں اکثر اولیاء کی آزمائش کر چکا ہوں لیکن جو ثابت قدمی آپ میں پائی وہ کسی اور میں نہیں دیکھی۔ بعض اولیاء ظاہر میں بعض باطن میں خوفزدہ ہو گئے۔ بعض پر ظاہر و باطن میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ مگر آپ نہ تو ظاہری اعتبار سے خائف ہوئے اور نہ باطنی طور پر۔" اس کے بعد وہ میرے ہاتھ پر تائب ہوا اور میں نے توبہ کے بعد اُسے بیعت کر لیا۔

(۱۴) تھوڑی سی گندم پانچ سال تک ختم نہ ہوئی: شیخ ابوالعباس بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغداد میں قحط سالی کے دوران میں نے حضور غوث اعظم سے تنگدستی اور فاقے کی شکایت کی تو آپ نے مجھے تقریباً دس سیر گندم عنایت فرمائی اور فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور ایک طرف

سے نکال کر استعمال کر لیا کرو لیکن اسے کبھی وزن نہ کرنا۔ چنانچہ اس گندم کو ہم تمام گھر والے پانچ سال تک کھاتے رہے۔ ایک روز میری بیوی نے گندم کو تول ڈالا تو معلوم ہوا کہ جتنی پہلے روز تھی اتنی ہی اب بھی ہے۔ اس کے بعد یہ گندم سات روز میں ختم ہو گئی۔

(۱۵) جنات تابع داری کرتے ہیں: شیخ ابو سعید بغدادی روایت کرتے ہیں کہ میری ایک بیٹی ایک مرتبہ مکان کی چھت پر تھی تو اسے کوئی جن اٹھا کر لے گیا۔ میں نے یہ واقعہ سرکار غوث پاک کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم محلہ کرخ کے ویرانے میں جا کر بیٹھ جاؤ اور اپنے گرد زمین پر حصار کھینچ لو اور یہ پڑھو۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نیت عبدالقادر۔ جب نصف رات گزرے گی۔ تو تمہارے پاس سے مختلف صورتوں میں جنات کا گزر ہو گا تم ان سے خوف نہ کھانا۔ پھر صبح کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ تمہارے پاس سے جنات کے بادشاہ کا گزر ہوگا۔ وہ تم سے تمہاری حاجت دریافت کرے گا۔ تم اس سے صرف یہ کہنا کہ مجھے شیخ عبدالقادر نے بھیجا ہے۔ اس کے بعد تم اپنی بیٹی کا ماجرا بیان کر دینا۔ شیخ ابو سعید کہتے ہیں کہ میں آپ کے ارشاد کے مطابق کرخ کے ویرانے میں پہنچ کر حصار بنا کر بیٹھ گیا۔ وہاں سے جنات کے بہت سے گروہ ہیبت ناک صورتوں میں گزرتے رہے۔ حتیٰ کہ صبح کے وقت جنات کے بادشاہ کا گزر ہوا جو گھوڑے پر سوار تھا۔ اور میرے حصار کے سامنے آ کر ٹھہر گیا اور مجھ سے میری حاجت دریافت کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ مجھ کو شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی نے بھیجا ہے۔ جب اُس نے سرکار غوث پاک کا اسم گرامی سنا تو گھوڑے پر سے اتر کر نیچے بیٹھ گیا اور اسی طرح اس کا لشکر بھی بیٹھ گیا۔ میں نے اپنی دختر کا تمام واقعہ بیان کیا۔ اس نے تمام لشکر سے پوچھا کہ ان کی بیٹی کو کون اٹھا کر لے گیا ہے۔ اس کے بعد ایک جن کو حاضر کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ چین کے جنات میں سے ہے۔ ابو سعید کی بیٹی اس کے پاس ہے۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا تو نے یہ جرات کیسے کی۔ اس نے کہا مجھے یہ اچھی لگی اس لئے اٹھا کر لے گیا۔ بادشاہ نے یہ جواب سنتے ہی اس جن کی گردن اڑا دی اور میری بیٹی میرے حوالے کر دی۔ اس کے بعد میں نے جنات کے بادشاہ سے کہا کہ آج سے پہلے مجھے آپ لوگوں کا حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی کی

تابعداری کرنا معلوم نہ تھا۔ وہ کہنے لگا کہ بے شک شیخ سید عبدالقادر ہم میں سے تمام سرکش جنات پر نظر رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ آپ کے خوف سے بھاگ کر دور دراز علاقوں میں جا بسے ہیں۔ کیونکہ جب حق تعالیٰ کسی کو قطب بناتا ہے تو جن وانس دونوں پر اسے حاکم بنا دیتا ہے۔

(۱۶) خلیفہ مستنجد باللہ بارگاہ غوثیت میں: شیخ ابوالعباس بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو المظفر مستنجد باللہ سرکار غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میں آپ کی کوئی کرامت دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''بتاؤ کیا کرامت دیکھنا چاہتے ہو''؟ عرض کرنے لگا کہ غیب سے سیب منگا دیجئے حالانکہ وہ سیب کا موسم نہیں تھا۔ یہ سن کر آپ نے اپنے دست مبارک کو بڑھایا تو اُس میں دو سیب آ گئے۔ آپ نے ایک سیب مستنجد باللہ کو دے دیا اور دوسرے کو اپنے ہاتھ سے کاٹا تو وہ بہت سفید اور خوشبودار تھا لیکن مستنجد باللہ نے جب اپنے سیب کو توڑا تو اس میں کیڑے نکلے۔ اس پر اُس نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ سرکار غوث پاک نے ارشاد فرمایا کہ: ''اے ابوالمظفر ایسا اس لئے ہوا کہ تو نے سیب کو ظلم کے ہاتھوں سے چھوا تھا جس کی وجہ سے اس میں کیڑے پڑ گئے اور میں نے اس کو دستِ ولایت میں لیا تھا اس لئے وہ عمدہ نکلا اور اُس میں خوشبو پیدا ہو گئی۔''

(۱۷) ایک بچھو نے غوث پاک کو ساٹھ مرتبہ کاٹا: شیخ ابو صالح عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار غوث پاک منصورہ کی جامع مسجد میں تشریف لائے اور وہاں سے اپنے مدرسہ کی طرف واپس ہوئے تو اپنے چہرے پر سے رومال ہٹایا اور ایک بچھو پیشانی پر سے ہاتھ میں پکڑ کر زمین پر پھینک دیا۔ اور جب وہ بھاگنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ تو خدا کے حکم سے مر جا۔ چنانچہ وہ اسی وقت مر گیا۔

(۱۸) غوث پاک کا امتحان: مفرج بن نبہان روایت کرتے ہیں کہ جب شیخ سید عبدالقادر جیلانی کی شہرت عام ہو گئی تو بغداد کے ایک سو عظیم فقہاء یہ طے کر کے سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہم میں سے ہر فرد ان سے جدا جدا علوم کے متعلق ایک ایک مسئلہ دریافت کرے گا تا کہ وہ عاجز آ جائیں۔ لیکن جب وہ مجلس میں وعظ میں پہنچے تو مجلس ختم ہونے کے بعد

حضرت شیخ نے سر جھکا لیا۔ اُس وقت آپ کے سینہ سے ایک ایسا چمکدار نور ظاہر ہوا جو صرف با صلاحیت افراد (اہل کشف) نے دیکھا۔ پھر وہ نوران ایک سو افراد کے سینوں میں سے جو آپ سے مباحثہ کرنے آئے تھے گزرتا ہوا چلا گیا۔ جس کی وجہ سے ان پر خوف طاری ہوا اور انہوں نے زوردار چیخ ماری اور کپڑے پھاڑ کر آپ کے منبر پر چڑھ کر قدموں میں سر رکھ دیا۔ ان کے ساتھ دیگر اہل مجلس نے بھی ایسی زبردست چیخ ماری کہ پورا بغداد ہل گیا۔ اس وقت حضرت شیخ نے ان سے معانقہ کیا اور فرمایا: ''تم سب کے سوالات یہ تھے اور ان کا جواب یہ ہے۔'' اس طرح آپ نے فرداً فرداً ہر شخص کے سوال کا جواب دے دیا۔ اس واقعہ کے بعد وہ جماعت واپس آئی تو ان سے پوچھا گیا کہ تمہاری کیا حالت تھی؟ انہوں نے بتایا کہ جس وقت ہم مجلس میں پہنچے تو تمام اعتراضات بھول چکے تھے۔ لیکن جس وقت حضرت شیخ نے ہمیں سینہ سے لگایا تو ہم لوگوں کو وہ تمام مسائل یاد آ گئے جو ہم نے رات بھر میں تیار کئے تھے اور سب سوالوں کے حضرت شیخ نے ایسے جوابات دیے جو ہمیں بھی معلوم نہ تھے۔

(۱۹) **علامہ ابن جوزی قال سے حال کی طرف:** شیخ حافظ ابوالعباس بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور علامہ ابن جوزی حضرت شیخ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قاری ایک آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔ اور حضرت شیخ اس کی تفسیر بیان فرما رہے تھے۔ چنانچہ جب میں نے علامہ ابن جوزی سے پوچھا کہ کیا آپ کو اس توجیہہ کا علم ہے تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر حضرت شیخ نے دوسری توجیہہ بیان فرمائی۔ میں نے پھر علامہ ابن جوزی سے سوال کیا تو انہوں نے پھر اثبات میں جواب دیا۔ اس طرح حضرت شیخ نے دس توجیہات بیان فرمائیں اور ہر توجیہہ پر علامہ ابن جوزی نے کہا اس کا تو مجھے بھی علم ہے۔ لیکن جب اس کے بعد حضرت شیخ نے مزید توجیہات بیان فرمائیں تو علامہ ابن جوزی نے کہا کہ ان کا مجھے علم نہیں۔ حتیٰ کہ حضرت سرکار غوث پاک نے چالیس توجیہات بیان فرمائیں اور ہر توجیہہ کے ساتھ اس کے راوی کا نام بھی بیان کرتے گئے کہ فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا۔ لیکن ابن جوزی مسلسل یہی کہتے رہے کہ ان توجیہات کا تو مجھے علم نہیں تھا۔ اور انہوں نے شیخ کی وسعت

علم پر بے حد تعجب کا اظہار کیا۔ پھر تمام توجیہات بیان کرنے کے بعد سرکار غوث پاک نے فرمایا کہ ''اب ہم قال سے حال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔'' یہ کہہ کر جب آپ نے فرمایا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ تو لوگوں میں شدید اضطراب پیدا ہو گیا۔ اور علامہ ابن جوزی نے تو اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

(۲۰) ایک نحوی پر توجہ: شیخ ابو محمد الخشاب نحوی بیان کرتے ہیں کہ جب میں جوانی میں علم نحو پڑھنے میں مشغول تھا تو لوگوں سے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کی بہت تعریف سنتا تھا اور اس طرح مجھے آپ کے وعظ سننے کا بڑا اشتیاق پیدا ہوا لیکن سخت مصروفیت کی وجہ سے موقع نہ ملتا تھا۔ اتفاق سے ایک مرتبہ کچھ لوگوں کے ہمراہ میں آپ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ آپ نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ ''ہماری صحبت اختیار کر لو ہم تمہیں سیبویہ (ایک بہت بڑے نحوی کا نام) بنا دیں گے۔'' چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضری دینے لگا۔ اس سے مجھے اتنا نفع پہنچا کہ علم نحو کے علاوہ اور بھی بہت سے علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل ہو گئے۔ جن سے نہ تو میں پہلے واقف تھا اور نہ کسی سے سنا تھا۔ صرف ایک ہی سال کے عرصہ میں مجھے وہ سب کچھ مل گیا جو گزشتہ طویل عمر میں بھی حاصل نہ ہوا تھا۔ اور وہ تمام علوم بھول گیا جو مجھے اس سے قبل یاد تھے۔

(۲۱) لوح محفوظ پر نظر: ابوالخضر حسینی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ کے ایک خادم کو رات بھر میں کئی مرتبہ احتلام ہوا اور اُسے ہر مرتبہ خواب میں نئی صورت نظر آئی جن میں بعض سے تو وہ واقف تھا اور بعض سے بالکل نا آشنا۔ اور جب صبح کو حضرت شیخ سے اپنی حالت بیان کرنا چاہی تو اس کے کچھ کہنے سے پیشتر ہی حضرت سرکار غوث پاک نے فرمایا کہ: ''گزشتہ شب تجھ کو احتلام ہونا کوئی بُری بات نہ تھی کیونکہ جب میں نے لوح محفوظ میں دیکھا تو اس میں یہ درج تھا کہ تو فلاں فلاں عورت سے زنا کرے گا (اور آپ نے ان عورتوں کے نام بھی بتائے) تو میں نے تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اُس نے ان عورتوں سے بجائے بیداری میں صحبت کرنے کے اس کو خواب میں تبدیل کر دیا۔''

(۲۲) شیخ کے در کا کتا شیر پر غالب آیا: روایت ہے کہ شیخ احمد جام زندہ شیر پر سوار ہو کر

اولیاء کرام کے پاس جایا کرتے تھے اور مہمان بنا کرتے تھے۔ میزبانوں کے لئے یہ ضروری ہوتا تھا کہ ایک عدد گائے آپ کے شیر کو بطور غذا پیش کریں۔ ایک روز وہ بغداد آئے اور جناب غوثِ اعظم کو پیغام بھیجا کہ میرے شیر کے لئے ایک عدد گائے روانہ کر دیں۔ سرکار غوث پاک نے خادم کو حکم دیا کہ ایک عدد گائے ان کو پہنچا دو۔ آپ کے خادم نے ایک گائے روانہ کر دی۔ آپ کے در پر ایک لاغر سا کتا بیٹھا رہتا تھا وہ بغیر کسی کے اشارے یا بلائے گائے کے ساتھ ہو لیا۔ جب گائے شیر کے قریب پہنچی تو اس کتے نے تیزی سے شیر پر حملہ کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے پھاڑ ڈالا۔ شیخ احمد فوراً اس راز کو پا گئے اور غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کے طلب گار ہوئے اور اپنی حرکت پر نادم۔ اسی لئے حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں۔

سگ درگاہ میراں شو چو خواہی قرب ربّانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگِ درگاہ جیلانی

یعنی اگر تو قرب الٰہی چاہتا ہے تو شاہ جیلاں کے در کا کتا بن جا۔ کیونکہ شاہ جیلانی کے در کا کتا شیروں پر شرف اور برتری رکھتا ہے۔

(۲۳) تجارتی قافلہ بچالیا: شیخ ابو سعود حریمی سے روایت ہے کہ ابوالمظفر حسن نامی ایک تاجر نے شیخ حماد الدباس سے عرض کی کہ میں قافلے کے ساتھ تجارت کی غرض سے ملک شام جانا چاہتا ہوں۔ میرے لئے یہ سفر کیسا رہے گا۔ آپ نے فرمایا اگر تم اس سال کہیں سفر کرو گے تو قتل کر دیے جاؤ گے اور مال بھی لٹ جائے گا۔ وہ تاجر بڑا پریشان ہوا اور حضور غوث پاک کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے وہی دریافت کیا جو اس نے شیخ حماد الدباس سے دریافت کیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم سفر پر جاؤ جان و مال کی سلامتی کے ساتھ واپس آؤ گے۔ اس بات کی میں ضمانت دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ تاجر قافلے کے ساتھ ملک شام روانہ ہوا۔ تجارت سے حاصل شدہ رقم لے کر ایک حمام میں داخل ہوا اور طاق میں وہ رقم رکھی۔ لیکن واپسی پر وہ رقم لینی بھول گیا۔ کچھ دور ہی گیا تھا کہ اسے نیند آ گئی خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ وہ جس قافلے میں ہے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا ہے اور تمام لوگوں کو قتل کر دیا ہے اور اس شخص کی گردن پر

بھی تلوار چلائی وہ گھبرا کر اٹھا تو اس کی گردن پر خون کا نشان موجود تھا۔ پھر اس کو وہ رقم یاد آئی جو حمام میں بھول آیا تھا۔ چنانچہ وہ حمام میں گیا اور وہ رقم موجود تھی لے آیا۔ جب وہ بغداد پہنچا تو اس کی ملاقات شیخ حماد الدباس سے ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی نے اللہ تعالیٰ سے تیرے لئے ستر بار دعا کی جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے تیری تقدیر بدل دی اور جو کچھ عالم بیداری میں ہونا تھا وہ خواب میں تبدیل کر دیا۔ اس لئے تجارتی قافلہ بچ گیا۔ تاجر حضور غوث پاک کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور شکریہ ادا کیا۔ جناب غوث پاک نے فرمایا کہ شیخ حماد الدباس نے سچ کہا ہے میں نے تیرے لئے حق تعالیٰ سے ستر مرتبہ دعا کی تھی۔

(۲۴) مریض بخار: ایک دفعہ ابولمعالی احمد بغدادی آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ میرے بیٹے محمد کو سوا سال سے مسلسل بخار آتا ہے اور کسی علاج سے بھی ٹھیک نہیں ہو رہا بلکہ زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس کے کان میں جا کر کہہ دو کہ اے بخار تجھے عبدالقادر کہتا ہے کہ میرے لڑکے کو چھوڑ کر (قریہ) حلّہ چلا جا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ فوراً بخار رفو چکر ہو گیا اور اہل حلّہ بخار میں مبتلا ہو گئے۔

(۲۵) مفلوج و مجذوم مادر زاد نابینا: شیخ ابوالحسن علی قرشی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور شیخ علی بن ابی نصر الہیتی غوث پاک کی خدمت میں حاضر تھے کہ اتنے میں ابو غالب فضل اللہ بن اسماعیل بغدادی تاجر حاضر ہوا اور یوں عرض کرنے لگا کہ حضور دعوت قبول کرنا مسنون ہے۔ میں آپ کی دعوت کرتا ہوں آپ غریب خانہ پر تشریف لے چلیں۔ آپ سرکار نے کچھ دیر سر جھکائے رکھا پھر اٹھایا اور فرمایا کہ ہاں دعوت قبول ہے۔ اس کے بعد آپ خچر پر سوار ہو کر ابو غالب کے مکان پر آئے۔ وہاں پہلے ہی سے بغداد کے علماء مشائخ جمع تھے۔ ابو غالب نے ایک دستر خوان بچھایا۔ قسم قسم کے میٹھے، ترش اور نمکین کھانے چنے پھر دو شخصوں نے ایک بڑے سر بمہر مٹکے کو لا کر دستر خوان کے آخر میں رکھ دیا حضور غوثیت مآب سر جھکائے بیٹھے تھے۔ آپ کی عظمت و ہیبت اور رعب و دبدبہ کی وجہ سے حاضرین پر خاموشی طاری تھی۔ اتنے میں سرکار نے شیخ ابوالحسن کو اشارہ کیا کہ اس مٹکہ کو اٹھا کر میرے پاس لاؤ۔ انہوں نے لا کر رکھ دیا۔ آپ

نے فرمایا کہ اسے کھول دو۔ انہوں نے جونہی کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں ابو غالب کا ایک مفلوج، مجذوم اور مادرزاد نابینا بیٹا ہے۔ غوثیت مآب نے لڑکے سے فرمایا کہ تو اللہ کے حکم سے تندرست ہو کر اٹھ کھڑا ہو۔ اسی وقت لڑکا بینا اور تندرست ہو کر دوڑنے لگا۔ یہ دیکھ کر حاضرین حیرت زدہ ہو گئے۔ چاروں طرف ایک شور برپا ہو گیا۔ آپ سرکار حاضرین کی بے خبری میں وہاں سے کھانا کھائے بغیر نکل آئے۔

(۲۶) سبز پرندے نمودار ہوئے: شیخ محمد بن الہروی روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آپ وعظ فرما رہے تھے کہ بعض لوگوں میں کچھ بے توجہی سی پیدا ہو گی۔ آپ نے فرمایا اگر تم توجہ سے نہ سنو گے تو اللہ تعالیٰ میرے کلام کو سننے کے لئے سبز پرندوں کو بھیج دے گا۔ جونہی آپ نے یہ جملہ مکمل کیا کہ مجلس میں بکثرت سبز پرندے پہنچ گئے اور تمام حاضرین نے ان کا مشاہدہ کیا۔

(۲۷) ستر گھروں میں بیک وقت افطاری: روایت ہے کہ رمضان کے مہینے میں ستر آدمیوں نے فرداً فرداً آپ کو روزہ افطار کرنے کی دعوت دی۔ آپ نے ہر ایک کی دعوت قبول فرمائی۔ ہر دعوت دینے والے کو کسی دوسرے مدعو کرنے والے کا علم نہ تھا جب افطاری کا وقت آیا تو آپ نے ہر ایک کے گھر جا کر افطاری کی اور اسی وقت اپنے گھر بھی افطاری کی۔ یہ خبر تمام بغداد میں پھیل گئی۔ آپ کے ایک خادم کے دل میں خیال آیا کہ سرکار تو اس وقت اپنے گھر سے ہی نہیں نکلے تو اتنے لوگوں کے گھروں میں جا کر ایک ہی وقت میں افطاری کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ آپ نے اس کے دل کی بات پر مطلع ہو کر فرمایا کہ یہ سچ ہے کہ میں نے ایک ہی وقت میں ان ستر آدمیوں کے الگ الگ گھروں میں جا کر افطاری کی اور اسی وقت میں نے اپنے گھر میں اہل خانہ کے ساتھ بھی افطاری کی ہے۔

(۲۸) قافلے کو ڈاکوؤں سے نجات: ایک روز ایسا ہوا کہ سرکار غوث پاک وضو فرمایا اور دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے بعد ایک نعرہ لگا کر ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی اس طرح دوسری کھڑاؤں بھی ہوا میں پھینک دی جو موجود لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ آپ اس وقت جلال میں تھے اس لیے کسی میں جرأت نہ ہوئی کہ ماجرا دریافت کرے۔ تین روز بعد ایک قافلہ

بغداد پہنچا اور اس نے آپ کی خدمت میں تحائف اور نذرانے پیش کیے۔ وہ اپنے ساتھ حضور سرکار کی کھڑانویں بھی ساتھ لائے۔ حاضرین نے ان سے صورت حال دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ ہمارا قافلہ ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ بہت سے مسلح ڈاکو ہم پر ٹوٹ پڑے اور تمام مال واسباب لوٹ لیا۔ اس وقت ہم نے سرکار غوث پاک سے فریاد کی۔ یکایک ہم نے دو ہیبت ناک نعرے سنے جن سے سارا جنگل لرز اٹھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ڈاکو دوڑے واپس آئے کہ ہمیں معاف کر دو اور اپنا تمام مال لے لو۔ ہم ان کے ساتھ گئے اور دیکھا کہ ان کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور دونوں کھڑانویں ان کے سینوں پر رکھی ہیں۔ ہم نے اپنا مال اسباب واپس لے لیا اور حضور سرکار غوث پاک کی کھڑانویں بھی ساتھ لائے ہیں۔

(۲۹) مریضہ مرگی: روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ میں اصفہان کا باشندہ ہوں۔ میری ایک عورت ہے جو اکثر مرگی کی مرض میں مبتلا رہتی ہے۔ تعویذ گنڈے والے بھی اس کے علاج سے عاجز آ گئے ہیں۔ سرکار غوثیت مآب نے فرمایا کہ یہ وادی سرندیپ (سری لنکا) کے خانس نام ایک سرکش جن کی شرارت ہے۔ جب تیری عورت کو مرگی کا دورہ پڑے تو اس کے کان میں کہہ دینا کہ عبدالقادر جو بغداد میں رہتے ہیں تجھے حکم دیتا ہے کہ چلے جاؤ اور پھر نہ آنا۔ اگر دوبارہ آئے گا تو ہلاک کر دیا جائے گا۔ وہ شخص چلا گیا اور دس سال تک نہ آیا۔ پھر اس کے بعد آیا تو اس سے دریافت کیا گیا۔ اس نے بتایا کہ میں نے شیخ کے قول پر عمل کیا تھا۔ اور آج تک میری بیوی کو دوبارہ مرگی کا دورہ نہیں پڑا۔

(۳۰) گم شدہ اونٹ دستیاب ہوئے: شیخ عبداللہ جبائی روایت کرتے ہیں۔ کہ ہمدان میں اہل دمشق سے ظریف نامی ایک شخص کی مجھ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بیان کیا کہ میں نیشاپور کے راستہ میں بشر قرظی سے ملا جو چودہ اونٹوں پر شکر لادے ہوئے جا رہے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ہمیں راستے میں ایک ایسے خطرناک بیابان میں اترنے کا اتفاق ہوا جہاں خوف کے مارے بھائی بھائی کا ساتھ نہ دیتا تھا۔ جب ہم نے شروع شب سے بوجھ لادے تو ان میں سے چار لدے ہوئے اونٹوں کو نہ پایا۔ میں نے ہر چند تلاش کی مگر کچھ پتہ نہ چلا حتی کہ قافلہ

روانہ ہو گیا لیکن میں اونٹوں کی تلاش کرنے کے لئے پیچھے رہ گیا۔ شتربان بھی میری خیر خواہی کے لئے میرے ساتھ ٹھہر گئے۔ جب صبح نمودار ہوئی تو میں نے حضرت غوث اعظم کو پکارا کیونکہ آپ نے مجھ سے فرمادیا تھا کہ جب تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو تم مجھے پکارنا تمہاری مشکل آسان ہو جائیگی۔ جونہی میں نے غوث پاک کو پکارا تو اس وقت مجھے ٹیلے پر ایک شخص دکھائی دیا جو سفید لباس میں تھا اور وہ اپنی آستین سے مجھے اشارہ کر رہا تھا کہ ادھر آؤ۔ جب ہم ٹیلے پر چڑھے تو وہاں کسی کو نہ پایا۔ پھر میں نے ٹیلے کے نیچے نگاہ دوڑائی تو چاروں اونٹ وہاں بیٹھے نظر آئے۔ ہم نے پکڑ لئے اور قافلہ سے جا ملے۔

(۳۱) آپ کی انگلیوں کی برکت: شیخ محمد عارف ابو محمد علی روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے شیخ حضرت محی الدین کی زیارت کے لیے بغداد آیا اور آپ کی خدمت میں ایک عرصہ ٹھہرا رہا۔ پھر جب میں نے مصر کی طرف لوٹنے اور مخلوق سے الگ رہنے کا ارادہ کیا تو آپ سے اجازت مانگی۔ روانگی سے پہلے آپ نے مجھے وصیت کی کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں اور اپنی دونوں انگلیوں کو میرے منہ پر رکھا اور فرمایا کہ ان دونوں کو چوس لو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اب تم درست ہدایت یافتہ ہو کر جاؤ۔ میں بغداد سے مصر آیا اور میرا یہ حال تھا کہ نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا لیکن اس کے باوجود پوری صحت اور طاقت میں رہتا تھا۔

(۳۲) کھجور کے دو خشک درخت پھل دار ہوئے: شیخ ابو المظفر اسماعیل کا بیان ہے کہ شیخ علی بن الہیتی جب کبھی بیمار ہوتے تو اکثر میرے باغ میں آجاتے جہاں کئی روز ان کی تیمار داری کی جاتی۔ ایک مرتبہ آپ بیمار ہو کر میرے باغ میں آئے۔ ہمارے محبوب سرکار غوثیت مآب ان کی عیادت کے لئے وہاں تشریف لائے۔ اس باغ میں کھجور کے دو درخت تھے جو ایک عرصہ سے بالکل خشک ہو گئے تھے اور گزشتہ چار سالوں سے پھل نہیں دے رہے تھے اور میں نے انہیں کاٹنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ سرکار غوث پاک اٹھے اور ان میں ایک کے نیچے بیٹھ کر وضو فرمایا اور دوسرے کے نیچے دو رکعت نماز ادا کی۔ وہ دونوں درخت ایک ہفتہ کے اندر اندر پھل آور ہو گئے حالانکہ وہ کھجوروں کے بار آور ہونے کا وقت نہ تھا۔ پھر میں نے اپنے باغ کی

کچھ کھجوریں حضرت غوث اعظم کی خدمت میں پیش کیں آپ نے ان میں چند ایک تناول فرمائیں اور فرمایا کہ ایزو متعال تیری زمین تیرے دراہم' تیرے صاع (ساڑھے تین سیر کے برابر پیمانہ) اور تیرے مواشی میں برکت دے۔ اس سال سے میری زمین کی آمدنی میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ دراہم کی یہ حالت تھی کہ جس تجارتی کام میں میں نے ایک درہم خرچ کیا وہاں سے کئی حاصل کئے۔ گیہوں کی یہ کیفیت تھی کہ جب میں کسی مکان میں گیہوں کی سو بوریاں رکھتا اس میں سے اگر پچاس خیرات کر دیتا اور باقی کھالیتا تو بھی سو بوریاں بحال پاتا۔ میرے مواشی اتنے بچے دیتے جتنے کہ میں شمار بھی نہ کر سکتا۔

☆☆☆

بیسواں باب:

گھریلو زندگی، معمولات اور اخلاق حسنہ

سیدنا غوث پاکؒ کی پرورش نہایت پاکیزہ اور ادب واحترام کے ماحول میں ہوئی۔ جب آپ نے اعلیٰ تعلیم کی تحصیل و تکمیل کر لی اور فارغ ہو گئے اس وقت آپ کی عمر شریف پچیس برس کی تھی۔ اس عمر میں عموماً لوگ شادی کا سوچتے ہیں لیکن حضور غوث پاک کے سامنے تو ایک بڑا مشن تھا۔ آپ تو شادی کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اس کے برخلاف آپ نے ریاضات و مجاہدات کی راہ اختیار کی اور ۲۵ برس مسلسل صحرا نوردی، تجرد اور نفس کشی میں گزار دیئے اور روحانی طور پر بلند مقام پر فائز ہوئے۔ یاد رہے سالکان راہ طریقت حصولِ مقاصد کی خاطر شادی بیاہ کی طرف توجہ نہیں کیا کرتے۔ بعض کے نزدیک تو شادی بیاہ اور اولاد ایک جنجال ہوتے ہیں جس سے وہ بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ البتہ عمر کے ایک خاص حصہ میں پہنچ کر اپنے پیر و مرشد کی حکم سے یا حضور نبی کریمؐ کی ہدایت اور اشارہ پاکر شادی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ دنیائے تصوف میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ اولیاء اللہ نے شادیاں حکم کے تحت کیں اور بعض تمام عمر شادی سے کنارہ کش ہی رہے۔

سیّدنا غوث اعظم نے ۵۲۱ ہجری میں ۵۱ سال کی عمر میں بغداد میں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ بھی آغاز میں شادی کو اپنے مشن کی تکمیل میں رکاوٹ سمجھتے رہے اور آپ کو گوشہ نشینی اور تنہائی سے بڑی رغبت رہی۔ آپ کے سامنے احیاء وتجدید دین اصلاح معاشرہ، اسلام اور اسلام کے روحانی نظام کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچانا مقصود تھا اور معاشرے میں جو برائیاں، ظلم وستم اور مذہب سے لاتعلقی پیدا ہو چکی تھی ان کو دُور کرنا اور ایک نئے اسلامی معاشرے کی تعمیر کرنا ناگزیر تھا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب ''عوارف المعارف'' کے باب اکیسویں میں لکھتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے جب شیخ عبدالقادر جیلانی سے بعض حضرات نے نکاح نہ کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ ''میں اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا جب تک کہ

رسول اللہؐ مجھے نکاح کی اجازت نہ دے دیں۔'' (قلائد) بعض لوگوں سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نامساعد حالات کے تحت نکاح کرنے کی جرات نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن جب وقت معینہ آ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے ایک کی بجائے چار بیویاں عطا فرما دیں اور ان سب نے برضا و رغبت اپنے ہی خرچ پر مجھ سے نکاح کیا۔'' (قلائد)

ابن نجار اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ کے صاحبزادے شیخ سیّد عبدالرزاق نے بیان کیا میرے والد محترم شیخ عبدالقادر کی اُنچاس (۴۹) اولادیں ہوئیں جن میں ستائیس لڑکے اور بائیں صاحبزادیاں تھیں۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آپ ازواجی زندگی میں بھی اس وقت منسلک ہوئے جبکہ آپ دنیا کے سامنے بطور مبلغ اسلام تشریف لائے۔

آپ کی ازواج مطہرات کے اسماء گرام ذیل میں درج ہیں:۔

۱۔ سیّدہ بی بی مدینہ بنت سیّد میر محمد

۲۔ سیّدہ بی بی صادقہ بنت سیّد محمد شفیع

۳۔ سیّدہ بی بی مومنہ

۴۔ سیّدہ بی بی محبوبہ

سیّدنا غوث اعظم کی تمام صاحبزادیوں میں سے مندرجہ ذیل چار کے اسماء عام کتب میں ملتے ہیں:۔

۱۔ سیّدہ خدیجہ

۲۔ سیّدہ عائشہ

۳۔ سیّدہ زہرہ

۴۔ سیّدہ فاطمہ الثمینہ

البتہ سب کے ناموں کی طویل فہرست شریف التوارخ جلد اول کے صفحات ۷۱۱ اور ۷۱۲ پر موجود ہے۔

سیدنا غوث پاک اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ فرماتے۔ آپ کے نامور

بیٹوں کے علاوہ آپ کی صاحبزادیاں بھی علم و عرفان سے منور تھیں۔آپ کی دختر سیّدہ زہرہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ لڑکیوں اور خواتین کو قرآن اور حدیث کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔

گھریلو زندگی: سیّدنا غوث پاک کی گھریلو زندگی (Indoor Life) نہایت پُرسکون تھی۔اس میں رسول اللہ ﷺ کی گھریلو زندگی کی جھلک نظر آتی ہے۔ازواج مطہرات کے لئے آپ کی ذات نہایت محترم تھی۔تمام بیویاں آپ کا بے حد ادب کرتی تھیں۔سب کی سب نہایت وفادار اور تمام معاملات میں آپ کے ساتھ تعاون کرتی تھیں۔گھر میں لڑائی جھگڑے کا شائبہ تک نہ تھا نہ وہ ایک دوسرے سے حسد یا بغض رکھتی تھیں۔آپ کا دولت خانہ مدرسہ سے منسلک تھا جہاں تمام ازواج پُرسکون زندگی بسر کرتی تھیں۔غوث پاک کا اپنا سلوک ان کے ساتھ نہایت مشفقانہ اور قابل تعریف تھا اور سب کو ایک مقام و مرتبہ دیا ہوا تھا اس عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ گھر کا ماحول ہمیشہ خوشگوار رہتا۔سرکار کی تعلیمی، تبلیغی سرگرمیوں اور بندگی و عبادات میں مصروفیات کے باوجود آپ گھر پر پوری توجہ دیتے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتے۔آپ دن میں دو مرتبہ اپنی ازواج اور اولاد سے ضرور ملتے۔ان کے ساتھ باتیں کرتے، مسکراتے۔ اگر کوئی بیوی بیمار ہو جاتی اور گھر میں کوئی خدمت کرنے والا نہ ہوتا تو گھر کا کام آپ خود کرتے۔ گھر میں صفائی کرتے پانی لا دیتے اور خانہ داری کے فرائض بھی سرانجام دیتے۔گھریلو اور ازواجی زندگی میں آپ نے اسوہ حسنہ رسول اللہ ؐ اپنایا ہوا تھا اور اس پر پوری طرح عمل پیرا تھے۔اگرچہ ظاہری طور پر ان کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے تھے مگر باطنی طور پر ہمہ وقت یاد و بندگی ذاتِ کبریا میں مصروف رہتے تھے۔یعنی باطنی طور پر عبودیت پوری طرح غالب تھی۔

He was the man in whose humanity divinity resided fully with full grandeur and depth.

ایسی زندگی کی چند مثالیں ملتی ہیں۔شیخ جبائی کا بیان ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر نے فرمایا ''جس وقت میرے یہاں لڑکا تولد ہوا اور اُس کو میرے سامنے پیش کیا گیا تو میں نے یہ

کہہ کر کہ "یہ بچہ مر جائے گا" اپنے قلب سے اس کا خیال نکال دیا۔ اور جب وہ مر گیا تو اس کی موت سے قطعاً متاثر نہیں ہوا کیونکہ اس کی ولادت کے دن ہی سے اپنے قلب سے اس کا خیال نکال چکا تھا۔ اور جب میرے یہاں ولادت ہوتی اور نومولود کو میرے پاس لایا جاتا تو میں اس کو گود میں لے کر کہتا کہ یہ تو مرنے والا (فانی) ہے لہٰذا میں اس کی محبت کو دل سے نکال دیتا۔ اور جب وہ نومولود فوت ہو جاتا تو مجھے اس کی موت کا بالکل صدمہ نہ ہوتا تھا۔" (قلائد) اگر مجلس وعظ کی شب میں آپ کو کسی اولاد کے انتقال کی خبر ملتی تو آپ تقریر منسوخ نہ کرتے اور حسب معمول منبر پر تشریف لا کر سلسلہ تقریر شروع فرماتے۔ اور جب غسال میت کو غسل دے کر آپ کو اطلاع دیتا تو آپ منبر پر سے اتر کر نماز جنازہ پڑھا دیتے۔ (قلائد) اپنی اولاد کے وصال پر آپ نے کبھی ماتم نہیں کیا اور نہ کبھی آنسو بہائے۔

حضور غوث پاکؒ سراپا تسلیم و رضا کے پیکر تھے۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپکا تجارتی سامان سے لدا جہاز طوفان کی زد میں آ کر ڈوب گیا۔ جب آپ کو اس کی اطلاع دی گئی تو کہا: "الحمدللہ" اور اپنے معمولات میں مشغول رہے۔ کچھ دیر بعد دوسرا پیغام ملا کہ پہلی خبر غلط تھی۔ جہاز طوفان سے نکل آیا اور بندرگاہ میں حفاظت سے کھڑا ہے۔ آپ نے پھر کہا "الحمدللہ"۔ آپ نے دنیوی نفع و نقصان سے کوئی دلچسپی نہیں رکھی تھی۔ اور آپ نے سب کچھ حق تعالیٰ کے سپرد کیا ہوا تھا۔

اولاد کی تعلیم و تربیت: غوث پاک نے اپنی اولاد کی پرورش میں پوری توجہ دے رکھی تھی اور پورے نظم و ضبط کے ساتھ ان کو ظاہری تعلیم بھی دلا رہے تھے۔ ان میں سے اکثر کو آپ نے بذات خود قرآن اور حدیث کے مضامین کی تعلیم دی اور ماہر اساتذہ ان کی تعلیم کے لئے مقرر کئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے بہت سے صاحبزادگان اعلیٰ تعلیم سے مزین ہوئے۔ اور آپ کی باطنی توجہ سے روحانیت کے حوالے سے بھی منور اور مشرف ہوئے کیونکہ ان کے کندھوں پر بھی بھاری ذمہ داریاں آنے والی تھیں بعض صاحبزادوں نے تو بغداد شریف سکونت اختیار کی اور بعض تبلیغ اسلام کی خاطر دیگر ممالک میں ہجرت کر گئے۔ لیکن جہاں بھی گئے علم د

عرفان کی شمعیں روشن کیں اور لوگوں کا ایک ہجوم ان کے گرد رہتا۔ انہوں نے دینی مدارس قائم کئے وعظ و تبلیغ کے پروگرام جاری کئے اور لوگوں کی روحانی تربیت کی۔ لہٰذا تجدید دین کے کام میں غوث پاک کی اولاد نے بھرپور حصہ لیا اور سلسلہ قادریہ کی باضابطہ تشکیل کی۔

روزمرہ کے معمولات: حضور غوث پاک نے اپنی ذات کو رب تعالیٰ کی ہمہ گیر تابعداری اور بندگی میں وقف کر رکھا تھا۔ آپ کی راتیں عموماً جاگ کر گزرتیں یا کبھی معمولی آرام فرما لیتے۔ چالیس سال نماز عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ آپ راتوں کو مراقبے اور مشاہدے میں رہتے اور دن حضور نبی اکرمؐ کے غلام کی حیثیت سے خدمت خلق میں گزارتے۔ شیخ عارف ابو عبداللہ محمد بن ابی الفتح الہروری روایت کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبدالقادرؒ کی پورے چالیس برس خدمت کی۔ میں نے دیکھا کہ آپ طویل عرصہ کے دوران عشاء کی نماز کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اس دوران بعض اوقات خلیفۂ بغداد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چاہا کہ آپ سے ملاقات ہو مگر جناب غوث پاک کو اپنے طریق عبادات سے فرصت نہ ملی۔ میں چند راتیں آپ کے پاس ٹھہرا تو میں نے دیکھا کہ آپ رات کے پہلے حصے میں نماز مختصر پڑھتے۔ پھر ذکر اللہ فرماتے۔ جب رات کا تیسرا حصہ گزر جاتا تو فرماتے: المحیط العالم الرب الشھید الحسیب الضال و الخلاق الخالق الباریٔ المصور

آپ کی عادت تھی کہ سجدہ دراز فرماتے اور اپنے منہ کو زمین سے لگا لیتے' پھر آپ بیٹھ کر مراقبہ فرماتے۔ آپ کے جسم پاک کو نور کی شعاعیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھیں۔ حتیٰ کہ آپ غائب ہو جاتے اور ان نورانی شعاعوں سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ بعض اوقات مجھے سلام سلام کہنے کی آواز آتی اور آپ وعلیکم اسلام کہتے۔ اس طرح آپ نماز صبح کے لیے باہر تشریف لے آتے (زبدۃ الآثار)

آپ ہفتہ میں تین دن وعظ فرماتے۔ روزانہ صبح کو قرآن' تفسیر اور حدیث پڑھاتے اور ان کے ساتھ فقہ اور تصوف پر بھی گفتگو فرماتے۔ دوپہر کو طلباء کے کھانے' رہائش اور دیگر مسائل پر توجہ فرماتے۔ اس کے بعد آپ فتاویٰ نویسی میں مصروف ہو جاتے۔ بعد میں زائرین کو

ملاقات کا وقت دیتے جس میں خلیفہ' امراء اراکین سلطنت اور عام لوگ بھی اپنے مسائل بیان کرتے اور آپ سے ہدایات لیتے۔ غریب' امیر میں کوئی امتیاز نہ تھی' اپنوں اور غیروں پر بھی شفقت غوثیت ہوتی اور آپ فریادرس ہونے کی پوری ڈیوٹی سرانجام دیتے۔ غروب آفتاب سے قبل آپ بازار جا کر روٹیاں اور کھانا تقسیم فرماتے۔ نماز مغرب کے بعد آپ اپنی فیملی کے ساتھ چوبیس گھنٹوں میں ایک مرتبہ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ کیونکہ آپ اکثر و بیشتر سارا سال روزے سے ہوتے۔ اس کھانے میں بھی شرکت سے پہلے آپ اعلان فرماتے کہ جس کو کھانے کی ضرورت ہو وہ لے جائے۔ اس طرح آپ اپنے قریب رہنے والوں کو بھی شام کے کھانے میں شریک فرما لیتے رات نماز عشاء کے بعد آپ گھر تشریف لے جاتے اور صبح تک اپنے رب کی یاد و بندگی میں مصروف رہتے۔ حضور سرور کائناتؐ کے ایک مخلص اُمتی ہونے کے ناطے سے تمام دن مخلوق خدا کی خدمت اور تمام رات یاد الٰہی میں بسر کرتے۔

حسن و جمال اور حلیہ مبارک: جس ہستی نے یہ فرمادیا ہو کہ: خدا کی قسم یہ وجود بھی میرا وجود نہیں ہے یہ میرے نانا کا ہے' اس کے حسن و جمال پر کیا لکھا جائے۔ یہ تو بات بھی کریں تو نور کی شعاعیں نکلتی ہیں' رات کی تاریکیوں میں چلیں تو روشنی ہوتی چلی جاتی ہے۔ ایسے متعدد واقعات آپ کی زندگی میں ملتے ہیں۔ یہ ہستیاں تو اندھوں کو بھی روشنیوں سے نواز دیتی ہیں۔ اور جسے چاہیں اپنا بنا لیتے ہیں اور اس کے گلے میں اپنی غلامی کا پٹہ ڈال دیتے ہیں۔ یاد رہے وہ پٹہ چمڑے کا نہیں لوہے کا ہوا کرتا ہے۔

حلیہ مبارک: سیرت کی کتابوں میں ہے کہ حضور غوث پاک بے حد وجیہہ' حسین و جمیل تھے۔ آپ کے حسن میں بے انتہا ملاحت تھی۔ رنگ گندمی' آنکھیں سرگیں روشن اور بڑی تھیں' آبرو باریک اور پیوستہ' جبین مبارک کشادہ' سر مبارک بڑا' چہرہ درخشاں نہ بالکل گول نہ لمبا اور رخسار مبارک ہموار' زلف عنبریں ملائم اور چمکدار اور کانوں کی لو تک ہوتی تھیں۔ دندان مبارک چمکدار جیسے سیپ میں موتی ظاہر ہوں' ہونٹ مبارک پتلے جیسے گلِ قدس کی پتیاں' قد میانہ کثرت مجاہدہ و ریاضت کی وجہ سے جسم مبارک نحیف تھا۔ داڑھی چوڑی اور گھنی اور بال ملائم اور

چمکدار تھے۔ گردن مبارک صراحی کی طرح سینہ اقدس کشادہ' کندھے پر حضور ﷺ کے قدم مبارک کے نشان' چال دلکش یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ڈھلوان کی طرف جا رہے ہوں۔ آواز بلند اور دور و نزدیک کے سننے والوں کو یکساں طور پر پہنچتی تھی۔ آپ کی فصاحت و بلاغت بہت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ کلام آپ کا جامع ہوتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے لیکن پُرتاثیر جملے ہوتے تھے۔ ٹھہر ٹھہر کر کلام کرتے تھے۔ اگر کوئی لکھنے والا چاہتا تو لکھ لیتا۔ بارگاہ ربوبیت میں حاضری کے وقت خوشبو لگا لیتے۔ آپ کے پسینے میں مشک و عنبر کی سی خوشبو تھی اور آپ کے جسم مبارک پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی تھی۔ کسی نے کبھی آپ کو تھوکتے یا ناک صاف کرتے نہیں دیکھا۔ دراصل آپ جناب رسول اللہؐ کے جمال کے پرتو تھے تجلیاتِ الٰہی کے مرکز تھے اور نور جمال مصطفیٰ آپ کے رخ زیبا سے متجلی اور عیاں تھا۔ (مظہر جمال مصطفائی)

اخلاقِ حسنہ: سیّدنا غوث اعظم حضور نبی کریمؐ کے اخلاق و صفاتِ عظیم کے مظہر اتم تھے۔ آپ ہر غریب' مفلس نادار اور پریشان حال لوگوں کی دستگیری فرماتے۔ ضعیفوں اور فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے۔ شیخ معمر ابوالمظفر منصور کا بیان ہے کہ میں نے آج تک جناب غوث پاک جیسا با اخلاق اور وسیع الظرف انسان نہیں دیکھا۔ آپ بڑے کریم النفس اور مشفق دل تھے۔ اتنی عظیم ہستی ہونے کے باوجود آپ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر لطف و کرم فرمایا کرتے۔ لوگوں کی خطاؤں اور کوتاہیوں سے درگزر فرماتے۔ فقراء کو اپنے دروازے پر کھڑے ہونے سے پہلے کچھ نہ کچھ عطا فرماتے۔ جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی مجلس میں بعض اوقات چار سو حاضرین کو ولایت کے مقام تک پہنچا دیتے۔ عفو و درگزر کرنے والے' عدل و انصاف کے پیکر' حلم و حیا میں بے مثل و بے مثال' اپنی ذات کے لیے کبھی بدلہ نہ لیتے بلکہ آپ کی شان میں کوئی بے ادبی کرتا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو سزا دیتا۔ کوئی قسم کھاتا تو اعتبار کر لیتے۔ بھوکے کو کھانا کھلانا اور محتاج یتیم اور بیوہ کی حاجت روائی کرنا آپ کے معمول و کرم میں شامل تھا۔ حضور کی امت کی بخشش کے لئے دعا فرماتے' کوئی بیمار ہوتا تو عیادت فرماتے' دعوت قبول فرماتے اور لوگوں کی دلجوئی فرماتے۔ احکام الٰہی کی نافرمانی کرنے والوں پر سخت اور اطاعت گزاروں پر

بڑے شفیق تھے۔ غرضیکہ آپ خلق عظیم کا نمونہ اور پیکر تھے۔

شیخ عفیف الدین ابو محمد عبداللہ یافعی نے حضور غوث پاک کی ان الفاظ میں صفت بیان کی ہے۔ قطب الاولیاء، شیخ المسلمین والاسلام، رکن الشریعۃ وعلم الطریقۃ وموضح الاسرار حقیقت حامل راستہ علماء المعارف المفاخر شیخ الشیوخ قدوۃ الاولیاء والعارفین استاد الوجود ابو محمد محی الدین عبدالقادر بن ابو صالح الجیلی قدس سرہ علم شریعت کے لباس اور فنون دینیہ کے تاج سے مزین تھے۔ آپ نے کل خلائق کو چھوڑ کر خدائے تعالیٰ کی طرف ہجرت کی اور اپنے پروردگار کی طرف جانے کے لیے سفر کا پورا سامان کیا۔ آداب شریعت کو بجالائے اور اپنے تمام اخلاق وعادات کو شریعتِ محمدیؐ کے تابع کر کے اس سے کافی سے زائد حصہ لیا۔ ولایت کے جھنڈے آپ کے لیے غصب کیے گئے اور اس میں آپ کے مراتب ومناصب اعلیٰ وارفع ہوئے۔ آپ کے قلب مبارک کے آثار ونقوشِ فتح کو کشف اسرار کے دامنوں اور آپ کے مقام سرِ نے معارف و حقائق کے چمکتے ہوئے ستاروں کو مطلع انوار سے طلوع ہوتے دیکھا اور آپ کی بصیرت نے حقائق معارف کی دلہنوں کو غیب کے پردوں میں مشاہدہ کیا۔ آپ کا سرِ ولایت حضرت القدس مقام خلوت ووصل محبوب میں جا کر ٹھہرا' آپ کے اسرار مقامات مجد وکمال بلند ہوئے اور مقام عز وجلال میں حضور دائمی آپ کو حاصل ہوا۔ یہاں علم سرِ آپ پر منکشف ہوا اور حقیقت حق الیقین آپ پر واضح ہوئی' معانی واسرار خفیہ سے آپ مطلع ہوئے۔ اور مجاری قضا وقدر اور تصرفات مشیات کا آپ نے مشاہدہ کیا اور معادنِ معارف وحقائق سے آپ نے حکمت و اسرار نکالے' اور انہیں ظاہر کیا اور اب آپ کو مجلسِ وعظ منعقد کرنے کا حکم ہوا اور مقام جلتہ النورانیہ بغداد شریف میں آپ نے مجلس وعظ جو کہ آپ کی ہیبت وعظمت سے پُر تھی اور جس میں کہ ملائکہ اور اولیاء اللہ آپ کو مبارک بادی کے تحفے دے رہے تھے منعقد کی اور علیٰ روس الاشہاد کتاب اللہ اور رسول اللہ کا وعظ کہنے کے لیے کھڑے ہوئے اور خلق کو حق کی طرف بلانا شروع کیا۔ مخلوق مطیع ومنقاد ہو کر آپ کی طرف دوڑی' ارواح مشاقین نے آپ کی دعوت قبول کی۔ عارفین کے دلوں نے لبیک پکاری' سب کو آپ نے شراب عشق الٰہی سے سیراب کیا

اوران کوقرب الٰہی کا مشتاق بنایا۔اور معارف وحقائق کے چہروں پر سے شکوک وشبہات کے پردے اٹھادیئے اور دلوں کی پژمردہ شاخوں کووصف جمال ازلی سے سرسبزوشاداب کردیا ان پر راز واسرار کے پرندے چہچہاتے ہوئے اپنی خوش الحانیاں سنانے لگے۔وعظ ونصیحت کی دلہنوں کوآپ نے ایسا آراستہ وپیراستہ کیا کہ عشاق جس کے حسن و جمال کودیکھ کردم بخود رہ گئے۔اور تمام مشتاقان ان کا نظارہ کر کے ان پر آشفتہ وفریفتہ ہوگے۔علوم وفنون کے ناپیدا کنار سمندروں اور اس کی کانوں سے توحیدومعرفت اور فتوحات روحانیہ کے بے بہا موتی و جواہر نکالے اور بساط الہام پران کو پھیلایا اور اہل بصیرت اور ارباب فضیلت آ آ کرانہیں چننے اور اس سے مزین ہوکر مقاماتِ عالیہ میں پہنچنے لگے۔آپ نے ان کے دل کے باغیچوں اور اس کی کیاریوں کوحقائق ومعارف کے باران سے شاداب کیا۔اور امراض نفسانی اور روحانی کوان کے جسموں سے دُور کیا اور ان کے اوہام اور خیالات فاسدہ کوان سے مٹایا۔جس کسی نے بھی آپ کے بیان فیض اثر کوسنا وہی آبدیدہ ہوا اور تائب ہوکر اسی وقت اس نے رجوع الی الحق کیا۔غرضیکہ تمام خاص وعام آپ سے مستفید ہوئے اور بے شمار خلقت کوآپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی اور اسے رجوع الی الحق کی توفیق دی اور اس کے مراتب ومناصب اعلیٰ و ارفع کیئے۔(مظہر جمال مصطفائی)

لباس مبارک: حضور غوث پاکؓ کے لباس کے لئے دُور دراز ممالک سے نفیس کپڑا تیار ہوکر آتا تھا جس سے آپ علماء کا لباس بنوا کر زیب تن فرماتے اور روزانہ بدلتے۔پہلا لباس فقراو مساکین میں خیرات کردیتے۔روزانہ لباس تبدیل فرمانے کی حکمت غربا پروری تھی' تبدیلی محض ایک بہانہ تھا۔عفونت سے طبع پاکیزہ کوسخت غفرت تھی۔(نام ونسب)

شیخ ابی الفضل احمد قاسم بن عبدان قرشی بغدادی بزاز روایت کرتے ہیں کہ سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی طیلسان سر پر پہنتے اور علماء بغداد کی طرز پر بڑا قیمتی اور گرانقدر لباس زیب تن فرماتے۔ایک دن آپ کا ایک خادم میرے پاس آیا اور کہنے لگا: ''حضرت غوث پاک نے گراں ترین کپڑے کالباس بنانے کا حکم دیا ہے۔میں ایک ایسا کپڑا خریدنا چاہتا ہوں جس کی

قیمت ایک دینار فی گز ہو۔'' میں نے اس خادم سے پوچھا کہ یہ قیمتی لباس کس کے لئے ہے؟ اس نے بتایا کہ سیّدی غوث اعظمؓ کے لیے۔ میں نے اپنے دل ہی میں کہا کہ آج شیخ اتنا قیمتی لباس پہنیں گے تو پھر خلیفہ کون سے کپڑا خریدے گا؟ ابھی یہ جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ میرے پاؤں میں اس قدر زور سے ایک کیل چبھی کہ مجھے موت نظر آنے لگی۔ لوگ میرے اردگرد جمع ہو گئے اور کیل نکالنے کی کوشش کرنے لگے لیکن وہ کیل کسی سے نہ نکل سکی۔ میں نے کہا کہ مجھے حضرت شیخ کی خدمت میں لے چلو۔ جب میں شیخ عبدالقادر کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا کہ: اے ابوالفضل یہ کپڑا موت کا کفن ہے اور ایک ہزار موتوں کے بعد موت کا کفن بہت زیادہ خوبصورت ہو جاتا ہے۔'' یہ فرما کر اپنا دستِ مبارک میرے پاؤں پر لگایا۔ آپ کا ہاتھ لگتے ہی وہ کیل فوراً میرے پاؤں سے نکل گئی اور غائب ہوگئی۔ لیکن مجھے آج تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ وہ کیل کہاں سے آئی تھی اور کہاں غائب ہوگئی۔ جب میں واپسی کے لئے اٹھا تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ ''ہم پر اعتراض اور نکتہ چینی کرنے والے کو ایسی ہی کیلوں سے واسطہ پڑتا ہے۔'' **(قلائد)**

کھانے کے انتظامات: درگاہ غوث پاک کے احباب میں سے ایک کسان آپ کے لیے بڑے اہتمام و خلوص سے گندم بویا کرتا اور ایک اور دوست جو نانبائی کا کام کرتا تھا آپ کے لیے بڑی پاکیزگی سے چار پانچ روٹیاں پکایا کرتا اور صبح کے وقت لے کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا۔ آپ یہ روٹیاں لے کر اہل مجلس میں تقسیم فرمادیا کرتے۔ جو کچھ بچ جاتا اپنے لئے رکھ لیتے۔ اسی طرح کوئی بھی چیز آپ کے پاس آتی تو حاضرین مجلس میں تقسیم فرمادیا کرتے۔ کسی کے تحفہ کو رد نہ کرتے' نذرانہ قبول فرماتے اور اس نذرانے سے خود بھی کھاتے۔

شانِ بے نیازی: ایک مرتبہ خلیفہ مستنجد باللہ نے زرو جواہرات سے بھری دس تھیلیاں آپ کو پیش کیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ان کی حاجت نہیں۔ جب خلیفہ نے قبول کرنے پر اصرار کیا تو آپ نے ان میں سے دو تھلیاں اٹھائیں اور دونوں کو زور سے دبایا تو اُن سے خون ٹپکنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ ''اے ابوالمظفر! کیا تجھے لوگوں کا خون حاصل کر کے خدا تعالیٰ سے شرم نہیں

آتی۔اور وہی خون مجھے پیش کرنے کے لئے لے آیا ہے۔" یہ سنتے ہی خلیفہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا "اگر مجھے اس نسبت کا پاس نہ ہوتا جو تجھے رسول اللہؐ سے حاصل ہے تو میں ان تھیلیوں سے اتنا خون نچوڑ دیتا جو بہہ کر تیرے محل تک پہنچ جاتا۔"

آپ کا یہ طریقہ تھا کہ اپنے مصلے کے نیچے جو کچھ خزانہ غیب سے آتا تھا اُسے ہاتھ نہ لگاتے بلکہ اپنے خادم کو فرما دیتے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق مصلے کے کونے سے نکال لے اور نانبائی، سبزی فروش اور دیگر دکان داروں کا حساب بے باق کر دے۔ خلیفہ وقت خلعتِ فاخرہ بھیجتا تو آپ فرمائے: "ابوالفتح چکی والے کو دے دو"۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ مہمانوں، درویشوں اور مسافروں کے کھانے کے لیے ابوالفتح کی چکی سے آٹا منگوا لیتے۔ جونہی خلیفہ وقت لباس فاخرہ یا کوئی تحفہ بھیجتا تو اس چکی والے کو دے کر حساب بے باق کر دیا کرتے تھے۔ (زبدۃ الآثار)

ایک مرتبہ سلطان سنجر سلجوقی نے سیّدنا غوث پاک کی خدمت میں لنگر کے اخراجات کے لئے ملک نیمروز (سیستان) پیش کرنے کی خواہش ظاہر کی اور اس ضمن میں ایک رُقعہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اسی رقعہ کی پشت پر مندرجہ دو اشعار لکھ کر قاصد کے ہاتھ واپس کر دیا۔

چوں چترِ سنجری رُخِ بختم سیاہ باد   در دل اگر بود ہوسِ ملکِ سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب   صد ملکِ نیمروز بیک جونمی خرم

(ترجمہ): میرا مقدر سیاہ ہو اگر ذرہ بھر بھی میرے دل میں سنجر کی جاگیر کی خواہش موجود ہو۔ کیا تم جانتے نہیں کہ میں نے ملک نیمروز رات کی تاریکی (تہجد) میں پا لیا ہے۔ تیرے ایسے سینکڑوں نیمروز کی قدر و قیمت میرے لئے ایک جو کے برابر بھی نہیں۔

ملائکہ قرض اتارتے ہیں: آپ کے خادم شیخ عبداللطیف بن شیخ ابی نجات کہا کرتے تھے کہ ایک دفعہ بعض لوگوں کا قرضہ آپ کے ذمہ تھا۔ ایک شخص آیا جسے میں پہلے سے نہیں جانتا تھا۔ وہ بغیر اجازت لیے آپ کے پاس بیٹھ گیا اور گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا۔ اور کچھ سونا نکالا اور کہنے لگا یہ آپ کا ہے۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔ شیخ نے مجھے فرمایا یہ مال لے جاؤ اور تمام

قرض خواہوں میں تقسیم کر دو۔آپ نے بتایا کہ یہ شخص صرافِ قدر تھا۔ میں نے عرض کی کہ صراف قدر کون لوگ ہوتے ہیں؟ ارشاد فرمایا یہ اللہ کے وہ فرشتے ہیں جو اولیاء اللہ کی مدد کرتے ہیں جن پر قرضہ ہو۔اللہ تعالیٰ ان کی وساطت سے قرضہ بے باق کر دیتا ہے۔

مہمان نوازی: شیخ ابوالقاسم عمر بزاز فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا کہ مجھے بھی سیدنا عبدالقادر کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل تھی۔آپ بڑے پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔بڑے عمدہ اوصاف اور بڑے کشادہ ہاتھ تھے۔آپ کا دسترخوان وسیع تھا۔آپ مہمانوں کے ساتھ مجلس فرماتے اور طالبان علم کی مالی امداد کرتے۔آپ کے احباب میں ہر ایک یہی خیال کرتا کہ وہی آپ کا محترم ہے۔شیخ موفق الدین سے جناب شیخ عبدالقادر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ کی آخر عمر میں شرفِ ملاقات نصیب ہوا۔آپ نے ہمیں اپنے مدرسہ میں ٹھہرایا اور دوران قیام نہایت شفقت اور توجہ سے پیش آئے۔اکثر اپنے صاحبزادے کو روشنی اور دوسرے انتظامات کی نگرانی کے لئے بھیجتے۔اور بسا اوقات ہمارے لئے کھانا گھر سے منگواتے (قلائد زبدۃ الاثار)

جلال میں شان جمال: ایک مرتبہ آپ کے جامعہ میں مختلف ممالک کے مشائخ کرام حاضر ہوئے۔حضرت غوث پاک نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ وہ دسترخوان بچھادے۔جب کھانا شروع ہوا تو آپ نے خادم کو حکم دیا کہ وہ بھی بیٹھ کر کھالے۔مگر خادم نے بتایا کہ وہ روزے سے ہے۔آپ نے اسے کہا' کھالو تمہیں روزے کا ثواب بھی مل جائے گا مگر خادم بضد رہا کہ اس کا روزہ ہے۔آپ نے پھر کہا کھاؤ تمہیں ایک سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔مگر اس نے پھر بھی کھانے سے انکار کر دیا۔آپ سرکار نے پھر فرمایا کہ کھالو تمہیں سارے جہاں کے روزوں کا ثواب مل جائے گا۔اس نے پھر کہا کہ میں روزے سے ہوں۔آپ نے ایک غضب ناک نگاہ سے اسکی طرف دیکھا تو وہ زمین پر گرا اور اس کا بدن سوجنے لگا اور اس سے خون اور پیپ بہنے لگی مشائخ نے اس خادم کو سفارش کرنا چاہی مگر وہ بھی آپ کی ہیبت سے خاموش رہے۔مشائخ کی اس خاموشی پر آپ کو ترس آ گیا اور وہ اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

اسے کوئی عارضہ ہی نہیں تھا۔ (زبدۃ الآثار)

روایت ہے کہ آپ کے زمانے میں ایک صاحب کرامات بزرگ تھے وہ کہا کرتے تھے: میں تو مقام یونسؑ سے بھی آگے پہنچ گیا ہوں۔ اس شخص کے اس دعویٰ کا تذکرہ جناب غوث پاک کی مجلس میں کیا گیا تو آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے مگر غصے کے عالم میں اس تکیئے کو لے کر سامنے رکھ لیا۔ ابھی یہ حالت ہوئی تھی کہ وہ دعویٰ کرنے والا مرا پڑا تھا۔ کسی نے اس کے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے اور حضرت یونسؑ کے متعلق میرے دعویٰ کو بھی معاف کر دیا ہے۔ یہ سارا کام حضرت غوث اعظمؓ کے ترس کھانے اور سفارش کرنے سے ہوا۔ اللہ بھی راضی ہو گیا اور حضرت یونسؑ نے بھی معاف کر دیا۔

ایک مرتبہ آپ کی مجلس وعظ پر سے ایک چیل اڑتی ہوئی گزری۔ اس وقت اندھی چل رہی تھی۔ اس چیل نے گزرتے ہوئے زوردار چیخ لگائی۔ آپ نے نگاہ اٹھا کر ہوا کو حکم دیا: اس چیل کا سر اڑا دو۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا سر تن سے جدا پڑا تھا۔ حضرت شیخ کرسی سے اٹھ کر نیچے آئے اور اُسے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھا لیا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا دیکھتے دیکھتے چیل پھڑ پھڑائی اور ہوا میں اُڑ گئی۔ یہ سارا واقعہ اہل مجلس دیکھتے رہے۔ (زبدۃ الآثار)

شیخ معمر ابوالمظفر منصور بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں جناب شیخ عبدالقادر کی خدمت میں کھڑا تھا اور آپ بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے کہ چھت سے مٹی گری۔ آپ نے اس مٹی کو تین بار جھاڑا لیکن چوتھی بار جب پھر مٹی آپ پر گری تو آپ نے سر اٹھایا اور چھت پر ایک نگاہ ڈالی۔ آپ نے دیکھا کہ ایک چوہیا مٹی گرا رہی ہے۔ آپ کی نگاہ پڑتے ہی وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ گری۔ آپ نے لکھنا چھوڑ دیا اور رونے لگے۔ میں نے عرض کی یا حضرت آپ کیوں رونے لگے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے خیال آتا ہے کہ اگر کسی مسلمان کی طرف سے مجھے ذرہ بھر نقصان پہنچا تو کہیں اس کی حالت بھی اس چوہیا کی طرح نہ ہو جائے۔

سیدنا غوث پاک امراء و حکام اور خلفاء کے ساتھ کسی قسم کا میل جول نہ رکھتے تھے اور نہ

ان کے ایوانوں کا چکر لگاتے۔ اعلائے کلمۃ الحق میں ان کے ساتھ کسی مصلحت کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ جب بھی سلاطین و آمراء آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ اُٹھ کر گھر تشریف لے جاتے۔ اور جب وہ سب آ کر بیٹھ جاتے تب اپنے گھر سے باہر تشریف لاتے تاکہ ان کی تعظیم کے لئے کھڑا نہ ہونا پڑے۔ پھر ان کے ساتھ پُر وقار طریقے سے گفتگو کرتے اور سختی سے نصیحتیں کرتے۔ وہ سب آپ کی دست بوسی کرتے اور آپ کے سامنے ادب سے بیٹھ جاتے۔ ایک مرتبہ خلیفہ المقتفی لامراللہ نے ابوالوفا یحییٰ بن سعید بن یحییٰ بن المظفر کو منصب قضا پر مقرر کیا۔ حالانکہ یہ شخص ابن المزاحم الظالم کے لقب سے مشہور تھا آپ نے برمنبر محفل خلیفہ کے اس تقرر کی مذمت کی اور دورانِ وعظ اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''تم نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنا دیا ہے جو اظلم الظالمین ہے۔ کل قیامت کے دن اس رب العالمین کو کیا جواب دو گے جو ارحم الرحمین ہے۔'' خلیفہ تک جونہی یہ بات پہنچی تو کانپ اٹھا اور قاضی مزکور کو اسی وقت معزول کر دیا۔ (قلائد نام و نسب)

شیخ ابوالحسن فقیہہ روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ مقتفی بامراللہ کے وزیر ابن ہبیرہ نے مجھ سے کہا کہ خلیفہ نے مجھ سے شیخ عبدالقادر جیلانی کی یہ شکایت کی ہے کہ وہ بہت توہین آمیز انداز میں میرا ذکر کرتے ہیں اور ان کی خانقاہ میں جو درخت ہے اس کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ: ''اے درخت ظلم سے باز آ جا ورنہ میں تیرا سر قلم کر دوں گا'' اور ان کا یہ اشارہ میری طرف ہوتا ہے لہٰذا آپ جا کر خلوت میں انہیں حسن تدبیر سے سمجھا دیجئے کہ آپ خلیفہ سے اس طرح تعارض نہ کریں جبکہ آپ خلیفہ کے حقوق و منصب سے واقف ہیں۔ شیخ ابوالحسن کہتے ہیں کہ جب میں وزیر کی طرف سے یہ پیغام لے کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ میں منتظر رہا کہ جب خلوت ملے تو گفتگو کروں گا۔ لیکن آپ نے اثنائے گفتگو وہی جملہ دہرایا: ''ہاں میں تیرا سر قلم کر دوں گا۔'' میں سمجھ گیا کہ یہ میرے سنانے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے واپس آ کر پورا واقعہ وزیر سے بیان کر دیا۔ یہ سن کر وزیر نے روتے ہوئے کہا کہ واقعی حضرت شیخ کے فرمان میں کوئی شبہ نہیں اور خلیفہ کو قاصد کے جانے اور جناب

غوث پاک کی گفتگو اور سارے حالات سے مطلع کر دیا۔

اس کے بعد وزیر نے خود حضرت شیخ کی خدمت میں آمدورفت شروع کر دی۔ جب وہ مودبانہ طریقہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ سختی سے اس کا مواخذہ فرماتے۔ لیکن جب وہ رونے لگتا تو آپ اس پر مہربان ہو جاتے (قلائد)

غریب پروری اور بندہ نوازی: ابوالحسن علی بن اردم الحمدی روایت کرتے ہیں کہ اپنے شیخ الامام مفتی العراق محی الدین ابی عبداللہ کے تمام مقالات مجھے املا کرنا ہوتے تھے۔ آپ نے بتایا کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بڑے خدا ترس اور نرم دل تھے۔ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے لیکن اس کے باوجود بڑے صاحب جلال و احتشام تھے۔ آپ بیہودہ لوگوں سے ہمیشہ دور رہتے اور حق پسند لوگوں کے بڑے قریب ہوتے۔ کسی سائل کو رد نہ کرتے نہ کسی کو جھڑکتے۔ اگر آپ کے پاس دو کپڑے ہوتے تو ایک غریبوں کو بخش دیا کرتے۔ توفیق الٰہی آپ کے لئے وقف تھی۔ آپ ہر مستحق اور غیر مستحق کو نواز دیتے (زبدۃ الاثار)

شریف ابوعبداللہ محمد بن خضر حسینی موصلی بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد مکرم نے بتایا کہ ایک دن میں نماز جمعہ کے وقت حضرت سیدنا عبدالقادر کے ساتھ جامع مسجد میں موجود تھا کہ ایک تاجر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میرے پاس زکوۃ کے علاوہ کچھ اور مال ہے جسے میں مستحق حضرات میں تقسیم کرنے کا خواہاں ہوں مگر مجھے کوئی مستحق نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا اسے دے دو جو مستحق ہے اور جو مستحق نہیں ہے اسے بھی دے دو' تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان انعامات سے نوازے جن کے تم مستحق ہو یا تم مستحق نہیں ہو۔

حضور غوث پاک کا یہ معمول تھا کہ آپ امراء کے ساتھ تمکنت سے پیش آتے اور غریب' مساکین' نادار' مسافر' حاجت مند اور طلباء سے نہایت محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ آپ کے در اقدس سے کوئی خالی نہ جاتا۔ اگر کسی وقت کچھ بھی پاس نہ ہوتا تو اپنا پیراہن اسے اتار دیتے۔

ایک مرتبہ حضور غوث پاکؓ نے ایک شکستہ دل فقیر کو دیکھ کر فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگا یا حضرت آج میں دجلہ کے اُس پار تھا۔ ملاح کو کہا کہ مجھے اس کنارے لے چلو

لیکن اس نے انکار کر دیا۔ میرا دل اس فقر و فاقے سے ٹوٹ گیا ہے۔ ابھی اس فقیر کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایک شخص ہزار دینار کی تھیلی پکڑے حاضر ہوا اور حضرت شیخ کی نذر کر دی۔ آپ نے اس شکستہ دل فقیر کو فرمایا کہ یہ تھیلی اٹھا کر اس ملاح کے پاس لے جاؤ اور اسے دے دو اور کہہ دو کہ آئندہ کسی فقیر کو پار لے جانے سے انکار نہ کیا کرے۔ آپ نے اپنا پیراہن اتار کر فقیر کو دے دیا اور کہا کہ اسے بازار میں بیس دینار کا بیچ کر گزر اوقات کر لو۔

(زبدۃ الآثار)

حضور غوث پاک کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ میرے والد مکرم سیدنا عبدالقادر نے اس وقت تک حج نہیں کیا جس وقت تک آپ کے احکام ولایت جاری نہیں ہو گئے۔ ایک حج کے موقعہ پر میں آپ کے اونٹ کی مہار پکڑے جا رہا تھا کہ ایسے مقام پر جس کا نام حلہ تھا ہم نے قیام کیا۔ یہ بستی بغداد کے حدود ہی میں ہے۔ میرے والد مکرم نے مجھے حکم دیا کہ جاؤ اور اس بستی میں یہ معلوم کرو کہ سب سے غریب اور مسکین کون شخص ہے۔ چنانچہ میں نے ایک ایسا گھر دیکھا جس کے در و دیوار گر چکے تھے اور ایک بوڑھا بوڑھیا اور ایک بچی پھٹے پرانے خیمے میں گزر اوقات کرتے تھے۔ آپ خود اس مکان پر تشریف لے گئے اور ان دونوں سے پوچھا کہ ہم تمہارے مکان پر ٹھہرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا بسر و چشم مکان حاضر ہے۔ جب اجازت مل گئی تو آپ اپنے تمام مریدوں اور ساتھیوں سمیت اس خستہ حال گھر میں قیام پذیر ہوئے۔ قصبے کے تمام امراء اور مشائخ سن کر دوڑے آئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ ہمارے ہاں قیام فرمائیں لیکن آپ نے کسی کی گزارش قبول نہ کی۔ آپ کے قیام کے دوران لوگوں نے بیش بہا قیمت کے تحائف کا انبار لگا دیا۔ کچھ لوگ اونٹ اور بکریاں بھی لے آئے۔ دور دراز سے لوگ آپ کی زیارت کو آتے وہ بھی بہت کچھ ساتھ لاتے۔ اگلے روز روانگی کے وقت تمام نذرانے اور تحائف اس بڈھے میزبان کو عطا فرما دیئے اور سب کچھ اس کو دے کر سحری کے

وقت کوچ کر گئے۔اس طرح آپ نے ایک بیکس نادار اور مفلسی گھرانے کو دولت منداور مالدار بنادیا۔(تحفہ قادریہ'زبدۃ الآثار)

دستگیر بے کساں و چارۂ بے چار گاں
شیخ عبدالقادر ست آں رحمۃ للعالمین

(ترجمہ): بے کسوں کے دستگیر اور عاجزوں کے چارہ ساز حضرت سیدنا شیخ سیّد عبدالقادر ہیں جن کی ذاتِ گرامی تمام جہانوں کے لیے رحمت ہے۔

☆☆☆

اکیسواں باب:

وصالِ پُر ملال

یہ ناسوتی دنیا اور اس کی زندگی ایک عارضی چیز ہے۔ مخلوقات کو یہاں مسافر بن کر رہنا ہے چند روز سرائے میں قیام کیا اور پھر اپنی دائمی زندگی کی طرف کوچ کر گے۔ یہاں انبیاء و مرسلین تشریف لائے' بادشاہ اور گدا بھی آئے' ہر ایک نے اپنے اپنے فرائض سرانجام دیئے اور پھر حکم الٰہی کے تحت اگلے سفر پر روانہ ہو گئے۔

سیّدنا غوث اعظمؓ تاریخ انسانی میں نہایت درخشاں زندگی بسر کرتے ہوئے نظر آئے اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کی پابندی کی اور مخلوق خدا کو درس توحید اور عشق الٰہی کا درس دیتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی زندگی کے دن مخلوق خدا کی تعلیم و تربیت اور راتیں اپنے محبوب کی یاد بندگی میں گزرے۔ آپ نے نو سال علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل میں صرف کیئے' پچیس سال مجاہدات و ریاضت میں مصروف رہے۔ قانون اور قاعدے کے مطابق سلوک کی منازل طے کیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اویسی طریق سے بلاواسطہ آپکی تربیت فرمائی' اپنی نگرانی اور شفقت میں رکھا۔ مجاہدات کے بعد آپ خلق خدا کو رشد و ہدایت کی تلقین کرنے میں مصروف رہے اور چالیس سال اصلاح خلق میں گزار دیئے۔

آپ نے بغداد میں علم و عرفان کی جو مسند بچھائی وہ بنی نوع انسان کی اخلاقی اور روحانی اصلاح و ترقی کا ایک سرچشمہ تھا جس سے مسلمانوں اور غیر مسلموں نے بھی استفادہ کیا۔ اور طالبان رشد و ہدایت نے آپ کی مجلس کے طفیل دین و دنیا کی کامیابی و کامرانی کے طریقے سیکھے۔ سیّدنا غوث پاک نے دور انتشار میں نہ صرف خود احیاء و تجدید دین اور اصلاح معاشرہ کا فریضہ سرانجام دیا بلکہ اپنے احباب اور ارادت مندوں کی ایک مضبوط جماعت بھی تیار کی جو ظاہری و باطنی علوم سے مشرف اور منور تھی جس نے آپ کے وصال کے بعد آپ کے مشن کو جاری رکھا۔ ان مخلص اور باعظمت اہل سلسلہ نے تمام ممالک اسلامیہ میں دعوت الی اللہ اور

تجدید ایمان کے ضمن میں کار ہائے نمایاں سرانجام دیئے اور غیر اسلامی ممالک میں بھی تبلیغ اسلام میں گراں قدر خدمات پیش کیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند رسالوں میں اسلام کو مٹانے والے تاتاریوں نے بھی اسلام قبول کیا اور امت مسلمہ میں شامل ہو گئے۔

حضور سیدنا غوث پاک کا وجود مسعود مادیت پرست زمانے میں اسلام کا ایک زندہ معجزہ تھا۔ آپ کو تائید الٰہی حاصل تھی۔ آپ کے کلام کی تاثیر مقبولیت کے آثار خلق اللہ میں قبولیت و عظمت سے پوری دنیا واقف ہے اس کے علاوہ آپ کے تلامذہ اور تربیت یافتہ اصحاب کے اخلاق و کردار اور ان کی سیرت و زندگی اسلام کی صداقت کی دلیل اور غوث پاک کی بلند پایہ شخصیت کا پرتو ہے۔ آپ نے ارشاد و تبلیغ اور احیائے دین میں جو چالیس سال صرف کیئے ان میں آپ کی صحت بالکل برقرار رہی کسی قسم کا کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوا۔

اب آپ کی عمر اکانوے (۹۱) سال ہو چکی تھی اور طبیعت بھی کچھ علیل رہنے لگی۔ دوسری جانب محبتِ ذات الٰہی بھی کشش کر رہی تھی یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ آفتاب غوثیت اسی دن غروب ہوا جس دن رسالت مآبؐ نے پردہ کیا تھا۔ سوموار کا دن حضور سرور کائنات کے وصال پُر ملال کا دن تھا۔ اسی دن گیارہ ربیع الثانی ۵۶۱ ہجری بعد از نماز عشاء ۹۱ سال کی عمر میں آپ اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف رخصت ہوئے۔

مشہور ہے کہ وفات سے قبل حضور غوثیت مآب کو اپنی رخصتی کا علم ہو گیا تھا۔ (اولیاء اللہ کو تو ایک ایک لمحہ کی خبر ہوتی ہے) چنانچہ آپ نے اپنے گھروں والوں کو خبر دی تو سنتے ہی سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اجسام پر لرزہ طاری ہو گیا اور آہ و نالہ اور گریہ وزاری کا سلسلہ چل نکلا۔ آپ کی طبیعت خاصی علیل ہو چکی تھی آغاز ماہ ربیع الآخر میں مرض نے طول کھینچا آخر گیارہ ربیع الثانی کی وہ وقت قریب آپہنچا جب کہ روح مبارک عالم بالا کو پرواز کرنے کو تیار ہوئی۔ پیر کے روز گیارہ ربیع الثانی کو حضرت عزرائیلؑ ایک اعرابی کی شکل میں حاضر خدمت ہوئے اور آپ کو ایک نورانی خط دکھلایا جس میں لکھا تھا: ''یہ خط محب کی طرف سے محبوب کو پہنچے' ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ضروری ہے۔''

وصال سے پیشتر حضرت شیخ نے تازہ غسل فرمایا اور نماز عشاء ادا کی اور دیر تک سربسجود رہے، تمام اہل خانہ اور ارادت مندوں کے لئے دعا مانگی اور کئی مرتبہ پڑھا: اَللّٰھُمَّ اغفر لاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ. اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحمدٍ صَلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلم. اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ (اے اللہ! امت محمدؐ کو بخش دے، اے اللہ! امت محمدؐ پر رحم فرما، اے اللہ! اُمت محمدؐ سے درگزر فرما۔

جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو غیب سے ندا آئی:

یَاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِیْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِي (یعنی اے نفسِ مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پس میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا)۔ یہ سن کر حضور غوث پاک بستر پر لیٹ گئے اور سکرات الموت کے وقت یہ کلمات آپ کی زبان مبارک سے نکلے: اِسْتَعَنْتُ بِلآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَی الَّذِیْ لَایَمُوْتُ وَلَا یَخْشٰی سُبْحَانَ مَنْ تَعَزَّزَ بِالْقُدْرَتِ وَ قَھَرَ الْعِبَادِ بِالْمَوْتِ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحمَّد رَّسُوْلُ اللّٰہِ (میں مدد لیتا ہوں اس رب العزت سے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو زندہ ہے نہ اُسے موت ہے اور نہ خوف، پاک ہے وہ جو قدرت سے باعزت ہے۔ جو بندوں پر موت طاری کرنے میں قاہر ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اور محمد اس کے رسول ہیں)

پھر آپ نے اَللّٰہ اَللّٰہُ اَللّٰہ کہا۔ پھر آپ کی آواز مدھم ہو گی اور زبان مبارک آپ کے تالو سے جا لگی۔ پھر آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وِاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مَوْتُ التَّقِیْ حَیَاةٌ لَا انْقِطَاعِ لَھَا
قَدْمَاتَ قَوْمٌ وَھُمْ فِی النَّاسِ اَحْیَآء

(ترجمہ) اللہ والوں کی موت دراصل زندگی ہی کا دوسرا سلسلہ ہے۔ عام انسانوں کی طرح یہ مرتے نہیں بلکہ ہنوز اس دنیا میں زندہ ہیں......)

زساز عافیت خاک می رسد آواز ۔۔۔ کہ ساکنانِ ادب گاہ نیستی ہستند (بیدل)

(ترجمہ): خاکی آرام گاہ کے ساز سے یہ آواز مسلسل آرہی ہے کہ عالم نیست کی اس ادب گاہ کے رہنے والے زندہ ہیں۔

اَفَلَتْ شُمُوسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

(ترجمہ): پہلوں کے آفتاب غروب ہو گئے مگر ہمارا آفتاب ہمیشہ بلندی کے اُفق پر چمکتا رہے گا۔

ہر چند کہ ان کا آفتاب حیات بہ ظاہر غروب ہو چکا ہے۔ مگر باطن میں وہ مطلع بقا اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ اولیاء اللہ کی یہ شان ہے کہ اس عالم فنا سے روپوش ہونے کے بعد بھی وہ بقائے دوام کے عالم میں ظہور پذیر ہیں خواص کے لئے آپ سرکار غوث پاک آج بھی ایسے ہیں جیسا کہ اپنی ظاہری حیات پاک میں اس ناسوتی عالم میں جلوہ افروز تھے۔

اس سانحہ عظیمہ کی خبر پورے شہر میں آناً فاناً پھیل گی۔ کچھ دوست احباً عزیز و اقارب تو عیادت کے لئے پہلے ہی آئے ہوتے تھے۔ اس خبر سے لوگ پریشانی اور غم واندوہ کے عالم میں آپ کی درگاہ پاک کی طرف دوڑے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ہزارہا مخلوق خدا جمع ہو گئی۔

تکفین وتدفین: وفات کے بعد اسی وقت خدام نے حضرت شیخ کو غسل دیا اور باب الازج کے مدرسہ میں لحد بھی کھودی گئی۔ رات ہی کو افتاب ولایت کو قبر میں اُتارا گیا اور لحد پر نو کچی اینٹیں لگا کر اس کا منہ بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد مٹی بھر دی گئی جس میں تمام یاران طریقت اور حلقہ بگوشان حقیقت نے حصہ لیا۔ ابن جوزی رات کے وقت تدفین کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے تمام سڑکیں' بازار اور مکانات بھر گئے تھے جس کی وجہ سے صبح کے وقت تدفین ممکن نہ تھی۔ ابن کثیر اور کچھ دیگر مورخین نے بھی اسی قسم کے اقوال نقل کئے ہیں۔

آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز میں غوث پاک کی اولاد' مریدین اور تلامذہ بھی شامل تھے۔ خانقاہ میں رات کو تدفین کے بعد دوسرے دن سورج چڑھے مدرسہ کا دروازہ کھول دیا گیا تو ہزارہا لوگ بے تابانہ طور پر مزار کی زیارت کو دوڑ پڑے۔ یہ خلیفہ مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف کا دورِ حکومت تھا۔

تاریخ وفات: سیدنا غوث اعظمؓ کی تاریخ وفات مختلف شعرا نے قلمبند کی ہے۔ایک عربی شاعر نے کمال ہی کر دیا ہے۔اس نے ایک ہی بیت میں آپ کی تاریخ' ولادت' تاریخ وفات اور مدت عمر کمال فصاحت سے قلمبند کر دی ہے۔

اِنَّ بَازَ اللّٰہِ سُلْطَانُ الرِّجَالِ　　　جَاءَ فِیْ عِشْقٍ وَّ مَاتَ فِیْ کَمَالِ

(ترجمہ) بے شک اللہ کا شہباز مردوں کا سلطان ہے' وہ عشق میں آیا اور اس نے کمال میں رحلت فرمائی۔

اس بیت میں کلمہ عشق کے اعداد چار سو ستر ہیں جو آپ کی تاریخ ولادت ہے اور کلمہ کمال کے عدد اکانوے ہیں جو عمر شریف کی مقدار ہے۔اور کلمہ عشق کو کلمہ کمال کے ساتھ ملانے سے پانچ سو اکسٹھ (۵۶۱) اعداد نکلتے ہیں جو آپکی تاریخ وصال ہے۔مولانا شاہ غلام مصطفیٰ نوشاہی نے حضور غوث پاک کے کئی مادہ ہائے تاریخ نکالے ہیں۔ان میں ایک ایسا مادہ ہے جس سے گیارہویں کا مسئلہ ہو گیا ہے۔آپ کا وصال ۵۶۱ ہجری ہے اور مادہ تاریخ جو بہت ہی کمال ہے وہ ہے گیارہویں والا پیر ۵۶۱ھ

وصال اور چند آخری کلمات: حضور غوثیت مآبؓ نے دوران علالت میں اپنے صاجزادوں کو بہت سی وصیتیں فرمائی تھیں جو حکمت کے جواہر پارے ہیں۔آپ کے بڑے صاجزادے عبدالوہاب نے دوران علالت میں آپ سے عرض کی اے میرے آقا! مجھے کوئی ایسی وصیت فرمایئے جس پر میں آپ کے وصال کے بعد عمل پیرا رہوں تو آپ نے فرمایا کہ:

عَلَیکَ بتقوَی اللّٰہِ وَ طَاعِتِہٖ وَلَا تَخَفْ اَحَدًا وَ لَا تُرْجِہ' وِ کِلِ الْحَوَائجِ کُلَّھَا اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَاطْلُبْھَا مِنْہُ وَلَا تَثِقْ بِاَحَدٍا سِوَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَلَا تَعْتَمِدْ اِلَّا عَلَیہِ سُبحانہٗ' التَّوحِیْدُ' اَلتَّوحِیْدُ' اَلتَّوحِیْدُ وَجُمَّاعُ الْکلِّ التَّوْحِیْدُ

اللہ کا تقویٰ اور اس کی اطاعت کو لازم کر لے' نہ کسی سے خوف رکھ اور نہ طمع' ساری حاجتیں حق تعالیٰ کے سپرد کر اور اُسی سے مانگ' حق تعالیٰ کے سوا نہ کسی پر بھروسہ رکھو اور نہ اعتماد' توحید' توحید' توحید' سب چیز کا مجموعہ توحید ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ:

اِذَا صَحَّ الْقَلْبُ مَعَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ لَا یَخْلُوْمِنْہُ شَیْئٌ وَلَا یَخْرُجُ مِنْہُ شَیْئٌ' اَنَا لُبٌّ لَا قِشْرٌ (جب قلب حق تعالیٰ کے ساتھ درست ہوجاتا ہے تو نہ کوئی شے اس سے خالی رہتی ہے اور نہ کوئی چیز اس سے باہر نکلتی ہے۔ میں سراسر مغز ہوں۔ پوست نہیں ہوں۔)

نیز آپ نے صاحبزادوں سے فرمایا کہ:

اُبْعُدُوْا مِنْ حَوْلِی فَاَنَا مَعَکُمْ بِالظَّاهِرِ وَمَعَ غَیْرِکُمْ بِالْبَاطِنِ' بَیْنِی وَبَیْنَکُمْ بُعْدُ مَابَیْنَ السَّمَاءَ وَالْاَرْضِ فَلَا تَقِیْسُوْنِی عَلٰی اَحَدٍ وَلَا تَقِیْسُوْا حَدًا عَلَیَّ (میرے اردگرد سے دور ہٹ جاؤ کہ میں بظاہر تمہارے ساتھ ہوں اور باطن میں کسی اور کے ساتھ ہوں۔ میرے اور تمہارے بلکہ ساری مخلوق کے درمیان اتنا بعد ہے جتنا آسمان و زمین میں۔ لہٰذا نہ مجھ کو کسی پر قیاس کرو اور نہ کسی کو مجھ پر)

نیز آپ نے فرمایا کہ:

قَدْ حَضَرَ عِنْدِیْ غَیْرُکُمْ فَاَوْسِعُوْا لَهُمْ وَ تَاَدَّبُوْا مَعَهُمْ هٰهُنَا رَحْمَةٌ عَظِیْمَةٌ وَلَا تُضَیِّقُوْا عَلَیْهِمُ الْمَکَانَ (میرے پاس تمہارا اعلاوہ (فرشتے) آتے ہیں لہٰذا جگہ خالی کردو اوران کے ساتھ باادب رہو۔ یہاں (ملائکہ اورارواح انبیاء کا) بڑا ہجوم ہے۔ ان پر جگہ تنگ نہ کرو۔)

آپ کے صاحبزادے سے مروی ہے کہ وفات سے قبل کامل ایک دن اور رات کو متعدد بار آپ یہ فرماتے رہے:

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ' غَفَرَ اللّٰہُ لِیْ وَلَکُمْ وَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیَّ وَعَلَیْکُمْ بِسْمِ اللّٰہِ غَیْرَمَوْدِّعِیْنَ (وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' اللہ مجھے بھی بخشے اور تمہیں بھی اور مجھ پر بھی توجہ فرمائے اور تم پر بھی۔ بسم اللہ (تشریف لایئے خدا کرے ہر وقت رہو اور رخصت نہ کئے جاؤ۔) وفات سے کچھ وقت پیشتر آپ نے فرمایا کہ

اَنَا لَا اُبَالِی بِشَیْءٍ لَا بِمَلَکٍ وَلَا بِمَلَکِ الْمَوْتِ یَامَلَکَ الْمَوْتِ تَنَحَّ لَنَا

مَنْ يَّتَولَّا نَا سِوَاکَ (میں کسی شے کی بھی پرواہ نہیں کرتا' نہ فرشتہ کی نہ ملک الموت کی۔ اے ملک الموت تم ہٹ جاؤ' ہمارے اور تمہارے علاوہ اور کوئی ہے جو (قبض روح کا) متکفل ہوگا۔)

آپ کے کسی صاحبزادے نے آپ سے آپ کی طبیعت کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ:

لَایَسْئَالُنِیْ اَحَدٌ عَنْ شَیْءٍ اَنَا هُوَذَ اَتَقَلَّبُ فِیْ عِلْمِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مجھ سے کوئی کچھ نہ پوچھے' میں وہی ہوں کہ علم خداوندی میں کروٹیں لے رہا ہوں۔)

آپ کے صاحبزادگان عبدالرزاق اور موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ وفات سے قبل آپ باربار ہاتھ اُٹھاتے اور یہ کلمات فرماتے:

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُه' تُوْبُوْا وَادْخُلُوا فِی الصَّفِ هُوَذَا اَجِیْءُ اِلَیْکُمْ (وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' توبہ کرو اور صف میں داخل ہو جاؤ۔ میں تمہارے پاس آتا ہوں۔)

آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالجبار نے دریافت کیا کہ حضور کے بدن کا کوئی عضو درد کرتا ہے؟ فرمایا دل کے سوا میرے سب اعضاء مجھے ستاتے ہیں۔ دل کو قطعاً کوئی درد نہیں۔ وہ اپنے رب کے ساتھ صحیح اور ثابت ہے۔

اُس کے بعد آپ کے عالم بقا کو رخصت ہونے کا وقت آ گیا اور آپ نے وہ کلمات پڑھے جو اوپر لکھے جا چکے ہیں یعنی

اِسْتَعَنْتُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَیُّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ وَلَا یَخْشٰی سُبْحَانَ مَنْ تَعَزَّزَ بِالْقُدْرَتِ وَقَهَرَ الْعِبَادِ بِالْموتِ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (میں مدد لیتا ہوں اُس رب العزت سے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ جو زندہ ہے نہ اسے موت ہے اور نہ خوف' پاک ہے وہ جو قدرت سے باعزت ہے۔ بندوں پر موت طاری کرنے میں قاہر ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔)

آپ کے صاحبزادہ شیخ موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ نے تَعَزَّزَ کا لفظ کہا تو آپ

کی زبان پاک اس کو ٹھیک طور پر ادا نہ کر سکی۔ پس آپ بار بار اس کو دہراتے رہے یہاں تک کہ آپ نے بآواز بلند اس کو صحیح طور پر ادا کر دیا۔ اس کے بعد تین بار اللہ! اللہ! اللہ فرمایا۔ پھر آپ کی آواز پست ہو گئی اور زبان تالو سے چمٹ گئی معاً روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

سالانہ عرس مبارک: حضرت مولانا رومؒ زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے تو شیخ صدر الدین قونوی عیادت کو آئے۔ مزاج پُرسی کے بعد آپ کی صحت و تندرستی کے لئے دعا کرنے لگے۔ مولانا نے فرمایا یہ دعا اپنے پاس رکھو' کیا تم نہیں چاہتے کہ محبّ اپنے محبوب سے جا ملے۔

اولیاء اللہ تو ذاتِ کبریا کی دُلہنیں ہیں۔ ان کو کوئی خوف نہیں۔ عرس لفظ عروس سے ہے جس کا معنی ہی دُلہن ہے۔ جب کاملین دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو وہ دن ان کے لئے خوشی کا دن ہوتا ہے اس لئے جشن منائے جاتے ہیں۔ یہ دن ان کے لئے محبوب سے وصل کا دن ہے۔ اولیاء اللہ پہلے تو ذاتِ باری تعالیٰ کے عاشق ہوتے ہیں۔ جب وہ فنائیت تامہ حاصل کر لیتے ہیں تو وہ رب کے محبوب بن جاتے ہیں اور رب ان کا عاشق ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کے لئے ناسوتی زندگی ایک حجاب ہے۔ موت یہ حجاب اٹھا دیتی ہے۔ حبیب حبیب سے جا ملتا ہے۔

حضرت بابا بلھے شاہ نے ٹھیک فرمایا ہے:

''بلھے شاہ اسی مرنا ناہیں گور پیا کوئی ہور''

سیّدنا غوث اعظم کے یوم وصال گیارہ ربیع الثانی پر دنیا بھر میں عرس (جشن) منایا جاتا ہے۔ ایصال ثواب کی محفلیں برپا ہوتی ہیں۔ قرآن خوانی' نعت خوانی' درود و سلام سرورِ کونین پر پڑھا جاتا ہے۔ مناقب غوثیہ بیان کر کے نذرانہ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ دعا کے بعد حاضرین میں لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔

القاب: جہان حسن و محبت میں ہر محبّ اپنے محبوب کو ایک نئے نام سے پکار کر تسکین قلب کا سامان فراہم کر لیتا ہے۔ تصرفاتِ غوثیہ کی بنا پر دنیا کے مختلف حصوں میں ارادت مندانِ غوث پاک آپ کو نہ معلوم کن کن ناموں سے یاد کرتے ہیں جیسا کہ اکابر اولیاء کے ہدیہ عقیدت سے ظاہر ہوتا ہے۔ شاہ نیاز بے نیاز چشتی نظامی بریلوی (م ۱۲۵۰ ہجری) کہہ اُٹھے کہ:

شاہبازِ لامکانی' مظہر ربِّ قدیر

حضرت محبوب سبحانی' شہِ پیرانِ پیر

مُسلمّہ اور مشہور زمانہ القاب جو صرف آپ ہی کی ذات اقدس سے مخصوص ہیں:۔

غوث اعظم ☆ غوث پاک ☆ پیران پیر ☆ پیر دستگیر ☆ قطب ربانی ☆ محبوب سبحانی ☆ غوثِ صمدانی ☆ شہباز لا مکانی ☆ شاہِ جیلاں ☆ میراں محی الدین ☆ غوث الثقلین ☆ گیارھویں والے پیر ☆ شہنشاہ بغداد

اس کے علاوہ بھی معاصرین میں عوام و خواص آپ کو مختلف القاب سے یاد کرتے رہے۔ کسی نے آپ کو ذی البیانین' کسی نے کریم الجدین والطرفین کے لقب سے یاد کیا۔ کسی نے صاحب البرہانین کہا' کسی نے امام الفریقین و الطریقین کا لقب دیا۔ کسی نے ذی السراجین والمنہاجین کا خطاب دیا۔ خضرؑ آپ کو امام الصدیقین اور حُجت العارفین کہہ کر پکارتے تھے۔

دربار غوثیہ و روضہ اقدس: شہر بغداد کے تقریباً وسط میں آپ کا پُر شکوہ اور عالیشان روضہ اقدس ہے جو بَابُ الشَّیخ کے نام سے موسوم ہے۔ گنبد مبارک نیلا پھولدار ہے اور مسجد کا گنبد سفید ہے۔ دونوں گنبدوں کے اندرونی حصے شیشے کے بہترین جڑاؤ کے کام سے آراستہ ہیں اور عمدہ فانوس سے حجرہ بقعہ نور معلوم ہوتا ہے۔ حجرہ مبارک کے دروازے پر لکھا ہے۔ "اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِیْنَ" یعنی اس دروازے میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ حجرہ مبارک کے درمیان چاندی کی جالی ہے (مارچ ۱۹۸۲ء میں چاندی کی جالی تھی جو بعد میں سونے کی جالی سے تبدیل کر دی گئی) اور جالی کے اندر تعویذ مبارک (قبر انور) ہے جو خوبصورت چادر سے ڈھکا ہوتا ہے۔ چاندی کی جالی کے چاروں طرف مندرجہ ذیل اشعار کندہ ہیں:۔

پائنتی کی جانب:

ایں خواب گاہ حضرت غوث الثقلین است — نقدِ کرحیدر و نسل حسین است

مادر حسینی نسب است و پدر او — اولاد حسن یعنی کریم الابوین است

سرھانے مبارک کی جانب:

بادشاہ ہر دو عالم شاہ عبدالقادر است — سرور اولادِ آدم شاہ عبد القادر است

آفتاب و ماہتاب وعرش وکرسی وقلم — نور قلب از نور اعظم شاہ عبدالقادر است

دائیں جانب حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار کندہ ہیں:

اَنَا مِنْ رِجَالٍ لَایَخَافُ جَلِیْسُھُمْ — رَیْبَ الزَّمَانَ وَلَا یَرٰی مَا یَرْھَبُ

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا — اَبَدًا عَلٰی فَلَکِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

بائیں جانب آپ ہی کے یہ اشعار ہیں:

وَعَلٰی بِاَبِنَاقِفُ عِنْدَ ضَیْقِ الْمَنَاھِجُ — تَفُزْ بِعَلَیَّ الْقَدْرَمَنْ ذِی الْمَعَارِجُ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہ اَسْبَعُ نِعْمَۃً — عَلَیْنَا وَدَلَّانَا قَضَاءَ الْحَوَائِجُ

چاندی کی جالی کے بالائی حصہ پر پھول بنے ہوئے ہیں اور ہر پھول پر اللہ تعالیٰ کا ایک نام کندہ ہے۔آپؒ کے حجرہ مبارک کی دائیں طرف بہت بڑی مسجد اور بائیں جانب ایک چھوٹی مسجد ہے۔ یہاں کے امام اور خطیب شافعی مذہب کے ہیں'آپ کے روضہ مبارک کے قریب ہی آپؒ کے لاڈلے بیٹے حضرت عبدالجبارؒ کا روضہ پاک ہے۔آپ کے دربار اقدس سے متصل بہت بڑا صحن ہے جس کے درمیان ایک بلند و بالا گھڑیال ہے صحن کے اختتام پر دو منزلہ سرائے ہے روضہ پاک سے متصل ایک قبرستان ہے جس میں آپؒ کے پوتے حضرت ابی نصر صالحؒ جو حضرت عبدالرزاقؒ کے بیٹے ہیں کا مزار شریف ہے۔حضور غوث اعظمؒ کے دربار کا تبرک ٹافیاں ہیں'زائرین ٹافیاں لاتے ہیں اور فاتحہ دلا کر حاضرین میں تقسیم کرتے ہیں۔بعض لوگ نذرانہ عقیدت کے طور پر رنگ برنگی کڑھائی کی ہوئی چادریں لاتے ہین اور جالی مبارک کی چھت پر ڈالتے ہیں۔ ہر اذان کے بعد حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر صلوۃ وسلام ان الفاظ میں پڑھا جاتا ہے:۔

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا حبیب اللہ

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یا رحمۃ للعالمین

روضہ پاک کا ایک اوقاف ہے جو تمام انتظامی امور سر انجام دیتا ہے اور زائرین کی سہولتوں کا خیال رکھتا ہے۔ اس کے سربراہ روضہ پاک کے سجادہ نشین حضرت سید یوسف جیلانی مدظلہ العالی ہیں جو حضور غوث پاک کی اولاد سے ہیں۔ عراقی سنی صحیح العقیدہ اہل سنت والجماعت سواد اعظم سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ والہانہ انداز میں حضور غوث اعظم کے دربار اقدس پر حاضر ہوتے ہیں اور جالیوں کو بوسہ دیتے ہوئے پکارتے ہیں یا ''شیخ عبدالقادر'' اور بعض بے اختیار دھاڑیں مار کر روتے ہیں اور بہت بڑے فریادرس سے دستگیری طلب کرتے ہیں اور بعض پائنتی کی جانب اپنی گردن خم کر کے کہتے ہیں:۔

قَدَمُکَ عَلٰی رَقَبَتِیْ یَا شَیْخ عَبْدُ الْقَادِرِ یعنی آپ کا قدم مبارک میری گردن پر ہے یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تا کہ آپ اپنے جود و کرم سے اسے ولایت کا خرقہ عنایت کریں کیونکہ جس کی گردن پر آپ کا قدم مبارک آ گیا وہ ولی ہے۔ بموجب آپ کے اس فرمان عالی کے قدمی ھذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ یعنی میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ یقیناً آپ کے دربار اقدس سے طالب صادق کو ولایت کی خلعت ملتی ہے جیسا کہ آپؓ نے خود ارشاد فرمایا کہ ولایت اور اس کے درجات میرے پاس کپڑوں کی طرح ٹنگے ہوئے ہیں جس کو لباس چاہتا ہوں پہنا دیتا ہوں۔ (مظہر جمال مصطفائی)

دربار غوثیہ کا تاریخی پس منظر: ''تذکرہ قادریہ'' کے مصنف حضرت سید طاہر علاؤ الدین قادری گیلانیؒ فرماتے ہیں کہ دربار عالیہ غوثیہ شہر بغداد کے مشرقی جانب واقع ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں حضور غوث پاک درس و تدریس دیتے اور وعظ و نصیحت کرتے تھے۔ آپ یہیں مدفون ہوئے۔ یہ دربار عالیہ تقریباً ۱۴ ایکڑ رقبہ میں واقع ہے بلکہ اس میں کئی دیگر عالی شان ہستیوں کے مزار، عمارتیں، مسجدیں، لنگر خانے، کتب خانے اور اساتذہ و طلباء جو علوم دینی پڑھتے پڑھاتے ہیں کے کمرے، غیر ملکی سیاحوں اور نزدیک و دور ممالک سے آنے والے زائرین اور

مسافروں کے لئے الگ الگ بلاکوں کی صورت میں کوٹھڑیاں اور کمرے' بالا خانے' سبیلیں' مہمان خانے بلکہ شاہی منزل گاہیں وغیرہ موجود ہیں۔ان کے علاوہ حسب ضرورت نئے شعبہ جات میں ہر سال مزید ترقی ہوتی رہتی ہے۔ دربار غوثیہ کا حدود اربعہ یہ ہے۔شمال' شارع' جنوب شارع گیلانی' مشرق شارع' مغرب شارع الکفاح۔اس میں غوث پاک کی اولاد کے روضے تربتیں اور مقبرے ہیں۔

۶۱۵ ہجری میں خلیفہ عباسی ناصرالدین اللہ نے از سر نو مقبروں اور زاویوں کی پختہ طور پر تعمیر کرائی۔اس تعمیر نو کے بعد ۶۵۶ ہجری میں تاتاریوں کے ہاتھوں جب بغداد تباہ ہوا تو روضہ مبارک' مدرسہ' مسجد کو کافی نقصان پہنچا۔ جب امن قائم ہوا تو اس دربار عالیہ کے تمام شعبہ جات کی تکمیل ہوئی اور سلسلہ بدستور سابق قائم ہوا۔۹۱۴ ہجری میں شاہ اسماعیل صفوی کے ہاتھوں پھر اسی قسم کی تباہی دیکھنے میں آئی۔ جب دریائے رحمت الٰہی جوش میں آیا تو ۹۴۱ ہجری میں سلطان سلیمان عثمانی نے عجمیوں کے پنجہ استبداد سے بغداد کو چھڑایا اور بغداد کو از نو آباد کیا۔ تمام منتشرہ اور خائف لوگوں کو واپس بلایا اور غوث پاک کی اولاد اطہار کو بھی واپس بلا کر بارگاہ گیلانیہ کے ہر شعبے کو پہلے کی طرح پر سرکار سرفرازی بخشی۔ ۲۰ رمضان المبارک ۹۴۱ ہجری کو سلطان سلیمان عثمانی ممدوح بہ نفس نفیس مع اپنی فوج اور مفتی کے دربار عالیہ میں جامع مسجد کے اندر حاضر ہوا اور تمام علمائے بغداد کو طلب کیا اور نماز عصر کے بعد سلطان نے نقابت الاشراف والسادات کی سند حضرت شیخ زین الدین کبیر کو عطا فرمائی جو ترکی زبان میں تحریر ہوئی۔اس میں اعلان ہوا کہ میں شیخ زین الدین کو نقابت الاشراف کی سند دیتا ہوں اور وصیت کرتا ہوں کہ شیخ زین الدین گیلانی شہر بغداد کے نقیب الاشراف ہیں اور جو شخص صحیح النسب سادات نہ ہوگا اور نہ اس کے پاس کوئی شاہی فرمان ہو وہ قوم کا سردار اور نقیب نہ سمجھا جائے گا۔جس شخص کے پاس نقابت الاشراف کی سند ہوگی وہی شاہی وظیفہ کا مستحق ہوگا۔اس عثمانی سند کے بعد نقیب الاشراف کا سلسلہ جاری ہوگیا اور خاندان گیلانیہ کے شرفاء سلسلہ بہ سلسلہ اس منصب پر فائز

المرام ہوتے چلے آرہے ہیں۔

روضہ مبارک کے مرقد کے گرد چاندی کی جالی نصب ہے جس کے تار کی موٹائی تقریباً ۱۳/۴ انچ ہے اور جالی کی لمبائی ۸x۵x۵ فٹ ہے۔ یہ جالی ۱۲۳۶ھ میں تعمیر ہوئی۔ اس قبہ کے وسط میں آیت الکرسی لکھی ہوئی ہے۔ ۱۲۱۸ ہجری میں سلطان عبدالعزیز خاں نے اسکی از سر نو تعمیر کرائی۔ اس کے بعد ۱۳۱۸ ہجری میں مرمت ہوئی جس وقت دربار قادریہ کے سجادہ نشین سیّدنا شیخ المشائخ حضرت عبدالرحمٰن قادری گیلانی نقیب الاشراف والسادت تھے۔ (تذکرہ قادریہ)

☆☆☆

بائیسواں باب:

اولادِ اطہار اور تصانیف

حضرت شیخ سیّد عبدالرزاقؒ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد کی کل اولاد کی تعداد انچاس تھی جن میں سے ستائیس لڑکے اور باقی لڑکیاں تھیں۔ فرزندان غوث پاک میں سے دس کے نام کتب سیرت میں ملتے ہیں ممکن ہے ان دس کے سوا باقی اولاد بچپن میں فوت ہوگی ہو اس لئے ان کا تذکرہ کتابوں میں نہیں ملتا۔ یہاں ان فرزندان کا ذکر کیا جارہا ہے جنہوں نے اپنے والد ماجد کے فقہی مسلک کو اپنایا' آپ سے درس حدیث لیا اور اپنے وقت کے فاضل ترین اور یگانۂ وقت بن کر چمکے۔ یہ صاحبزادگان تمام علوم میں یکتائے روزگار تھے۔ ان سے مختلف قسم کی کرامات بھی ظاہر ہوتی رہیں اور انہوں نے تبلیغی سرگرمیوں میں بھی بھرپُر حصہ لیا اور سب کے سب حضور غوث پاک کے خلفاء میں بھی شامل ہوئے۔

(۱) حضرت شیخ سیّد عبدالوہابؒ: یہ حضور غوث پاک کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد اور غالب بن بنا سے فقہ کو تعلیم حاصل کی اور حدیث کی سماعت فرمائی۔ مزید علم حاصل کرنے کے لئے بلادِ عجم تشریف لے گئے۔ فراغت کے بعد اپنے والد ماجد کی حیات ہی میں انہی کے قائم کردہ مدرسہ میں ۵۴۳ ہجری سے تدریس میں مشغول رہے۔ والد کے وصال کے بعد وعظ و افتاء کا سلسلہ بھی شروع کردیا۔

آپ کے شاگردوں میں شریف الحسینی بغدادی اور احمد بن عبدالواسع جیسے حضرات قابل ذکر ہیں۔ آپ اپنے والد کی تمام اولاد میں سب سے ممتاز اور بڑے فقیہہ تھے۔ آپ نے پندرہ سال کی عمر میں ۵۳۷ ہجری میں اپنے والد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور چار سال بعد یعنی ۵۴۱ ہجری میں خرقہ خلافت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ سیّدنا غوث اعظم کے وصال کے بعد آپ ہی ان کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ اور بے شمار مخلوق خدا کو فیض قادریہ سے نوازا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے مورث اعلیٰ بھی آپ ہی ہیں۔ آپ کا وعظ نہایت مقبول اور پرتاثیر ہوتا تھا۔

آپ اعلیٰ درجہ کے فقیہہ، محدث فاضل، زاہد، عابد، شیریں کلام مفتی اور واعظ تھے۔ آپ بے حد ذہین و ذکی تھے۔ طبقات ابن رجب میں ہے کہ آپ کے بھائیوں میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کو آپ پر ترجیح دی جاسکے۔ آپ نہایت بامروت، کریم النفس، حلیم الطبع، منکسر المزاج، صاحب جود وسخا اور ادیب کامل تھے۔ خلیفہ عباسی ناصر الدین نے آپ کو ۵۸۳ ہجری میں مظلوموں کی دادرسی کے محکمہ کا سربراہ بنایا تھا اور دیوان شاہی سے آپ کے پاس مراسلات آیا کرتے تھے۔ آپ کی تاریخ ولادت ماہ شعبان ۵۲۲ ہجری (اگست ۱۱۲۸ء) اور تاریخ وصال پچیس شوال ۵۹۳ ہجری (گیارہ ستمبر ۱۱۹۷ء) ہے۔ آپ کا مزار بغداد شریف حلبہ کے قبرستان میں ہے۔

(۲) حضرت شیخ سیّد عبدالرزاقؒ: آپ نے اپنے والد ماجد اور ابوالحسن محمد بن الصائغ، قاضی ابوالمفضل محمد الارسوی اور کچھ دیگر علماء سے حدیث وفقہ کا علم حاصل کیا اور لوگوں کو احادیث سنائیں اور لکھوائیں۔ آپ کے حلقہ درس وتدریس سے بہت سے لوگ فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کو افتاء اور مناظرہ میں بھی مکمل عبور تھا۔

علامہ ابن نجار اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ آپ نے لڑکپن ہی میں اپنے والد محترم سے احادیث کی سماعت فرمائی تھی اور ان کے علاوہ بھی ایک بڑی جماعت سے احادیث کی سماعت کرتے رہے۔ آپ نے عوام کے لئے بہت کچھ لکھا۔ آپ بہت عمدہ حافظ وقاری اور بہت ہی صادق وثقہ لوگوں میں سے تھے۔ بہت دین دار زاہد اور متقی تھے۔ جمعہ کے علاوہ لوگوں سے عموماً کنارہ کش رہتے اور اپنے مکان ہی میں وقت گزارتے۔ باوجود تنگ دستی کے بہت متواضع اور سخی تھے۔ طلباء کا بہت احترام فرماتے اور ان سے مروت سے پیش آتے۔ جفاکشی کے ساتھ اپنے فقر پر صابر رہ کر اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے اور اپنی پاکیزگی نفس کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ آپ کو حلبی کے نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کہ آپ بغداد کے مشرقی حصہ کے محلہ حلبہ میں قیام پذیر رہے ہیں۔ حافظ ابن رجب اپنی طبقات میں لکھتے ہیں کہ آپ کو علم معرفت میں مہارت حاصل تھی لیکن علم حدیث کی طرف توجہ اس سے بھی زیادہ تھی۔ آپ کا حال یہ تھا کہ

اللہ تعالیٰ سے حیا کی وجہ سے تیس سال تک آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔

آپ پیر کے روز ۱۸ ذیقعدہ ۵۲۸ ہجری رات کے وقت تولد ہوئے اور ۶ شوال ۶۰۳ ہجری ہفتہ کی شب میں وفات پائی اور بغداد میں ہی باب حرب کے قریب مدفون ہوئے۔ ابن نجار کا قول ہے کہ جب اگلے دن بغداد کے محلوں میں آپ کی نماز جنازہ کا اعلان کیا گیا تو بے شمار لوگ جمع ہو گے۔ بیرون شہر آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ پھر وہاں سے عوام آپ کے جنازہ کو کندھوں پر رصافہ کی جامع مسجد میں لائے اور وہاں بھی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ پھر تربت خلفاء کے مقام پر نماز ہوئی۔ اس کے بعد دریائے دجلہ پر خضریین کے مقام پر نماز ادا کی گئی۔ اس کے علاوہ باب الحریم' مقبرہ امام احمد بن حنبل وغیرہ دیگر مقامات پر بھی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ آپ کو امام احمد بن حنبل کے مزار کے قریب دفن کیا گیا۔

(۳) حضرت شیخ سیّد ابو بکر عبد العزیز: آپ نے بھی اپنے والد ماجد (جناب غوث پاک) اور ابن منصور وغیرہ سے علم حدیث وفقہ حاصل کیا۔ حصولِ علم کے بعد درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے علوم حاصل کئے۔ آپ بے حد متواضع تھے۔ آپ جبال تشریف لے گئے اور وہیں مقیم ہو گے اور اب تک آپ کی اولاد وہاں موجود ہے۔ آپ ماہ شوال ۵۳۲ ہجری میں پیدا ہوئے اور ماہ ربیع الاوّل ۶۰۲ ہجری بروز بدھ وفات پائی اور جبال ہی میں مدفون ہوئے۔

(۴) حضرت شیخ سیّد عبد الجبارؒ: آپ نے بھی اپنے والد ماجد اور ابو منصور وغیرہ سے علم حدیث وفقہ حاصل کیا اور تصوف کے موضوع پر سالکان راہ طریقت کے لئے بہترین کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کے بھائی شیخ عبد الرزاق نے آپ سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ آپ نے تصوف کی راہ اختیار کرنے کے بعد اہل بصیرت اور فقراء کے ساتھ ہی رابطہ قائم رکھا۔ آپ نہایت عمدہ خطاط بھی تھے آپ نے اپنے بھائی شیخ عبد الرزاق سے ۲۸ سال قبل عین عالم شباب میں ہی ۱۹ ذی الحجہ ۵۷۵ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بغداد شریف میں حلبہ کے قبرستان میں ہے۔

(۵) حضرت شیخ سیّد عیسیٰؒ: آپ نے اپنے والد بزرگوار سے علم حدیث اور فقہ حاصل کرنے کے بعد الوالحسن بن ناصر وغیرہ سے احادیث کی سماعت کی۔ درس و تدریس کے علاوہ آپ نے تصوف پر کتاب ''جواہر الاسرار'' اور ''لطائف الانوار'' تصنیف کیں۔ پھر آپ مصر چلے گئے اور وہاں حدیث و وعظ کا سلسلہ شروع کیا اور بہت سے مشاہیر نے آپ سے علوم حاصل کئے۔ ان میں سے ابوتراب' ربیعہ بن الحسن' مسافر بن یعمر' حامد بن احمد الاتارجی وغیرہ جیسی نامور ہستیاں شامل ہیں۔

ابن نجار لکھتے ہیں کہ اپنے والد محترم کے وصال کے بعد بغداد سے شام کی جانب تشریف لے گئے اور ۵۶۲ ہجری میں ابن المفرج ہلالی سے دمشق میں حدیث کی سماعت فرمائی۔ اس کے بعد مصر واپس آئے اور تاحیات وہیں مقیم رہے۔ آپ کثرت سے وعظ فرمایا کرتے تھے اور عوام میں بے حد مقبولیت حاصل تھی۔

آپ نے ۱۲ رمضان المبارک ۵۷۳ ہجری میں وفات پائی اور مصر ہی میں آپ کا مزار پُر نور ہے۔

آپ کو شعر و سخن کا بھی ذوق تھا۔ آپ کے چند ایک اشعار کا اردو ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

(۱) زمین پر بسنے والے احباب کو میرا سلام پہنچا دو اور ان سے کہہ دو کہ ایک غریب تمہارا مشتاق ہے۔

(۲) پھر اگر وہ تم سے میرا حال دریافت کریں تو کہہ دینا کہ وہ آتش فراق میں جلتا رہتا ہے۔

(۳) پھر نہ تو اسے کسی دوست کا قرب میسر ہے اور نہ تمہاری طرف واپسی کا کوئی امکان ہے۔

(۴) وہ غریب ہر دیار میں غم برداشت کرتا رہتا ہے کیونکہ غریب الدیاری (غیر وطن) میں کون کسی کا دوست ہوتا ہے۔

(۵) حضرت شیخ سیّد یحییٰؒ: آپ نے بھی اپنے والد ماجد اور شیخ محمد عبدالباقی سے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اہل مصر نے آپ سے بہت فائدہ اٹھایا۔ آپ سیّدنا غوث اعظم کی سب سے چھوٹی اولاد ہیں۔ آپ اپنے والد محترم کی وفات سے گیارہ سال قبل ۵۵۰ ہجری میں پیدا

ہوئے۔ آپ اپنے صغر سن سے ہی مصر چلے گئے تھے اور وہیں پر آپ کے فرزند تولد ہوا جس کا نام عبدالقادر رکھا گیا۔ پھر آپ اپنی کبر سنی میں مع فرزند واپس بغداد آ گئے اور تادم حیات وہیں مقیم رہے۔ اور قیام بغداد کے دوران ۶۰۰ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کے جنازے میں بے شمار لوگ شریک ہوئے۔ اور اپنے بھائی شیخ عبدالوہاب کے قریب ہی حلبہ میں اپنے والد بزرگوار کی خانقاہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حبشی النسل تھی۔ آپ حسن سیرت و مکارم اخلاق میں یگانہ اور انکسار و ایثار نفس میں منفرد وقت تھے۔

شیخ عبدالوہاب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے بزرگوار (غوث پاک) سخت علیل ہو گے حتیٰ کہ بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ ہم سب آپ کے گرد جمع ہو کر رو رہے تھے۔ آپ پر غشی طاری تھی۔ اچانک آپ ہوش میں آئے اور فرمانے لگے "گریہ وزاری نہ کرو، ابھی میں زندہ رہوں گا اور میری پشت سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام یحییٰ ہوگا۔" آپ کی یہ گفتگو ہماری سمجھ میں نہ آئی۔ اور خیال کیا کہ شائد آپ غلبہ مرض کی وجہ سے ایسے کلمات ادا فرما رہے ہیں۔ لیکن اس کے بعد آپ روبصحت ہو گے اور ایک حبشی باندی سے شادی کی جس کے بطن سے آپ کے یہ آخری صاحبزادے شیخ یحییٰ تولد ہوئے۔ حضرت شیخ ان کی ولادت کے بعد عرصہ دراز تک بقید حیات رہے۔

(۷) حضرت شیخ سیّد ابراہیم: آپ نے بھی اپنے والد ماجد سے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی اور واسط کی جانب ہجرت کر گئے۔ ۵۹۲ء ہجری میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بھی واسط ہی میں ہے۔ آپ صاحب ذوق، صاحب سرور و ولولہ تھے۔ رات کا وقت اکثر طور پر توبہ و استغفار اور گریہ وزاری میں گزارا کرتے تھے۔ غربت و خاموشی کے ساتھ موصوف تھے۔ بہت سے لوگوں کو آپ کے ذریعہ فنا و بقا حاصل ہوئی۔

(۸) حضرت شیخ سیّد محمدؒ: آپ نے بھی اپنے والد ماجد اور سعید بن النباء وغیرہ سے علم حدیث و فقہ حاصل کیا۔ آپ سے احادیث کی روایت بھی ثابت ہے آپ نے ۲۵ ذی قعد ۶۰۰ ہجری میں بغداد کے مقام پر وفات پائی اور اسی دن حلبہ کے مقام پر مدفون ہوئے۔

(۹) حضرت شیخ سیّد عبداللہؒ: آپ نے بھی اپنے والد ماجد اور سعید بن البناء وغیرہ سے حدیث وفقہ کی سماعت کی۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم کے جامع اور صاحب ریاضت ومجاہدہ بزرگ تھے۔ آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں۔ آپ کی وفات کس تاریخ کو ہوئی اس میں بھی اختلاف ہے۔ کسی نے ۲۷ صفر ۵۸۷ ہجری، کسی نے ۱۷ صفر ۵۸۹ ہجری اور کسی نے ۵۸۰ ہجری اور کسی نے ۵۷۷ ہجری لکھی ہے۔

(۱۰) حضرت شیخ سیّد موسیٰ: آپ نے بھی اپنے والد بزرگوار اور سعید بن البناء وغیرہ سے حدیث وفقہ پڑھی اور دمشق کو وطن بنا کر تاحیات وہیں مقیم رہے آپ کی ذات گرامی سے اہل دمشق کو بہت نفع پہنچا۔ ایک مرتبہ مصر بھی تشریف لے گئے تھے لیکن بعد میں پھر دمشق واپس آ گئے۔

آپ آخر ربیع الاول ۵۳۹ ہجری میں پیدا ہوئے اور جمادی الثانی ۶۱۸ ہجری میں دمشق میں محلہ عقیبہ میں وفات پا کر قاسیوں کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔

(سیدنا غوث اعظم کے ستائیس فرزندوں میں سے صرف دس کے حالاتِ زندگی دستیاب ہیں) قلائد الجواہر۔

امام ابوالحسن شطنوفی نے اپنی کتاب بہجۃ الاسرار میں جناب غوث پاکؓ کی اولاد پاک کے علمی کمالات اور دینی خدمات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اور لکھا ہے کہ مخلوق خدا نے کس قدر آپ کی اولاد اطہار سے علمی فیض حاصل کیا۔ اور کس قدر علماء کبار وفضلاء زمانہ نے ان سے تلمذ کیا اس قسم کے کمالات علمیہ اور فیضان روحانیہ کسی اور بزرگ کی اولاد سے دیکھنے میں نہیں آئے۔ ان کے کمالات کا تفصیلی جائزہ بہجۃ الاسرار اور دیگر کتب سیرت میں مل سکتا ہے۔

آنحضرت کی اولاد مقیم بہ ملتان، لاہور اور اوچ شریف: شرفاء گیلان جو بعد میں ملتان لاہور اور اوچ شریف آ کر قیام پذیر ہوئے وہ حضرت غوث پاک کی اولاد اطہار میں سے ہیں اور یہ سارے گیلانی سید حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہاب کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ سچے خلفاء صاحب عز وتمکین سید ہیں۔ ظاہری اور باطنی طور پر کمالات کا خزینہ ہیں۔ ان میں سے حضرت کلیم اللہ شیخ موسیٰ بن شیخ حامد گیلانی بڑے معروف ہوئے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی اشارہ غیبی اور حکم خداوندی

سے اپنے والد مکرم کی اجازت لے کر ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتے رہے۔(زبدۃ الآثار)

تصانیف:

سیّدنا غوث اعظمؓ اپنی گونا گون مصروفیات کے باوجود احیاء دین کی خاطر کچھ وقت تصنیف و تالیف کے کاموں کے لئے صرف کرتے رہے اور بیش قیمت علمی ورثہ ملتِ اسلامیہ کی راہنمائی کے لئے چھوڑ گئے۔ دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور نے ان کی تخلیقات کی مندرجہ ذیل فہرست مہیا کی ہے:۔

۱۔ غنیۃُ الطّالبین

۲۔ الفتح الرّبّانی و الفیض الرّحمانی

۳۔ الفیُوضاتُ الرّبّانیَہ فی الاورادِ القادریہ

۴۔ فتوحُ الغیب

۵۔ بشائر الخیرات

۶۔ تحفۃُ المتقین و سبیلُ العارفین

۷۔ حزبُ الرّجاء و الانتہاء

۸۔ الرّسالۃ الغوثیہ

۹۔ الکبریتُ الاحمر فی الصّلوٰۃ علی النّبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم

۱۰۔ مراتبُ الوجود

۱۱۔ یواقیتُ الحِکَم

۱۲۔ معراجُ لطیفِ المعانی

۱۳۔ جِلاءُ الخاطر فی الباطن و الظّاہر

۱۴۔ سرُّ الاسرار و مظہر الانوار فیما یحتاج الیہ الابرار

۱۵۔ آدابُ السّلوک و التّوصل الٰی منازل ملکُ الملوک

تیئسواں باب:

ہمعصر مشائخِ عظام

اس باب میں ان اکابر مشائخ کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنہوں نے غوث اعظمؓ کے ظہور کے متعلق بشارات دی تھیں یا جن سے آپ نے علم طریقت حاصل کیا یا جنہوں نے آپ کی حیات پاک میں آپ کے کمالات اور آپ کی بزرگی وعظمت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی مداح سرائی کی۔ ان میں چند ایک نامور مشائخ ایسے بھی ہیں کہ جب وہ حضور غوث پاک کی زیارت کے لئے آتے تو پہلے آپ کے مدرسے میں جھاڑو دیتے' پانی کا چھڑکاؤ کرتے چوکھٹ کو بوسہ دیتے' اجازت اور اماں طلب کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور باادب ہو کر خاموشی سے بیٹھ جاتے۔ اگرچہ وہ اپنے اپنے رنگ روپ میں سب کے سب بڑے قوی حال بزرگ تھے جن کی تفصیل آگے ملے گی مگر جب آستانہ غوثیت مآب پر اکتساب فیض کے لئے حاضر ہوتے تو عاجزی انکساری اور تواضع سے آپ کی صحبت میں رہتے' اور خدمت بجالاتے اور قطبیت کبریٰ کی روحانی اور باطنی نگاہ کے ملتجی ہوتے۔ ان مشائخ عظام کا ذکر اس لئے کیا جا رہا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ جناب سیدنا غوث پاک کا مقام ومرتبہ کس قدر بلند ہے کہ کاملین بھی کاسۂ گدائی لیے بیٹھے ہیں۔ سیرت کی کتابوں میں عموماً تیس کے قریب ایسے مشائخ کرام کے نام ملتے ہیں لیکن اس کتاب میں صرف پندرہ بزرگوں کی حیات کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے تاکہ کتاب کی ضخامت نہ بڑھے۔

(۱) شیخ ابوبکر بن ہوار بطائحیؒ

آپ کردوں کے قبیلہ ہوار سے تعلق رکھتے تھے اور بڑی عظمت واعلیٰ مرتبہ کے مالک تھے۔ آپ سے اکابر مشائخ عراق کو نسبت حاصل رہی ہے۔ آپ پہلے فرد ہیں جنہوں نے دورِ رسالت اور اس کے بعد مشائخ کے خاتمہ کے بعد عراق میں مشیخت کی بنیاد رکھی۔ آپ کا قول

ہے: ''جوشخص مسلسل چالیس چہار شنبہ (بدھ) میری قبر کی زیارت کرے گا وہ آگ سے محفوظ رہے گا کیونکہ باری تعالیٰ سے میرا معاہدہ ہے کہ میرے حرم میں جوشخص بھی داخل ہوجائے اسکو آگ سے محفوظ رکھا جائے گا۔''

یہ بات مشہور ہے کہ آپ کی قبر پر مچھلی یا گوشت اگر لایا جاتا تو بعد میں آگ پر گلتا نہیں تھا۔ یہ آپ کی دعا کا اثر ہے۔

آپ کے فیض صحبت سے اکابر اولیاء شیخ شبنکی وغیرہ نے فیض حاصل کیا ہے۔ آپ کے مریدوں میں بے شمار لوگ اعلیٰ مقام ولایت تک پہنچے۔ آپ کے مریدین میں کثرت سے قوی حال بزرگ ہوئے جن پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ آپ کی مرتبت اور فضل و کمال پر بڑے بڑے صاحب عظمت مشائخ کا اجماع ہے جو آپ کے اقوال، تعلیمات و افعال سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ آپ کی زیارت کے لئے ہر سمت سے لوگ نذر سے لے کر حاجت براری کے لئے حاضر ہوا کرتے اور اہل سلوک بھاگ بھاگ کر آپ کے پاس پہنچتے۔ آپ اعلیٰ اوصاف و اخلاق کے مالک، آداب و تواضع کے حامل اور احکام شرع پر شدت سے عمل پیرا تھے۔

ابتدائی دور میں بطائح کے راستہ میں ڈاکہ مارنے والوں کے آپ سردار تھے۔ ایک رات آپ نے ایک عورت کو اپنے شوہر سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم یہیں اتر جاؤ ایسا نہ ہو کہ آگے جا کر ابن ہوار (یعنی شیخ ابوبکر) اور اس کے ساتھی پکڑ لیں۔ اس آواز کا آپ کے کان میں پڑنا ہی تھا کہ بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پھر زار و قطار رونا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ افسوس! لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ الغرض یہ آواز آپ کے لئے اکسیر بن گئی اور آپ فوراً ڈاکہ زنی سے تائب ہو گئے اور آپ کے ساتھی ڈاکوؤں نے بھی توبہ کر لی۔ پھر آپ کسی ایسے عارف کامل، مصلح اکبر اور ایسے شیخ طریقت کی تلاش میں نکلے جو نفس کی سرکشی کو مٹا کر اور نفسانی خواہشات کو ختم کر کے اس کی اصلاح کرے، جو مسیحا بن کر روحانی بیماریوں کا علاج کرے اور جو شیطان سے بچا کر الرحمٰن سے ملا دے۔ مگر عراق میں اس وقت کوئی ایسا شیخ طریقت مشہور و معروف نہ تھا جو آپ کا مقصد پورا کر سکے۔

الغرض آپ اسی پریشانی میں تھے کہ اچانک ایک رات حضور سرور کائناتؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے حضور سرور کونینؐ سے عرض کی یارسول اللہؐ! آپ مجھے خرقہ پہنائیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اے ابن ہوار! میں تمہارا نبی ہوں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ تمہارے شیخ ہیں تم اپنے ہمنام سے خرقہ پہن لو۔'' اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کو چادر اور ٹوپی پہنائی اور آپ کے سر پر اپنا دست مبارک پھیر کر فرمایا کہ حق تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ پھر حضور الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے فرمایا کہ ابوبکر! تم عراق میں اہل طریقت کی سنت کو زندہ کرو گے۔ آپ جب بیدار ہوئے تو بعینہ اپنے جسم پر وہی چادر، اور وہی ٹوپی اپنے سر پر پائی۔ پھر کیا تھا تمام عراق میں چرچا ہو گیا کہ ابن ہوار رب تعالیٰ کا قرب حاصل کر چکے ہیں۔ چاروں طرف سے خلقت آپ پر ٹوٹ پڑی۔ ہزارہا مشائخ اور اہل سلوک آپ کی صحبت میں رہ کر فیض یاب ہونے لگے۔

حقائق و معارف میں آپ کا کلام بہت مشہور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حکمت عارفوں کے قلوب میں زبان تصدیق سے، زاہدوں کے قلوب میں زبان تعظیم سے، نیک لوگوں کے قلوب میں زبان توفیق سے، مریدوں کے قلوب میں زبان ذکر سے اور محبوں کے قلوب میں زبان شوق سے کلام کیا کرتی ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے لو لگانا غیر سے جدائی اور غیر سے لو لگانا خدا سے جدائی کرنا ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں واحد لاشریک ہے تو طالب کو چاہیئے کہ وہ بھی سب سے تنہا ہو کر واحد ہو جائے۔ مشتاق کی یہ شان ہے کہ سب کو چھوڑ کر محبوب کو اختیار کرے تاکہ اس پر حقائق و معارف کے در کھل جائیں اور زبان ازل غیب سے اپنی طرف بلائے۔

حضرت شیخ ابومحمد شنبکی کا بیان ہے کہ ایک زمانے میں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ تن تنہا جنگل میں رہا کرتے تھے اور شیر آپ کے قدموں پر لوٹا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے آپ کے سامنے ایک بہت بڑا شیر بیٹھا دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا یہ آپ سے کچھ کہہ رہا ہے اور آپ اسے جواب دے رہے ہیں۔ جب شیر اٹھ کر چلا گیا تو میں نے آپ

سے پوچھا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ یہ کہہ رہا تھا کہ مجھے تین روز سے غذا نہیں ملی۔ اس لیے بھوکا ہوں۔ آج صبح کو میں نے خدا تعالیٰ سے فریاد کی تو مجھے بتلایا گیا کہ تیری غذا قریہ ہمامیہ میں ہے جسے تو مشقت کے بعد حاصل کر سکے گا۔ اس لئے میں اس تکلیف سے خائف ہوں تو اس وقت میں نے اسے یہ جواب دیا کہ تیری دائیں جانب زخم لگے گا جو ایک ہفتہ کے بعد اچھا ہو جائے گا۔ شیخ شنبکی فرماتے ہیں کہ میں یہ سنتے ہی ہمامیہ گیا۔ جب وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شیر وہاں موجود ہے اور اس کے دائیں بازو پر زخم ہے اور وہ بکری کو کھینچتے ہوئے لے جا رہا ہے۔ پھر ایک ہفتہ بعد میں آپکی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ شیر آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور اس کا زخم بھی اچھا ہو چکا تھا۔

مشہور ہے کہ ایک دفعہ آپ نے ایک کھاری کنوئیں پر وضو کیا تو آپ کے وضو کرنے سے اس کا پانی شیریں ہو گیا۔ اور کثرت سے اس میں پانی آنے لگا۔

حضرت شیخ احمد بن ابی الحسن علی الرافعیؒ کا بیان ہے کہ آپ کے پاس جنگل میں سے ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میرا ایک ہی بیٹا تھا اور وہ آج دریائے دجلہ میں ڈوب گیا ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ میرے بیٹے کو میرے پاس لوٹا دیں۔ اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو میں قیامت کے دن خدا اور اس کے رسولؐ سے شکایت کروں گی۔

آپ اس عورت کا کلام سن کر تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا کہ چل مجھے بتلا کس جگہ تیرا لڑکا ڈوب گیا تھا۔ وہ آپ کو لے کر دجلہ کے کنارے پر آئی۔ جب آپ دریا کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ اس عورت کا بیٹا پانی پر مردہ تیر رہا ہے۔ آپ تیرتے ہوئے اس کی لاش تک گئے اور اُسے اپنے کندے پر اٹھا لائے۔ اور اس کی ماں کو دیکھ کر فرمایا کہ لو اسے لے جاؤ میں نے تو اسے زندہ ہی پایا ہے۔ وہ عورت بیٹے کو لے کر چلی آئی اور اسے ایسا لگا کہ بیٹے پر کوئی واقعہ گزرا ہی نہ تھا۔

آپ بطائح میں رہائش پذیر تھے اور وہیں آپ نے وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ جب آپ

کا انتقال ہوا تو اطراف جنگل سے رونے اور چلانے کی آواز آئی مگر رونے والا کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ یہ جنات کی آواز تھی۔ حضرت شیخ ابو محمد شنبکی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ ابوبکر بن ہوار سے سناوہ فرماتے تھے کہ عراق کے اوتاد آٹھ ہیں: (1) معروف کرخیؒ (2) احمد بن حنبلؒ (3) بشر حافیؒ (4) منصور بن عمارؒ (5) جنید بغدادیؒ (6) سری سقطیؒ (7) سہل بن عبداللہ تستریؒ (8) سیّد عبدالقادر جیلانیؒ۔ ہم نے عرض کی کہ حضور! عبدالقادر کون بزرگ ہیں؟ فرمایا کہ ایک عجمی شریف ہوگا جو بغداد میں رہے گا اور اس کا ظہور پانچویں صدی کے آخر میں ہوگا۔

(۲) حضرت شیخ ابو محمد شنبکیؒ

آپ عراق کے اکابر عارفین اور آئمہ محققین میں اعلیٰ پایہ کے بزرگ تھے۔ آپ کا تعلق کردوں کے ایک قبیلہ شنابکہ سے تھا۔ حداویہ نامی ایک گاؤں میں سکونت پذیر تھے۔ آپ اپنے پیر طریقت حضرت شیخ ابوبکر بن ہوار علیہ الرحمۃ کے بعد مسند سلوک و ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ اعلیٰ درجہ کے دانش مند، کامل الحیاء، متبع شرع، بلند ہمت، عالی مرتبہ، صاحب خوارق و کرامات اور افعال ظاہرہ، اشارات نورانیہ، اسرار قدسیہ اور انفاس ملکوتیہ کے صاحب تھے۔

ابتداء میں آپ بھی ڈاکہ زنی کرتے تھے۔ ایک روز آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ شیخ ابوبکر بن ہوار کے گاؤں کے قریب ایک قافلہ لوٹا اور مال تقسیم کر کے روانہ ہوئے۔ جب شیخ ابوبکر کے حجرے کے قریب پہنچے تو اچانک ان کی توجہ سے آپ پر خشیت الٰہی طاری ہوگی۔ بے اختیار آپکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ اپنے رفقاء کو مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تم لوگوں کو اختیار ہے جہاں چاہو چلے جاؤ مجھے اب اپنے دل پر قابو نہیں۔ میرے دل پر شیخ ابوبکر ہوار نے قبضہ کر لیا ہے۔ انہوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں اور تمام مال زمین پر ڈال دیا اور شیخ ابوبکر بن ہوار کے ہاتھ پر سچی توبہ کی۔

آپ حضرت شیخ ابوبکر کی خدمت میں تین روز رہے۔ پہلے روز آپ نے دنیا کو ترک کیا،

دوسرے روز آپ نے آخرت کی طرف رجوع کیا' تیسرے روز آپ نے ماسوا سے منہ پھیر لیا اور طالب مولا بن گے۔سوا سے پالیا یہ سب کچھ حضرت شیخ ابوبکر کی توجہ تھی کہ تین روز میں منازل سلوک طے کر یے۔منازل سلوک طے کرنے کے بعد آناً فاناً قرب وجوار میں آپ کی شہرت ہوگی اور جوق در جوق لوگ آپ کے پاس آنے لگے۔مشائخ نے بھی آپ کی صحبت میں رہ کر فیض اٹھانا شروع کر دیا۔آثار قرب الٰہی' کرامات وخرق عادات بکثرت آپ سے ظاہر ہونے لگے۔آپ کی دعا سے مبروص' مجنون اور نابینا تندرست ہو جاتے تھے۔

ایک دن کسی جنگل میں پانی کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک قریباً سو سے زائد پرندے آپ کے اِردگرد آ بیٹھے اور مختلف آوازوں میں چہچہانے لگے آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر عرض کیا کہ اے پروردگار! یہ میرے قلب میں تشویش پیدا کرتے ہیں۔یہ کہنا ہی تھا کہ تمام پرندے مر گے۔یہ دیکھ کر آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی اے پروردگار! تجھے خوب معلوم ہے کہ میں نے ان کے مر جانے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ابھی آپ کی زبان سے یہ الفاظ نہ نکلے تھے کہ سب پرندے زندہ ہو کر اُڑ گئے۔

ایک دن آپ کا ایک ایسی محفل پر گزر ہوا جس میں شراب کا دور چل رہا تھا اور سرورد راگ کا سامان موجود تھا۔آپ نے ان لوگوں کا حال دیکھ کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی یارب! تو ان کا حال درست کر دے۔آپ کا یہ فرمانا تھا کہ ان کی شراب صاف پانی بن گی اور اہل مجلس پر خوف الٰہی طاری ہو گیا اور سب نے بے اختیار رونا چلانا شروع کر دیا اور اپنے اپنے کپڑے چاک کر ڈالے۔گانے کے آلات توڑ دیئے۔کچھ دیر بعد سکون ہوا تو سب نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں آپ کا ایک مرید آیا اور عرض کرنے لگا کہ حضور مجھے غربت نے تنگ کر رکھا ہے آپ کسی آدمی کو بادشاہ کے پاس بھیجئے تا کہ میری ضروریات کو پورا کرنے کے لئے وہ مجھے تھوڑا سا مال دے دے۔آپ خاموش رہے۔اگلے روز وہ مرید آیا اور عرض کرنے لگا کہ حضور کیا جناب نے کسی کو سلطان کے پاس بھیجا تھا کیونکہ کوئی شخص مجھے

ضروریات سے زیادہ مال دے گیا ہے۔آپ نے فرمایاہاں!میں نے سلطان (حق تعالیٰ) کی خدمت میں عرض کی تھی تو وہاں سے مجھے یہ جواب ملا تھا کہ جب تک وہ زندہ رہے گا ہم مخلوق میں سے کسی کا اس کومحتاج نہ کریں گے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ آپ بارگاہ خداوندی سے میرا حال دریافت کریں۔آپ تھوری دیر مراقبہ میں رہے پھر فرمانے لگے کہ مجھ سے تمہاری نسبت کہا گیا ہے۔''نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّہٗ اَوَّابٌ''(یہ ہمارا کیا ہی اچھا بندہ ہے جو ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرتا ہے)

پھر آپ نے فرمایا آج رات تم کو رسول اللہؐ خواب میں ملیں گے اور تمہیں اس بات کی بشارت دیں گے۔چنانچہ وہ شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوا اور آپؐ نے ان سے فرمایا کہ شیخ نے تم سے سچ کہا ہے۔بے شک تمہاری نسبت یہی کہا گیا تھا۔

آپ کی وفات کبر سنی میں بطائح سے قریب حدادیہ نام گاؤں میں ہوئی۔آج تک آپ کا مزار موجود ہے اور مرجع خلائق ہے۔آپ نے بھی سیّدنا غوث پاک کے ظہور کی بشارت دی تھی۔

(۳) حضرت شیخ عزاز بن مستودعی بطائحیؒ

آپ عراق کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔

اعلیٰ درجہ کے متبع سنت اور صاحب مجاہدہ ومراقبہ تھے۔بڑے بڑے مشائخ نجبا،عباد اور زہاد سے آپ نے علم طریقت حاصل کیا تھا۔

معارف وحقائق میں آپ کا کلام عالی ہوتا تھا۔قلب کی نسبت فرماتے ہیں کہ قلب سلیم وہ ہے جو نیچے کی جانب سے وفا کی طرف،اوپر کی جانب سے رضا کی طرف،دائیں طرف سے عطا کی طرف،بائیں طرف سے مقاصد حقیقت کی طرف،سامنے سے لقا کی طرف اور پیچھے سے بقا کی طرف اشارہ کرے۔فرمایا کہ ارواح شوق واشتیاق سے لطیف ہو جاتی ہیں اور حقیقت سے ٹکرا کر ہمیشہ مشاہدہ کے دامنوں سے معلق رہتی ہیں پھر انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

تصوف کے بارے میں فرمایا کہ تصوف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلافکر جلوس ہو۔(یہ مقام فنا ہے) فرمایا کہ تجرید ایک بجلی ہے جو بقایا کو جلا دیتی' رسوم کو مٹا دیتی اور موجودات کے مشاہدے سے بچا دیتی ہے۔ فرمایا وجد ایک نور ہے جو اشتیاق کی آگ کے ساتھ مل کر روشن ہوتا ہے اور بقایا کو جلا دیتا ہے' جسمانی صورتوں پر اس کے آثار چمکتے ہیں۔ فرمایا کہ محبت ایک پیالہ ہے جس کی سوزش اور بھڑک سینوں میں ہے۔ جب یہ محبت قلب میں قرار پکڑتی ہے تو وہ فنا ہو جاتے ہیں' جب نفوس میں جگہ لیتی ہے تو وہ لاشے ہو جاتے ہیں۔ جب ارواح سے ملتی ہے تو وہ اڑ جاتی ہے' جب عقول سے ملتی ہے تو وہ بے ہوش ہو جاتی ہیں۔ جب فکروں سے ملتی ہے تو وہ حیران ہو جاتی ہیں۔

آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ ایک دفعہ آپ نخلستان میں جا رہے تھے کہ اچانک آپ کو کھجور کھانے کی خواہش ہوئی۔ معاً خواہش پیدا ہوتے ہی کھجور کے ایک درخت کی شاخ جھک کر آپ کے قریب ہو گی۔ آپ نے اس سے کھجور توڑ کر کھالی۔ پھر وہ شاخ اونچی ہو گئی۔ ایک دفعہ آپ کا ایک ایسے شیر پر گزر ہوا جس نے ایک نوجوان کو شکار کرتے ہوئے اس کی پنڈلی کی ہڈی توڑ ڈالی تھی۔ پنڈلی ٹوٹتے وقت وہ نوجوان اس زور سے چیخا کہ شیر دہشت کھا کر بھاگا۔ آواز سن کر اوپر سے آپ جا پہنچے۔ آپ نے ایک کنکر اٹھا کر اس شیر کی طرف پھینکا۔ معاً شیر مر گیا۔ پھر آپ نے اس نوجوان کی پنڈلی کی ہڈی پر اپنا دست مبارک پھیرا تو فوراً وہ ہڈی جڑ گئی اور وہ نوجوان تندرست ہو کر گھر چلا گیا۔

آپ کی وفات بطائح میں ہوئی۔ آج تک آپکا مزار وہاں موجود ہے۔ آپ کے سن تولد اور وفات معلوم نہیں۔

(۴) حضرت شیخ منصور بطائیؒ

آپ اپنے زمانے کے محققین' عارفین اور مقربین میں اعلیٰ پایہ اور مرتبہ رکھتے تھے۔ آپ صاحب کرامات متبع سنت مجیب الدعوات اور نہایت قوی حال بزرگ تھے۔ مراتب قرب اور

خلوت نشینی میں آپ کا درجہ بلند تھا۔آپ بطائح میں رہائش پذیر تھے۔

آثار ولایت کے اشارات پیدائش سے قبل ہی مل رہے تھے۔آپ پشت پدر سے رحم مادر میں منتقل ہوئے تو ایام حمل میں آپ کی والدہ ماجدہ حضرت شیخ ابو محمد شنبکی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آیا کرتی تھی۔جب آپ آتیں تو شیخ موصوف تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ شیخ سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اس بچہ کی تعظیم کے لئے اُٹھتا ہوں جو اس کے شکم میں ہے کیونکہ وہ خدا کے مقربین سے ہے۔

آپ کا کلام اور آپ کے اشارات بہت مشہور ہیں۔

چنانچہ محبت کی نسبت آپ سے کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ اہل محبت ہمیشہ سکر میں رہتے ہیں اور اسکی شراب پی کر حیرت زدہ ہوجاتے ہیں۔سکر سے نکلتے ہیں تو حیرت میں' حیرت سے نکلتے ہیں تو سکر میں آگرتے ہیں۔پھر آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

اَلْحُبُّ سُکْرٌ خُمَارَۃُ التَّلَف یَحْسُنُ فِیْہِ الذُّلُوْلُ والدَّنَفُ

(ترجمہ) محبت وہ نشہ ہے کہ جس کا خمار تلف ہوجاتا ہے اور جس میں لاغر اور ہمیشہ بیمار رہنا اچھا لگتا ہے۔۔

وَالْحُبُّ کَالْموتِ یُغنِی کُلَّ ذِیْ شَغَفٍ وَمَنْ یَطْعَمْہ' اُوْدِیَ بِہِ التَّلَفُ

(ترجمہ:) محبت موت کی طرح ہے جو کہ ہر عاشق کو فنا کردیتی ہے' جو شخص اس کا مزہ چکھتا ہے وہی مرجاتا ہے۔

پھر آپ نے ایک سرسبز و تازہ درخت کے پاس کھڑے ہوکر سانس لیا۔وہ خشک ہوگیا اور اس کے پتے جھڑنے لگے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ محبت تو وہ ہولناک آواز ہے کہ کہ اگر درختوں پر گرے تو درخت مٹ جائیں اگر سمندروں پر پڑے تو سمندر مضطرب و بے قرار ہوجائیں۔اگر پہاڑوں پر پڑے تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں اور اگر قلوب پر پڑے تو موجودات کا کچھ اثر باقی نہ رہے۔

آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔چنانچہ ایک مرتبہ عجم کے ایک لشکر نے آپ کی

زندگی میں بغداد پر چڑھائی کی۔ جب دونوں لشکر مقابلے کے لیے میدان میں نکل آئے تو آپ اپنے مریدوں کے ساتھ ایک ٹیلے پر چڑھ گئے۔ پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا اور فرمایا کہ یہ عراق کا لشکر ہے' پھر بایاں ہاتھ پھیلایا اور کہا کہ یہ عجم کا لشکر ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے تالی بجائی۔ آپ کا تالی بجانا تھا کہ دونوں لشکر ٹکرا گئے۔ پھر آپ نے بایاں ہاتھ کو روک کر اس کی انگلیوں کو سختی سے بند کر دیا۔ آپ کا ایسا کرنا ہی تھا کہ عراق کے لشکر پر عجم کا لشکر غالب آ گیا اور عراقی افواج بھاگ نکلی۔ پھر آپ نے دایاں ہاتھ روک کر اس کی انگلیوں کو سختی سے بند کر لیا۔ آپ کے ایسا کرنے سے عراقی فوج نے پلٹ کر دوبارہ حملہ کیا اور عجمی لشکر پر غالب آ گئے۔ اور عجمی بُری طرح پسپا ہو کر بھاگ گئے۔

آپ بطائح کے علاقے میں مقام وقارا میں مقیم تھے وہیں وفات پائی۔

وفات کے قریب آپ کی زوجہ نے کہا کہ بیٹے کے لئے وصیت کیجئے۔ آپ نے کہا سنیں۔ میں اپنے بھانجے کے لئے وصیت کرتا ہوں۔ یہ سن کر آپ کی زوجہ نے اصرار کیا۔ آپ نے اپنے بھانجے اور بیٹے دونوں کو بلا کر کہا کہ تم میرے پاس ایک ایک پتہ لے کر آؤ۔ یہ سن کر آپ کے صاحبزادے تو بہت سے پتے توڑ لائے مگر آپ کا بھانجہ ایک بھی پتہ نہ لائے۔ اس نے عرض کی کہ میں نے پتوں کو تسبیح کرتے پایا۔ اس لئے میں نے نہیں چاہا کہ میں ان میں سے کسی پتہ کو توڑ لاؤں۔ پھر آپ نے اپنی زوجہ سے فرمایا کہ میں نے کئی دفعہ اپنے بیٹے کے لئے درخواست کی مگر مجھ سے یہی کہا گیا کہ نہیں بلکہ تم اپنے بھانجے کے لئے وصیت کرو۔

حضور غوث پاک نے ابھی عالم شباب میں قدم رکھا ہی تھا کہ ایک جماعت نے شیخ منصور سے حضور غوثیت مآب کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ عنقریب ایک زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں لوگ ان کے محتاج ہوں گے۔ عارفین میں ان کا مرتبہ بلند ہوگا۔ اور وہ اس حال میں وصال فرمائیں گے کہ اس وقت روئے زمین پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کے نزدیک ان سے زیادہ اور کوئی بھی محبوب نہ ہوگا۔ پس تم میں سے جو شخص وہ وقت پائے تو ان کی عزت کرے اور ان کے حکم کی تعمیل کرے۔

(۵) حضرت شیخ عقیل منجیؒ

آپ اپنے دور میں مشائخ شام کے شیخ تھے۔ آپ کی صحبت سے بے شمار لوگ فیض یاب ہوئے۔ شیخ عدی بن مسافرؒ شیخ موسیٰ زدلی، شیخ ابوعمرو عثمان بن مرزوق قرشی، شیخ رسلان دمشقی وغیرہ چالیس بڑے بڑے مشائخ آپ کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ آپ پہلے شیخ ہیں جو شام میں خرقہ عمریہ لے کر گئے تھے۔

آپ کو لوگ طیار کے نام سے بھی موسوم کرتے تھے۔ کیونکہ اپ اپنے قصبہ کے ایک مینار سے اڑ کر منج گئے تھے جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ وہاں ہیں تو وہ بھاگے ہوئے منج پہنچ گے اور آپ کو ملے۔ آپ کے شیخ مسلمہ آپ کو غواص کے نام سے بھی یاد کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ آپ شیخ مسلمہ کے مریدوں کی جماعت کے ہمراہ حج بیت اللہ کو گئے۔ جب یہ لوگ دریائے فرات پر پہنچے تو سب لوگوں نے اپنا اپنا مصلیٰ پانی پر بچھایا اور اس پر بیٹھ کر دریا پار کر گئے۔ لیکن شیخ عقیل نے مصلے پر بیٹھ کر دریا میں غوطہ لگایا اور جب دوسرے کنارے پر پہنچے تو آپ کے کپڑے بالکل خشک تھے۔ واپسی پر جب یہ واقعہ شیخ مسلمہ سے بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا: عقیل غواصین میں سے ہونے کے علاوہ ان چار شیوخ میں سے ہے جو زندوں کی طرح اپنی قبروں میں رہ کر بھی تصرف کرتے ہیں اور وہ چار شیوخ یہ ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ معروف کرخی، شیخ ابن قیس حرانی اور شیخ عقیل منجی۔

آپ شام کے تھے لیکن مقام منج کو جو حلب سے دس فرسنگ کے فاصلے پر ہے آپ نے اپنا مسکن بنایا اور چالیس برس کے قریب وہیں مقیم رہے۔

شیخ عثمان بن مرزوق بیان کرتے ہیں کہ سلوک کے ابتدائی دور میں شیخ عقیل حضرت شیخ مسلمہ سروجی کے ستره مریدوں کے ساتھ ایک غار کے اندر بیٹھ گئے۔ اور ہر ایک نے غار کے اندر ہی ایک قریب جگہ پر اپنے عصا رکھ دیئے اسی دوران کچھ لوگ ہوا میں پرواز کرتے ہوئے آئے اور تمام عصا اٹھانے شروع کر دیئے۔ حتیٰ کہ آخر میں جب شیخ عقیل کا عصا اٹھانا چاہا تو

اس کو نہ اٹھا سکے اور نا کام واپس چلے گئے اور واپسی پر جب مریدوں نے یہ واقعہ شیخ مسلمہ کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ ''وہ موجودہ دور کے اولیاء کرام تھے اور جن لوگوں نے جس جس کا عصا اٹھایا ان کا مقام صاحب عصا سے بلند تھا لیکن شیخ عقیل کا عصا اس لئے نہ اٹھا سکے کہ ان میں کسی کا مقام و مرتبہ شیخ عقیل سے بلند نہیں تھا۔''

اسی طرح ایک روز شیخ عقیل بیٹھے ہوئے ایک لکڑی کو تراش کر اس کے تراشے اپنے آگے جمع کرتے جاتے تھے کہ اتنے میں منبج کا ایک تاجر آپ کے پاس آیا اور کچھ سونا آپ کی نذر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے مرد ہیں کہ اگر وہ چاہیں اور کہیں کہ یہ تراشہ سونا بن جائے تو فوراً ایسا ہو جائے۔ پس آپ کا یہ کہنا تھا کہ سامنے پڑا تراشہ فوراً سونا بن گیا۔

شیخ عقیل کے اقوال معارف الٰہیہ سے لبریز ہوتے تھے۔ آپ نے اپنے اجداد کے نقش قدم پر چلنے کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کیا ہوا تھا اور تا حیات اس پر قائم اور عمل پیرا رہے۔ آپ کے اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس کے لئے مقصد و مطلب کا طالب ہو وہ معرفت سے بہت دور رہتا ہے اور وہ فرد جو حال کے بغیر اپنے نفس کی جانب توجہ کرے وہ دروغ گو ہے۔

شیخ ابوالمجد منبجی روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کی زبانی سنا کہ ایک مرتبہ میں بیرون شہر ایک پہاڑ کے دامن میں شیخ عقیل کی زیارت کو حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کے پاس صلحاء کی ایک جماعت موجود تھی اور ایک شخص یہ سوال کر رہا تھا کہ صادق کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ صادق کی علامت یہ ہے کہ اگر وہ پہاڑ سے حرکت کرنے کو کہہ دے تو پہاڑ حرکت میں آجائے۔ آپ کے اتنا کہنے ہی سے پہاڑ حرکت کرنے لگا۔ پھر سائل نے پوچھا کہ متصرف کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر متصرف بحر و بر کے وحوش و طیور کو حاضری کو حکم دے دے تو وہ حاضر ہو جائیں۔ چنانچہ یہ جملہ بھی ابھی پورا نہ ہوا تھا کہ پرندے آنا شروع ہو گئے اور فضا پرندوں سے بھر گئی حتیٰ کہ دریا کے شکاریوں نے بتایا کہ مچھلیاں سطح آب پر آ گئیں تھیں۔

سائل نے پھر سوال کیا کہ مقدس اور اہل برکت کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ صاحب برکت اگر اس پتھر پر ٹھوکر مار دے تو چشمے اُبل پڑیں۔ زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے آپ نے پتھر کو ٹھوکر ماری اور اُس سے چشمہ پھوٹ پڑا۔ پتھر پھر اپنی اصلی شکل میں تبدیل ہو گیا۔

ایک مرتبہ آپ اپنی خانقاہ سے سفر کے ارادے سے نکلے تو دیکھا کہ مریدین اور شاگردوں کی ایک جماعت آپ کے استقبال کے لئے کھڑی ہے۔ جب ان کے کھڑے ہونے کی وجہ معلوم کی تو بتایا گیا کہ آپ کے استقبال کے لئے آئے۔ لیکن آپ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے کہ یہ سب لوگ نہ جانے میری وجہ سے کتنی دیر سے کھڑے ہیں۔ اس وقت آپ نے مندرجہ ذیل دو شعر پڑھے۔

تَعدیتُ قَدرِیْ بِجُبِّی لَکُمْ   وَاَیقَنْتُ اِنِّیْ بِکُمْ اَرْحَمْ

(ترجمہ) میں نے تمہاری محبت کی وجہ سے تم پر ظلم کیا مجھے یقین ہے تم مجھے معاف کر دو گے۔

مُحِبُّ الکِرامِ وَ اِنْ لَمْ یَکُنْ   کَرِیمًا ولٰکِنْ بِحُبِّ لَکُمْ یَکْرُمْ

(ترجمہ) اے محبانِ کرام اگرچہ میں کریم نہیں ہوں لیکن تمہاری محبت نے مجھے تکریم عطا کر دی ہے۔

آپ نے 490 ہجری میں منبج کے مقام پر سکونت اختیار کی اور طویل عمر میں وہیں انتقال کیا۔

شیخ عقیل سے دریافت کیا گیا کہ اس وقت کا قطب کون ہے؟ تو فرمایا کہ اس وقت کا قطب مکہ معظمہ میں پوشیدہ ہے۔ اولیاء اللہ کے سوا کسی اور کو معلوم نہیں۔ پھر عراق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہاں عنقریب ایک جوان ظاہر ہوگا۔ جو بغداد میں لوگوں کو وعظ کرے گا۔ عوام اور خواص اس کی بہت سی کرامات سے ان کو پہچانیں گے وہ اپنے وقت کا قطب ہوگا اور کہے گا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ اولیاء اللہ اپنی گردنیں اس کے آگے جھکا دیں گے۔ اگر میں اس کے زمانہ میں ہوتا تو اپنا سر ان کے آگے جھکا دیتا۔ جو اس کی کرامت کی تصدیق کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو نفع دے گا۔

(۶) حضرت شیخ عدی بن مسافرؒ

آپ دمشق کے قریب بعلبک کے مضافات میں سے قریہ بیت فار میں پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد بغداد آئے اور شیخ عبدالقادر، حضرت حماد بن مسلم دباس، حضرت شیخ عقیل اور حضرت شیخ ابوالوفا ایسی ہستیوں کے ہم صحبت رہے پھر آپ نے جبل ہکار جا کر اپنی خانقاہ بنائی اور وہیں سکونت اختیار کی۔ حضور سیّدنا غوث پاک آپ کی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے اور آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اگر نبوت مجاہدہ سے مل سکتی تو بے شک شیخ عدی بن مسافر پا لیتے۔ آپ بلاد مغرب کے مشائخ میں عظیم المرتبت شخصیت کے مالک تھے اور علماء اہل طریقت کے ان سرداروں میں سے تھے جنہوں نے ابتداء ہی سے مجاہدات میں بہت مصائب برداشت کئے۔ آپ اپنے ابتدائی دور ہی سے غاروں، پہاڑوں اور صحراؤں میں پھرتے تھے اور اپنے نفس کو طرح طرح کے مجاہدات میں مشغول رکھتے تھے۔ سانپ، کیڑے مکوڑے اور درندے آپ سے بہت مانوس تھے۔

آپ ان ہستیوں میں سے تھے جنہیں تربیت مریدین کے لئے بلاد مشرق میں نگران بنایا گیا تھا۔ بہت سے اولیاء کرام نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ کی صحبت میں بے شمار صاحب احوال پیدا ہوئے۔ اپ وہ بزرگ ہستی تھے جنہیں تاج العارفین شیخ ابوالوفا نے غسل دیا۔

شیخ ابوعبداللہ بطائحی بیان کرتے ہیں کہ میں شیخ عدی کے پاس پانچ سال رہا۔ اس عرصہ میں میں نے دیکھا کہ جب آپ نماز پڑھتے تو شدت مجاہدہ کی وجہ سے آپ کے سر کے مغز سے ایک ایسی آواز آیا کرتی تھی جیسے خشک کدو میں کنکروں کی آواز آتی ہے۔

حقائق و معارف میں آپ کا کلام مشہور ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ شیخ وہ ہے جو تمہیں عالم حضور میں پہنچا کر اپنی غیبت میں تمہیں محفوظ رکھے۔ اخلاق کو سنوارے، باطن کو اس درجہ منور کر دے کہ اس کے نور سے مریدین منور ہو جائیں۔ فقراء کے ساتھ انس و محبت سے پیش

آئے۔ صوفیائے کرام کا ادب کرے۔ بہترین اخلاق و تواضع کا مالک ہو علماء کی باتیں اچھی طرح سنتا ہو۔ اہل معرفت سے طمانیت کے ساتھ پیش آتا ہو آپ کا یہ بھی ایک قول ہے کہ کھانے پینے اور سونے سے ابدال نہیں بنتا۔ بلکہ مجاہدات و ریاضت سے مقام ابدالیت حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ مردے کو زندہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ جس کی زندگی راہ مولا میں کام آئے وہی زندہ رہتا ہے۔ جو اپنے نفس کو مار کر اللہ کا تقرب حاصل کرلے اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا اے لوگو! اگر تم راہ خدا میں قتل ہو گئے تو ہمارے لشکر میں سے ہو۔ اگر خود کو حقیقت میں فنا کر دیا تو ہمارے نزدیک ہو گئے۔ لہٰذا اگر زندگی چاہتے ہو تو سعید لوگوں جیسی زندگی اختیار کرو اور اگر مرنا چاہتے ہو تو شہید کی موت مرو۔

کہا جاتا ہے کہ شیخ ابو اسرائیل یعقوب مسلسل تین سال تک تنہا ایک پہاڑ پر کھڑے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کے جسم پر دوسری نئی کھال پیدا ہو گئی۔ پھر ایک بھیڑیا آپ کے پاس آیا اور آپ کے جسم کو اس نے چاٹ چاٹ کر صاف کر دیا۔ اور سُرخ کھال نکل آئی۔ اس سے آپ کے دل میں ایک قسم کا عجب پیدا ہو گیا جس سے بھیڑیے نے آپ کے اوپر پیشاب کر دیا۔ اور پھر چلا گیا۔ آپ نے ایک چشمہ پر جا کر غسل کیا اور پہاڑ کے ایک قبہ میں داخل ہو گئے۔ اس وقت آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے کسی ولی سے ملا دے۔ اسی وقت آپ کو شیخ عدی نظر آئے لیکن انہوں نے نہ اس کو سلام کیا اور نہ مرحبا کہا۔ اور فرمایا کہ ہم اس کو سلام نہیں کرتے جس پر بھیڑیا پیشاب کرتا ہے۔ اس کے بعد شیخ عدی نے آپ سے بہت سی باتیں کیں۔ پھر آپ نے شیخ عدی سے اپنے تمام واقعات بیان کیے اور عرض کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اب دنیا سے کنارہ کش ہو کر اس قبہ میں بیٹھا رہوں۔ اس لئے ضروری ہے کہ میرے پاس پانی کا ایک چشمہ ہو جس سے پانی پی لیا کروں اور اگر کچھ کھانے کو ہو جائے تو کھا لیا کروں۔ یہ سن کر شیخ عدی اٹھے۔ سامنے دو پتھر پڑے تھے۔ ایک پر شیخ عدی نے پاؤں سے ٹھوکر ماری تو اس سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ پھر دوسرے پتھر کو ٹھوکر ماری تو اس سے ایک انار کا

درخت ظاہر ہوا۔ پھر آپ نے درخت سے کہا کہ میں عدی ہوں اور تجھے حکم دیتا ہوں کہ حکم الٰہی کے تحت ایک دن میٹھا پھل پیدا کر اور دوسرے دن کھٹا۔ پھر آپ نے ابواسرائیل سے فرمایا کہ تم اس جگہ مقیم رہ کر اس درخت کے پھل کھاؤ اور اس چشمے کا پانی پیتے رہو اور جس وقت مجھ کو یاد کرو گے میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ پھر شیخ عدی ان کو چھوڑ کر واپس چلے آئے۔

ابواسرائیل بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے شیخ عدی سے عباداں جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے مجھے اجازت دے کر فرمایا کہ اے ابواسرائیل! اگر دوران سفر تم ایسے درندوں کو دیکھو جن سے تمہیں خوف ہو تو تم ان سے کہہ دینا کہ عدی تم سے کہتا ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ' وہ تمہارے پاس سے چلے جائیں گے اور اگر تم دریا کی موجوں سے خائف ہو جاؤ تو ان سے بھی تم کہہ دینا کہ اے دریا کی متلاطم موجو! تم کو عدی بن مسافر کہتا ہے کہ ٹھہر جاؤ۔

شیخ ابواسرائیل کہتے ہیں کہ جب میں درندوں وغیرہ کو دیکھتا تو جو کچھ آپ نے فرمایا ان سے کہہ دیتا تو وہ میرے پاس سے چلے جاتے۔ پھر میں سمندر میں جہاز پر سوار ہوا۔ جب کبھی سمندر جوش میں آتا اور ہم غرق ہونے کو ہوتے تو میں کہتا کہ اے سمندر کی متلاطم موجو! تم سے شیخ عدی بن مسافرؒ کہتے ہیں کہ ٹھہر جاؤ۔ میں ابھی کلام پورا کرنے نہ پاتا کہ ہوا ساکن ہو جاتی اور سمندر کی موجیں موقوف ہو جاتی تھیں۔

شیخ رجاء الباء سقی فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ عدی ایک کھیت کی طرف جا رہے تھے کہ آپ کی مجھ پر نظر پڑی۔ ایک قبر کے پاس کھڑے ہو کر آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اے رجا! سنتے ہو یہ صاحب قبر مجھ سے درخواست دعا کر رہا ہے۔ جب میں نے قبر کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ اس قبر کے اندر سے دھواں نکل رہا ہے۔ آپ اس قبر کے پاس ٹھہر گئے اور دیر تک تضرع وزاری سے دعا مانگتے رہے حتیٰ کہ قبر سے اٹھنے والا دھواں ختم ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ رجا! ہماری دعا مقبول ہو گئی ہے۔ اور یہ بخش دیا گیا ہے۔ پھر آپ نے قبر کے نزدیک ہو کر پکارا کہ "اے کُردی خوشا خوشا۔" یعنی اب تم خوش ہو۔ صاحب قبر نے جواب دیا کہ ہاں اب میں خوش ہوں۔ شیخ رجا کہتے ہیں کہ میں نے یہ آواز خود سنی اور پھر ہم لوٹ آئے۔

ایک مرتبہ کردوں کے قبیلہ سے ایک جماعت آپ کی زیارت کو آئی اس جماعت میں خطیب حسین نامی ایک شخص تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اے حسین! پوری جماعت کو لے کر چلو تاکہ ہم سب پتھر اٹھا اٹھا کر باغ کی تعمیر کرلیں۔ یہ سن کر پوری جماعت آپ کے ہمراہ روانہ ہوگی۔ اور شیخ نے پہاڑ پر چڑھ کر پتھر کاٹ کاٹ کر نیچے پھینکنا شروع کیے۔ جن کو لوگ اٹھا اٹھا کر جائے وقوع پر پہنچاتے جاتے تھے۔ لیکن ایک شخص کو اوپر سے ایک پتھر آ کر اس زور سے لگا کہ اس کا گوشت ہڈی سے جدا ہوگیا اور وہ زمین پر گر کر فوت ہوگیا۔ حسین نے شیخ کو آواز دے کر کہا کہ فلاں شخص جوار رحمت میں پہنچ گیا۔ یہ آواز سنتے ہی آپ فوراً نیچے اترے اور مردے کے پاس پہنچ کر دعا کرتے رہے یہاں تک کہ وہ زندہ ہوگیا اور ایسا محسوس ہوا جیسے اس کو کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

شیخ اسماعیل تونسی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کثیر جماعت کے ہمراہ تونس سے شیخ عدی کی زیارت کے لئے پہنچا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اس وقت کرامتِ اولیاء کے متعلق بحث ہو رہی تھی۔ شیخ عدی نے فرمایا: ''جس شیخ کو یہ علم نہ ہو کہ اس کے مرید کا قلب ایک شب میں کتنی مرتبہ لوٹتا پلٹتا ہے تو اس کو شیخ نہیں کہا جاسکتا۔ خواہ اس کا مرید مشرق میں ہو یا مغرب میں۔''

اس وقت مجھے خیال ہوا کہ یہ تو بہت ہی سخت مرحلہ ہے۔ کیونکہ میں تو اپنی بیوی سے مجامعت بھی کرتا ہوں۔ لہٰذا میرا شیخ یہ بھی دیکھتا ہے۔ اسی خوف سے گھر واپس آ کر مکمل ایک ماہ بیوی کے پاس نہیں گیا۔ شیخ نے باطنی طور پر حالات معلوم کر کے مجھے بلا بھیجا۔ جب میں حاضر ہوا تو ڈانٹ کر فرمایا کہ ''شیخ سے تمہاری یہ کیسی محبت ہے کہ تم حلال و حرام میں بھی تمیز نہیں کر سکتے۔'' چنانچہ میں نے اشارہ پا کر حکم کی تعمیل کی اور وطن واپس آ گیا۔

شیخ عمر قیسی کا بیان ہے کہ ایک روز شیخ عدی کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جماعت حاضر ہوئی۔ ان میں سے ایک شخص نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ جب تمہارے پاس منکر نکیر آئیں گے تو تم کیا کہو گے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ان سے کہوں گا کہ میں تو شیخ عدی کے مقربین میں سے ہوں۔ یہ سن کر شیخ عدی نے بہت خوش ہو کر فرمایا کہ ''اس نے بالکل سچ کہا

ہے۔"

شیخ عمر فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ عدی نے فرمایا کہ "مرغِ عرش نماز کے وقت عرش کے نیچے اذان دیتا ہے۔" میں نے عرض کیا کہ مجھ کو بھی اس کی آواز سنوا دیجئے۔ چنانچہ نماز ظہر کے وقت آپ نے فرمایا کہ: "اپنے کان میرے کان کے قریب لاؤ۔" جب میں نے حکم کی تعمیل کی اس وقت میں نے مرغ عرش کی آواز سنی' جس کی وجہ سے مجھ پر بہت دیر تک غشی طاری رہی۔

آپ کی پیدائش بیت الفاء میں ہوئی اور آج تک آپ کا پیدائشی مکان وہاں موجود ہے۔ آپ نے ۵۵۵ ہجری میں نوے برس کی عمر پا کر بلد ہکاریہ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار ابھی تک زیارت گاہ خلائق ہے۔

(۷) حضرت شیخ علی بن الہیتیؒ

آپ عراق کے اکابر مشائخ' مشہور عارفین اور آئمہ محققین میں سے تھے اور ایسے شیخ تھے جو اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔ آپ نہر الملک کے دیہات زریران میں رہائش پذیر تھے اور ایک لمبی مدت یہیں مقیم رہے۔ آپ نے اسی سال کی عمر تک اپنے لئے کوئی خلوت خانہ نہیں بنایا تھا بلکہ آپ دیگر فقراء کے درمیان ہی سویا کرتے تھے۔ آپ کو قبول عامہ نصیب تھی۔ مخلوقات کے قلوب میں آپ کی ہیبت و محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اپ اکثر غیب کی خبریں بھی دیتے تھے اور آپ سے لاتعداد خارق عادات کرامات کا ظہور ہوا۔

آپ کے پاس وہ دونوں خرقے موجود تھے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خواب میں شیخ ہوار کو عطا فرمائے تھے اور اُن سے شیخ شنبکی نے حاصل کئے۔ شیخ شنبکی سے شیخ ابوالوفا کے پاس پہنچے اور ان سے شیخ علی بن الہیتی نے حاصل کئے۔

حضور غوث پاک آپ کی بہت تعریف کرتے اور نہایت محبت و احترام کے ساتھ پیش آتے اور اکثر فرمایا کرتے کہ بغداد میں جو اولیائے کرام داخل ہوتے ہیں وہ ہمارے ہی مہمان ہوتے ہیں لیکن ہم شیخ علی الہیتی کے مہمان رہتے ہیں۔ شیخ علی خبازؒ کا قول ہے کہ ہم نے نہیں

دیکھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر نے آپ پر کسی دوسرے کو ترجیح دی ہو۔ حضور غوث پاک اکثر شیخ علی الہیتی کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ جب شیخ علی نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی زیارت کا مقصد کیا تو آپ نے اور آپ کے اصحاب نے دریائے دجلہ میں غسل کیا۔ پھر فرمایا کہ اپنے قلوب کو خطرات (شیطانی وسوسے) سے پاک کر لو۔ اس لیے کہ ہم ایک سلطان دوراں کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔ جب آپ مدرسہ میں پہنچے تو مدرسہ کے دروازے میں چھپ کر کھڑے ہو گئے۔ اور اس وقت غوث پاک کو یہ کہتے سنا کہ اے بھائی! اندر آ جاؤ۔ چنانچہ آپ لرزتے کانپتے اندر جا کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر غوث پاک نے پوچھا کہ اس قدر خوفزدہ کیوں ہیں؟ آپ تو عراق کے سردار ہیں۔ اس پر انہوں نے جواب دیا: ''اے سردار! آپ تو سلطان ہیں میں آپ کے خوف سے کیونکر مامون رہ سکتا ہوں۔'' غوث پاک نے فرمایا کہ آپ کو قطعاً خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔

آپ کی باطنی حکومت مریدین صادق کی تربیت اور ان کی مشکلات کو حل کرنے میں انتہاء تک پہنچی ہوئی تھی اور بے شمار اکابر اولیاء آپ کی صحبت سے نکلے تھے۔ مثلاً شیخ علی محمد بن ادریس یعقوبی وغیرہ۔ ایک بہت بڑی جماعت نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ مشائخ و علماء آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ تاج العارفین ابوالوفا آپ کے بہت مداح تھے اور ہمیشہ آپ کو دوسروں پر فضیلت دیتے تھے۔

حقائق و معارف میں آپ کا کلام بلند ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ شریعت نام ہے مکلف ہونے کا اور حقیقت وہ ہے جس سے معرفت حاصل ہو۔ لہٰذا شریعت مؤید حقیقت ہے اور حقیقت مؤید شریعت' کیونکہ شریعت اللہ تعالیٰ کے افعال کے وجود کا نام ہے اور حقیقت احوال کے شہود کا۔

ایک مرتبہ شیخ علی سماع میں مشغول تھے اور جب تمام مشائخ محظوظ ہونے لگے تو بعض فقہاء اور فقراء نے اس کیفیت پر انقباض ظاہر کیا۔ شیخ نے اس بات کو کشف سے معلوم کر کے اس فعل کو معیوب تصور کر کے کھڑے ہو کر ان کے چاروں طرف گھومنا شروع کر دیا۔ اور وہ جن

جن فقہاء وفقراء کے قریب جاتے تو ان کے تمام علوم سینوں سے محو ہو جاتے حتیٰ کہ آخری فرد کے پاس تک آپ اسی طرح گھومتے ہوئے پہنچ گئے۔ پھر وہ ایک ماہ تک اسی حالت میں رہے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے آ کر آپ کے قدم چومے اور اپنی حرکتوں پر اظہار ندامت کیا۔ جب آپ نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا اور ان کے ہمراہ کھانا کھاتے ہوئے ہر ایک کے منہ میں ایک ایک لقمہ دیا جس کے بعد وہ علم جو ان کے سینوں سے محو ہو چکا تھا واپس آ گیا۔

ایک مرتبہ آپ کو قریہ نہر الملک میں سے کسی گاؤں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر دو گاؤں والے ایک مقتول کے پیچھے تلواریں نکالے ہوئے لڑنے مرنے کو تیار تھے۔ وجہ یہ تھی کہ فریقین میں سے کسی کو قاتل معلوم نہ تھا اور مقتول دونوں فریقوں کے درمیان پڑا تھا۔ آپ اس موقع پر مقتول کے پاس آئے اور اس کی پیشانی پکڑ کر فرمانے لگے کہ اے اللہ کے بندے! بتا تجھ کو کس نے قتل کیا ہے؟ معاً مردہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ مجھے فلاں فلاں نے قتل کیا ہے۔ پھر وہ مردہ ہو کر گر پڑا۔

شیخ ابوالحسن جوسقی روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن آپ کو ایک کنوئیں کے کنارے پر پانی نکالنے کے لئے ڈول ڈالتے ہوئے دیکھا۔ جب آپ نے ڈول نکالا تو اس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ آپ نے کہا اے میرے رب! میں تو پانی چاہتا ہوں جس سے وضو کروں۔ پھر کنوئیں میں ڈول ڈالا تو ڈول میں پھل موجود تھے۔ پھر آپ نے عرض کی یا رب! میں تو وضو کے لئے پانی چاہتا ہوں۔ پھر ڈول ڈالا تو پانی نکلا اور آپ نے وضو کیا۔ پھر اپنا سر کنوئیں میں اوندھا کیا تو اس کا پانی سرے تک آ گیا۔

شیخ علی نہایت ذی وقار ہنس مکھ، بے حد خوبصورت، بہترین اخلاق اور اوصاف کے مالک اور جلیل القدر مناقب کے حامل تھے اپنے دور کے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ کریم اور ذی فہم تھے۔ دیہاتیوں کی طرح سادہ لباس پہنتے تھے۔ آپ کے مناقب اور فضائل اس قدر مشہور ہوئے کہ آج تک اہل طریقت کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

نہر الملک قریہ زریران میں ۵۶۴ ہجری میں آپ نے وفات پائی اور یہیں مدفون

ہوئے۔آج تک آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

(8) حضرت شیخ عبدالرحمٰن طفسونجیؒ

آپ عراق کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔صاحب کرامات تھے اور اکثر اوقات غیب کی خبریں دیا کرتے تھے۔آپ کا مسکن طفسونج تھا جو بلاد عراق میں سے ایک شہر کا نام ہے۔

آپ کی بزرگی اور عظمت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ جناب غوث پاک آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ شیخ عبدالرحمٰن ایک مضبوط پہاڑ ہے جو حرکت نہیں کرتا۔آپ نہایت فصیح البیان تھے۔آپ کا وعظ گردونواح میں مشہور تھا۔فقہاء، علماء اور مشائخ آپ کی مجلس وعظ میں شریک ہوا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے عرض کی کہ میرا درخت گیارہ سال سے بار آور نہیں ہوا اور میری گائیں تین سال سے دودھ نہیں دیتیں۔چنانچہ آپ نے دعا فرمائی تو اسی سال اس کے درخت نے پھل دیئے اور اسی ماہ اس کی گائیں کثرت سے دودھ بھی دینے لگیں۔کسی نے آپ سے عرض کی کہ آپ کا فلاں مرید یہ کہتا ہے کہ جس قدر شیخ کو عطا کیا گیا ہے۔اسی قدر مجھ کو بھی عطا ہوا ہے۔یہ سن کر آپ نے فرمایا ''جس نے مجھ کو عطا کیا ہے اس نے اس کو بھی عطا کیا ہے لیکن جتنا مجھے عطا کیا گیا ہے اس کو اتنا عطا نہیں ہوا۔'' پھر آپ نے فرمایا ''میں اس کو تیر مارتا ہوں۔'' یہ کہہ کر گردن جھکالی اور فرمایا کہ میں نے تیر مارا لیکن اس نے پکڑ لیا۔اب میں اس کو دوسرا تیر مارتا ہوں۔یہ کہہ کر پھر گردن جھکالی اور فرمایا ''دوسرے تیر کو بھی اس نے پکڑ لیا۔اب میں تیسرا تیر چلاتا ہوں۔اگر اس کو بھی اس نے پکڑ لیا تو میں یقین کرلوں گا کہ جس قدر مجھ کو عطا ہوا ہے اس کو بھی اُتنا عطا کیا گیا۔'' یہ کہہ کر کچھ دیر گردن جھکائی اور فرمایا کہ ''وہ مر گیا۔'' چنانچہ ہم لوگ فوراً ہی اس کے گھر پہنچے تو واقعی وہ مر چکا تھا۔

باوجود اس بزرگی، عظمت اور مرتبہ کے آپ سرکار غوث پاک کا نہایت ادب کرتے۔ایک روز آپ گھر سے نکلے تا کہ خچر پر سوار ہو کر نماز جمعہ کے لئے جائیں۔مگر سوار ہوتے وقت

رکاب میں پاؤں رکھتے ہی کھینچ لیا اور کچھ دیر توقف کر کے خچر پر سوار ہوئے۔اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ اسی وقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بھی اپنی خچر پر سوار ہونے کو تھے۔اس لئے میں نے نہیں چاہا کہ میں آپ سے پہلے سوار ہو جاؤں۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ ''پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح درندے کرتے ہیں۔'' یہ کہتے ہی اتنی کثرت سے وحشی جانور نکل پڑے کہ آس پاس کی زمین بھر گئی اور وہ سب اپنی اپنی بولی بولنے لگے حتیٰ کہ شیر اور خرگوش ایک ساتھ بیٹھے نظر آئے۔پھر فرمایا کہ ''پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح پرندے اپنے گھونسلوں میں کرتے ہیں۔'' یہ فرماتے ہی لاتعداد پرندے جمع ہو گئے۔پھر فرمایا۔ ''پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح تیز و تند ہوائیں بھی کرتی ہیں۔'' یہ کہتے ہی ایسی پر کیف ولطیف ہوائیں چلنے لگیں کہ ان سے زیادہ لطیف ہوا کسی نے نہیں دیکھی ہوگی۔پھر فرمایا ''پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح بلند پہاڑ بھی کرتے ہیں۔'' یہ فرماتے ہی پہاڑ حرکت میں آ گئے اور اُن پر سے چٹانیں گرنے لگیں۔آپ نے طسونج ہی میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ کے بیٹے شیخ ابوالحسن علی الحسینی نے عرض کی کہ حضرت مجھ کو کچھ وصیت فرمائیے۔آپ نے فرمایا کہ میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ہمیشہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت وتابعداری اور تعظیم وتکریم کرتے رہنا۔وفات کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ عبدالقادر کی خدمت میں آئے۔آپ نے ان کی بہت عزت کی اُن کو خرقہ پہنایا اور اپنی صاحبزادی کا نکاح ان سے کر دیا۔

(۹) حضرت شیخ بقا بن بطوؒ

آپ عراق کے اکابر عارفین اور مشائخ سے تھے اور ان چار ہستیوں میں سے ایک جو بحکم الٰہی اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا اور مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔جناب غوث پاک آپ کی بہت تعریف، تعظیم وتکریم کیا کرتے تھے۔اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''تمام مشائخ کو تو وزن کر کے دیا جاتا ہے لیکن اپ کو جھولی بھر کر عطا کیا گیا ہے۔''

شیخ ابو محمد علی بن ادریس یعقوبی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ کے گاؤں میں آگ لگی اور دور تک پھیل گئی۔ آپ گئے اور آگ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے آگ! بس یہیں تک رہ' معاً آگ بجھ گئی۔

ایک مرتبہ تین فقہاء نے آپ کی امامت میں نماز ادا کی لیکن آپ کی قرات کو اپنے معیار کے مطابق نہ پا کر کچھ بدظن سے ہو گئے اور جب رات کو سوئے تو تینوں کو احتلام ہو گیا اور جب نہر میں غسل کی نیت سے داخل ہوئے تو ایک شیر نے ان کے کپڑوں پر قبضہ کر لیا۔ سردی کی شدت سے تینوں کو ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو گیا تو انہیں اپنی غلطی کا احساس بھی ہوا۔ اپنے دلوں میں ندامت محسوس کر کے توبہ کی شیر نے کپڑے چھوڑ دیئے اور یہ پہن کر واپس ہوئے۔ اور جب شیخ خانقاہ سے برآمد ہوئے تو وہ شیر آپ کے قدموں میں لوٹنے لگا۔ آپ نے اس کو مارتے ہوئے فرمایا کہ "تو نے ہمارے مہمانوں سے کیوں تعارض کیا؟ اگرچہ وہ ہماری ذات سے بدظن تھے۔" جب وہ شیر چلا گیا تو تینوں فقہا نے آپ کے سامنے توبہ کی تو آپ نے ان سے فرمایا "تم زبانوں کی اصلاح کرتے ہو اور ہم قلوب کے مصلح ہیں۔"

آپ ان مشائخ میں سے ہیں جو غوث پاک کے مدرسہ میں جھاڑو دیا کرتے اور پانی چھڑکاؤ کرتے تھے۔ آپ نہر الملک کے نزدیک یا بوس نامی بستی میں رہائش پذیر تھے۔ اسی (۸۰) سال سے زائد عمر پائی اور اسی بستی میں دفن ہوئے۔

(۱۰) حضرت شیخ ابو سعید قیلویؒ

آپ بڑے قوی حال' مفتی زمانہ اور فقہائے معتبرین میں سے تھے۔ اور ان چار بزرگ ہستیوں میں سے تھے جن کی دعائیں قبول ہوتی تھیں آپ کی صحبت سے اکابر اولیاء و علماء فیض یاب ہوئے جن میں شیخ ابو الحسن قرشی' ابو عبداللہ محمد بن احمد مدینی' خلیفہ بن موسیٰ اور مبارک بن علی شامل ہیں۔ آپ قرائے نہر الملک میں سے قریہ قیلویہ میں رہائش پذیر تھے اور تا حیات یہیں مقیم رہے۔

شیخ ابوالحسن علی قرشی کا بیان ہے کہ ایک دن آپ قضائے حاجت کے لئے نکلے۔ میں پانی کا بھرا ہوا لوٹا لے کر آپ کے پیچھے پیچھے گیا۔ راستہ میں اچانک لوٹا میرے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا۔ آپ نے قضائے حاجت سے فارغ ہو کر اُس لوٹے کو اٹھایا تو وہ صحیح وسالم تھا اور اس میں پہلے کی طرح پانی بھرا تھا۔

ایک دفعہ آپ نے قیلویہ کے میدان میں ایک چٹان پر کھڑے ہو کر اذان دی۔ اذان کہتے ہوئے جب آپ نے اللہ اکبر کہا تو آپ کی تکبیر کی ہیبت سے زمین لرز گئی اور چٹان کے پانچ ٹکڑے ہو گئے۔

شیخ علی قیلوی ایک دن لوگوں سے محو گفتگو تھے کہ کچھ لوگ آپ کی خدمت میں دو سر بند تھیلے لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے سلسلہ کلام منقطع کر کے فرمایا کہ ''تم لوگ رافضی ہو اور یہ امتحان لینے آئے ہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ ان تھیلوں میں کیا ہے؟'' آپ نے ان تھیلوں کی بابت بتا کر ایک تھیلا کھولا تو اُس میں سے ایک اپاہج بچہ نکلا۔ آپ نے فرمایا ''کھڑا ہو جا۔'' یہ سن کر وہ دوڑنے لگا۔ پھر جب دوسرا تھیلا کھولا گیا تو اس میں سے ایک تندرست بچہ برآمد ہوا۔ آپ نے اسے حکم دیا۔ ''بیٹھ جا'' یہ سنتے ہی وہ بچہ اپاہج ہو گیا یہ کیفیت دیکھ کر وہ لوگ فوراً تائب ہو گئے اور قسم کھا کر بتایا کہ ان کے حال کو سوا اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا تھا۔

آپ جب کبھی بغداد میں آتے تو پہلے غوث پاک کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتے۔ جب مدرسہ کے دروازے یا سرائے کے دروازے پر پہنچتے تو چوکھٹ کو چومتے۔ آپ کی وفات قیلویہ کے اندر ۵۵۷ ہجری میں ہوئی۔ آپ کی قبر اب تک موجود ہے۔

آپ نہایت ہنس مکھ اور بہترین اخلاق و عادات کے مالک تھے وفات کے وقت اپنے صاحبزادے ابوالخیر سعید کو یہ وصیت کی کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا احترام کرتے رہنا اس لیے کہ وہ اس دور میں اولیاء کرام کے باطنوں کی خوشبو ہیں اور اس وقت اہل زمین میں سب سے زیادہ قرب الٰہی انہیں حاصل ہے۔

(۱۱) تاج العارفین شیخ ابوالوفاؒ

آپ عراق کے ایک گاؤں قلمیبا میں رہائش پذیر تھے۔ آپ کا تعلق کرد قبیلہ سے تھا۔ آپ صاحب کرامات، صاحب احوال جلیلہ اور صاحب انفاس صادقہ تھے۔ شیخ علی بن الہیتی، بقا بن بطو، عبدالرحمٰن طفسونجی، شیخ مطہر وغیرہ بہت سے دیگر مشائخ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے چالیس خدام بڑے قوی حال تھے۔ مشائخ عراق آپ کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے جھنڈے کے نیچے آپ کے مریدوں میں سترہ سلاطین ہیں۔ آپ کے پیر طریقت حضرت شیخ محمد شنبکی نے آپ سے بیعت لی تو اس وقت فرمایا کہ آج میرے جال میں ایک ایسا پرندہ پھنسا ہے جو آج تک کسی شیخ طریقت کے جال میں نہیں پھنسا۔

آپ نے بھی ابتدائی دور میں ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کیا ہوا تھا۔ تائب ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ شیخ شنبکی کے علاقے میں آپ نے لوگوں کے مویشی لوٹ لئے۔ لوگوں نے شیخ شنبکی سے شکایت کی کہ ڈاکوؤں نے ہمارے تمام مویشی لوٹ لئے ہیں اور ہم میں مقابلے کی طاقت نہیں تو آپ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ جا کر ڈاکوؤں سے کہہ دو کہ شیخ ابو محمد تمہیں توبہ کی دعوت دے کر کہتا ہے کہ سب لوگوں کے مویشی واپس کر دو۔ جب خادم ان کے پاس پہنچے اور شیخ ابوالوفا کی نظر اُس پر پڑی تو وہ بے ہوش ہو گیا۔ وہ خادم جب ہوش میں آئے تو دیکھا کہ ان کا سر شیخ تاج العارفین کے زانو پر رکھا ہے اور آپ اس سے پوچھ رہے ہیں کہ تمہارے شیخ نے تم سے کیا کہلا کر بھیجا ہے؟ خادم نے کہا کہ میرے سردار نے حکم دیا ہے کہ تم لوگ توبہ کر کے لوٹا ہوا مال مویشی واپس کر دو۔ چنانچہ آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر کہا ''اچھا میں توبہ کرتا ہوں۔'' پھر آپ نے کپڑے پھاڑ ڈالے اور مویشی واپس کرنے کا حکم دے کر اس خادم سے کہا ''جا کر اپنے شیخ سے کہہ دو کہ میں حاضر ہوں گا۔'' جب خادم نے واپس آ کر شیخ ابو محمد شنبکی سے ان کا قول دُہرایا تو لوگوں نے پوچھا کہ ان کے اس جملہ کا کیا مفہوم ہے؟ آپ نے فرمایا ''ابوالوفا ضرور آئے گا وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔''

چنانچہ جب وہ اچانک جا پہنچے تو شیخ شنبکی نے معانقہ کر کے ان سے بیت لی اور اپنا خرقہ پہنا کر اپنے پہلو میں بٹھا کر دُعائیں دیں۔ جب موذن نے ظہر کی اذان دی تو شیخ ابوالوفا نے کہا کہ ''اس وقت تک انتظار کرو جب تک عرش کا مرغ اذان نہ دیدے۔'' یہ جملہ سن کر شیخ شنبکی نے پوچھا کہ اے میرے بیٹے! کیا تم مرغ عرش کی صدا سنتے ہو؟'' انہوں نے جواب دیا کہ ''میں تو ۲۳ سال سے اس کی آواز سنتا ہوں۔'' یہ سن کر شیخ شنبکی نے فرمایا ''اللہ نے تیرے اوپر بساط علم کو وسیع فرما دیا ہے۔'' چنانچہ جب شیخ ابوالوفا بغداد میں داخل ہوئے تو آسمان سے کسی نے ندا دی کہ ''اے لوگو! اس کی تعظیم کے لئے تیار ہو جاؤ۔'' چنانچہ قوم نے آپ کا عظیم الشان استقبال کیا۔

شیخ عزاز بن مستودع کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریمؐ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ ''ابوالوفا کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں جس پر قیامت کے دن دوسری امتوں کے مقابلہ میں فخر کیا جائے گا۔'' سیّدنا غوث پاک نے فرمایا کہ ''کردی قبیلے کے لوگوں میں ابوالوفا سے زیادہ کوئی فرد بھی اللہ تعالیٰ کے دروازے سے وابستہ نہیں ہوا۔'' شیخ ابوالوفا فرماتے تھے کہ میں شام کے وقت عجمی بن جاتا ہوں اور صبح کے وقت عربی ہوتا ہوں۔'' قاضی القضاۃ مجیر الدین علیمی نے اپنی تاریخ میں آپ کا شجرۂ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے ساتھ ملاتے ہوئے آپ کو قطب دوراں لکھا ہے۔

آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ شیخ صالح ابو عمرو عثمان بیان کرتے کہ مجھ سے میرے پیر طریقت شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی نے ذکر کیا کہ ایک روز حالت جذب میں میری زبان سے یہ نکل گیا کہ جب تک میں زندہ ہوں ہرگز شیخ ابوالوفاء کے پاس قلمیبا نہیں جاؤں گا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے استغفار کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن! کیا تم نے ایسا کہا تھا؟ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا کہ اب کون سا وقت ہے؟ میں نے کہا حضرت ظہر کا۔ پھر آپ نے درمیانی انگلی کو انگشت شہادت پر رکھا اور

فرمایا بتاؤ اب کیا وقت ہے؟ میں نے دیکھا چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی چھائی ہے۔ میں نے عرض کیا حضور اس وقت رات ہے۔ پھر آپ نے انگوٹھی کو انگلی سے نکال کر مصلّٰی کے کنارے کے نیچے پھینک دیا اور فرمایا کہ میرے قریب ہو کر دیکھو کہ انگوٹھی کہاں گئی ہے۔ میں نے انگوٹھی دیکھنے کے لیے مصلّٰی کا کنارہ جو اٹھایا تو ایک بہت بڑا گڑھا دیکھا جس میں آگ بہت زور سے شعلہ زن ہے میں دیکھ کر ڈر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن اگر باپ کی شفقت بیٹے پر نہ ہوتی تو تم اس انگوٹھی کے مکان میں ہوتے۔

ایک مرتبہ دس اولیاء جو کہ منازل سلوک طے کر رہے تھے ایک مشکل در پیش آئی۔ وہ سب کے سب جمع ہو کر تاج العارفین ابوالوفاء کی خدمت میں آئے تا کہ مشکل حل کرائیں۔ جب وہ آپ کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ سو رہے ہیں اور آپ کا ہر عضو تسبیح و تہلیل اور تقدیس میں مشغول ہے۔ لہٰذا وہ سب بیٹھ کر آپ کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ آپ کے اعضا بولنے لگے اور وہ مشکل مقام جس کے حل کے لئے آئے تھے حل کر دیا۔ عقدہ حل ہونے کے بعد وہ آپ کے بیدار ہونے سے قبل ہی لوٹ گئے۔

آپ ۱۲ رجب ۴۱۷ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۰ ربیع الاوّل ۵۰۱ ہجری میں بغداد کے شہر قلمیدیا میں وفات پائی۔

وفات کے بعد جب آپ کی تسبیح کو زمین پر رکھتے تو اس کا ہر دانہ زمین پر چکر لگاتا تھا۔

(۱۲) حضرت شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردیؒ

آپ عراق کے بہت بڑے شیخ، مفتی، عارفین کے صدر محققین کے سردار، علامۃ العلماء، صاحب کرامت، صدق و صفا کے پیکر صاحب حال و معرفت ہوئے ہیں۔ آپ نے مدرسہ نظامیہ بغداد میں مدتوں درس و تدریس کی اور فتوے دیئے۔ اس کے علاوہ آپ نے شریعت و طریقت پر بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ علماء جیسا لباس پہنتے اور خچر پر سواری کرتے۔ آپ کی عظمت و بزرگی پر مشائخ و علماء کا اجماع ہے۔

آپ نے حقائق و دقائق پر بڑی گراں قدر گفتگو فرمائی ہے فرمایا احوال قلوب کے معاملات ہیں جو صفات افکار سے شیریں ہو جاتے ہیں۔ انہی احوال سے مراقبہ، قرب الٰہی، محبت، خوف، حیا، انس، یقین اور مشاہدہ ہے۔ جو لوگ حالتِ قرب میں عظمت الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہیں ان پر محبت و رجا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

فرمایا تصوف کی ابتداء علم ہے۔ درمیان عمل ہے اور آخری منزل خوف ہے۔ علم تو مرادوں کو منکشف کرتا ہے۔ عمل طلب کا معاون ہوتا ہے اس طرح خوف امید کی آخری منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ اور جو لوگ ان چیزوں کے اہل ہوتے ہیں ان کے تین درجے ہیں۔ اوّل مرید جو طالب ہوتا ہے۔ دوم متوسط جو سیر کرتا رہتا ہے۔ سوم منہتی جو واصل باللہ ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے مرید صاحب وقت ہوتا ہے، متوسط صاحب احوال اور منتہی صاحب یقین۔ ان حضرات کے نزدیک انفاس شماری ہی سب سے افضل شغل ہے۔ مرید کا کام مجاہدات و ریاضت کرنا اور لذتوں سے کنارہ کشی کرنا ہے اور وہ حظ نفس اور لذات سے دور رہتا ہے۔ متوسط کا مقام راہ طلب میں سختیاں برداشت کرنا اور تمام احوال میں صدق و صفا کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنا اور مقامات ادب کو ملحوظ رکھنا اور احوال پر نظر رکھنا ہے۔ منتہی کا مقام صحود (باطل کو چھوڑنا، صاف و شفاف ہونا) وثبات اور اجابت حق ہے اور وہ مقامات سے تجاوز کرتا ہوا استقامت کی ایسی منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں تغیر احوال ختم ہو جایا کرتے ہیں اور اس کے لئے سختی و نرمی کی حالت مساوی ہو جاتی ہے وہ عطا و منع وفا و جفا ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اس کا کھانا اور فاقہ، بیداری اور سونا سب برابر ہو جاتے ہیں۔ گو وہ بظاہر مخلوق سے وابستہ معلوم ہوتا ہے لیکن بہ باطن حق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ ذات نبوی کا پرتو ہے۔

آپ سے بہت سی کرامات کا ظہور بھی ہوتا رہتا تھا۔ شیخ عبداللہ بن مسعود رومی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شیخ کے ہمراہ بازار سوق الشیاطین سے گزرا تو شیخ کی نظر ایک مذبوحہ بکری پر پڑی جو قصائی کی دکان پر لٹکی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا "یہ بکری مجھ سے کہہ رہی ہے کہ مجھے ذبح نہیں کیا گیا بلکہ میں مردار ہوں۔" یہ سن کر قصائی بے ہوش ہو گیا اور ہوش میں

آنے کے بعد اُس نے واقعہ کی صحت کا اعتراف کیا اور آپ کے ہاتھ پر تائب ہو گیا۔

دوسری کرامت شیخ عبداللہ بن مسعود نے یہ بیان کی کہ ایک مرتبہ میں آپ کے ساتھ ایک پل پر سے گزر رہا تھا کہ دوسری جانب سے ایک شخص پھل لئے ہوئے آ رہا تھا۔ شیخ نے فرمایا "یہ پھل میرے ہاتھ فروخت کر دو۔" اس نے پوچھا آپ کیوں خریدنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ پھل مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ ہمیں اس شخص سے نجات دلا دیجئے۔ کیونکہ اس نے ہمیں شراب کے بعد کھانے کے لئے خریدا ہے۔ یہ سن کر وہ شخص بیہوش ہو گیا۔ اس کے بعد اُس شخص نے شیخ کے ہاتھ توبہ کر کے بتایا کہ خدا کی قسم میری نیت کا خدا کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔

تیسری کرامت یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں آپ کے ہمراہ کرخ سے گزر رہا تھا کہ ہم نے ایک مکان کے اندر سے نشہ کرنے والوں کی آوازیں سنیں۔ شیخ نے ان کی دہلیز پر دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد مکان سے جو لوگ برآمد ہوئے وہ سب صالح بن چکے تھے۔ اور جب ہم اندر داخل ہوئے تو شراب پانی بن چکی تھی اور سب شرابیوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔

آپ سہرورد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں سکونت اختیار کی۔ آپ کا انتقال ۱۸ جمادی الاوّل بروز ہفتہ ۵۶۳ ہجری میں ہوا۔

بہجۃ الاسرار کے مصنف لکھتے ہیں کہ آپ کو نجیب الدین ابوالنجیب عبدالقاہر کے نام سے بھی موسوم کیا گیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی ولادت شہر روز میں ۴۹۰ ہجری میں ہوئی۔

(۱۴) عارف باللہ شیخ علی بن وہب ربیعیؒ

آپ عراق کے جلیل القدر اولیاء میں سے ہوئے ہیں اور آپ سے بہت سی خارق عادات کرامات کا ظہور ہوا۔ علوم وحقیقت کے اعتبار سے آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ ان ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کی ہیبت اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے قلوب میں ڈال دی تھی اور جن سے بہت سے اسرار و رموز اور علوم غیبیہ ظاہر ہوئے۔

آپ نے سنجار اور اس کے قرب وجوار میں اپنے مریدین کو تربیت دے کر منتہائے کمال

تک پہنچایا۔ان میں شیخ سوید اسنجادی، شیخ ابوبکر خباز اور شیخ صنائی وغیرہ شامل ہیں۔اس کے علاوہ مشرق کے بے شمار لوگ آپ سے منسوب ہوئے۔آپ کے اکہتر صاحب احوال مریدین میں سے جب ایک کا انتقال ہوا تو تمام لوگ خانقاہ کے باغ میں جمع ہو گئے۔اوران میں سے ہر ایک شخص باغ کی گھاس توڑ کر جب اس پر پھونک مارتا تو اس میں سے مختلف اقسام کی خوشبو پھیل جاتی۔اور مختلف رنگ نمودار ہونے لگتے اور شیخ علی بن وہب فرماتے جاتے کہ

''اللہ نے مجھے اپنے کرم سے امور مخفیہ پر مطلع فرمایا ہے۔''

آپ کا لقب راد الغائب تھا۔اس کی وجہ یہ تھی جب کسی شخص کا روحانی سلسلہ منقطع ہو جاتا تو آپ کی زیارت کے بعد اس کی سابقہ کیفیت بحال ہو جاتی۔آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں خواب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خرقہ عطا فرمایا اور دوسرے شخص شیخ بن ہوار ہیں جنہیں آپؓ سے خرقہ ملا تھا۔ان حضرات نے خواب سے بیدار ہو کر خرقہ کو عالم دنیا میں اپنے جسم پر پایا۔

ایک مرتبہ شیخ بن ہوار، شیخ عدی بن مسافر اور شیخ موسیٰ زولی جبل شکریہ کے ایک بڑے پتھر کے قریب جمع ہوئے۔انہوں نے اس وقت شیخ علی بن وہیب سے سوال کیا کہ توحید کیا ہے؟ آپ نے اس پتھر کی جانب اشارہ کر کے فرمایا ''اللہ'' یہ کہتے ہی پتھر درمیان میں سے شق ہو گیا۔اور مشہور یہ ہے کہ لوگ اس شق شدہ پتھر کے درمیان نماز پڑھتے تھے۔اور اسکی بہت شہرت ہوئی۔

عمر بن عبدالحمید بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے اپنے والد کے حوالے سے سنایا کہ ہم نے چالیس سال تک شیخ علی بن وہب کے پیچھے نماز پڑھی ہے جب ہم نے ان سے ان کے ابتدائی حالات دریافت کئے تو انہوں نے بتایا کہ سات سال کی عمر میں تو میں نے قرآن پاک حفظ کیا۔اس کے بعد بغداد جا کر علماء سے تیرہ سال کی عمر میں قرأت سیکھی اور وہیں مقیم ہو کر حصول علم میں مشغول ہو گیا اور شہر سے باہر ایک مسجد میں عبادت کیا کرتا۔چنانچہ ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے آ کر فرمایا کہ ''اے علی تمہیں طاقیہ (ٹوپی)

پہنانے کا حکم مجھے دیا گیا ہے۔'' اور یہ فرما کر آستین میں سے ٹوپی نکال کر میرے سر پر رکھ دی۔ پھر چند ایام کے بعد میرے پاس حضرت خضرؑ نے آ کر حکم دیا کہ ''اے علی نکل کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرو۔'' لیکن میں نے وعظ شروع نہ کیا۔ اگلی رات میں نے حضرت صدیق اکبرؓ کو دیکھا اور آپ بھی وہی فرما رہے ہیں جو حضرت خضرؑ نے فرمایا تھا۔ اب مجھ پر حقیقت آشکار ہوئی۔ اس کے بعد حضورؐ کی زیارت ہوئی اور آپؐ نے بھی وہی حکم دیا جو اس سے قبل وہ دونوں حضرات دے چکے تھے۔

اس خواب سے بیدار ہو کر میں نے باہر نکل کر تبلیغ دین کا قصد کر لیا۔ اسی شب جب میں دوبارہ سویا تو مجھے دیدار الٰہی سے مشرف کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''اے میرے بندے! میں نے تجھے اپنی صفات کا مظہر بنا دیا ہے۔ تمام احوال میں تجھ کو میری تائید حاصل رہیگی۔ اور تو میری مخلوق کے لئے سبب رحمت بن جائے گا۔ لہٰذا مخلوق کے پاس پہنچ کر اپنے علم کے مطابق میرے احکام کی تبلیغ کر اور انہیں میری نشانیاں دکھا۔'' صبح کو جب میں گھر سے چلا تو عوام و خواص علماء وصلحاء میرے گرد جمع ہو گے اور میرا احترام کرنے لگے اور میرے پاس نذرانے لے کر آنے لگے اور میری شہرت زبان زد عام ہو گئی۔ آپ کا یہ فرمان شہرت حاصل کر گیا کہ جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے یا اس کا حصول چاہتا ہے اس کے اضطراب قلبی دور ہو جاتے ہیں۔

آپ کے اقوال بہت مشہور ہوئے۔ فرمایا مرید وہ ہے جو محب اور طالب ہو۔ مراد وہ ہے جو مطلوب اور محبوب ہو اور جب اسے بارگاہ قدس کی جانب پکڑ کر کھینچا جائے تو اس پر شوق کا غلبہ طاری ہو کیونکہ وہ جس شے کا طالب ہے وہ شے اس کو حاصل ہو جاتی ہے اور راستوں کی طوالت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اس وقت اس کا نفسانی امر زائل ہو جاتا ہے اور کائنات کو اس سے پوشیدہ کر دیا جاتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ زہد نام ہے فریضہ، فضیلت اور قربت کا۔ فریضہ نام ہے حرام سے گریز کرنے کا۔ فضیلت نام ہے مشتابہات میں تمیز کرنے کا۔ قربت نام ہے حلال اختیار کرنے کا۔ اور زہد عام ہے ورع سے کیونکہ زہد ہر شے سے منقطع ہو جانے کا نام ہے۔ لیکن ورع مکمل تقویٰ ہے۔

اخلاص کی علامت یہ ہے کہ مشاہدہ حق کے سبب مخلوق نظروں سے دور ہو جائے اور تمہاری فنا کو بقائے ابدی حاصل ہو جائے۔ جو لوگ اپنے باطن کو ماسوائے اللہ سے آراستہ کر لیتے ہیں ان کے قلوب سے رحمت کا اخراج ہو جاتا ہے اور ان کے قلوب کو حرص و ہوس سے ملبوس یعنی چھپالیا جاتا ہے۔ آپ اکثر مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے۔

مَنْ اَظْهَـرُوْهُ عَلٰی سِرِّ دَبَاحِ بِـهٖ　　　لَمْ یَطْلَعُوْهُ عَلَی الْاَسْرَارِ مَا عَاشَا

(ترجمہ): جس کو وہ کوئی بھید بتادیں اور وہ اس کو عام کرے تو پھر زندگی بھر اس کو کوئی راز نہیں بتایا جاتا۔

وَالْـمُبَعْـدُوْهُ فَلَـمْ یَـنْـعَـمْ بِقُـربِهِم　　　وَاَبْـدَلُـوْهُ مَـكَـانَ الْاُنسِ اَیحَـاشَـا

(ترجمہ) جس کو وہ اپنی بارگاہ سے دھتکار دیں پھر اس کو کبھی قرب نصیب نہیں ہوگا اور اس پر انس کی بجائے وحشت عطا کی جائے گی۔

لَا یَـصْـطَفُوْنَ مَزِیعًا بَعْضَ سِحْرِ هِمْ　　　مَـاشَـا جَلالَهِـم مِنْ ذٰلِكُمْ حَـاشَـا

(ترجمہ): وہ کبھی راز فاش کرنے والے کو اپنا محرم راز نہیں بناتے۔ کیونکہ یہ ان کی جلالت شان سے بعید ہے۔

شیخ محمد علی بن وہب بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کے دور میں ایک شخص محمد بن ہمدانی تھا جس کے مشاہدات واحوال اس سے پوشیدہ ہو گئے تھے اس کی کیفیت یہ تھی کہ وہ ملائکہ عرش کا مشاہدہ کیا کرتا تھا۔ اس کو کوئی ایسا مرد نہ ملا جو اس کے احوال لوٹا دے۔ لہٰذا وہ شیخ علی بن وہب کے پاس آیا۔ آپ نے نہایت تکریم کے ساتھ اس سے ملاقات کر کے فرمایا کہ: "اے شخص محمد! میں تیری کیفیت کو مزید اضافہ کے ساتھ واپس لاسکتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس کو آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا۔ اور جب اس نے آنکھیں بند کرلیں تو واقعی عرش کے فرشتوں کا مشاہدہ کرنے لگا۔ اس پر شیخ نے فرمایا کہ یہ تو تیرا پہلا حال تھا۔ اب میں اس میں دو چیزوں کا مزید اضافہ کرتا ہوں۔ اس کو دوبارہ آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا۔ جب اس نے آنکھیں بند کرلیں تو عالم ملکوت کے اسفل سے اعلیٰ درجہ تک عالم ہموت کا مشاہدہ کرنے لگا۔ پھر فرمایا کہ دوسرا اضافہ یہ ہے کہ تو ایک

قدم میں دنیا کے کسی بھی حصہ میں پہنچ جائے گا۔ جب اس نے ایک قدم اٹھایا تو شیخ کے پاس پہنچ گیا اور دوسرے قدم میں شیخ کی برکت سے ہمدان پہنچ گیا۔

مراکش سے ایک شخص عبدالرحمٰن نامی آپ کی خدمت میں آیا اور ایک چاندی کا ٹکڑا آپ کے سامنے رکھ کر کہا کہ اس کو میں نے فقرا کے لئے تیار کیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے حاضرین میں سے ایک شخص سے فرمایا ''تمہارے اور دوسروں کے پاس جتنے تانبے کے برتن ہوں لے آئے۔'' جب بہت سے لوگ برتن لے آئے تو شیخ نے برتنوں کو وسط خانقاہ میں رکھ کر ان پر چلنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد اس میں سے بعض سے سونے کی شکل اختیار کر لی اور بعض نے چاندی کی۔ پھر شیخ نے برتن لانے والوں سے فرمایا کہ یہ سب لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے وہ سب سونا چاندی اٹھالیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ''اے عبدالرحمٰن! خدا نے مجھے سب کچھ عطا فرمایا ہے لیکن میں نے اس لئے چھوڑ دیا کہ مجھ کو اس کی حاجت نہیں۔ لہٰذا اپنا چاندی کا ٹکڑا اٹھا لو۔''

عبدالرحمٰن نے ان برتنوں کے مختلف شکل اختیار کرنے کا سبب پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ ''جو شخص بلا کسی غرض کے تانبہ لایا تھا وہ تو سونا بن گیا اور جس کی کوئی ذاتی غرض وابستہ تھی اسی نے چاندی کی شکل اختیار کر لی۔ اور جو لوگ بدنیتی سے لائے تھے ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔''

آپ کے پاس کھیتی باڑی کے لئے دو بیل تھے جو بغیر ہاتھ لگائے صرف اشارے سے چل پڑتے اور ٹھہر جاتے تھے۔ ان میں سے ایک بیل مر گیا تو آپ نے اس کا سینگ پکڑ کر اللہ سے زندہ کر دینے کی دعا کی۔ لہٰذا وہ بیل دُعا کے دوران کان جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

آپ سنجار کے مضافات میں بدریہ نامی بستی میں قیام پذیر تھے۔ وہیں اسی (۸۰) سال سے زیادہ عمر میں وصال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ بدویوی کے قبیلہ بنی ربیعہ شبستان سے تعلق رکھتے تھے۔

(۱۴) شیخ ابو محمد القاسم بن عبد البصریؒ

آپ نے عارفین اور مقربین عراق میں بہت بلند مقام پایا۔ اور آستانہ غوثیت مآب پر باقاعدگی سے حاضر دیتے تھے۔ آپ کے مدارج منازل قرب میں بہت ہی بلند تھے۔ آپ ان ہستیون میں سے تھے جنہیں حق تعالیٰ ظاہر کر کے کائناتی نظام میں تصرف کا فرض سپرد کر دیتا ہے۔ اس لئے ان سے مسلسل خرق عادت کرامتیں ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔ آپ ہمیشہ شریعت اور طریقت کو ساتھ لے کر چلتے تھے۔

آپ مالکی مسلک کے پیرو تھے۔ آپ کو عراق کے قرب و جوار کے لئے فتاویٰ نویسی کا قلم دان سپرد کر دیا گیا تھا۔ علم و عمل حال و قال کے اعتبار سے باطنی حکومت آپ پر ختم ہوگی بصرہ اور اس کے قرب جوار کے مریدین کی آپ نے مکمل تربیت فرمائی۔ بڑے بڑے مشائخ اور علماء آپ کے مریدوں میں سے ہوئے۔

آپ اکثر مشاہدہ حق کی تعریف' اسرار شریعت و حقیقت بیان فرماتے تھے۔ آپ کا کلام حقائق سے لبریز ہوتا تھا۔ آپ کا ایک قول یہ ہے کہ شاہد حق اپنے مشہود وجود (ظاہر جسم) کو فنا کر دیتا ہے اور اپنی آنکھوں سے نیند کو قطعاً ختم کر دیتا ہے کیونکہ مشاہدہ حق میں شراب سے کہیں زیادہ نشہ ہے جس سے اہل وجد و کیف کی روحیں معطر و لطیف ہو جاتی ہیں۔ ان کا کلام مردہ قلوب کو حیاتِ نو بخشتا ہے۔ عقلوں میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے' نہ صرف یہ بلکہ اہل وجد سے ہر شے میں تمیز کرنے کو اس طرح ختم کر دیا جاتا ہے کہ وہ بہت سے مکانوں کو ایک ہی مکان تصور کرنے لگتے ہیں اور بہت سی اشیاء انہیں ایک ہی شے نظر آنے لگتی ہیں (یہاں کثرت میں وحدت کے مسئلہ کو عیاں کیا گیا ہے)

شاہد حق کی ابتدائی منزل یہ ہے کہ اس سے تمام حجابات اٹھا دیئے جائیں تا کہ وہ اپنے نگران کا بذاتِ خود مشاہدہ کرنے لگے وہ اس طرح حضوری فہم کے ساتھ غیب کا بھی ملاحظہ کرنے لگتا ہے۔ اپنے باطن سے گفتگو کرتا ہے اور یاس و حرماں اس سے مفقود ہو جاتے ہیں۔

صحت وجد کی علامت یہ ہے کہ سالک اوصافِ بشریت کے باوجود تمام علائق سے قطع تعلق کر کے احاطہ وجد میں آجاتا ہے کیونکہ کھوئے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اہل وجد کے دو مقام ہیں۔ اول ناظر' دوم منظور' ناظر تو وہ مخاطب ہوتا ہے جو مشاہدہ حق کرتا رہتا ہے۔ اور منظور وہ مغیب ہے جس کو پہلی ہی مشقت میں اچک لیا جاتا ہے کیونکہ وجود ہی بندے کے لئے موجب ہلاکت ہوتا ہے۔ صاحبِ وجود مدہوش بھی ہوتا ہے اور باہوش بھی۔ باہوشی اس کی بقا ہے اور مدہوشی حق سے حق کی طرف فنا ہے اور یہ دونوں حالتیں متواتر ہوتی رہتی ہیں۔

اسی طرح وجود کی تین قسمیں ہیں: اوّل وجودِ علم' جو علم شواہد کو اپنے وجود کی وجہ سے مکاشفہ حق سے منقطع کر دیتا ہے۔ دوم وجودِ حق' یہ غیر منقطع ہونے والا وجود ہے۔ سوم ایسا وجود جس میں علامت وجود پائی جاتی ہو۔ ایسی حالت میں جب بندے پر وصفِ جمال منکشف ہوتا ہے تو اس کے قلب میں نشہ کی سی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ روح گنگنانے لگتی ہے اور باطن حیران و سرگشتہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس مفہوم کو اشعار میں اسی طرح ادا کیا گیا ہے۔ (ترجمہ): (1) تیرے نشہ کا اترنا تیری گفتگو سے ہے اور اصل یہی ہے اور تیرا شکر ادا کرنا تیرے دیدار سے تیرے لئے شراب کو مباح کرتا ہے۔

(۲) نہ تو اس کا ساقی تھکا اور نہ ہی پینے والا تھکا۔ اس کے جام کا حسن عقل کو مدہوش کر دیتا ہے۔

ہر وہ شے جو غیر حق ہو مشاہدہ کے نور کی عزت وحیرت سے خالی نہیں اور جو حق ہو اس پر غلبہ تبدیل نہیں ہوتا۔ پھر ہوش زندگی کی ایک منزل ہے۔

فرمایا زندگی تین چیزوں کا نام ہے: (1) علمی زندگی: اس میں تین نفوس ہیں' خوف' امید اور محبت۔

دوسری زندگی' ہجر کے خوف سے وصل۔ اس کے بھی تین نفوس ہیں: ہیبت' وجود' انفراد' جس میں نہ تاب نظارہ ہے اور نہ قوتِ اشارہ۔ وجدانیات' وظائف و اوراد کے نتائج ہیں۔

احوال کا ترک اس وقت سے قبل ہونا چاہیئے جب بندہ اللہ کو ہر جگہ موجود پائے جس نے

اللہ کے رازوں کو چھپانے میں احتیاط سے کام نہ لیا تو اللہ اسی کی زبان سے اس کے عیوب کا
اعلان کرادیتا ہے۔

آپ اکثر مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے (ترجمہ)

(۱) میرے روح کے بھید تیرے عطیات کو چھپانے لگے اور میں انہیں ظاہر نہیں کروں گا۔

(۲) تو بھید کا اعلان کراتا اس بھید کا جو تجھ سے ملنے والا تھا اور جب تک بھید ظاہر کرنیوالا نہ
ملے تو خالی بھید میں کیا خوشی ہے۔

(۳) میرا بھید مجھے دیکھنے لگا تاکہ میں بھی اس کو دیکھوں اور حق مجھے دیکھنے لگا کہ میں اس کی
حفاظت نہیں کرتا۔

(۴) اور وجد تیری تمام صفات کی نفی کرنے لگا اور حق مجھے چھپانے لگا اور میں اسے ظاہر کرنے
لگا۔

شیخ ابو محمد القاسم کی نگاہ کرم کے کچھ کمالات ملتے ہیں۔ شیخ علی خباز بیان کرتے ہیں کہ میں بصرہ میں اپنے ایک دوست کے باغ میں مقیم تھا۔ یکا یک ایک غبار آلود بالوں والا فقیر باغ میں آیا اور باغ کے مالک سے کہا کہ میں شکم سیر ہو کر انجیر کھانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ وزن کر کے اس کے سامنے انجیر رکھ دیے گئے۔ لیکن ان کو کھا کر اُس نے مزید طلب کئے۔ اسی طرح وہ کئی مرتبہ طلب کرتا رہا حتی کہ ایک ہزار رطل (پانچ سو سیر) انجیر کھا گیا۔ اس کے بعد نہر پر جا کر چلو سے پانی پینا شروع کیا اور بہت زیادہ مقدار میں پانی پی گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد باغ کے مالک نے مجھے بتایا کہ اس فقیر کے کھانے کے بعد سے میرے باغ کی پیداوار میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ پھر جس سال میں حج پر گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص میری سواری کے آگے آگے چل رہا ہے۔ چنانچہ میرے قلب میں اس کا حال معلوم کرنے کی خواہش ہوئی اور جب وہ میری دائنی جانب آیا تو میں اس کو دیکھ کر دہشت زدہ ہو گیا۔ کیونکہ یہ وہی فقیر تھا جس نے انجیر کھائے تھے۔ چنانچہ میں اس کو سلام کر کے اسی کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ جب وہ ٹھہرتا تو تمام قافلہ ٹھہر جاتا اور جب چلتا تو سب چلنے لگتے۔ پھر ایک دن ہم ایک بہت بڑے حوض پر پہنچے جس کا پانی ختم ہونے

کے قریب تھا۔ اس میں سے اُس فقیر شخص نے مٹی نکال کر خود بھی کھائی اور مجھے بھی کھلائی تو وہ نہایت خوش ذائقہ تھی جس کا ذائقہ ایک مخصوص گھاس کی طرح تھا جس میں سے مشک وزعفران جیسی خوشبو نکل رہی تھی۔ پھر اس فقیر نے مجھے بتایا ''اے علی! میرا یہ کھانا انجیر کھانے کے بعد سے پہلی مرتبہ ہے اور میں نے اس درمیانی مدت میں نہ کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے۔'' یہ سن کر میں نے پوچھا کہ آپ کی یہ حالت کیسی ہوگئی۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے اوپر شیخ ابومحمد قاسم کی ایسی نظر کرم پڑی کہ میرا قلب محبت سے معمور اور میرا بطن اپنے رب سے وابستہ ہوگیا۔ اور پوری کائنات کو میرے سامنے لپیٹ کر رکھ دیا گیا۔ تمام چیزیں میرے لئے تبدیل کر دی گئی ہیں اور مجھ سے دوری ختم کرکے قرب عطا کر دیا گیا ہے اور میں ان کی نظر سے اپنی مراد تک پہنچ گیا۔ مجھ کو معانی کا ایسا لباس پہنایا گیا ہے کہ خورد نوش سے قطعاً بے نیاز ہوگیا ہوں۔ بس کسی وقت محض بہ تقاضائے بشریت کچھ کھا پی لیتا ہو۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد وہ ایسا غائب ہوا کہ پھر کبھی نہ دیکھا گیا۔

شیخ عبداللہ بلخی بیان کرتے ہیں کہ میں جس زمانے مین خانہ کعبہ کا مجاور تھا اس وقت شیخ ابو محمد القاسم عبدالبصری خانہ کعبہ تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ چار افراد بھی تھے۔ مقام ابراہیم پر ان سب نے چند رکعات نماز ادا کیں۔ پھر بہت عجلت کے ساتھ سات مرتبہ طواف کرکے باب بنی شیبہ کی طرف سے باہر نکل گئے تو میں نے ان کا پیچھا کیا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھے دیکھ کر واپس ہو جانے کے لئے کہا۔ لیکن شیخ نے فرمایا کہ اس کو مت روکو۔ پھر شیخ محمد نے رفقاء سے فرمایا کہ ''میرے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آجاؤ۔'' چنانچہ ہم شیخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قطع مسافت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کچھ دیر میں اچانک ہم لوگ مدینہ طیبہ پہنچ گئے اور بارگاہ رسالتِ پناہ میں حاضری کے بعد نماز ظہر ادا کرکے روانہ ہوئے اور نماز عصر بیت المقدس میں ادا کی۔ پھر نماز مغرب یاجوج ماجوج کی دیوار کے قریب جا کر پڑھی اور عشاء کی نماز کوہ قاف میں ادا کی۔ اس وقت شیخ پہاڑ کی ایک چوٹی پر بیٹھ گئے اور تمام لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ اسی دوران پہاڑ کے اطراف سے لوگ شیر کی طرح نمودار ہوئے جن کی آمد سے سورج

اور چاند کے نور کی طرح فضا منور ہو گئی۔ اسی طرح بہت سے لوگ اترے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور شیخ سے کچھ فرمانے کی درخواست کی۔ جب شیخ نے گفتگو شروع کی تو بعض افراد بے ہوش ہو گے اور بعض لرزہ براندام اور بعض ہوا میں پرواز کرتے رہے حتی کہ صبح ہو گئی اور سب آپ کے ہمراہ نماز فجر ادا کر کے روانہ ہوئے اور ہم سب ایک وادی میں پہنچے جہاں نور ہی نور تھا اور مشک و زعفران جیسی خوشبو پھیلی ہوئی تھی اور وہاں انسانی شکل میں ایک جماعت بھی موجود تھی جو نہایت شیریں آواز سے ذکر الٰہی میں مشغول تھی اور شیخ بھی مسلسل تسبیح پڑھ رہے تھے اور وجد کے عالم میں کبھی دائیں جانب گھومتے اور کبھی بائیں جانب اور کبھی ہوا میں پرواز کرنے لگتے' کبھی فرماتے: ''اے اللہ رحم فرما تیرے ہی دستِ قدرت میں سب کی باگ ڈور ہے۔'' پھر وہاں سے روانہ ہو کر اسی پہاڑ کی چوٹی پر واپس آئے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر ایک ایسے شہر میں داخل ہوئے جس کی بابت شیخ نے فرمایا! یہ اولیاء کرام کی بستی ہے اور یہاں ولی کے سوا کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔'' پھر ہم لوگوں نے وہاں سے واپسی پر مکہ معظمہ میں نماز ظہر ادا کی۔ شیخ نے مجھے حکم دیا کہ میری زندگی میں اس واقعہ کا کسی سے اظہار نہ کرنا۔

آپ بصرہ میں مقیم رہے اور ۵۸۰ ہجری میں طویل عمر پا کر وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ یہ بھی سنا گیا کہ آپ کی نماز جنازہ کے وقت پرندے فضا میں اپنے پر مار رہے تھے اور اُسی دن یہود کی ایک بڑی جماعت مشرف باسلام ہوئی۔

(۱۵) شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزوہ بطائحیؒ

آپ کو طریقت کی ابتدائی منزل ہی میں کشف ہونے لگے تھے اور باطنی مشاہدات میں کمال حاصل تھا۔ اعلیٰ مقامات کے حصول میں ثابت قدم تھے۔ آپ ان ہستیوں میں سے تھے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے اسرار کو ظاہر کرتا ہے اور لوگوں کے قلوب کو ان کی محبت سے لبریز کر دیتا ہے۔ بڑے بڑے مشائخ آپ کا احترام کرتے تھے۔ آپ بہت ہی متواضع اور منکسر المزاج تھے لیکن لوگوں سے اکثر اجتناب فرماتے۔ آپ معرفت سے لبریز اقوال کی وجہ سے مرجع خاص و عام تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ ''اولیاء کے قلوب معرفت کا ظرف ہوا کرتے ہیں۔ قلوب عارفین ظرفِ محبت اور قلوبِ محبّین ظرفِ مشاہدہ اور قلوبِ شاہدین ظرف فوائد ہوا کرتے ہیں۔ پھر ان حالات کے کچھ آداب بھی ہیں اور جو شخص ان آداب سے غافل ہو جاتا ہے وہ اپنی ہلاکت کا اہتمام کرتا ہے۔'' آپ کا دوسرا قول یہ ہے کہ ''غافل لوگ اللہ کے حکم میں زندگی گزارتے ہیں اور ذکر کرنے والے روحانی زندگی بسر کرتے ہیں اور عارفین اللہ کے لطف و کرم میں زندہ رہتے ہیں اور صدیقین قربِ الٰہی میں حیاتِ تازہ پاتے ہیں اور محبت کرنے والے بساطِ الٰہی پر اس طرح جیتے ہیں کہ وہی ان کو کھلاتا پلاتا ہے۔''

شیخ ابو حفص فرماتے ہیں کہ شیخ عثمان مسلسل گیارہ برس تک بطائح کے اندر اس طرح گھومتے پھرے کہ کسی کو بھی آپ کا پتہ اور ٹھکانہ معلوم نہ رہتا تھا۔ آپ مباح چیزیں کھا کر زندگی گزارتے اور ہر سال ایک شخص آ کر آپ کو اونی جبہ پہنا دیا کرتا تھا۔ بالآخر ایک رات آپ پر تجلیات جلالی کا ظہور ہوا لیکن اس کے بعد مکمل سات سال تک آسمان کی جانب نظریں اٹھائے (عالم حیرت میں) کھڑے رہے نہ کچھ کھاتے نہ پیتے تھے۔ پھر جب بشری تقاضوں کی جانب رجوع کیا تو باطنی طور سے حکم ملا کہ اپنے قریہ میں جا کر بیوی کو قرب دو۔ چنانچہ قریہ پہنچ کر جب اپنی بیوی کو پورا واقعہ سنا کر صحبت کا قصد کیا تو بیوی نے کہا کہ ''اگر تم ایسا فعل کر کے واپس ہو گے اور کسی کو اس کا علم نہ ہوا تو لوگ میرے متعلق کیا خیال کریں گے۔ لہٰذا چھت پر کھڑے ہو کر اپنی واپسی کا اعلان کرو۔''

چنانچہ آپ نے چھت پر کھڑے ہو کر بہ آواز بلند اعلان کیا کہ ''اے اہل قریہ! میں عثمان بن مروزہ واپس گھر آ گیا ہوں۔ مجھے بشارت ہوئی ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کروں' لہٰذا تم بھی ایسا ہی کرو۔''

اس آواز کو اللہ نے تمام لوگوں تک پہنچا دیا اور سب لوگ آپ کے مفہوم کو بخوبی سمجھ گئے۔ اس اعلان کو سننے کے بعد جس نے بھی اس رات اپنی بیوی سے صحبت کی' اللہ نے اس کو صالح بیٹا عطا کیا۔ پھر آپ غسل فرما کر بطائح سے اپنے مقام پر واپس چلے گئے اور دوبارہ

سات سال تک آسمان کی طرف آنکھیں لگائے کھڑے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کے بال اس قدر بڑھ گئے کہ شرمگاہ کو بھی چھپا لیا۔ آپ کے چاروں طرف جھاڑیاں اگ آئیں اور وحشی درندے اور پرندے بھی آپ سے بے حد مانوس ہو گئے اور یہ عالم ہو گیا کہ کتے اور شیر ایک ساتھ کھیلتے رہتے اور ایک دوسرے سے مزاحم نہ ہوتے۔ اس کے بعد آپ پھر حقوق العباد کی جانب متوجہ ہوئے تو مکمل چودہ سال ان فرائض کا مداوا کرتے رہے۔

شیخ ابوالفتح بن غنائم واسطی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص بوڑھا بیل لے کر شیخ احمد رفائی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میرے اور میرے بال بچوں کی زندگی گزارنے کے لئے اس بوڑھے بیل کے سوا اور کوئی سہارا نہیں لیکن یہ ضعیف ہونے کی وجہ سے کسی کام کے قابل نہیں رہا۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ شیخ احمد رفائی نے اس کو کہا کہ بیل لے کر شیخ عثمان بن مرزوہ کی خدمت میں چلے جاؤ اور میرا سلام عرض کر کے اپنی درخواست پیش کرو۔

جب یہ شخص وہاں حاضر ہوا تو آپ کے گرد شیر جمع تھے۔ آپ نے ایک شیر کو حکم دیا کہ اس بیل کو پھاڑ کر اس میں سے کچھ حصہ کھالے۔ پھر دوسرے شیر کو کچھ کھانے کا حکم دیا۔ حتیٰ کہ یکے بعد دیگرے ہر شیر کو کھانے کا حکم دیتے رہے۔ اور جب اس بیل کا تمام گوشت پوست ختم ہو گیا تو اس کی جگہ کسی طرف سے ایک جوان طاقت ور بیل آ کر شیخ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ اپنے بیل کے بدلہ میں یہ بیل لے جاؤ۔ اس نے بیل تو لے لیا مگر دل میں خیال کیا کہ اس بیل کی وجہ سے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ اسی لمحہ ایک شخص بھاگ کر آپ کے سامنے آیا اور ہاتھوں کو بوسہ دے کر عرض کیا کہ یا شیخ عثمان! میں ایک بیل آپ کی خدمت میں نذر کرنے کے لئے لا رہا تھا۔ راستہ میں وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گیا۔ اب معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "اے فرزند! وہ بیل یہی ہے۔"

یہ سن کر اس نے عرض کی کہ رب تعالیٰ نے ہر بات کی معرفت آپ کو عطا کر دی ہے جس کی وجہ سے تمام چیزوں کو آپ پہچانتے ہیں حتیٰ کہ جانوروں کو بھی۔ آپ نے فرمایا کہ "حبیب اپنے حبیب سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھتا اور جس چیز کا علم خدا کو ہے وہ اپنے حبیب کو بھی عطا

کر دیتا ہے۔'' پھر آپ نے ایک شیر کو حکم دیا کہ اس کو اور اس کے بیل کو بخیریت اس کے ٹھکانے تک پہنچا دو۔ چنانچہ وہ شیر تعمیل حکم میں اس طرح اس کے ہمراہ چلنے لگا کہ کبھی دائیں طرف چلتا اور کبھی بائیں طرف۔ حتیٰ کہ وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا۔ جب شیخ احمد رفائی سے پورا واقعہ بیان کیا گیا تب انہوں نے فرمایا کہ عورتیں اس بات سے عاجز آ چکی ہیں کہ عثمان ابن مروزہ کے بعد اس جیسی ہستی پیدا کریں۔

شیخ عبداللطیف بن احمد قرشی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سات شکاری آپ کے وطن بطیحہ میں پہنچ گئے اور بہت سے پرندوں کا شکار کیا لیکن جو پرندہ بھی زمین پر گرتا وہ مرا ہوا ہوتا۔ ان لوگوں سے شیخ نے فرمایا کہ ان پرندوں کا کھانا تمہارے لئے حرام ہے کیونکہ یہ سب مردہ ہیں۔ ان شکاریوں نے بطور مذاق کہا کہ پھر آپ ہی ان کو زندہ کر دیں۔ چنانچہ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر کہا'' یَا مُحْیِ الموتیٰ وَ یَا مُحیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ '' یہ پڑھتے ہی تمام پرندے زندہ ہو کر ہوا میں پرواز کر کے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اور وہ شکاری دیکھتے رہ گئے اور سب تائب ہو کر آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔

ایک مرتبہ بطائح کے دو افراد جن میں ایک نابینا تھا اور دوسرا کوڑھی' آپ کی خدمت میں دعا کرانے کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک تندرست شخص مل گیا۔ جب دونوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اس نے کہا کیا شیخ عیسیٰ بن مریمؑ ہیں جو اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کر دیں گے۔ یہ کہہ کر وہ شخص بھی ان دونوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ'' اے اندھے اور کوڑھی اپنا مرض اس شخص کے اندر منتقل کر دو۔'' یہ کہتے ہی وہ دونوں تندرست ہو گے اور وہ تیسرا آدمی اسی وقت اندھا اور کوڑھی ہو گیا۔ شیخ نے فرمایا کہ'' اب خواہ تصدیق کر یا تکذیب۔'' پھر یہ تینوں اشخاص آپ کے پاس سے واپس آ کر زندگی بھر اپنی اپنی حالت پر قائم رہے اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

شیخ ابو عمرو عثمان بطائح کے باشندے تھے اور بہت کافی عمر میں انتقال ہوا اور وہیں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ انتقال کے وقت آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے: لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔

☆☆☆

چوبیسواں باب:

تلامذہ اور خلفاء کرام

سیّدنا غوث اعظم کا مدرسہ نظامیہ جس کی حیثیت کسی بھی یونیورسٹی سے کم نہ تھی قلیل عرصہ میں علم وعرفان کا مرکز بن چکا تھا جس میں بہت سے علماء اور فضلاء شرف تلمذ سے مشرف ہوئے اور ایک خلق کثیر آپ کے علم وعرفان سے فیض یاب ہوئی جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جن حضرات نے آپ کے جامعہ سے سند حاصل کی ان میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی تبرکاً درج کیے جاتے ہیں:

تلامذہ کے اسماء گرامی:

محمد بن احمد بن بختیار' ابو محمد عبداللہ بن ابوالحسن لجبائی' خلف بن عباس المصری عبدالمنعم بن علی الحرانی' ابراہیم الحدادیمنی' عبداللہ الاسدی الیمنی' عطیف بن زیاد یمنی' عمر بن احمد الیمنی الجزری' مدافع بن احمد' ابراہیم بن بشارت' عمر بن مسعود النبر از میر بن محمد الجیلانی' عبداللہ البطائحی نزیل بعلبک' مکی بن ابوعثمان' عبدالرحمٰن الصالح' عبداللہ بن الحسن العسکری' ابوالقاسم بن ابوبکر احمد' احمد عتیق' ابونصر عبدالعزیز الجنایدی' محمد بن ابوالمکارم الجبہ الیعقوبی' عبدالملک بن ریان ابو احمد عبدالرحمٰن بن نجم الخزرجی یحییٰ التکرینی' ھلال بن امیہ العدفی' یوسف بن مفظر القاقولی' احمد بن اسمٰعیل بن حمزہ عبداللہ بن احمد المنصوری' سدوتہ الصریفینی' عثمان الباسری' محمد الواعظ الخیاط' تاج الدین بن بطہ' محمد بن المدائنی' عبدالرحمٰن بن بقاء محمد المنخال' عبدالعزیز بن کلف' عبدالکریم بن محمد المصری' عبداللہ بن محمد بن الولید' عبدالحسن بن الدویرہ محمد بن ابوالحسین ولف الحریمی' احمد بن الدیبقی' محمد بن احمد الموذن' یوسف بن عبداللہ الدمشقی' احمد بن مطیع' علی بن النفیس المامونی' محمد بن اللیث العزیز الشریف احمد بن منصور' علی بن ابوبکر' محمد بن نصراۃ' عبداللطیف بن محمد الحرانی' (شاہ جیلان)

آپ کے تلامذہ کی فہرست پر اگر نظر ڈالیں تو اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ حضرات کن کن

علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اور یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اکثر تاریخی علمی شخصیات کو زندہ و جاوید بنانے میں سب سے زیادہ کردار ان کے تلامذہ نے ہی ادا کیا۔

مشاہیر خلفاء کرام: جن علماء اور صوفیاء نے سیدنا غوث اعظمؓ سے شریعت وطریقت کا خرقہ حاصل کیا اور باضابطہ خلافت واجازت حاصل کی اور تلقین وارشاد کی ڈیوٹی پر مامور ہوئے ان کی تعداد بھی کافی ہے۔ یہاں صرف ۲۰ خلفاء کے اسمائے گرامی لکھے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت سید جمال اللہ الملقب بہ حیات المیر زندہ پیرؒ۔

(۲) حضرت سیّد عون قطب شاہ علوی عباسی بغدادیؒ

(۳) حضرت شیخ ابوسعید قلوریؒ

(۴) شیخ شرف الدین عدی بن مسافر الہکاریؒ

(۵) حضرت شیخ ماجد الکرویؒ

(۶) حضرت شیخ ابوعمر عثمان بن مرزوق بن حمید سلامۃ القرشیؒ

(۷) حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ابی النصر الہیتیؒ

(۸) حضرت شیخ ابوعبداللہ فقیب البان موصلیؒ

(۹) حضرت شیخ احمد بن مبارکؒ

(۱۰) حضرت شیخ ابوالفرح صدقہ بن حسین بغدادیؒ

(۱۱) حضرت شیخ ابوعمرو عثمان الصریفینیؒ

(۱۲) حضرت شیخ محمد الدوانی المعروف بہ ابن القائدؒ

(۱۳) حضرت سخی سرور سلطان سید احمد قادریؒ

(۱۴) حضرت سیّد ابوالعباس احمد الرفاعیؒ

(۱۵) حضرت شیخ ابوالسعود بن اشبلیؒ

(۱۶) حضرت شیخ حیات بن قیس حرانیؒ

(۱۷) حضرت شیخ ابومدین شعیب بن الحسین مغربیؒ

(۱۸) حضرت شیخ جاگیر کردیؒ

(۱۹) حضرت شیخ ابومحمد عبداللہ بن حسین بن ابوالفضل جبائیؒ

(۲۰) حضرت شیخ ابوالقاسم عمرو بن مسعود بن ابی العز البزاز بغدادیؒ

کتاب شریف التواریخ (جلد اول) میں بہجۃ الاسرار کے حوالے سے ناموں کی کچھ تفصیل موجود ہے۔ اس کے علاوہ سیرتِ غوث اعظم از محمد داود فاروقی نقشبندی مجددی نے آپ کے ۷۵ خلفاء کی طویل فہرست فراہم کی ہے۔

خلفاء کی عظمت: جن علماء و مشائخ نے حضور غوث پاک سے روحانی تربیت حاصل کی ان کی بارے میں حضرت سعید بن صالح فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین کے خلفاء سراپا رحمت تھے۔ حضرت شیخ نے ۵۵۷ ہجری میں بہت سے داعیانِ الی اللہ مختلف علاقوں میں ایسے روانہ کئے تھے جو آسمانِ معرفت کے روشن ستارے تھے جن کو تربیت قلوب اور اصلاح خلق کا بے نظیر تجربہ تھا جن کے اندر شان تسلیم و رضا تھی' روحانی قوت میں کمال حاصل تھا وہ داعیانِ معرفت بہت سے گمراہوں کو راہ راست پر لائے۔ انہوں نے عیش پرستوں کے قلوب کو سنوارا۔ بیمار دلوں کا علاج کیا۔ جو مبتلائے معصیت تھے وہ پرہیزگار بن گئے۔ جو حرص و ہوس کی قید میں تھے انہیں آزاد کیا۔ جو ظلمت کدوں میں تھے انہیں نور خدا کی محفل میں محو کیا۔ یہ فیض رسانی صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھی بلکہ یہود و نصاریٰ اور کفار مشرکین بھی ہدایت سے محروم نہ تھے' شروع شروع میں ان خلفاء کو سخت تکلیفیں اٹھانا پڑیں لیکن آخرکار کامیاب ہوئے۔

یہ داعیان معرفت زہد و تقویٰ میں بے مثل تھے علوم کے آفتاب تھے۔ اشاعت اسلام سے انہیں عشق تھا۔ ان کے فضل و کمال کا سکہ عرب و عجم میں ہر جگہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ ان حضرات نے طویل عرصہ تک تلقین و ارشاد سے تہلکہ مچا دیا تھا۔ یہ داعیان گناہ گاروں کو سختی سے ڈانٹتے نہیں تھے بلکہ اخلاق و محبت کے ساتھ ان سے راہ و رسم پیدا کرتے تھے۔ پھر ان کو ذکر و فکر کی دعوت دیتے تھے۔

شیخ عاصم بن نجیب الدین فرماتے ہیں کہ میں طویل عرصہ تک غوث پاک کے ان تربیت

یافتہ داعیان محترم کے ساتھ رہا۔ میں نے کبھی خلوت وجلوت میں ان کو برہنہ سر اور پاؤں پھیلائے نہیں دیکھا۔ان کا انداز بیان دل کش اور آواز بلند وصاف تھی۔خشک سے خشک مضمون کونہایت فصاحت سے ادا کرتے تھے۔ان کی زبان کسی کی غیبت سے آلودہ نہیں ہوتی تھی۔ہر وقت تعلیم وارشادات میں مشغول رہتے۔وہ سب خادمانِ دین‘ دنیاوی جاہ حشمت کوحقیر سمجھتے۔ اکثر اپنی تقاریر میں یہ کہتے: ”جس علم پر عمل نہ ہوایک بے جان جسم کی مانند ہے اور جس علم نے خواہش ومعاصی سے نہ روکا وہ خاک سے بدتر ہے۔“

حضرت سلیمان بن داؤد بغدادی لکھتے ہیں کہ حضور غوث پاک کے اکثر مرید اور خلفاء دردواثر کے دریا حلم وبردباری کے پہاڑ اور مروت وشفقت کے سمندر تھے۔غریبوں کو کھانا کھلاتے اور یتیموں کی پرورش کرتے تھے۔جن اصحاب کو دعوت وتبلیغ کے لیے مقرر کیا گیا تھا وہ صف اول کے خطیب تھے۔برمحل اور برجستہ خطبہ دیتے تھے قوت تقریر کے ساتھ تحریر میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔دن کے وقت تبلیغی کاموں میں مشغول رہتے اور راتیں یادالٰہی میں بسر ہوتیں۔جب سحر نمودار ہوتی تو اہل خانہ کو عبادت کے لیے جگاتے۔ان میں سے اکثر ہر سال حج بیت اللہ شریف کرتے۔ان میں انتہائی سادگی ہوتی تھی۔اکثر زمین پر سوجاتے۔دیکھا گیا کہ اکثر داعیان کے کپڑوں میں کئی کئی پیوند لگے ہوتے۔اخلاق کے لحاظ سے بے مثل تھے۔ زہد‘ تقویٰ‘ قناعت‘ تواضع وانکسار‘ صبر وشکر اور توکل ان کا سرمایہ حیات تھا۔وہ سفر وحضر‘ خلوت و جلوت میں ایثار واخلاق کو سامنے رکھتے تھے لوگوں کی بدسلوکی کا جواب حسن اخلاق سے دیتے تھے۔ان کی اذیتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے۔جو شخص ان کے قریب رہتا وہ ان کے قالب میں ڈھل جاتا۔وہ جن علاقوں میں جاتے فحاشی اور بدکاری اور شراب نوشی کا خاتمہ کر دیتے۔جن لوگوں کو تعلیم دیتے وہ پاک باز اور خدا پرست بن جاتے۔چونکہ وہ روشن ضمیر مبلغ ہوتے ان کے منہ سے نکلی ہر بات اثر رکھتی۔یہ وہ نادر روزگار ہستیاں تھیں جنہوں نے غوث اعظم سے براہ راست تعلیم وتربیت حاصل کی اور نور معرفت سے منور ہو کر تبلیغ واشاعت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔(غوث اعظم۔امان اللہ سرحدی)

حضرت شیخ عفیف الدین مبارک بڑے پائے کے بزرگ تھے جنہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے بلاواسطہ اکتساب فیض کیا تھا فرماتے ہیں کہ غوث پاک کا طریقہ تربیت سب سے الگ تھا۔ اکثر اوقات صرف توجہ سے مراتب سلوک طے کرا دیتے تھے۔ جب توجہ فرماتے تو سالکین کا سینہ انوار معرفت کا خزانہ بن جاتا۔ اس کا ہر عضو نور معرفت سے تاباں و درخشاں ہو جاتا۔ ہم نے بہت سے شیوخ سے شرف نیاز حاصل کیا لیکن تشنگی دور نہ ہو سکی۔ لیکن جب حضرت غوث الثقلین کے چشمہ معرفت سے پانی پیا تو اس قدر سیرابی ہوئی کہ بیان نہیں کر سکتے۔ پھر فرماتے ہیں۔ ''حضرت غوث اعظم نے جن داعیان معرفت کو عالم اسلام کے مختلف علاقوں میں بھیجا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت ہاشم بن زید' حضرت طلحہ بن اسعد' حضرت عبداللہ بن شہاب' حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود' حضرت زبیر بن وہب' حضرت جعفر بن سعید۔ یہ سب اصحاب عالی حوصلہ' ایثار پسند اور جفاکش تھے۔ سخت سے سخت محنت و مشقت کے عادی تھے۔ وہ خوف و ہراس سے بے نیاز تھے۔ صبر آزما مواقع پر قربانی و جان نثاری کا ثبوت دیتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ میں نے ۵۱۱ ہجری سے ۵۲۱ ہجری تک مسلسل سفر کرنے کے بعد یہ اندازہ لگایا کہ حضرت غوث اعظم کی ہدایات کا اثر بسطام' نیشاپور' تبریز' ہمدان' اصفہان' موصل' شیراز' کرمان القطیف' حلب' قیساریہ' انطاکیہ' دمشق اور سکندریہ تک پہنچ چکا تھا۔ (غوث اعظم۔ امان اللہ سرحدی)

☆☆☆

پچیسواں باب:

سلسلہ عالیہ قادریہ: روحانی فتوحات

محققین نے دنیا کے چھ بڑے مذاہب کو تبلیغی اور غیر تبلیغی مذاہب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی قسم میں بدھ مت' عیسائی مذہب اور اسلام شامل ہیں جبکہ دوسری میں ہندومت یہودی اور زرتشتی مذہب داخل ہیں۔ اسلام صحیح طور پر مشنری یا تبلیغی مذہب ہے جو اپنی اعلیٰ تعلیمات اور اخلاقی اقدار کی بنا پر پھیلا اور پھیلتا جا رہا ہے جس کی بنیاد مادیت نہیں بلکہ روحانیت ہے جو بندے کو رب کے ساتھ ملا دیتی ہے۔ اس میں شک نہیں تاریخ میں اسلام کی سیاسی قوت کو تو زوال آیا لیکن دین اسلام کی روحانی فتوحات بدستور بے روک ٹوک جاری رہیں۔ تاتاری اسلام کو مٹانے آئے تو دین اسلام کے مبلغ بن گئے۔ سلجوقی ترک اسلام کو مغلوب کرنے آئے تھے مگر خود اس کے مغلوب ہو گئے۔ جس وقت سرزمین اندلس کے شہر غرناطہ سے اسلام مٹایا جا رہا تھا اُسی زمانے میں اسلام نے جزیرہ ساٹرا میں اپنا قدم جمایا اور مجمع الجزائر ملایا میں اپنی فاتحانہ پیش قدمی کی ابتداء کی۔

اسلام کی تاریخ میں فریضہ تبلیغ کوئی ایسی چیز نہیں جو بعد میں دخل کی گئی ہو یا اس کا خیال بعد میں آیا ہو۔ بلکہ یہ وہ فرض ہے جو مسلمانوں پر ابتداء ہی سے عائد کر دیا گیا ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہوا: ''اے رسولؐ! لوگوں کو اپنے پروردگار کے راستے کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ساتھ ایسے طریق پر مباحثہ کرو جو بہت اچھا ہو۔'' سب سے پہلے رسول اللہ کی سیرت اور آپ کا اخلاق حسنہ ہے جو دعوت اسلام دے رہا ہے۔ آپؐ خود مبلغین اسلام کے سرخیل ہیں جنہوں نے کفار کے دلوں میں اپنے دین کے لیے راہ پیدا کی۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ اسلام تو دین ہی محبت کا ہے۔ کیونکہ اس کے آقا و مولا خود محبوب ذات کبریا ہیں۔ ظلم و تشدد تو دیگر مذاہب و تہذیبوں کا کام ہے پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ اپنی کتاب ''دعوت اسلام'' میں جا بجا اس امر کی پُرزور تردید کرتے ہیں کہ اسلام تلوار

کے زور سے پھیلا۔ اشاعت اسلام میں کہیں جبر واکراہ کا نام ونشان نہیں ملتا۔ اگر کسی نے جبر سے کام لینے کی کوشش کی بھی تو وہ نا کام رہا۔ لہٰذا وہ ثابت کرتے ہیں۔ اشاعتِ اسلام میں مستشرقین کا الزام غلط ہے۔

اسلام کا پیغام صرف اہل عرب کے لئے نہ تھا بلکہ اس میں تمام دنیا شریک ہے۔ جس طرح خدا واحد ہے اسی طرح دین بھی ایک ہونا چاہیے۔ اسلام کا یہ دعویٰ کہ وہ عالم گیر مذہب ہے اور تمام قوموں پر حاوی ہے اس کی عملی مثال ان مراسلات میں ملتی ہے جو خوسرور کائناتؐ نے چھ ہجری (۶۸۸ء) میں اپنے زمانے کے حکمرانوں کو بھیجے تھے۔ چنانچہ اسی سال میں قیصر روم ہرقل، شاہ ایران، حاکم یمن، مقوقس مصر اور نجاشی حبشہ کے نام مراسلات بھیجے گئے اور انہیں قبول اسلام کی دعوت دی گئی۔ روایت ہے کہ ہرقل کو جو خط بھیجا گیا اسکی عبارت یہ تھی:

''(ترجمہ) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد کی طرف سے جو اللہ کا بندہ اور رسول ہے ہرقل شاہ روم کے نام۔ سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے، امابعد میں تجھے دین اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر آپ اسلام قبول کرلیں تو سلامتی پائیں گے اور خدا تجھے دگنا ثواب دے گا، اور اگر آپ روگردانی کریں گے تو تیری رعایا کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، یعنی یہ کہ ہم کسی کو سوائے اللہ کے نہ پوجیں اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں، اور نہ ہی ہم اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو پروردگار بنائیں۔ اگر تم انکار کرو تو آگاہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔''

حضور نبی اکرمؐ کے زمانہ پاک ہی میں تبلیغ واشاعت اسلام کا فریضہ لے کر صحابہ کرام اطراف دنیا کی جانب روانہ ہو چکے تھے۔ وہ عرب وعجم کی سرحدوں کو عبور کرتے ہوئے گرین لینڈ اور آئس لینڈ کے برفانی خطہ میں بھی جا پہنچے تھے۔ چند سال ہوئے امریکہ کے رسالہ ''دی لائف'' میں ایک تحقیقی مضمون ''تبلیغ اسلام'' کے عنوان سے چھپا۔ بتایا گیا حضور سرور کائناتؐ کے وصال سے کوئی تین سو برس بعد ایک جماعت تبلیغ اسلام کے لئے گرین لینڈ سے بھی آگے ایک خطہ میں جا پہنچی۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ہم تبلیغ کے مشن کو لے کر پہلی مرتبہ یہاں آئے ہیں۔

رات آرام کیا۔ فجر ہوتے ہی ان کے کان میں اذان ''اللہ اکبر'' کی آواز آئی۔ خوش ہوئے اور حیران بھی۔ فراغت نماز کے بعد انہوں نے تحقیق شروع کہ اسلام یہاں کیسے اور کب پہنچا۔ مقامی مسلمان لوگوں نے بتایا کہ آج سے تین سو سال پہلے یہاں اونٹ پر سوار دو عربی لوگ آئے تھے انہوں نے ہمارے اجداد کو مسلمان کیا۔ پھر ان سے پوچھا گیا ان کے کوئی پتہ یا نشانات ہیں؟ مقامی لوگ ان مبلغین کو قریب ہی ایک مقام پر لے گئے جہاں دو قبریں عام سائز کی اور ایک بڑی قبر موجود تھی۔ مقامی لوگوں نے بتایا کہ یہ عرب لوگ یہیں مقیم ہو گئے جب ان کا وصال ہوا تو انہیں اس جگہ دفنا دیا گیا تھا۔ پھر اس مبلغین کی جماعت نے پوچھا کہ یہ بڑی قبر کس کی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ عربی لوگ جس اُونٹ پر آئے تھے جب وہ فوت ہوا تو ہمارے اجداد نے اس کو بھی دفنا دیا۔ یہ بڑی قبر اس اُونٹ کی ہے۔

خلفاء راشدین کے دور حکومت میں تبلیغ اسلام کے کام میں کمی نہیں آئی۔ خلافت بنوامیہ اور بنوعباس کے ادوار میں ملوکیت آ چکی تھی۔ لیکن عیش وعشرت کے باوجود ان ادوار میں بغداد میں کچھ نفوس قدسیہ تھے جو دعوت الی اللہ تزکیہ نفوس' علوم دینیہ کی نشر واشاعت اور تعلیم و تعلم میں ہمہ تن مصروف تھے انہوں نے شہروں کے سیاسی ہنگاموں اور زندگی کی ساری دلچسپیوں سے اپنے آپ کو بالکل الگ کر لیا تھا اور بغداد میں مادی پُرکیف زندگی کے پہلو بہ پہلو ایک خالص ایمانی اور روحانی زندگی قائم کر رکھی تھی۔ ان کے وجود مسعود سے بغداد میں ایمانی اور علمی زندگی نمایاں نظر آتی تھی۔ ان نفوس قدوسیہ میں فضیل بن عیاض سفیان ثوری' جنید بغدادی معروف کرخی اور بشر حافی کے نام اور کام سب سے زیادہ روشن اور نمایاں ہیں۔ ان کے اعمال واخلاق کو دیکھ کر بہ کثرت یہودی وعیسائی' مجوسی اور صابئی مسلمان ہوتے تھے (تاریخ بغداد از خطیب بغدادی اور حلیۃ الاولیاء از ابونعیم)

تاریخ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں صوفیائے کرام سے بھی پہلے عرب وعجم کے تاجر دنیا کے کونے کونے میں توحید ورسالت کا پیغام پہنچاتے نظر آتے ہیں۔ یہ تاجر پوری دنیا میں گھوم رہے تھے۔ جہاں بھی گئے شمع نور محمدیؐ روشن کرتے چلے گئے۔ اس کے بعد عالم اسلام میں

سیاسی انحطاط و انتشار میں ہمیں صوفیائے کرام اور علمائے حق کی خدمات نظر آتی ہیں اس کام میں تمام کے تمام سلاسل نے بھرپور حصہ لیا۔ درحقیقت اولیاء کرام کی تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے نقل و حرکت دربار رسالت مآبؐ کے احکامات اور ہدایات کے تحت ہوتی ہے۔ ایسے احکامات یا تو براہ راست حضورؐ سے ان کو ملتے ہیں یا ان کے پیشواؤں کے معرفت ان تک پہنچائے جاتے ہیں۔ یا کبھی غیبی اشارات سے ہدایات جاری کی جاتی ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے کسی چوں و چرا کی گنجائش نہیں ہوتی۔ جب حضرت داتا گنج ہجویری کو ان کے پیر و مرشد نے لاہور چلے جانے کا حکم دیا تو آپ نے جواباً عرض کیا: ''حضور وہاں تو پہلے ہی حسین زنجانی صاحب موجود ہیں اور کام کر رہے ہیں۔ پیر و مرشد نے فرمایا: ''آپ کو اگر مگر کرنے کی اجازت نہیں جیسا حکم ہوا ہے ویسا کرو۔'' جب حضرت داتا گنج لاہور میں داخل ہو رہے تھے تو حضرت حسین زنجانی کا جنازہ لے جایا جا رہا تھا۔

کتاب ھذا کے اس باب میں صرف سلسلہ عالیہ قادریہ اور قادریہ سہروردیہ کے کچھ مشائخ کی تبلیغی مساعی کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں سلسلہ وار تبلیغی سرگرمیوں پر بڑا کم مواد دستیاب ہے۔ اور اگر ہے بھی تو برطانیہ' فرانس اور جرمنی ایسے ممالک کے کتب خانوں میں موجود ہے۔ ہمارے اپنے کتب خانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

سیّدنا غوث اعظمؒ سے قبل صوفیائے کرام کے جو چودہ یا بارہ سلاسل وجود میں آ چکے تھے ان کا تفصیلی تذکرہ تیسرے باب میں کیا جا چکا ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ دراصل سلسلہ جنیدیہ ہی کا ذیلی سلسلہ ہے۔ ان قدیم (چودہ) سلاسل کے مختلف روپ اختیار کرنے یا دیگر سلاسل میں ضم ہونے کے بعد سب سے پہلا' موثر' بابرکت' باجبروت اور آفاقی رنگ اختیار کرنے والا سلسلہ قادریہ ہی ہے جس نے عالمی تحریک کی صورت اختیار کی اور نہ صرف نور اسلام کو دنیا بھر میں پھیلایا بلکہ دیگر سلاسل یعنی نقشبندیہ' چشتیہ اور سہروردیہ کو بھی فیض یاب کیا۔ ان کے اکابرین کی روحانی تربیت فرمائی۔ اس کے علاوہ ان سے جو ذیلی سلاسل بعد میں وجود میں آئے وہ بھی غوثیت مآب سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اکتساب فیض کرتے رہے اور حضور نبی کریمؐ کے دین

کے خدمت کرتے رہے اور سرکار غوث پاک کی شان میں قصیدہ گوئی کرتے رہے اور آج بھی کرر ہے ہیں۔ان کا منظوم یا نثری کلام اس بات کی تائید کرتا ہے۔

غوث اعظمؒ جب مسند ارشاد پر متمکن ہوئے تو ایک منظم سلسلہ تبلیغ کی ضرورت محسوس کی۔عالم اسلام کی زبوں حالی آپ کے سامنے تھی۔خلافت عباسیہ کے بھی پانچ چھ خلفاء کا زمانہ دیکھ رہے تھے۔اہل بغداد کو تو عظیم الشان روحانی اور اخلاقی نفع پہنچ رہا تھا اور ہزار ہا انسانوں کی زندگی تبدیل ہو رہی تھی آپ یہ بھی جانتے تھے کہ مجالس دعوت وارشاد مدارس یا اداروں کی طرح منضبط اور مستقل تربیت گاہیں نہیں ہوتیں جہاں مسلسل اور مستقل تربیت اور نگرانی کا کام جاری رکھا جائے۔ان مجالس کے شرکاء اور سامعین آزاد ہوتے ہیں کہ ایک مرتبہ وعظ سن کر چلے جائیں پھر کبھی نہ آئیں' یا ہمیشہ آتے رہے لیکن اپنی حالت پر قائم نہ رہیں۔اس اعتبار سے آپ کے سامنے سب سے بڑا مقصد ایک منظم عالمی سلسلہ تبلیغ کی بنیاد بھی رکھنا تھا تا کہ اسلام کی روشنی پھیلتی چلی جائے اور آپ کے وصال کے بعد بھی قائم کردہ ادارے (مدارس' خانقاہیں وغیرہ) اپنی مساعی جاری رکھیں۔

اسلام دنیا میں نہ تو تلوار کے زور سے پھیلا نہ ہی تبلیغ کے لئے کسی قسم کا جبر واکراہ ثابت ہے۔یہ تو تربیت یافتہ روشن ضمیر اولیاء کرام (Radiant mystics) اور علمائے حق کی کوششوں اور اسلام کی اعلیٰ تعلیمات سے مقبول عام ہوتا رہا اور ہو رہا ہے۔مشائخ فرماتے ہیں خطہ ہند میں سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی ایک ایک مجلس میں دوران وعظ تمیں سے پینتس ہزار تک کفار کلمہ توحید پڑھ کر اٹھا کرتے تھے۔جس کو پرتھوی راج برداشت نہ کر سکا اور آپ کے کاموں میں مزاحم ہونے لگا۔لہٰذا خواجہ معین الدین نے اس کی ٹھکائی کے لئے شہاب الدین محمد غوری کو ہند پر حملہ کی دعوت دی۔نہ صرف دعوت دی بلکہ فتح کا پروانہ فوج کشی سے پہلے ان کے ہاتھ میں دے دیا اور پرتھوی راج کو زندہ گرفتار کرانے کی بھی بشارت دے دی۔

سلسلہ قادریہ ہند میں: ہندوستان میں اسلام تو خلفاء راشدین کے عہد میں پہنچ چکا تھا۔سلطان محمد غوری جب ہند میں پہلی مرتبہ داخل ہوتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ وہ یہاں دین اسلام کی

تبلیغ واشاعت کے کام کا آغاز کرے گا۔مگر سفر کے دوران ہی اس کے کان میں اذان کی آواز آئی۔اس نے کہا الحمدللہ اسلام کی روشنی یہاں موجود ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم سے بہت پہلے عرب تاجروں کے ذریعہ خطہ ہند میں اسلام روشناس ہو چکا تھا اور متعدد جگہ چھوٹی چھوٹی مساجد قائم تھیں۔

اوچ: ہندوستان میں سب سے پہلے جس ہستی نے سلسلہ قادریہ روشناس کرایا وہ میر نوراللہ بن شاہ خلیل اللہ ہیں جو شاہ نورالدین احمد کے پوتے تھے۔شیخ محمد اکرام ''رودکوثر'' میں لکھتے ہیں: سب سے پہلے قادریہ بزرگ جن کا نام ملتا ہے وہ دکن کے شاہ نعمت اللہ قادری (ف ۱۴۳۰ء) تھے لیکن ان سے سلسلہ زیادہ نہیں پھیلا۔اور صحیح طور پر جس بزرگ نے ہندوستان میں اس سلسلے کا آغاز کیا وہ حضرت مخدوم محمد گیلانی قدس سرہ تھے۔آپ حضرت غوث اعظم کی اولاد سے تھے۔لیکن جب ہلاکو خاں نے بغداد کو تباہ کیا تو آپ کے بزرگ حلب چلے گئے۔آپ وہیں پیدا ہوئے۔آپ کو ظاہری جاہ وجلال حاصل تھا اور علم معقولی ومنقولی (قرآن' حدیث وفقہ) پر دسترس رکھتے تھے ایک عرصہ ایران' خراسان اور دوسرے ملک کی سیر وسیاحت کی۔پھر اپنے والد کی وفات کے بعد ہندوستان تشریف لائے اور مغربی پنجاب کے مشہور مقام اُچ میں سکونت اختیار کی۔سلطان سکندر لودھی آپ کا بڑا معتقد تھا۔

پندرہویں صدی کے وسط مین اوچ شریف کے مقام پر سب سے پہلے قادریہ خانقاہ قائم ہوئی۔یہ خانقاہ شیخ محمد الحسینی الجیلانی نے قائم کی جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے تھے لیکن ترکی میں متوطن تھے۔وہاں سے ہجرت کر کے خراسان آئے۔پھر ملتان اور اوچ کی سیاحت کے بعد اوچ مین سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔اور اپنی فیملی کو لینے واپس اپنے وطن گئے۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی روایت کے مطابق حاکم ملتان اور اوچ کے امراء وغیرہ نے گرم جوشی سے ان کا خیر مقدم کیا۔

شیخ سیّد عبدالقادر ثانی ؒ: شیخ محمد جیلانی کے تین فرزند تھے۔اوچ میں ان کے سب سے بڑے بیٹے شیخ' عبدالقادر ثانی تلقین وارشاد پر متمکن ہوئے۔آپ کو شیخ عبدالقادر ثانی اس لیے

کہتے ہیں کہ آپ کے کمالات حضرت غوث اعظم قدس سرہ کے تابع تھے اور آپ روحانیت میں انہی کے حقیقی وارث تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات بھی مشہور ہیں۔

شیخ سیّد حامدؒ: شیخ سیّد عبدالقادر ثانی کی وفات ۱۵۳۳ء میں ہوئی۔ ان کے بعد قادریہ سلسلے میں کئی مشائخ کبار ہوئے جن میں ان کے فرزند شیخ سیّد عبدالرزاق کا نام بھی شامل ہے۔ لیکن شیخ عبدالقادر ثانی کے بعد ان کے پوتے حضرت سیّد حامد گنج بخش کے نام سے مشہور ہوئے۔ وہ اپنے زمانے میں شیخ زمانہ سمجھے جاتے تھے ان کی تربیت ان کے دادا شیخ سیّد عبدالقادر ثانی نے کی تھی۔ ان کا وصال ۹۷۸ ہجری ۱۵۷۱ء میں ہوا۔ ان کے دو بیٹے تھے ایک کا نام شیخ عبدالقادر اور دوسرے کا نام شیخ موسیٰ تھا۔ دونوں والد کے وصال کے بعد سجادہ نشینی کے دعوے دار تھے۔ اوچ اور ملتان میں شیخ عبدالقادر کو روحانی وارث تسلیم کیا گیا جبکہ علماء دہلی نے شیخ موسیٰ کو اپنا پیرو مرشد تسلیم کیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی شیخ موسیٰ کے دست حق پرست پر بیعت تھے اور انہی کو حضرت سیّد حامد کا روحانی وارث تسلیم کرتے تھے۔ شیخ موسیٰ بیشتر وقت شاہی لشکر میں رہے۔ اُچ میں ارشاد و ہدایت زیادہ تر ان کے بھائی کرتے تھے۔ شیخ موسیٰ ملتان میں پاک دروازہ کے اندر دفن ہیں۔ بدایونی لکھتا ہے کہ اگر شیخ موسیٰ دربار اکبر میں موجود ہوتے اور نماز کا وقت آ پہنچتا تو عین دیوان خانے میں خود اذان دے کر باجماعت نماز شروع کر دیتے اور انہیں کوئی نہ روک سکتا۔

شیخ داؤد کرمانیؒ: شیخ حامد کے ان فرزندان کے علاوہ ان کے خلیفہ شیخ داؤد کرمانی ضلع منٹگمری (ساہیوال) کے قصبہ شیر گڑھ میں آرام فرما ہیں۔ یہ بڑے باکمال بزرگ ہوئے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ "شیخ داؤد نے منازل سلوک طے کرنے میں سخت ریاضات و مجاہدات کئے۔ وہ بڑے قوی حال اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ اور شیخ قطب عالم جو اس زمانے کے مشہور چشتی بزرگ تھے کا بیان ہے کہ جب میں شیخ داؤد کی خدمت میں پہنچا تو ان کے وعظ و نصیحت کے طریقے دیکھ کر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ شیخ مہدی نہ ہوں۔ لیکن جونہی یہ خیال آیا تو شیخ نے بغیر میری طرف سے کسی اظہار کے یا کسی اور تقریب

گفتگو کے فرمایا کہ مہدویہ فرقہ گمراہ ہے اور ان کے پاس اپنے طریقے کی کوئی سند نہیں۔"

شیخ داؤد کے بزرگ عرب سے ہندوستان تشریف لائے تھے اور ملتان کے قریب ایک قصبے میں اقامت پذیر ہوئے۔ آپ کے والد آپ کی پیدائش سے پہلے اور والدہ پیدائش سے تھوڑی دیر بعد انتقال کر گئیں۔ آپ نے علوم ظاہری مولانا جامی کے شاگرد مولانا اسماعیل اُچی سے شہر لاہور میں حاصل کیے لیکن جلد ہی جذبہ الٰہی غالب آ گیا۔ آپ نے روحانیت سیّدنا غوث اعظم سے اویسی طریقے سے حاصل کی لیکن ''بجہت نگاہداشت سلسلہ'' شیخ حامد قادری کے مرید ہوئے۔ آپ نے بڑی ریاضتیں کیں۔ برہنہ سر اور برہنہ پا آپ علاقہ دیپال پور کے صحرا میں پھیرا کرتے تھے۔ جنگل کے جانوروں اور پرندوں کے سوا آپ کا کوئی رفیق نہ ہوتا۔ آپ نے شیر گڑھ میں اقامت اختیار کی اور جلد ہی آپ کی شہرت تمام ہند میں پھیل گئی۔ آپ کا معمول تھا کہ سال میں ایک یا دو دفعہ جو کچھ آپ کے پاس نذر و فتوحات کے سلسلے میں آتا تقسیم کر دیتے اور اپنے گھر میں ایک مٹی کے کوزے کے سوا کچھ نہ رکھتے۔ جب غوث اعظم کا عرس میلاد آپ کی خانقاہ میں ہوتا تو بقول ملا عبدالقادر بدایونی (منتخب التواریخ) ایک لاکھ کے قریب انسان جمع ہوتے اور ان سب کو لنگر میں کھانا ملتا۔ آپ اپنی مجلس میں اکثر اس طرح حیران و پریشان بیٹھے رہتے تھے جیسے کوئی چیز گم ہو گئی ہو یا کسی آنے والے کے منتظر ہیں کہ اتنے میں یکا یک کوئی حالت طاری ہوتی تو آپ حقائق و معارف کا بیان شروع کر دیتے۔ کبھی کبھی کہتے کہ عراق کی طرف سے جو ہوا آتی ہے اس کے ساتھ میرے دل پر فیض الٰہی کے جھونکے آتے ہیں۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے شیر گڑھ جا کر آپ کی زیارت کی اور تین چار دن وہاں قیام کیا۔ وہ لکھتا ہے کہ شیخ کے جمال میں کوئی ایسی چیز نظر آتی تھی جس سے دنیا کے سب صاحب جمال محروم ہیں اور تبسّم اور تکلم کے وقت ان کے چہرے پر ایک ایسا نور چمک اُٹھتا جس سے دلوں کی تاریکیاں دور ہو جائیں اور ''وجہ اللہ'' کا بھید عیاں ہو جاتا تھا۔ بدایونی مزید لکھتا ہے کہ جو تین چار دن ان کی خدمت میں رہا میں نے دیکھا کہ شاید ہی کوئی دن ہو گا جب سو سو پچاس پچاس ہندو مع اپنے اہل و عیال آپ کے در اقدس پر حاضر ہو کر اسلام قبول نہ کرتے (منتخب

التواریخ جلد سوم)

شیخ ابوالمعالی قادریؒ: شیخ داؤد کی وفات ۹۸۲ ہجری (۱۵۷۴ء) میں ہوئی۔ آپ کے جانشین شیخ ابوالمعالی قادری تھے جن کا مزار لاہور میں ہے۔ صاحب تصانیف اور بڑے باکمال بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ نے قادریہ سلسلے کا فیض لاہور اور وسطی پنجاب میں عام کیا اور ۱۶۱۵ء میں وفات پائی۔ آپ سیدنا غوث اعظم کے بڑے عاشق تھے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ (رود کوثر)

شیخ داؤد کے نامی گرامی ارادت مندوں میں شیخ ابو اسحاق قادری لاہوری اور ان کے خلیفہ شاہ شمس الدین قادری مغل شہنشاہ نور الدین جہانگیر کے عہد حکومت میں مشہور تھے۔

پنجاب کے پہلے قادری صوفیاء میں سیّد اسماعیل گیلانی' شیخ بہلول دریائی اور ان کے ارادت مند شاہ حسین لاہور کے نام سرفہرست ہیں۔ شاہ حسین بیس سال تک صحرا نوردی کرتے رہے۔ پھر حضرت داتا گنج بخش کے دربار پر معتکف رہے اور ملامتیہ رنگ اختیار کیا۔ ان کے مریدوں کی تعداد کافی زیادہ ہے جنہوں نے بطور قادری سفیر پنجاب کے تمام علاقوں میں دینی خدمات سرانجام دیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کے مرید خاص مادھولال حسین سجادہ نشین ہوئے۔ شاہ حسین کا وصال ۱۰۰۸ ہجری (۱۵۹۹ء) لاہور میں ہوا۔

پنجاب میں شیخ عبدالقادر ثانی کے پوتے سیّد محمد غوث بالا پیر قادری کا اسم گرامی مشہور ہے آپ سید زین العابدین کے فرزند تھے۔ آپ کے والد بنگال میں کفار سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ اس لئے آپ اپنے دادا کے زیر تربیت رہے اور انہی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ جب آپ ست گھرہ سے لاہور تشریف لائے تو محلہ لنگر خاں کے پاس ایک نیا محلہ بنام رسول پورہ آباد کیا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں اب ہائی کورٹ کے دفاتر ہیں۔ سیّد عبدالقادر ثالث المشہور سید جیون آپ کے صاحبزادے تھے جن کی اولاد سے سیّد عبدالرزاق گیلانی المشہور شاہ چراغ قادری لاہور مشہور و معروف بزرگ گزرے ہیں۔ سید محمد غوث بالا پیر قادری کی وفات ۹۵۹ ہجری (۱۵۵۱ء) میں ہوئی اور ست گھرہ میں مدفون ہوئے (تذکرہ مشائخ قادریہ)

سیدنا غوث اعظم کی اس اولاد کے سلسلہ قادریہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ ایک صدی کے اندر اندر ان کے مشائخ عظام کی تعداد چشتیہ اور سہروردیہ بزرگوں سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ پھر ان سے بیس سے زیادہ قادری ذیلی سلاسل وجود میں آئے۔ ان میں جو سلاسل پنجاب میں زیادہ مشہور ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔ بہلول شاہی' قاسم شاہی' نوشاہی' مقیم شاہی' حسین شاہی اور مخل شاہی اور قیصر شاہی وغیرہ۔

حضرت سیّد محمد نوشہ گنج بخش قادریؒ: پنجاب میں حافظ شاہ حاجی محمد جو حضرت سخی شاہ سلیمان نوری بھلوالی کے مرید تھے حضرت سیّد محمد نوشہ گنج بخش قادری کے نام سے مشہور ہوئے۔ سلسلہ نوشاہی قادری آپ ہی کے نام سے منسوب ہے۔ آپ اس کے بانی ہیں۔ آپ کا یہ نام حاجی محمد بشارتِ غیبی کی بنا پر رکھا گیا تھا۔ آپ کے والد ماجد کا نام سیدعلاؤالدین تھا وہ اپنے زمانے میں بڑے عظیم المرتبہ بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت موضوع گھوگانوالی ضلع گجرات میں ہوئی سن ولادت یکم رمضان المبارک ۹۵۹ ہجری (۱۵۵۲ء) ہے۔ یہ زمانہ سلطان سلیم شاہ سوری کا عہد حکومت ہے۔ آپ اوائل عمر ہی میں ریاضات ومجاہدات کی طرف مائل رہے۔ شب بیداری اور کثرتِ نوافل وتلاوت قرآن مجید آپ کا معمول تھا۔ سید ابوالکمال لکھتے ہیں کہ آپ نو برس کی عمر میں ریاضت میں مشغول ہوئے۔ چھ برس تمام شب کنارہ دریا پر کھڑے رہ کر عبادت کرتے اور تمام دن مسجد نوشہرہ میں تلاوت قرآن پاک فرماتے۔ تذکرہ نگاروں نے آپ کے بہت سے فضائل ومناقب اور کرامات بیان کی ہیں۔ آپ سخن گو اور صاحب تصنیفات بھی تھے۔ آپ کا وصال ۵ ربیع الاول ۱۰۶۴ ہجری میں شاہجہان کے عہد میں ایک سو پانچ سال کی عمر میں ہوا۔ اور مزار مبارک موضع رنمل شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں مرجع خلائق ہے۔ (نوشہ گنج بخش از سید ابوالکمال برق نوشاہی)

شاہ عبداللطیف قادری المعروف امام بریؒ: آپ کی ولادت موضع جولیاں کرسال ضلع جہلم میں ہوئی۔ والد ماجد کا نام شاہ محمود تھا جنہوں نے آپ کو بھینسیں چرانے کے کام پر لگا دیا۔ بعض وجوہات کی بنا پر شاہ محمود ترک وطن کر کے راولپنڈی میں اقامت گزیں ہو گئے۔ آپ

حضرت حیات المیر قادری جو حضرت غوث اعظم کے پوتوں میں سے زندہ جاوید ہیں کے دستِ حق پر بیعت ہوئے۔ حضرت حیات المیر کی زندگی کا بیشتر حصہ لاہور ہی میں گزرا اور آپ کے نامور خلفاء میں سے شیخ بہلول دریائی قادری بھی اکثر بیشتر لاہور تشریف لاتے تھے حضرت شاہ مقیم حجروی نے بھی یہاں لاہور آ کر قبرستان میانی میں ان سے بیعت کی تھی۔ حدیقتہ الاولیاء میں ہے کہ شاہ لطیف بری قادری بزرگان پنجاب میں سے تھے۔ حضرت کے خوارق و کرامات ہزاروں مشہور ہیں۔ آپ بڑے عابد و زاہد گوشہ نشین مست و مجذوب تھے ہزاروں مرید مدارجِ تکمیل کو پہنچے۔ آپ کی وفات ۹۶۴ ہجری (۱۵۵۶ء) میں ہوئی (تذکرہ مشائخ قادریہ)

حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ: آپ ۸۹۵ ہجری (۱۴۸۹ء) میں بغداد میں پیدا ہوئے اور بارھویں پشت سے حضور سیّدنا غوث اعظم سے ملتے ہیں۔ والد ماجد کا نام سیّد حاجی عمر تھا آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ فضیل قادری عرف زندہ پیر سے بیعت کی اور انہیں سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

جواہر مجددیہ میں لکھا ہے کہ حضور غوث پاک نے اپنا خرقہ خاص اپنے ذاتی کمالات سے پُر کر کے اپنے صاحبزادے سید عبدالرزاق کو سونپا تھا۔ پھر یہ خرقہ سلسلہ بہ سلسلہ اس خاندان میں حضرت شاہ کمال کیتھلی تک پہنچا۔ پھر آپ کے پوتے و خلیفہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی کو ملا جنہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کو اس سے مشرف فرمایا۔

علوم ظاہری و باطنی کی تربیت کے بعد آپ اپنے مرشد حضرت شاہ فضیل قادری کے ہمراہ سیر و سیاحت دنیا کے لئے نکلے اور ان کے ہمراہ کئی بار حج بھی کیا۔ مرشد کے حکم سے آپ نے ہندوستان کا رُخ کیا۔ آپ سرزمین عراق سے ملک ایران کے راستے مشہد نجف اشرف' تبریز اور اصفہان سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں درہ گومل کے راستے وارد ہوئے۔ اول اول ٹھٹھہ میں قیام فرمایا پھر وہاں سے ملتان تشریف لائے۔ یہاں شیر شاہ سوری کے نائب ملتان حمید خاں نے آپ کا استقبال کیا اور ہر قسم کی مراعات مہیا کیں لیکن آپ نے ان کو قبول نہیں فرمایا۔ یہاں سے آپ براستہ لاہور لدھیانہ پہنچے۔ پھر یہاں سے پائیل (سرہند شریف) کا رُخ کیا۔ یہاں

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے والد بزرگوار حضرت عبدالاحد کابلی قیام فرماتے تھے جو بعد ازاں آپ سے بیعت ہوئے۔ پھر یہاں سے کیتھل پہنچے اور یہاں مستقل طور پر مقیم ہو گئے۔ ہندوستان میں آپ کی آمد کا زمانہ ۹۲۷ ہجری (۱۵۲۰ء) ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ ''جب ہم کو خاندان قادریہ کا کشف ہوتا ہے تو حضرت غوث الثقلین کے بعد حضرت شاہ کمال قادری جیسا بزرگ نظر نہیں آتا۔''

''دربار قادری'' میں لکھا ہے کہ کسی رات تین رجال غیب آسمان سے اترے اور حضرت شاہ کمال قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی اثنا میں کوتوال شہر آ گیا۔ اُس نے دیکھا کہ چار آدمی بیٹھے ہیں۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ انہیں گرفتار کر لو۔ جب وہ سپاہی نزدیک آئے تو انہیں کوئی آدمی نظر نہ آیا کیونکہ وہ تین رجال غیب تو ہوا میں اُڑ گئے اور حضرت اقدس ان کو باوصفِ موجودگی نظر نہ آئے۔ جب سپاہی چلے گئے تو وہ رجال غیب پھر آ گئے اور آپ سے پوچھنے لگے ''آپ کیوں نہ چھپے؟'' آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فقراء کو وہ طاقت دے رکھی ہے جس سے وہ تمام عالم کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر انہیں کوئی دیکھ نہیں سکتا۔'' پھر ان تینوں رجال غیب نے آپ سے استدعا کی کہ چلئے لاہور کی سیر کریں۔ آپ نے فرمایا۔ ''آپ ہی جائیں اور مجھے معذور سمجھیں۔'' وہ تینوں رجال غیب ہوا میں پرواز کرتے ہوئے لاہور آ گئے۔ مگر دیکھتے کیا ہیں کہ آپ پہلے سے لاہور پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے آپ کے پہنچنے کی کیفیت دریافت کی۔ آپ نے فرمایا: ''فقیر کو آمد و رفت کی ضرورت نہیں۔ فقیر تو خود دنیا کو گھیرے ہوئے ہے اور خود اس دنیا سے باہر ہے وہ جہاں چاہے چلا جائے۔

سیر و سیاحت اور قیام کیتھل میں لاتعداد لوگوں نے آپ سے شرف بیعت کیا اور خلافت حاصل کی۔ ان میں حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی، شیخ عبدالاحد سرہندی کابلی، قطب عالم شاہ موسیٰ ابوالمکارم سرفہرست ہیں۔ آپ کی وفات ۹۸۱ ہجری (۱۵۷۳ء) میں شہر کیتھل میں ہوئی جو مشرقی پنجاب ضلع کرنال کی ایک تحصیل ہے۔

حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلیؒ: آپ حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی کے پوتے اور حضرت

شاہ عمادالدین کے فرزند تھے۔ آپ نے بچپن ہی سے اپنے جدامجد کی صحبت میں رہ کر روحانی اور باطنی علوم کی تکمیل فرمائی۔ ۹۶۵ ہجری (۱۵۵۷ء) آپ کا سن ولادت ہے۔ ''حضرات القدس'' جلد دوم میں ہے کہ ''حضرت مجدد الف ثانی کو سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی کے مقبول نظر ہونے کی وجہ سے حضرت شاہ سکندر سے انتساب حاصل تھا۔ حضرت شاہ کمال نے باوجود اپنے صاحبزادے شاہ عمادالدین کی موجودگی کے خلافت حضرت شاہ سکندر کو عطا فرمائی تھی۔''

زبدۃ المقامات صفحہ ۱۱۳ پر لکھا ہے کہ حضرت مخدوم یعنی شیخ الاحد کابلی والد حضرت مجدد الف ثانی فرمایا کرتے تھے کہ آفتاب کی طرف نظر جما سکتے ہیں لیکن شاہ سکندر کے دل پر غلبۂ نور کی وجہ سے نظر نہیں ٹھہر سکتی۔ روایت ہے کہ ایک روز آپ لاہور تشریف لائے تو اپنے خلیفہ حضرت طاہر بندگی (جو میاں میانی شریف کے نام سے مشہور ہیں) کے پاس ٹھہرے۔ لاہور شہر کی طرف آئے تو ملا عبدالرحمٰن کو سلسلہ قادریہ میں داخل کر کے خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ اس کے بعد شہر لاہور کے سینکڑوں ہزاروں افراد آپ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے۔ ایک مرتبہ آپ نے قیام لاہور کے دوران میں شیخ طاہر بندگی کو حکم دیا کہ سارے شہر میں منادی کر دی جائے کہ جس کو لڑکے کی ولادت منظور ہو وہ نذر و نیاز لے کر حاضر ہو جائے۔ منادی کرا دی گئی۔ ہزاروں حاجت مند مع نذر و نیاز حاضر ہوئے۔ بعد قبول نذر آپ فرما دیتے تھے کہ ''جاؤ لڑکا ہوگا۔''

شہر کے بد باطن لوگ اس اعلان پر تمسخر اڑا رہے تھے۔ انہوں نے ایک لڑکے کو عورت کے لباس میں نذر دے کر آپ کے پاس بھیجا۔ آپ نے نذر قبول فرمالی اور فرمایا: ''جاؤ لڑکا ہوگا۔'' آپ نے ان ایام میں سوا لاکھ لڑکوں کی بشارت فرمائی۔ آخر میں ایک بڑھیا لڑکے کی تمنا لے کر آئی۔ آپ نے فرمایا اب تعداد پوری ہو گئی۔ اس نے گریہ وزاری شروع کر دی۔ آپ نے اس کی نذر بھی قبول فرمالی۔

اس واقعہ کے بعد آپ لاہور میں قیام فرما رہے۔ جن کو لڑکوں کی بشارتیں دی گئی تھیں ان کے ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکے پیدا ہوئے اور اس لڑکے کو بھی جسے ان بد باطن لوگوں نے

بھیجا تھا اور آپ نے نذر قبول کر لی تھی درد زہ شروع ہوا اور وہ درد کی شدت سے چیخنے لگا۔ لوگ جمع ہو گئے اور انہیں بدبختوں کی حرکت کا پتہ چل گیا۔ لہٰذا سب آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لئے معافی کے طلب گار ہوئے اور لڑکے کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور عرض کیا حضور! یہ کور باطن ہیں انہیں معاف کر دیا جائے۔ اسی اثنا میں وہ بڑھیا بھی آ گئی جس سے آپ نے نذر قبول فرمائی تھی۔

آپ کو اس لڑکے کی حالت پر رحم آ گیا اور بڑھیا کو حکم فرمایا کہ تم اس لڑکے کے پیچھے سے نکل جاؤ۔ بڑھیا اس لڑکے کے پیچھے سے نکل گئی۔ چنانچہ وہ حمل لڑکے سے نکل کر بڑھیا کے قرار پا گیا اور لڑکے کو اس درد سے نجات مل گئی۔ اس واقعہ سے اہل لاہور جوق در جوق آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ ''آئینۂ تصوف'' میں آپ کے خلفاء کی تعداد سترہ لکھی ہے جن میں حضرت شیخ طاہر بندگی قادری لاہوری اور مجدد الف ثانی بھی شامل ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات ۱۴ جمادی الاول ۱۰۲۵ ہجری (۱۶۱۶ء) ہے مزار پر انوار کیتھل میں واقع ہے۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ)

خطہ پنجاب میں دیگر قادری مراکز کے علاوہ گجراتی قادری سلسلہ حضور سیدنا غوث اعظم کی اولاد میں سے کسی نے قائم کیا۔ دہلی میں سکندر لودھی کے زمانہ میں اس سلسلہ کو روشناس کرانے کے لئے شیخ ابوالفتح بن جمال الدین مکی عباسی قادری کی خدمات حاصل کی گئیں۔ انہوں نے آگرہ میں قیام کیا۔ روایت ہے۔ شیخ ابوالفتح کو خرقہ خلافت سیدنا غوث پاک کی اولاد کے توسط سے ملا۔ ان کے بعد بہت سے قادری مشائخ مغلیہ دورِ حکومت میں دہلی اور اس کے گرد و نواح میں تشریف لائے۔ تاریخ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی علمی اور روحانی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ بہت سی تصانیف میں سیدنا غوث اعظم کی فتوح الغیب کا فارسی ترجمہ و شرح مشہور ہے۔ انہوں نے یہ کام شاہ ابوالمعالی قادری کرمانی کے ارشاد اور فرمان پر ۱۰۲۴ ہجری میں مکمل کیا اور اس کا نام مفتاح الفتوح رکھا۔ شیخ محقق حضرت شاہ ابوالمعالی سے کمال درجہ عقیدت رکھتے تھے۔ شرح مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات بھی حضرت بابا شاہ ابوامعالی ہی کے کہنے پر تحریر کی۔ اس کے بعد مفتاح الفتوح کا اردو ترجمہ علامہ ظہور احمد جلالی نے کیا جو پہلی مرتبہ

۲۰۰۰ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

محمد فاضل الدین بٹالویؒ: بٹالہ میں ابو الفرح محمد فاضل الدین قادری بٹالوی نے سلسلہ قادریہ فاضلیہ قائم کیا۔ آپ کی پیدائش ۱۰۷۰ ہجری (۱۶۶۰ء) میں نور پور تحصیل شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام سیّد عنایت اللہ تھا جو اس زمانہ میں جاگیردار تھے۔ بارہویں صدی ہجری میں مشائخ قادریہ کا ایک خاندان بٹالہ میں آباد ہوا۔ جس کے جدّ اعلیٰ شیخ ابوالحسن علی بغدادی معروف بہ بدیع الدین شہید الجیلانی ہیں۔ آپ عراق سے ہندوستان آئے تھے۔ آپ کی اولاد میں سے حضرت فاضل الدین نے علم وفضل کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کی۔ بیس سال کی عمر میں گھر سے نکلے اور بٹالہ میں سکونت اختیار کی۔ آپ لاہور بھی تشریف لائے اور آپ کی اولاد سے سیّد بدر محی الدین قادری دربار فاضلیہ اچھرہ میں مقیم ہوئے۔ بٹالہ میں ایک روز محمد فاضل الدین کو حضرت ابو محمد قادری مرید حضرت طاہر بندگی نے ارشاد فرمایا کہ کلانور کے شیخ محمد افضل قادری سے بیعت کرو۔ چنانچہ آپ نے سلسلہ قادریہ میں ان سے بیعت کی۔ عربی اور فارسی میں آپ نے تقریباً ایک سو کتب لکھی ہیں۔ ان میں قصیدہ غوثیہ کی شرح ''بیان الاسرار'' کے نام پر لکھی جس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے مگر نایاب ہے۔ آپ کا وصال ۱۱۵۱ ہجری (۱۷۳۸ء) میں ہوا اور بٹالہ ہی میں مدفون ہوئے۔

خطہ پنجاب میں ان گنت قادری مشائخ نے اشاعت اسلام میں خدمات سرانجام دیں۔ جن میں حضرت میاں میر صاحب بالا پیر‘ سخی احمد یار صاحب‘ بابا شاہ عنایت قادری‘ بلھے شاہ قادری‘ سید وارث شاہ‘ سیّد حاجی پیر گیلانی‘ شاہ محمد غوث لاہوری‘ میاں محمد بخش کھڑی شریف‘ پیر مانکی شریف‘ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی (عاشق رسول اللہؐ) کے اسماء گرامی شامل ہیں۔ اب پنجاب کے کچھ سرخیال قادری مشائخ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے تذکرہ مشائخ قادریہ'' از محمد دین کلیم قادری دیکھی جاسکتی ہے۔

ہند میں مالوہ کے مقام پر شیخ عبداللہ نے سلسلہ قادری شطاری کی بنیاد رکھی۔ یہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد سے تھے ان کا وصال ۱۴۲۸ء میں ہوا۔ وہ شاہ محمد غوث قادری کے مرید

تھے۔ بابا شاہ عنایت قادری بلھے شاہ جن کے اسماء اوپر دیئے گئے ہیں اور شیخ رضا شاہ کا تعلق سلسلہ قادری شطاری سے ہے۔

حضرت میاں میر بالا پیر قادریؒ: حضرت میاں میر پنجاب میں تمام مشائخ قادریہ کے سربراہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ آپ کی ولادت سندھ کے شہر سیوستان میں ۹۳۸ ہجری (۱۵۳۱ء) میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرمی قاضی سائیں دتا بن قاضی قلندر فاروقی ہے اور والدہ ماجدہ کا اسم مبارک بی بی فاطمہؒ ہے۔ آپ کا شجرہ نسب ۲۸ واسطوں سے خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد ایک عارف کامل بزرگ تھے اور والدہ ماجدہ اپنے وقت کی رابعہ تھیں۔ آپ کی عمر سات سال کی تھی کہ والد بزرگوار رحلت فرما گئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی۔ پھر ان ہی سے رموز تصوف پر پوری دسترس حاصل کر لی اور کامل طور پر طریقت کے سانچے میں ڈھل گئے۔ اس کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کے ہاتھ پر جزوی بیعت کر لی اور اوراد قادریہ پر عمل شروع کر دیا حتیٰ کہ عالم ملکوت آپ پر منکشف ہونے لگا۔

والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر جنگل کا رخ کیا۔ ایک دن وہاں حالتِ استغراق میں ایک درویش دیکھا۔ یہ حضرت شیخ خضر ابدال بیابانی قادری تھے انہوں نے آپ کو اپنا مہمان بنا لیا اور بڑی شفقت سے پیش آئے اور میاں میر صاحب آپ کے غوثیہ مراتب کو سمجھنے لگے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے حضرت شیخ خضر ابدال کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی۔ حضرت میاں میر صاحب نے اپنے پیر کے زیر تربیت روحانیت کے تمام منازل طے کر لئے۔ پیر و مرشد نے خرقہ خلافت عطا فرما کر لاہور جانے کا حکم صادر فرمایا۔ جب آپ لاہور تشریف لائے اس وقت آپکی عمر تقریباً ۲۵ برس کی تھی۔

لاہور میں نیلا گنبد کے قریب ایک مکان میں اعتکاف و چلہ کیا۔ دن رات عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے۔ روزہ داری کا یہ عالم تھا کہ ایک ہفتہ کے بعد روزہ افطار فرماتے اور بعض اوقات جذب و استغراق کی زیادتی کی وجہ سے کئی کئی ماہ گزر جاتے۔ روایت

ہے کہ سیدنا غوث اعظم نے حضرت میاں میری صاحب کی اویسی طریقے سے خود تربیت فرمائی۔آپ کئی سال رات بھر نہیں سوئے۔ذکر اللہ میں اتنا انہاک تھا کہ تمام رات میں صرف ایک سانس لیتے۔۸۰ سال کی عمر میں بھی تمام رات میں فقط چار مرتبہ سانس لیتے۔حضرت میاں میر صاحب کا طریقہ نہایت دشوار تھا۔ہر کسی میں اتنی استعداد نہ تھی کہ اسے اختیار کر سکے۔ چنانچہ کوئی شخص جب مریدی کا ارادہ ظاہر کرتا تو یہ شعر پڑھتے:۔

شرط اوّل در طریق معرفت دانی کہ چیست ترک کردن ہر دو عالم را و پشتِ پا زدن

(معرفت کے طریقے کی پہلی شرط جانتے ہو کیا ہے؟ دونوں جہانوں کو ترک کرنا اور پشت پا سے ٹھکرا دینا)

ایک مرتبہ شہنشاہ جہانگیر نے بڑی عاجزی سے آپ کو آگرہ تشریف لانے کی درخواست کی۔آپ نے درخواست قبول فرمائی اور تشریف لے گئے اور جہانگیر کو پند و نصائح کیں۔مگر اس سے کوئی چیز قبول نہ فرمائی۔اسی طرح شہاب الدین شاہجہان جب تخت نشین ہوا تو دو مرتبہ آپ کی ملاقات کے لئے لاہور آیا اور تا زندگی آپ کا معتقد رہا۔اورنگ زیب عالمگیر آپ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا مگر آپ اس سے زیادہ محبت نہیں رکھتے تھے۔ایک مرتبہ کسی خادم کو فرمایا کہ میں حجرہ میں بیٹھنے لگا ہوں اور آج کسی آدمی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔اتفاقاً اورنگ زیب ملاقات کے لئے حاضر ہوا مگر دربان نے اندر جانے کی اجازت نہ دی۔آخر اورنگ زیب نے مجبور ہو کر ایک رقعہ آپ کی خدمت میں بھیجا جس پر تحریر تھا۔

در درویش را درباں نہ باید

یعنی درویش کو دربان کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے۔یعنی ملاقات کے لئے کسی کو روکا نہ جائے اور نیچے اپنا نام لکھ دیا۔

آپ نے ملاقات کی اجازت نہ دی اور اس مصرع کے نیچے دوسرا مصرع فوراً لکھ کر دربان کے ہاتھ واپس کر دیا۔اور وہ یہ تھا:

"باید باید تاسگِ دنیا نہ آید"

یعنی دربان کھڑا کرنا چاہیے تاکہ دنیا کے کتے اندر داخل نہ ہوں۔

اورنگ زیب رقعہ پر جواب پڑھ کر پشیمان ہوا اور بغیر ملاقات واپس چلا گیا۔

گورو ارجن دیو کے دل میں جب دربار امرتسر تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا تو اس نے حضرت میاں میر سے سنگ بنیاد رکھنے کی درخواست کی۔ آپ تشریف لے گے۔ جب آپ نے سنگ بنیاد رکھا تو اینٹ کچھ ٹیڑھی رکھی گئی جس کو معمار نے اٹھا کر سیدھا کر دیا اس پر گورو ارجن دیو خفا ہو کر کہنے لگا کہ ایسے مقدس ہاتھ کی رکھی اینٹ تم نے کیوں سیدھی کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ دربار گولڈن ٹمپل ایک دفعہ تباہ ہو کر پھر از نو بنے گا۔ چنانچہ احمد شاہ ابدالی کے حملے ۱۷۶۱ء میں یہ گردوارہ تباہ ہو کر دوبارہ چار سال بعد تعمیر کیا گیا (میر فقر۔ خواجہ محمد بشیر عباسی قادری)

حضرت میاں میر صاحب کا وصال ۷ ماہ ربیع الاول ۱۰۴۵ ہجری بروز منگل کو ہوا۔ آپ کا مزار پُر انوار گڑھی شاہو لاہور میں واقع ہے اور مرجع خلائق ہے۔ آپ کے مریدین کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ آپ کے کچھ باکمال ۲۵ کے قریب مریدوں کے اسمائے گرامی کتاب ''سکینۃ الاولیا'' جو دارا شکوہ کی تالیف ہے دیئے گئے ہیں۔ ان میں حاجی نعمت اللہ سرہندی' میاں نتھا' ملا روحی' ملا شاہ بدخشی' حضرت میاں ابوالمعالی' شاہ ابو سعید معصوم' حاجی مصطفیٰ' ملا حامد' حاجی صالح' ملا عبدالغفور' اسد اللہ' حاجی محمد عبادی قادری' شیخ احمد قادری' دارا شکوہ' ملا یحییٰ قادری وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت ملا شاہ بدخشی اور شہزادہ دارا شکوہؒ: حضرت ملا شاہ کا اسم مبارک شاہ محمد ہے اور حضرت میاں میر انہیں محمد شاہ کہا کرتے تھے۔ اور حضرت میاں میر صاحب کے اصحاب اور معتقدین انہیں ''حضرت اخوند'' کہہ کر پکارتے تھے۔ حق تعالیٰ سے ان کا لقب لسان اللہ ہے۔ جو شخص صدق دل سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو پہلی بات ان سے ذکر حق میں مشغول ہونے کی کرتے۔ اس سے اسے فوراً دلی کشائش حاصل ہو جاتی۔

آپ کے والد ملا عبدی ارکسا کے قاضی تھے۔ اوائل عمری میں علوم دینی کی تحصیل میں

مشغول رہے۔ عبادات کی کثرت، کم خوری، کم خوابی اور زہد و تقوی کی وجہ سے مشہور ہوئے۔

ایام جوانی میں اپنے علاقے سے چل کر پاکستان (ہند) آئے۔ آپ حضرت میاں میر صاحب کے مریدان خاص میں کامل اور اصحاب خاص میں افضل تھے۔ ہمیشہ اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں رہے۔ تیس سال حضرت میاں میر صاحب کی خدمت میں رہ کر آپ نے بہت ریاضت اور مجاہدہ کیا۔ آپ کا کام جب پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو حضرت میاں جیو (میاں میر صاحب) کی اجازت سے کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ سردی کے موسم میں اکثر لاہور میاں میر صاحب کی خدمت میں آیا کرتے۔ میاں صاحب نے بعض مریدوں کی تربیت ان کے سپرد کر دی۔ ترک و تجرید، فقر و استغناء، توکل اور تسلیم و رضا میں تمام اہل زمانہ میں انہیں نمایاں مقام حال تھا۔ ان کے پاس نہ کوئی خادم ہوتا نہ کنیز۔ گھر میں کھانا نہیں پکتا تھا نہ چراغ جلتا تھا۔ راتوں کو تاریکی ہی میں بیٹھے رہتے۔ ایک رات داراشکوہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایک شخص کو کہا چراغ لائے۔ پھر داراشکوہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ چراغ میں نے تمہارے لیے روشن کیا ہے ورنہ میں تو ہمیشہ تاریکی ہی میں بیٹھتا ہوں۔ یہ مجھے بہت پسند ہے۔ (سکینۃ الاولیاء) ایک مرتبہ فرمایا ہمارے دل میں مرنے کا کوئی غم اور خوف نہیں۔ جس حالت میں یہاں بیٹھے ہیں اسی حالت میں وہاں بیٹھیں گے۔ فرق اس قدر ہے کہ ہم ایک سرائے سے دوسرے سرائے کو اٹھ جائیں گے۔ درحقیقت جس کا بدن روح کی طرح لطیف ہو جائے اس کے لئے مرنا اور زندہ رہنا یکساں ہے۔

شہزادہ داراشکوہ حضرت میاں میر صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوتا رہتا تھا مگر ابھی مرید نہیں ہوا تھا۔ ایک مرتبہ شہزادہ سیر و تفریح کے لئے ساتھیوں کے ہمراہ کشمیر گیا ہوا تھا۔ اس دوران میں اس نے ایک پہاڑی کی چوٹی پر برہنہ تن ایک درویش کو اس حالت میں دیکھا کہ برف باری ہو رہی ہے اور برف اس درویش کے جسم پر پڑ کر پانی بن کر بہہ جاتی ہے اور وہ خود حالت استغراق میں آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں۔ شہزادہ کافی دیر یہ منظر دیکھتا رہا۔ پھر چلا گیا۔ دوسرے دن پھر اسی مقام پر آیا اور درویش کو اسی حالت میں دیکھا کہ برف پگھل کر پانی بن بن

اس کے جسم سے بہہ رہی ہے اور وہ حالت استغراق میں آنکھیں بند کیے بیٹھے ہیں۔ داراہ شکوہ یہ منظر مسلسل پندرہ روز دیکھتا رہا۔ اس کے کچھ دن بعد لاہور حضرت میاں میر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میاں صاحب نے احوال دریافت کیے۔ داراہ شکوہ پہلے ہی یہ ماجرا بیان کرنے کے لئے تیار تھا۔ چنانچہ پندرہ دن کشمیر میں جو نظارہ کیا تھا میاں صاحب کو بیان کر دیا۔ میاں صاحب نے فرمایا! دارہ شکوہ اس درویش سے ملنا چاہتے ہو؟" عرض کیا ہاں ملنے کی خواہش ہے میاں میر صاحب نے اسی وقت فرمایا: "اُو ملا شاہ ادھر آؤ۔" چشم زدن میں ملاہ شاہ بدخشی آپ کے قدموں میں موجود تھا۔ پھر حضرت میاں صاحب نے فرمایا: داراہ شکوہ تم ملا شاہ کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔ چنانچہ حضرت میاں میر صاحب کی ہدایت اور فرمان کے مطابق شہزادہ داراشکوہ نے ملاشاہ بدخشی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (روایت کردہ صاجبزادہ شبیر احمد کمال عباسی)

ملاشاہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے سے حضرت میاں میر صاحب نے متعدد بار فرمایا: ملاشاہ! تو نے ہمارا چراغ روشن کیا ہے!" اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت ملاشاہ نے سلسلہ قادریہ بلکہ تمام اولیاء کا چراغ روشن کیا۔

ایک مرتبہ ملاشاہ نے فرمایا: "ہم نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ مشائخ کسی بوڑھے شخص یا نابینا کی تربیت نہیں کرتے تھے نہ انہیں ذکر حق میں مشغول کرتے تھے۔ کیونکہ یہ کسی مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ مرشد کو چاہیے کہ ان پر بے فائدہ بوجھ نہ ڈالے۔ مجھے اس بیان پر حیرت ہوئی کیونکہ کہ حق تعالیٰ کا تو یہ ارشاد ہے ادعونی استجب لکُم (مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں) کے مطابق وہ ہر سائل کو قبول کرتا ہے۔ عمر کی کوئی قید نہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ کسی بوڑھے شخص کو ذکر الٰہی میں مشغول کروں۔ ایک مرتبہ میں ایک باغ میں مراقبے میں تھا۔ اور میرے اصحاب میں سے ایک شخص میرے پاس بیٹھا تھا۔ جب آنکھ کھلی تو ایک سفید ریش شخص نظر آیا۔ اسکی عمر ۶۰ سال کے قریب ہوگی۔ وہ ہم دونوں کے درمیان بیٹھا تھا۔ خیال آیا کہ آزمائش کے طور پر اس بوڑھے شخص کو ذکر الٰہی میں مشغول کر دوں۔ دیکھیں اس پر کشائش ہوتی ہے یا نہیں۔ جب نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ یہ تو کافر ہے۔

میں پھر سوچ میں پڑ گیا کہ ادھر مشائخ کی یہ بات کی جس کی عمر پچاس سال سے زائد ہو اس پر کشائش نہیں ہوتی۔ ادھر یہ شخص جو نظر آیا ہے کافر ہے۔ بہر حال میں نے خیال کیا کہ ہمت کر کے اپنی شمشیر کو آزمانا چاہیئے۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا اور اس پر اثر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو کفر سے پھیر دیا اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ پھر میں نے اسے ذکر الٰہی میں مشغول کر دیا۔ اسے عظیم کشائش نصیب ہوئی اور وہ مومن اور عارف باللہ ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ بات شیخ کے اپنے کمال پر منحصر ہے۔ شیخ کامل ہر وقت اور ہر حالت میں جسے چاہے مقام تک پہنچا سکتا ہے۔" (سکینۃ الاولیا)

ملا شاہ نے داراشکوہ کی بدرجہ کمال تربیت فرمائی۔ وہ کچھ عطا فرمایا جو دوسرے بیس تیس سالوں میں بھی حاصل نہ کر سکے۔ داراشکوہ کے علاوہ آپ کے مریدوں میں ان کی ہمشیرہ شہزادی جہاں آراء بنت شاہجہاں، ملا محمد آمین کاشمیری، حضرت حاجی عبداللہ اور محمد حلیم کو بہت مقبولیت نصیب ہوئی۔ آپ کا وصال ۱۰۷۲ ہجری (۱۶۶۲ء) میں ہوا اور داراپور عالم گنج میں مدفون ہوئے۔ آج کل اسے موضع میانمیر کہتے ہیں۔ داراشکوہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت ملا شاہ کا بڑا شاندار مقبرہ بنوایا تھا اور بہت سا سامان سنگ مرمر و سنگ سرخ جمع کرایا تھا۔ رنجیت سنگھ نے اپنی حکومت میں اس مقبرہ کے تمام قیمتی پتھر اتروا دیے تھے۔ اور ان کو باغ امرتسر کی بارہ دری کے لئے بھجوا دیئے۔ اس عالی شان مقبرے کے محراب سنگِ رُخام کے بنے ہوئے تھے۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ)

خانقاہ قادریہ نوریہ گوجرانوالہ: حضرت میاں میر صاحب کی خدمت میں بے شمار لوگ بیعت وارادت کی غرض سے حاضر ہوتے اور اپنے نصیب کو پہنچتے تھے جب کہ اکثر لوگوں کو آپ یہ کہہ کر واپس بھیج دیتے کہ "طلب حق آسان نہیں"۔ کچھ خاموش ملتجی نگاہیں آپ سے درخواست کرنے کی بجائے آپ کے دیدار سے مستفید ہوتیں۔ ان نیازمندوں میں سے ایک حضرت شاہ جمال اللہ نوری بھی تھے۔ جو آپ کے مرید ہی نہیں بلکہ مراد طریق ہیں۔

حضرت شاہ جمال اللہ نوری قادری کو حضرت میاں میر صاحب نے اپنے سلسلہ عالیہ

قادریہ میں منظور فرما کر حضرت شاہ ابوسعید معصوم سے اذن بیعت وارشاد عطا فرمایا جو کہ حضرت میاں میر صاحب کے خلفائے کبار میں سے تھے۔ حضرت شاہ جمال اللہ نوری حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کی اولاد اطہار میں سے ہیں۔ آپ کی پیدائش ڈیرہ غازی خان میں ۹۸۱ ہجری (۱۵۷۳ء) میں ہوئی۔ ان کے اجداد محمد بن قاسم کے ساتھ برصغیر آئے اور کچھ عرصہ اوچ شریف رہنے کے بعد ڈیرہ غازی خاں میں سکونت اختیار کی۔ جب حضرت شاہ جمال نوری حضرت میاں میر صاحب کی خانقاہ قادریہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے نہایت شفقت ومحبت سے آپ کو ذکر حق تعالیٰ میں مشغول فرما کر چند ساعتوں میں مقام ملکوت عطا فرمایا اور جبروت و لاہوت کا مشاہدہ کرا دیا۔ حضرت میاں میر صاحب کی درگاہ قادریہ سے منازل سلوک طے کرنے اور خرقہ خلافت سے مشرف ہونے کے بعد اپنے پیر ومرشد کے حکم سے ہدایت کے لئے گوجرانوالہ آئے۔ اس وقت یہاں کوئی شہر نہیں تھا بلکہ متعدد گاؤں متفرق فاصلوں پر تھے۔ حضرت شاہ جمال نے اپنے سلسلہ طریقت کی پاسداری کرتے ہوئے مقامی آبادی سے فاصلے پر سکونت اختیار کی اور رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد ازاں کھیالی نامی گاؤں کے کنارے درگاہ قادریہ کی بنیاد پڑی جو اس علاقے میں اولیں قادری خانقاہ تصوف ہے۔ آپ کی شخصیت ہر لحاظ سے مرکز تجلیات تھی۔ جس پر بھی نگاہ کرم فرماتے اسکی دنیا بدل جاتی۔ آپ کی خانقاہ اہل طریق کے لئے فروغ فکر ونظر اور قبلہ علم وعرفان کی حیثیت رکھی تھی۔ آپ کا وصال ۸۰ برس کی عمر میں ۱۰۶۰ ہجری میں (۱۶۵۰ء) میں ہوا۔ اور اپنی خانقاہ قادریہ نوریہ میں مدفون ہوئے۔

وصال کے بعد آپ کے بڑے بیٹے شاہ عبدالکریم جو آپ ہی سے بیعت تھے اور منازل سلوک طے کر کے خرقہ خلافت حاصل کر چکے تھے آپ کی خانقاہ قادریہ کے جانشین ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالکریم (۱۰۲۶ھ تا ۱۰۷۲ھ) نے لاتعداد طالبان حق کو معرفت سے آشنا کیا۔ اپ پر جذب واستغراق کا غلبہ رہتا تھا۔ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ عبدالرحیم (۱۰۲۲ھ تا ۱۱۳۳ھ) نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضرت شاہ عبدالکریم کے وصال کے بعد خانقاہ قادریہ نوریہ کے جانشین وپیشواء مقرر ہوئے۔ آپ نے سلسلہ رشد وہدایت کو پورے پنجاب پر

محیط کر دیا۔ آپ نے اپنے بیٹے حضرت شاہ شیر محمد غازی کی تربیت و تعلیم اعلیٰ پیمانے پر کی اور ہر طرح سے انہیں خانقاہ نوریہ کی جانشینی کے قابل بنایا۔

حضرت شاہ شیر محمد غازی حضرت شاہ جمال اللہ نوری کے پوتے تھے۔ آپ ۱۰۵۴ ہجری (۱۶۴۴ء) میں موضع کھیالی میں پیدا ہوئے۔ ان کے زمانے میں پنجاب میں انتہا پسند سکھوں کی غنڈہ گردی، مار دھاڑ اور لوٹ مار جاری تھی ان حالات میں اہل خانقاہ کو میدان جنگ میں آنا پڑا۔ حضرت شاہ شیر نے جہاد حق کے ساتھ ساتھ فروغ نعمت عرفان میں بے پناہ خدمات انجام دیں اور علمی سطح پر بھی ساری زندگی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ فی سبیل اللہ جہاد کرتے ہوئے ۱۱۴۳ ہجری (۱۷۳۰ء) کو شہید ہوئے۔ آپ کا مزار اقدس خانقاہ قادریہ نوریہ میں ہے۔

حضرت شاہ شیر محمد غازی کی شہادت کے بعد آپ کے بیٹے بحر العلوم حضرت مولانا مولوی محمد فیض (۱۱۲۵ھ تا ۱۲۱۵ھ) خانقاہ قادریہ نوریہ کے جانشین ہوئے اور اس خانقاہ کو باقاعدہ عظیم ترین جامعہ علوم بنا دیا جس میں بے شمار ملکی و غیر ملکی طلباء تعلیمات اسلامیہ سے فیض یاب ہوتے تھے۔ آپ فتویٰ نویسی میں سند اور بصیرت قادریہ میں حجت تھے۔ آپ نے متعدد کتب کی شرح لکھی۔ آپ کا وصال ۱۷ رمضان المبارک ۱۲۱۵ ہجری میں ہوا اور خانقاہ نوریہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے بیٹے حضرت مولانا مولوی نور احمد قادری خانقاہ قادریہ نوریہ کے جانشین مقرر ہوئے۔

حضرت مولانا نور احمد قادری ۱۱۶۶ ہجری (۱۷۵۳ء) میں پیدا ہوئے آپ نے تحصیل علم کے لئے ۱۷۶۸ء میں ملتان کا سفر اختیار کیا۔ ملتان پہنچنے پر شہر کے ایک کونے میں واقع خانقاہ میں قیام پذیر ہوئے۔ روایت ہے کہ اس خانقاہ میں ایک نہایت عابدہ وزاہدہ صاحب نظر خاتون رہتی تھیں انہوں نے اس پندرہ سال کے خوبرو نوجوان جس کی پیشانی سے آثار ولایت نمایاں تھے نہایت شفقت سے فرمایا کہ ''بیٹے تم ملتان میں کیوں آئے ہو؟'' آپ نے فرمایا ''میں حصول علم کے لئے آیا ہوں۔'' حالانکہ آپ کے والد محترم جیسا استاد اور خانقاہ قادریہ نوریہ جیسی درگاہ چھوڑ کر سفر اختیار کرنا محض تقدیر کی خوش رفتاری تھی۔ حصول علم کا اس سے کیا

تعلق ہو سکتا تھا۔ اس نیک دل صاحب نظر خاتون نے نوجوان کا جواب سن کر تبسم فرمایا اور کہا کہ ''بیٹے تم تو پڑھے ہوئے ہو، تمہیں کوئی کیا پڑھائے گا۔'' یہ جواب سن کر حضرت نور احمد کو محسوس ہوا کہ ان کے باطن میں علوم ظاہری و باطنی ٹھاٹھیں مارنے لگا ہے۔ آپ ملتان میں جس مدرسے میں جاتے۔ وہ آپ کا امتحان لیتے تو ہر جگہ سے یہی جواب ملتا ''تم تو پڑھے ہوئے ہو تمہیں کوئی کیا پڑھائے گا۔'' چنانچہ آپ واپس گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔ اور دل جمعی سے مطالعہ کتب جاری رکھا۔ حضرت شاہ محمد فیض صاحب نے باطنی توجہ سے قلیل مدت میں حضرت نور احمد صاحب کو مقامات طریقت و حقیقت طے کرا دیے اور آپ جہانِ معرفت کے بادشاہ بن کر سامنے آئے۔ حضرت شاہ محمد فیض نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا اور بیعت و ارشاد کا حکم دیا۔ حضرت شاہ محمد فیض قادری ۱۲۱۵ ہجری مین وصال فرما گئے اور آپ کے بعد حضرت مولانا نور احمد صاحب تقریباً پچاس برس کی عمر میں خانقاہ قادریہ نوریہ کے سجادہ نشین و پیشواء ہوئے۔ آپ نے حضرت سیّدنا میاں میر صاحبؒ کے طریق حق کی کامل پاسداری فرمائی اور شریعت و طریقت قادریہ کے اعلیٰ اصولوں کے ساتھ مخلوق خدا کی رہنمائی فرمائی۔ آپ مریدوں کی کثرت نہ چاہتے تھے۔ اس لئے آپ نے بہت کم اصحاب کو بیعت سے مشرف فرمایا۔

روایت ہے کہ حضرت سخی احمد یار صاحب کے بعالم بیداری براہ راست حضور نبی کریمؐ سے حکم وارشاد بیعت حاصل کرنے کے بعد حضرت مولوی نور احمد نے کسی طالب حق کو مرید نہ کیا۔ بلکہ حضرت میاں میر صاحب کی متابعت میں جو بھی طالب صادق آتا آپ اس کو حضرت سخی احمد یار صاحب کے پاس بیعت کے لئے بھیج دیتے جو آپ سے بیعت ہو چکے تھے۔

حضرت مولانا مولوی نور احمد صاحب نے ایک سو دس سال کی عمر پا کر ۱۲۷۶ ہجری (۱۸۵۹ء) میں وصال فرمایا۔

سلسلہ عالیہ قادریہ گوجرانوالہ

عالی نسب خاندان عباسیہ کی کئی شاخیں معروف ہیں۔ ایک تو وہ جنہوں نے خلافت بنو اُمیہ کے خاتمہ پر ۵۰۸ سال تک خلافت بنو عباس کے نام دنیا پر حکومت کی۔ دوسری وہ ہے جو حمایت شیعان علی کی شدت میں بالآخر شیعہ مذہب اختیار کر گئی۔ تیسری وہ شاخ ہے جو حکمت و فلسفہ میں نہایت آزاد خیال ثابت ہوئی اور چوتھی وہ جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روحانی اور فقہی طور پر وارث بنی اور تدوین فقہ اسلامیہ سے لے کر آج تک مذہب آئمہ اربع پر قائم رہی۔ حضور نبی کریمؐ نے حضرت عباسؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حق میں خصوصی دعا فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بصیرت دین اسلام سے اس قدر بزرگی عطا فرمائی کہ آپ کے ذریعہ دین اسلام کی نصرت میں اضافہ ہوا۔ حضرت فخر اسخیاء سخی احمد یار صاحبؒ کا نسبی تعلق اسی خاندان عالیہ عباسیہ کے ساتھ ہے۔ اس خاندان کے بزرگ تبلیغ و اشاعت دین اسلام کے لئے وقف اور بندگی حق تعالیٰ میں بے مثال ہوئے ہیں۔ جب دوسری صدی ہجری میں فتنہ عام ہوا تو اس خاندان کے بزرگوں نے بہت سے ممالک میں سکونت کے بعد ماوراء النہر (ایران) میں قیام کیا۔ پھر اس خاندان کے کچھ بزرگ ہندوستان میں وارد ہوئے اور دہلی میں قیام پذیر ہوئے۔ کچھ نے مغلیہ فوج میں اعلیٰ عہدوں پر عسکری خدمات سرانجام دیں اور بعد ازاں کچھ لوگ ہجرت کر کے لاہور میں آباد رہے اور تقریباً دو سو سال سکونت اختیار کی۔ اور کچھ بزرگوں نے ذوق عبادت و ریاضت و یکسوئی کے لئے مضافات لاہور میں رہائش اختیار کی۔ اس خاندان عالیہ کے ایک بزرگ حضرت مردان علی شاہ علی پور میں متوطن تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے آخری عمر میں ایک بیٹا عطا فرمایا جن کا نام محمد جیون رکھا گیا۔

(۱) فخر اسخیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادریؒ: حضرت سخی احمد یار صاحبؒ کی ولادت ۱۱۹۳ ہجری (۱۷۷۹ء) میں موضوع مان ضلع گوجرانوالہ میں ہوئی۔ والد ماجد کا نام حضرت خواجہ محمد جیون ہے اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت عائشہ خاتون ہے۔ حضرت خواجہ محمد جیون عباسی کا

وصال ۱۸۶۹ بکرمی میں ہوا۔

حضرت خواجہ محمد جیون صاحب تجرید وتفرید' مستغرق بیادِ حق اور بارگاہ رسول اللہؐ میں مقبول ولی کامل ہوئے ہیں۔ حضرت عائشہ خاتون بھی عابدہ زاہدہ تھیں۔ انہوں نے ضعف العمری میں بھی زہد وتقویٰ اور ذوق عبادت میں کمی نہ آنے دی صاحب "سیرت الفقراء" لکھتے ہیں کہ حضرت مائی صاحبہ مستجاب الدعوات تھیں۔ انہوں نے طویل عمر پائی وصال ۸۹ سال کی عمر میں ۱۹۰۸ بکرمی میں ہوا۔ ان کی اولاد میں سب سے بڑے بیٹے فخر اخیا حضرت سخی احمد یار عباسی قادری اور سب سے چھوٹے بیٹے غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری ہیں جو دنیائے تصوف کے تاجدار اور مرجع خلائق ہیں۔ ان کے علاوہ دو اور بیٹے حضرت خدا بخش اور حضرت یار محمد ہیں جو حضرت سخی احمد یار کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ چار بیٹوں کے علاوہ دو بیٹیاں حشمت بی بی اور رحمت بی بی تھیں۔

حضرت سخی احمد یار صاحب نے ابتدائی شرعی تعلیم اپنے والد ماجد ہی سے حاصل کی۔ اوائل عمر ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ قرات وتجوید میں انتہائی ذوق وشوق سے کامیابی حاصل کی۔ جب کوئی شخص کسی مسئلے پر آپ سے گفتگو کرتا تو اسے احساس ہوتا گویا کوئی علم وفن کا ایک بحر زخار ہے جو امڈ رہا ہے حالانکہ آپ نے باقاعدہ کسی مدرسے سے تعلیم نہ پائی تھی۔ جب آپ سن بلوغت کو پہنچے تو ذکر اسم ذات ہمہ وقت آپ کی زبان پر جاری رہتا۔ آپ نے کھیتوں میں کاشت کاری کا کام کیا اور شادی کے بعد نقاشی اور گلکاری کے ذریعہ بھی رزق حلال کمایا۔

حضرت فخر اخیاء کو نسبت اویسی حاصل تھی جس سے مراد وہ شفقت وتعلیم وتربیت ہے جو خود رسول اللہ اپنے کسی پسندیدہ شخص کے لئے انجام دیتے ہیں۔ آپ نے اپنے آپ کو ثنائے حق تعالیٰ اور رضائے مصطفیٰؐ میں فنا کر دیا تھا۔ آپ کو دیدار رسالتؐ خواب میں تو ہو چکا تھا اب آپ دیدار مصطفیٰ عالم بیداری کے طلب گار ہوئے۔ اور کسی ایسے پیر کامل کے متلاشی ہوئے جو عالم بیداری میں رسول اللہ کا دیدار کرانے میں رہنمائی کرے۔ تلاش وجستجو کے بعد آپ حضرت مولانا نور احمد صاحب کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہو گئے اور اپنا باطنی روحانی

سفر شروع کیا۔ اور ریاضات ومجاہدات میں مشغول ہوئے۔ آپ نے جھیل ''دھم'' کے پانی میں کھڑے ہو کر اڑھائی سال تلقین کردہ اوراد وظائف کا ذکر جاری رکھا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد مولانا نور احمد نے کچھ مزید مجاہدات کرائے لیکن ابھی کچھ اور درکار تھا۔ فخر اخیاء کے عشق اویسی نے شکست تسلیم نہ کی بلکہ دوسری مرتبہ جھیل ''دھم'' میں اتر گئے اور پہلے کی طرح اوراد و وظائف دوبارہ پڑھتے رہے۔ آپ کا سر پانی سے باہر اور باقی پورا جسم پانی میں ڈوبا رہتا تھا یہاں تک کہ چالیس دن رات تک وہاں کھڑے رہے۔ جو شخص اس بیاباں سے گزرتا دیکھ کر حیران ہوتا۔ اسی دوران آپ کو غوث اعظمؒ کی زیارت ہوئی۔ لوگ حضرت مولانا نور احمد کے پاس آئے اور عرض کی کہ فخر اخیاء کو پانی سے باہر نکالا جائے آپ تشریف لائے اور حضرت فخر اخیاء کو پانی سے باہر آنے کے لئے کہا۔ جب باہر آئے تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ کے جسم اقدس پر اس قدر کثرت سے جونکیں چمٹی ہوئی تھیں کہ چہرے کے علاوہ تمام بدن جونکوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت مولانا نور احمد نے اپنے ہاتھ سے آپ کے بدن سے جونکیں اتاریں۔ اور گھر لے گئے۔ گرم پانی سے نہلا کر نئے کپڑے پہنائے اور فرمایا ''اے احمد یار اب تو لائق ہو چکا ہے۔''

جس قدر منزل رفیع وعظیم ہوتی ہے اس کے مطابق آزمائش بھی سخت سے سخت ہوتی ہے۔ فخر اخیاء اب اپنے پیر ومرشد اور والد محترم سے اجازت لے کر دریائے چناب موضوع رسول نگر سے مغربی جانب تین کوس کے فاصلہ پر مقیم ہو گئے اور تقریباً بارہ برس وظائف کو عشق کی گرمی سے جانبازی کے ساتھ پڑھتے رہے جو کہ ان اوراد کی مدت تکمیل تھی۔ لیکن ابھی تک گوہر مقصود ہاتھ نہیں آیا تھا اور نہ آپ خالی ہاتھ واپس آنا چاہتے تھے۔ ایک دن دل برداشتہ ہو کر دریا میں ڈوبنے کی کوشش کی مگر دریائے نے بھی ساتھ نہ دیا۔ بالآخر فضل ایزدی نے دستِ گیری کی۔ حضور سرور کونینؐ مع جمیع صحابہ کرام کنارہ دریائے چناب پر تشریف لائے اور اپنے عاشق صادق کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا ''اے احمد یار! تو مجھے چاہتا تھا؟'' آپ نے دست بستہ عرض کیا ''حضور! خدا نے مجھے اس فرحت آثار دیدار کا شیدا بنایا ہے۔'' حضور! نے آپ کو

اپنے سینہ مبارک سے ایسا لگایا کہ اسرار ربانی کا مخزن بنا دیا۔ شدت قرب سے آپ کا سینہ چاک ہو گیا۔ حضورؐ نے تین بار آپ کے سینے پر دستِ شفقت پھیرا تو چاک شدہ سینہ صحیح و سلامت ہو گیا مگر نشان زخم سینہ مبارک پر تمام عمر رہا۔

دولت دیدار بخشنے کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''اس نعمتِ عظمیٰ کا شکرانہ یہ ہے کہ آپ یہاں سے جا کر مخلوقِ خدا کو خدا کی طرف دعوت دیں۔'' فخر احیاء نے عجز وانکساری سے التجاء کی کہ حضورؐ کچھ مزید کلمات ارشاد فرمائیں۔ حضور سرور کائناتؐ نے فرمایا: ''ذات الٰہی کے لئے بقا اور تمام ماسواء اللہ کے لئے فنا جان اور ماجرئ اور یجرئ کو امر الٰہی یقین کر۔ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے اور حسب الارادہ خود حکمران ہے اور تم خدا کو اس طرح دل سے یاد کرو جس طرح کر رہے ہو۔'' پھر حضرت افخر احیاء نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ دولت دیدار پھر کب نصیب ہو گی؟'' ارشاد ہوا ''جب شبانہ روز اسی طرح گزرے گا۔'' اس کے علاوہ چند اور گزارشات بارگاہ رسالت میں کی گئیں جن کو مخفی رکھا گیا ہے۔

اس کے بعد فخر احیاء نے حسب فرمان رسول اللہ سلسلہ بیعت شروع کیا۔ آپ کے خاندان کے افراد نے آپ کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ خصوصاً آپ کے تینوں بھائیوں نے آپ کی بیعت کی۔ حضرت داتا گنج بخش نے عالم رویت میں اپنے سجادہ نشینوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کے دست اقدس پر بیعت کے لئے کوٹ پیروشاہ جائیں۔ حضرت میاں میر صاحب نے اپنے سجادہ نشین حضرت تھے شاہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کی بیعت سے مشرف ہوں۔ دیگر سلاسل صوفیاء کے بہت سے بزرگ شرف بیعت کے لئے حاضر ہوئے بلکہ خطہ ہند کے گوشے گوشے سے طالبان حق کے کارواں کوٹ پیروشاہ پہنچے شروع ہو گئے۔ آپ ایک دن میں سینکڑوں لوگوں کو ذکر حق میں مشغول کرنے اور منازل اعلیٰ کا مشاہدہ کرانے پر قادر تھے لیکن ان میں سے صرف چند ہی کو بیعت میں قبول کرتے تھے۔ صرف سیّدنا غوث اعظم کی اجازت سے بیعت فرماتے۔ نگاہ کا یہ عالم تھا کہ بغیر مجاہدہ ایسی نگاہ فرماتے کہ فی الفور کشائش باطنی ہو جاتی۔

''سیرت الفقراء'' میں ہے کہ آپ جب دریائے چناب پر ریاضت کش تھے اور سبب

فراق یار آپ کی حالت نازک اور تنگ ہو جاتی اور شدید اضطراب دامن گیر ہوتا تو بارگاہ ایزدی میں یہ دعا کیا کرتے: ''الٰہی! اپنے فضل و کرم سے اپنا راستہ مجھ پر آسان کر دے اور گوہر مقصود عطا فرما دے۔ اگر تو نے مجھ پر فضل و کرم فرما دیا تو بطور شکریہ تیرے بندوں کو آسان طریق حق پر چلاؤں گا اور جو تکالیف برداشت کر رہا ہوں ان پر لازم نہ کروں گا۔'' حضرت فخر اخیاء کا سلسلہ حضرت میاں میر صاحب لاہوری ہی کا سلسلہ عالیہ قادریہ ہے اور باطنی کشائش کا ذریعہ۔ اسی سلسلے کی امتیاز کو فخر اخیاء نے وسعت و کشائش، سخاوت اور معرفت سے آگے بڑھایا۔

حضرت فخر اخیاء کا وصال ۷ رجب ۱۲۷۲ ہجری (۸ مارچ ۱۸۵۵ء) کو ہوا۔ آپ کا آخری کلام یہ تھا کہ: آج رات میرے واسطے راحت و آرام کی رات ہے تم سب چلے جاؤ اور مجھے تنہا چھوڑ دو۔'' حضرت مولانا نور احمد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں آپ کے جسد اقدس کو کوٹ پیرو شاہ میں آپ کی والدہ ماجدہ حضرت عائشہ خاتون کی وصیت کے مطابق ان کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

فخر اخیاء کے فیض یافتگان کی تعداد تو ہزاروں کو پہنچتی ہے مگر بیعت کے معاملے میں آپ نے شہنشاہ فقر و ولایت حضرت میاں میر صاحب کے اصولوں اور اعلیٰ اقدار کی پاسداری کرتے ہوئے بہت کم لوگوں کو بیعت سے یا نعمت خلافت سے مشرف فرمایا۔ آپ کے چند معروف خلفاء و مریدین کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری، خواجہ محمد یار عباسی قادری، خواجہ خدا بخش عباسی قادری، سیّد قطب شاہ قلندر، پیر محمد شاہ گیلانی، سائیں یتیم شاہ، سائیں الٰہی بخش، پیر مہر شاہ، سائیں سلام شاہ صاحب، مولانا حفظ اللہ جوایا، پیر سیّد شاہ قادری، سائیں محکم شاہ، سائیں نامدار شاہ سردار قادری سیّد نتھے علی شاہ گیلانی، پیر قاسم علی شاہ، سائیں سر بلند، سائیں اروڑے شاہ، وغیرہ (سکینۃ العارفین)

(۲) غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادریؒ: حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری فخر اخیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری قدس اللہ اسرارہ، کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ ۱۲۲۱ ہجری (۱۸۰۷ء) موضوع مان ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم خواجہ محمد جیون

عباسی نے آپ کا نام محمد عمر رکھا۔ اپنے والد ہی سے قرآن ناظرہ پڑھا اور ابتدائی عربی سے آگاہی حاصل کی۔ آپ کی عمر پانچ کی تھی کہ والد محترم انتقال فرما گئے۔ اس لئے اپنے دوسرے بھائیوں حضرت سخی احمد یار یا حضرت خدا بخش عباسی کی زیر تربیت پرورش پانے لگے۔ ذوقِ عبادت بچپن ہی سے تھا۔ اس کے علاوہ دیگر علوم وفنون میں بھی دسترس حاصل کی لی۔ شب بیداری کا آغاز بھی اوائل عمر ہی میں ہو گیا تھا۔ حصول رزق کے لئے اپنی جدی زمینوں پر کاشت کاری فرمایا کرتے تھے۔ گوجرانوالہ میں تشریف لانے کے بعد آپ نے دستی کام بھی کیا۔ اور بعد ازاں لکڑی وغیرہ کی تجارت بھی کرتے رہے۔

جب جناب فخر احیاء دریائے چناب سے لوٹے تو اس وقت حضرت خواجہ عمر عین عالم شباب میں تھے۔ چونکہ فخر احیاء اس مادرزاد ولی کامل کی استعداد سے آشنا تھے اس لئے باضابطہ طور پر آپ کو مشرف بیعت کیا اور اپنی توجہ سے ذکر اللہ میں مشغول کر دیا۔ رفتہ رفتہ آپ کے وجود اقدس سے نسبت اویسی ظاہر ہوئی اور بہ باطن آپ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ' حضرت سیدنا غوث اعظمؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے تعلیمات سے سرفراز فرمایا۔

حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری نے چار ماہ کی قلیل مدت میں عالم ملکوت طے فرمایا۔ پھر اپنے پیر ومرشد سے آگے بڑھنے کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا: ''جو شخص یہاں پہنچ جاتا ہے اس کے آگے راہنمائی خداوند کریم خود فرماتے ہیں۔ میرا اتنا ہی کام تھا جو بفضل الٰہی طے ہو چکا۔ اب بحوالہ خدا چلتے جاؤ۔'' اس کے بعد آپ شب و روز عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ آپ کو دوران ریاضت مقام حقیقت میں ایک مسئلہ میں الجھن پیدا ہو گئی اس کے متعلق حضرت فخر احیاء سے عرض کی تو آپ نے فرمایا: ''بیٹا ابھی تم چھوٹے ہو اور ایسے مقام کے متحمل نہیں ہو سکتے۔'' خواجہ محمد عمر نے عرض کی: ''حضور آپ مجھے سمجھا دیجئے۔ زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا کہ سوکھ کر کانٹا ہو جاؤں گا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' یہ جملہ آپ نے جس اشتیاق وصدق سے فرمایا تھا اس کے جوش نے آپ کو عالم ملکوت سے عالم جبروت میں داخل کر دیا مگر اسی وقت آپ کا جسم سوکھنا شروع ہو گیا اور جسم اور سر پر ایک بال تک نہ رہا۔ شنکر داس حکیم سے علاج

شروع کرایا مگر بے سود۔ آپ کو دوسروں سے الگ رہنے اور الگ کھانے پینے کو کہا گیا۔ چنانچہ آپ پر ہر لحظہ وجدو استغراق کا عالم طاری رہنے لگا۔

حضرت غوث العصر آبادی سے دُور ایک شہتوت کے درخت کے نیچے رہنے لگے اور دوران علالت قصیدہ مضریہ شریف کا ورد کرتے رہے یہاں تک کہ سات ماہ گزر گئے۔ آپ کی یہ حالت تھی کہ ہر وقت قصیدہ شریف آپ کی زبان پر جاری رہتا۔ ایک دن آپ ماہ جیٹھ دوپہر کے وقت شہتوت کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور حسب عادت قصیدہ مضریہ آپ کی زبان پر جاری تھا کہ اچانک آپ کو افق مغرب پر ایک شعلہ نور نظر آیا گویا کہ جلوہ طور تھا جس کی تجلی افق مغرب کو روشن کر رہی تھی۔ اسی روشنی میں حضور سرور کونین سید الانبیاء والمرسلینؐ کی سواری آئی۔ پیش قدمی میں کنجکہ بردار ساتھ تھا۔ اُس نے حضرت غوث العصر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضورؐ سے عرض کیا ''یا رسول اللہ! یہ بھی ایک گناہ گار ہے۔'' حضورؐ نے تبسم نور فشاں سے ارشاد فرمایا ''اگر یہ گناہ گار ہے تو ہم نے معاف فرمایا۔'' حضورؐ نے اپنی کالی کملی کا ایک کونہ حضرت غوث العصر کے گلو سے سر کی طرف لہرایا اور پھر اسی روشنی میں آپؐ واپس تشریف لے گئے۔ اسی لمحے حضرت غوث العصر کو تمام عوارض سے شفاء ہوگئی۔

آپ بے تابی کے ساتھ حضورؐ کی سواری کی سمت بھاگے جس طرف سواری نگاہوں سے اوجھل ہوئی تھی۔ نزدیک ہی ایک غلام باگڑیا جو کھیتوں کو پانی دے رہا تھا آپ نے اس سے جانے والے نورانی براق کے بارے میں دریافت کیا کہ تم نے ایک نورانی براق پر سوار دیکھا ہے وہ کدھر کو گئے ہیں؟ اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ عالم حیرت میں مستغرق ہوئے کہ اچانک آپ کے سر میں خارش ہوئی۔ ناخن سے کریدا تو سر سے ایک باریک چمڑے کی ٹوپی جس میں بالوں کے سوراخ نظر آتے تھے الگ ہوگئی۔ وہ آپ کی جلد کا کلا سڑا حصہ تھا جو حضورؐ کے معجزے سے نئی جلد پیدا ہو جانے پر سر سے الگ ہو گیا تھا۔ اسی طرح آپ کے دیگر بدن کی جلد کے حصے جو خشک ہو چکے تھے ایک باریک جھلی کی صورت میں بدن سے الگ ہو گئے۔ جب آپ کی ہاتھوں پر نظر پڑی تو ہاتھ بھی صحیح سالم نظر آئے۔ پاؤں بھی درست ہو چکے تھے۔ چہرہ جو

خشک ہو چکا تھا اور محض ہڈیاں رہ گئیں تھیں ہشاش بشاش محسوس ہوا۔اس عالم مسرت میں حیرت زدہ تھے کہ حضرت فخر احیاءؒ تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے فرمایا ''کیا حال ہے؟'' آپ نے عرض کیا'' آپ دیکھ سکتے ہیں۔'' حضرت فخر احیاء نے فرمایا کہ فضل الٰہی ہو چکا۔بے شک جس نے اللہ کریم کا دروازہ کھٹکھٹایا اللہ نے اس کے لئے کھول دیا۔فخر احیاء نے حضرت غوث العصر کو مختلف مجازیب کاملین کے پاس بھیجا۔مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہوں اور غوث العصر کو بھی قلیل مدت میں جو عظمت و مقام حاصل ہوا ہے تصدیق ہو جائے۔

فخر احیاء نے آپ کو اپنی حیات پاک ہی میں اپنے مسند ارشاد کا جانشین مقرر فرمایا تھا اور سلسلہ عالیہ کے تمام امور آپ کے سپرد کر دیئے تھے۔اور فرمایا کرتے تھے کہ:'' محمد عمر میری کتاب ہے جس نے میری کتاب پر شک کیا گویا اس نے مجھ پر شک کیا۔اور جس نے مجھے پڑھنا اور سمجھنا ہو وہ میری کتاب کو پڑھے اور سمجھے۔''

حضرت غوث العصر سے کثیر کرامات کا صدور ہو چکا تھا۔آپ اہل ارادت کو نہایت قلیل مدت میں واصل باللہ فرما دیتے تھے اور ان کو مشقت و تکالیف سے بچائے رکھا۔آپ کا تصرف و سخاوت صرف اہل ارادت تک محدود نہیں تھا بلکہ چرند پرند درند اور نباتات و جمادات پر بھی آپ کو سیادت حاصل تھی۔

حضرت فخر احیاء نے وصال کے بعد عالم رویا میں حضرت غوث العصر خواجہ محمد عمر عباسی قادری کو حکم دیا کہ آپ کوٹ پیر دشاہ سے شہر گوجرانوالہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔چنانچہ آپ نے مرکزی شہر سے باہر ایک قطعہ زمین خرید کر ۱۸۵۶ء میں درگاہ معلیٰ عالیہ قادریہ کا سنگ بنیاد رکھا اور اس عظیم درگاہ طریقت و معرفت سے نور عرفان کی روشنی تمام برصغیر ہندو پاک میں پھیلنی شروع ہوئی۔اس طرح سلسلہ حضرت میاں میر صاحب بالا پیر کے طریق سلوک کی روشنی اب اس درگاہ معلیٰ غوث العصر سے جلوہ گر ہوئی۔اس درگاہ معلیٰ میں نہ صرف اہل سلوک اور مسلمان حاضر ہوتے بلکہ بڑے بڑے رشی منی، جوگی، بھگت بھکشو بھی حاضر خدمت ہوتے جو اپنے روحانی معاملات میں آپ سے استفسار کرتے اور سر نیاز جھکاتے تھے۔آپ نے فیضان و ہدایت حق

کے فروغ میں مذہب وملت کی کوئی تفریق روا نہ رکھی۔ آپ سے فیضان نظر حاصل کرنے والوں میں لاتعداد غیر مسلم بھی تھے جو آپ کے دست پر مسلمان ہوئے خاص طور پر آپ کی نگاہ ذوالکرم سے سکھوں کے گاؤں کے گاؤں مسلمان ہو گئے۔

آپ اپنے مریدن کو اکثر اوقات پہلی نظر ہی میں ذکر خفی وسرّی میں مشغول فرما دیا کرتے اور وہ قلیل مدت میں صاحب کشف وکرامت ولی اللہ بن جاتے۔ ہند کے کئی معروف روحانی خانوادے خاص طور پر حضرت داتا گنج بخش اور سیّدنا حضرت میاں میر صاحب کے سجادگان آستانہ آپ کی بیعت باسعادت میں شامل تھے۔ آپ جب اعراس مبارکہ پر لاہور تشریف لاتے تو مسند سجادہ پر جلوہ افروز ہوتے اور سجادگان دست بستہ دوزانو روبرو حاضر رہتے اور بے شمار مخلوق آپ کی سخاوت معرفت اور نسبت اویسی کے جلال وجمال سے مستفیض ہوتی۔ آپ کا لباس نہایت سادہ بلا تکلف گھر کا بنا ہوا ہوتا تھا۔ اکثر احباب آپ کو نہایت عمدہ اور قیمتی لباس پیش کرتے۔ آپ سنت حضرت غوث اعظم کے تحت وہ لباس ان احباب کی خوشی کی خاطر زیب تن فرما لیا کرتے۔ مگر جلد ہی وہ لباس کسی درویش کو عطا فرما دیتے اور پھر اپنا وہی سادہ لباس پہن لیا کرتے تھے۔

آپ کا وصال ۵ محرم الحرام ۱۳۰۹ ہجری (۱۸۹۱ء) ۸۴ سال کی عمر میں بوقت تہجد ہوا۔ آپ کے جنازے میں بے شمار مشائخ عظام' علماء وکرام' اہل ارادت' اور مسلم شامل تھے۔ آپ کے سفر رخصت کے نظارے کے لئے غیر مسلموں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔

آپ کے خلفاء میں سے تقریباً بیس کے اسماء گرامی سکینۃ العارفین میں درج ہیں جن میں آپ کے فرزند ارجمند سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادری اور حضرت میاں امام الدین قادری لاہوری کے اسماء شامل ہیں۔

(۳) سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادریؒ: آپ حضرت سلطان العصر خواجہ محمد عمر عباسی قادری کے اکلوتے بیٹے اور مرید تھے۔ آپ کی ولادت یکم شوال ۱۲۶۱ ہجری (۱۸۴۵ء) بروز عید الفطر بوقت صبح صادق موضع کوٹ پیرو شاہ ضلع گوجرانوالہ میں ہوئی۔ آپ

غوث العصر کے روحانی وارث اور جانشین سلسلہ تھے۔ صوم وصلوۃ کی پابندی بچپن ہی سے گھر کے روحانی ماحول سے سیکھ چکے تھے اور عالم صغر سنی ہی میں بہت سے خوارق کا ظہور ہو گیا تھا۔ ابتدائی تعلیم کے لئے فخر انجیاء نے آپ کو اپنے ایک عظیم المرتبت مرید وخلیفہ حضرت حافظ اللہ جوایا کے سپرد کر دیا۔ آپ نے ایام جوانی سے قبل ہی قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، منطق اصول و معانی اور دیگر مروجہ علوم پر دسترس حاصل کر لی تھی۔ آپ کے والد محترم آپ کی جلالی طبیعت کو دیکھ قدر متفکر رہتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے فخر انجیاء سے اس امر کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ "اے عمر اس کو کچھ نہ کہو یہ میدان فقر میں تم سے پیچھے نہ رہیگا بلکہ تخت ولایت پر سلطان العصر بن کر حکومت کرے گا۔" اور آنے والے وقت نے ثابت کر دیا کہ آپ واقعی سلطان الہند تھے جب سلطان العصر نے اپنے والد ماجد سے بیعت کی درخواست کی تو آپ نے انہیں آزمائش کے لئے صوفیائے کرام اور مجازیب کے پاس جانے کو کہا۔ جب آپ واپس آئے تو جناب غوث العصر نے آپ کو اپنی بیعت سے مشرف فرمایا۔ رزق حلال کمانے کے لئے آپ نے محنت مزدوری کی لکڑی کی تجارت کرتے رہے۔ اس کے علاوہ دست کاری کے فن میں کمال حاصل کیا۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کی شادی ۱۸۷۱ء میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۲۵ برس تھی اور آپ کے ہاں حضرت مخدوم العصر کی ولادت یکم رمضان ۱۲۹۳ ہجری (۲۰ ستمبر ۱۸۷۶ء) کو ہوئی۔

حضرت غوث العصر کے وصال کے بعد حضرت سلطان العصر ۱۸۹۱ء میں ۴۶ برس کی عمر میں مسند غوث العصر پر بطور سجادہ نشین متمکن ہوئے۔ حضرت سلطان العصر کی شہرت جب پورے ہند میں ہوئی تو بہت سے جوگی اور بھگت جن کو اپنے فن میں کمال حاصل تھا آپ کی آزمائش کے لئے گاہے گاہے درگا معلی میں حاضر ہوتے رہے۔ لہٰذا حق اور باطل میں معرکہ آرائی بھی ہوتی رہی جس میں حق ہمیشہ باطل پر غالب رہا یعنی جوگی بھکشو شکست کھاتے رہے اور سلطان الہند نے اپنی ولایت کا لوہا ان سے منوایا۔ تپسوی مندروں کے پجاریوں نے بھی آپ کو زیر کرنے کی کوشش کی مگر مات کھا گئے۔ حضرت سلطان العصر نے انہیں ہمیشہ نسبت

اویسی کے جمال اور وحدت حق کے جلال کے ساتھ ان کے باطل علوم وفنون کا جواب دیا۔
سلطان العصر کے ذریعے لاتعداد لوگوں نے راہ ہدایت پائی۔ آپ کے علم لدنی کی رفعتوں اور سلطانی عصر کو واضح کرنے والے بے شمار مصدقہ واقعات آپ کی سیرت کی کتاب میں مندرج ہیں۔ آپ کے دور خلافت میں قبول اسلام کرنیوالوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔
آپ مسلمانوں، غیر مسلموں اور نو مسلموں سب کو امن بھلائی، صلح کل اور فتنہ پروروں سے الگ رہنے کی تاکید کرتے تھے۔ آپ کی ولایتِ سلطانی پورے برصغیر میں جاری و ساری رہی بظاہر آپ جموں سے آگے نہ گئے اور نہ کبھی دریائے جہلم کی دوسری طرف سفر کیا۔ لیکن پورے برصغیر کے صاحبان تکوین ابرار وابدال آپ سے رابطہ رکھتے اور آپ کے مشورے وہدایت کے مطابق اپنے فرائض سرانجام دیتے۔

ایک روز سلطان العصر درگاہ معلیٰ میں مریدین وسالکین سے رموز طریقت کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک پرندلالی پریشانی کے عالم میں قریبی درخت کی شاخ پر آ بیٹھی اور زور زور سے چلانا شروع کر دیا۔ آپ نے اسے کہا میرے نزدیک آ کر بتاؤ کیا معاملہ ہے۔ چنانچہ لالی اڑ کر آپ کے روبرو بیٹھ گئی اور کچھ زور زور سے کہنے لگی۔ آپ نے فرمایا اچھا تم جاؤ میں ضرور آؤں گا۔ بعدازاں آپ نے دوستوں کو بتایا کہ یہ پرندہ ایک فریاد لے کر آیا تھا وہ یہ کہ موضع کوٹ بلا میں ایک زمیندار نے اپنے کنویں کا ایک درخت بیس روپے میں ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے اور صبح خریدار نے درخت کاٹنا ہے۔ اس درخت پر میرے بے بال و پر چھوٹے بچے ہیں جو اڑ نہیں سکتے۔ آپ میرے بچوں پر رحم کرتے ہوئے ان لوگوں کو یہ درخت نہ کاٹنے دیں جب تک میرے بچے اڑنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ دوسرے روز آپ موقع ہو گئے اور درخت کاٹنے والے کو روک دیا۔ آپ نے اس کو رقم کی پیش کش کی مگر اُس نے قبول نہ کی اور آپ کے ادب واحترام کے پیش نظر جو کچھ آپ نے فرمایا ویسا ہی کیا۔

سلطان العصر اپنے مریدین کی نہایت سخت تربیت فرماتے تھے۔ آپ کا طریق تربیت زیادہ تر خطابیہ ہونے کی بجائے عملی تھا۔ لیکن بوقت ضرورت آپ مریدین وحاضرین کو آداب

طریقت کے حوالے سے کلمات دل نشین سے بھی نوازتے اور کبھی سخت لب ولہجہ بھی اختیار فرماتے۔مریدین کوگاہے سخت تنبیہ وسزا کوبھی جھیلنا پڑتا تھا۔آپ کے مریدین دنیائے تصوف کے لئے روحانی پیشواء بن کر نکلے۔

آپ کا وصال ۱۹صفر ۱۳۳۱ ہجری (۲۹ جنوری ۱۹۱۳ء) بروز بدھ کو ہوا۔آپ نے وصال سے پہلے حضرت مخدوم العصر کو اپنے وصال کی بابت خطوط لکھوائے تا کہ اہل نسبت کو اطلاع ہو جائے۔ چنانچہ جمعرات کے روز تمام احباب طریقت' رشتہ دار اور ہزاروں عقیدت مند نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔نماز جنازہ مختلف بزرگوں کی اقتداء میں تین مرتبہ ادا کی گئی اور بوقت عصر درگاہ معلی قادریہ غوث العصر میں آپ کے جسد مبارک کو لحد میں اتارا گیا۔

اولاد اطہار میں آپ کے دو بیٹے تھے بڑے بیٹے کا نام خواجہ محمد رحیم ہے اور چھوٹے بیٹے کا نام مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری ہے جو آپ کے جانشین ووارث درگاہ معلی قرار پائے۔کتاب ''سکینۃ العارفین'' میں آپ کے بیس کے قریب خلفاء کے اسماء گرامی درج ہیں۔جن میں آپ کے بیٹے مخدوم العصر خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادری خواجہ محمد رحیم اللہ عباسی قادری اور حکیم الامت علامہ محمد اقبال قادری کے اسماء گرامی شامل ہیں۔

(۴) مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادریؒ: حضرت مخدوم العصر سلسلہ عباسی قادریہ کے سراپا کرامت اور حضرت سلطان العصر خواجہ محمد عبداللہ کی شخصیت کی زندہ تصویر تھے۔آپ کی ولادت یکم رمضان ۱۲۹۳ ہجری (بمطابق ۱۸۷۶ء) کو ہوئی۔ بچے کی پیدائش پر سلطان العصر کو سرکار مدینہ ؐ 'سیدنا غوث اعظمؒ 'حضرت داتا گنج بخشؒ اور حضرت میاں میر بالا پیر لاہوری کی طرف سے پیغام مبارک باد موصول ہوئے۔

حضرت مخدوم العصر نے عربی وفارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم حضرت سلطان العصر سے حاصل کی۔حضرت غوث العصر نے اپنے پوتے حضرت مخدوم العصر کو حضرت مولانا مولوی محبوب عالم کے حلقہ درس میں بھیج دیا۔آپ کے والد حضرت سلطان العصر نے اپنے بیٹے کو ہدایت فرمائی کہ بیٹا جب تم اپنے استاد صاحب سے سبق پڑھو تو سبق یاد کرنے کے لئے

حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ کے مرقد پُر انوار کے سرہانے بیٹھ کر اپنا سبق یاد کیا کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی دنوں میں حضرت مخدوم العصر کے قلب و ذہن پر ایسے انوار کی بارش کا سلسلہ شروع ہوا کہ آپ کو اپنی تمام درسی کتب ازبر ہو جاتیں اور دقیق مسائل چشم زدن میں حل ہونے لگتے۔ جب یہ سلسلہ کچھ آگے بڑھا تو بے شمار کتب علوم آپ کے ذہن انور پر نقش ہو گئیں۔ اسی نورانی و برہانی ماحول میں آپ نے کئی برس صرف کئے یہاں تک کہ عالم جوانی کو پہنچے اور تمام مروجہ علوم عقلیہ و نقلیہ پر دسترس حاصل کر لی۔ اور مدرسہ خانقاہ قادریہ نوریہ کے درخشندہ ستارے بن کر چمکے اُٹھے۔ حضرت سلطان العصر نے اپنے بیٹے مخدوم العصر کو بیعت کیا اور اپنے سلسلہ عالیہ قادریہ کے مطابق تربیت فرمائی اور خرقہ خلافت سے مشرف فرمایا اور خلق خدا کی رہنمائی وہدایت کی اجازت عطا فرمائی۔ لیکن آپ کو پہلے روحانی فیض سے منور فرمایا اور بیعت بعد میں کیا تھا۔ والد ماجد کے وصال کے بعد آپ ہی سجادہ نشین درگاہ معلیٰ مقرر ہوئے۔

حضرت مخدوم العصر نے مخلوق خدا کی روحانی رہنمائی کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا اور ۱۹۰۴ میں اپنی شہرہ آفاق کتاب ''گنج عرفان'' تصنیف فرمائی۔ جو ۱۹۰۴ء سے ۱۹۲۲ء تک اہل نقد و نظر کے لئے حرز جاں رہی۔ گنج عرفان پہلی بار ۱۹۲۳ء میں عوام کے دیئے ہوئے نام ''کلا عاشق'' کے نام شائع ہوئی۔ حضرت مخدوم العصر کے علم ظاہریہ و باطنیہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے بزرگان نے ہر لحظہ آپ کی دستگیری فرمائی۔ حضرت غوث العصر تو بارہا حضرت مخدوم العصر کی رہنمائی کے لئے مزار اقدس سے باہر تشریف لائے۔ اس کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت سیّدنا غوث اعظمؓ، حضرت سیّدنا میاں میرؒ، حضرت شاہ جمال اللہ نوری، حضرت مولانا نور احمد اور حضرت فخر الاحیاء بطریقہ اویسی آپ کے ظاہر و باطن کی تشکیل میں مددگار اور عوامل دینوی میں کارفرما رہے۔

حضرت مخدوم العصر نے اپنے عرصہ سجادگی میں لاتعداد غیر مسلموں کو نعمتِ عرفان بخشی۔ جس طرح حضرت سلطان العصر نے حضرت غوث العصر کے بعض اہل ارادت کی روحانی تربیت فرمائی اسی طرح حضرت مخدوم العصر نے بھی حضرت سلطان العصر کے بعض مریدوں کی

تربیت فرما کر ان کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔آپ نے بابو غلام سرور لاہوری کی ۲۹ سال تربیت فرمائی۔ بابو غلام سرور قبلہ امام دین کے مرید تھے اور امام الدین غوث العصر خواجہ محمد عمر کے مرید تھے۔حضرت امام الدین نے ۱۹۰۳ء میں وصال کیا اس کے بعد بابو غلام سرور دس سال مخدوم العصر کے زمانہ سجادگی سے پہلے اور ۱۹ سال سجادگی کے دوران میں زیر تربیت رہے۔ایک مرتبہ حضرت پیر سیّد نادر شاہ قادری اور دیگر جلیل القدر شخصیات اپنے مرشد گرامی حضرت خواجہ بابو غلام سرور قادری کے حضور حاضر تھے کہ اچانک حضرت بابو صاحب دست بستہ کھڑے ہو گے اور پیر نادر شاہ کو مخاطب کر کے فرمایا ''شاہ صاحب ذرا سنبھل کہ زمانے کے قطب عالم جلوہ افروز ہو رہے ہیں۔'' اور چند لمحوں بعد جناب مخدوم العصر حضرت خواجہ کریم اللہ عباسی قادری علیہ الرحمۃ تشریف فرما ہوئے۔اور سب آپ کی تعظیم کے لئے اٹھے اور دست بوس ہوئے۔

حق تعالیٰ نے حضرت مخدوم العصر کو علم ظاہری و باطنی کے جملہ کمالات میں بے مثل و بے نظیر بنایا تھا۔ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ''قرآن مجید کے معانی کے اعتبار سے سات باطن ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس ولی پر چاہتا ہے تین یا چار باطن کھول دیتا ہے مگر ذاتِ کبریا نے محض اپنے خصوصی لطف و کرم سے مجھ پر سات کے سات باطن کھول دیئے ہیں۔'' آپ کو اردو' عربی فارسی اور پنجابی پر عبور تھا لیکن آپ نے ایک صوفی ہونے کی وجہ سے زیادہ کلام مادری زبان یعنی پنجابی میں فرمایا ہے۔آپ کی تصنیف ''گنجِ عرفان''۔''میزان عشق''۔''آداب المریدین اردو'' اور اس کے علاوہ دیگر بہت سی تصانیف میں علم و عرفاں کے سمندر موجود ہیں۔

حضرت مخدوم العصر بحیثیت ایک عالم دین اپنے عہد کے تمام فتنوں سے آگاہ تھے۔نہ صرف آگاہ تھے بلکہ ہر قسم کے فتنہ ارتداد کا مسکت جواب دینے کے لئے تیار رہتے۔بے دینوں کے ساتھ آپ کے کئی مناظرے بھی ہوئے۔

اک مرتبہ میاں جلال الدین ڈسکہ ضلع سیالکوٹ سے مخدوم العصر کے پاس آئے اور عرض کیا کہ وہابی لوگ مناظرے کا چیلنج دے رہے ہیں۔آپ نے قبول فرمالیا اور سیالکوٹ

تشریف لے گے اور رات آرام کے لئے وہاں ایک حویلی میں الگ قیام فرمایا۔ رات کے وقت حویلی میں ایک آدمی آیا اور عرض کرنے لگا کہ حضور آپ کو سیّدنا غوث اعظم یاد فرمارہے ہیں آپ میرے ساتھ چلئے۔ آپ اسی وقت تیار ہوگے اور آدھی رات کے وقت دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر پرواز کرنے لگے اور ایک ایسی وادی میں جا پہنچے جس کے چاروں طرف پہاڑ تھے اور وادی میں کافی مخلوق جمع تھی اور وسط میں ایک منبر پر حضرت سیدنا غوث اعظم ہاتھ میں قرآن پاک پکڑے جلوہ افروز تھے۔ جب ہم وادی میں پہنچے تو جناب غوث اعظم نے مجھے اپنے پاس بلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''میرے دوستو جس کا مجھے انتظار تھا وہ آپہنچے ہیں۔ اس لئے میں اب اپنا وعظ شروع کروں گا۔'' غوث پاک نے قرآن مجید کی سورۃ فجر کی پہلی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے تفسیر بیان کرنا شروع کی جس میں قرآن پاک سے گیارہویں رات کا ثبوت' احادیث سے اس رات کی فضیلت اور نبی کریم کا آپ کو گیارہویں رات ایصال ثواب کرنے کا حکم اور اس کی حقیقت اور ادائیگی کے متعلق سب کچھ ارشاد فرمادیا۔ جب وعظ ختم کر چکے تو غوث پاک نے اسی آدمی کو حکم دیا کہ ان کو جا کر وہاں چھوڑ آؤ جہاں سے تم ان کو لائے ہو۔ چنانچہ مخدوم العصر اس آدمی کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے پرواز کرتے ہوئے واپس سیالکوٹ حویلی میں آگے۔ اس وقت نماز تہجد کا وقت تھا۔ مناظرہ کے آغاز ہی میں آپ نے علماء اہل حدیث سے فرمایا۔ ''اگر آپ کو قرآن وحدیث سے گیارہویں کا ثبوت مل جائے تو کیا اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے اہل سنت والجماعت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اس کے لئے آپ کو اس مجلس میں اقرار کرنا پڑے گا۔'' علماء اہل حدیث نے یہ شرط منظور کر لی۔ چنانچہ مخدوم العصر نے حضور غوث پاک کے فرمودات کے عین مطابق قرآن وحدیث سے گیارہویں رات کا ثبوت دیتے ہوئے اس حقیقت کا انکشاف کیا اور تقریباً ایک گھنٹہ تک اس مسئلہ پر روشنی ڈالی۔ تمام علماء اہل حدیث حیران و پریشان ہوتے رہے اور آپ کا کلام سن کر کسی کو بھی ایک حرف زبان سے نکالنے کی جرات نہ ہوئی اور نہ ہی کوئی اعتراض کر سکے۔ لہٰذا علماء اہل حدیث نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا۔ مجلس میں نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت بلند ہوئے اور سب لوگوں نے آپ

کی دست بوسی کی (سکینۃ العارفین۔ص ۵۹۹۔۵۹۸)

حضرت مخدوم العصر ۲۹ سال مسند خلافت و سجادہ نشین درگاہ معلیٰ غوث العصر پر جلوہ افروز رہنے کے بعد ۱۸ شعبان ۱۳۶۱ ہجری (۳۱ اگست ۱۹۴۲ء) کو بوقت تہجد اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ کتاب سکینۃ العارفین میں آپ کے خلفاء میں سے ۲۲ بزرگوں کے نام دیئے ہوئے ہیں جن میں آپ کے فرزند ارجمند اور خلیفہ امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری' ڈاکٹر فقیر محمد فقیر' استاد عشق لہر اور حضرت بابو غلام سرور قادری لاہوری کے اسماء گرامی شامل ہیں۔

(۵) امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادریؒ: حضرت مخدوم العصر نے اپنے فرزند امیر العصر کی ولادت سے قبل خواب میں دیکھا کہ ان کے گھر درخشاں پورا چاند اتر آیا ہے اور چاروں طرف نور کا سماں ہے۔ پھر وہ چاند حضرت مخدوم العصر کی گود میں آ گیا۔ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ "یہ چاند آپ کا ایسا بیٹا ہے جس سے نہ صرف آپ کے خاندان بلکہ احباب علم و یقین کو بے پناہ روشنی عطا ہوگی آپ کے گھر یہ چشم و چراغ مادرزاد ولی اللہ ہوگا اور جب یہ عالم شباب کو پہنچے گا تو آپ اس دنیا سے رخصت ہوں گے۔" امیر العصر خواجہ محمد بشیر عباسی قادری یکم اپریل ۱۹۲۱ء کو حضرت مخدوم العصر کے گھر پیدا ہوئے۔ بوقت ولادت آپ کے رخ روشن پر آثار ولایت و نیابت ضوفشاں تھے۔

چار سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم گھر پر شروع کی اور قرآن پاک ناظرہ پڑھ لیا۔ سات سال کی عمر میں پرائمری سکول میں داخل کئے گئے۔ اپنے والد ماجد سے ابتدائی طور پر شرعی مسائل ترجمہ قرآن' عربی فارسی' بنیادی حدیث اور نظری تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ پرائمری تعلیم کے بعد حضرت امیر العصر محبوب عالم اسلامیہ ہائی سکول میں داخل ہوئے۔ سکول میں ہاکی' فٹ بال اور لمبی چھلانگ کی کھیلوں میں حصہ لیا اور تعلیمی میدان میں صف اول کے طالب علم رہے۔ میٹرک کے بعد لاہور تشریف لائے اور دیال سنگھ کالج میں داخل ہوئے۔ اور کالج کی ہاکی ٹیم میں شامل ہوئے۔ جب بی۔اے کی کلاس میں پہنچے اس وقت تعلیمی اداروں میں ملکی

سیاست کا رنگ چھا رہا تھا اور لاہور سیاسی وسماجی اور علمی تحریکوں کا مرکز بن چکا تھا لیکن آپ ان چیزوں سے الگ تھلگ رہے۔ مگر کھیلوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ 1939ء میں آپ کو صوبہ پنجاب کا بہترین کھلاڑی ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ بی۔ اے کے امتحانات قریب تھے کہ آپ کو گوجرانوالہ طلب کرلیا گیا۔ اس وقت حضرت مخدوم العصر علیل تھے اور امیر العصر ان کی تیمارداری میں مشغول ہو گئے۔ حضرت مخدوم العصر اپنی باطنی نگاہ سے حضرت امیر العصر کا روشن مستقبل دیکھ چکے تھے اور ان کی روحانی تربیت بھی کر رہے تھے۔ ایک مرتبہ سورۃ یوسف کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت امیر العصر سے فرمایا تھا کہ ''تمہارے بھائی بھی یوسفؑ کے بھائی ہیں۔ جناب یوسفؑ سے جو انہوں نے سلوک کیا تھا تمہارے ساتھ اس سے بڑھ کر کریں گے۔''

حضرت مخدوم العصر کا زمانہ علالت تقریباً چھ ماہ رہا۔ اس دوران حضرت امیر العصر اپنے والد ماجد کے قریب رہے اور ان کے زیر تربیت۔ حضرت مخدوم العصر اکثر اوقات اپنے سلسلہ عالیہ قادریہ کی روایات کے ضمن میں امیر العصر سے فرمایا کرتے کہ ''بیٹا ہمارے اجداد کریمہ فقیر تھے اور تم بھی فقیر بننا' پیر نہ بننا۔ پیر دنیا کے پیچھے اور فقیر کے پیچھے دنیا ہوتی ہے۔'' گاہے ارشاد فرماتے ''بیٹا ہمارے طریق میں سوال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہمارے اجداد نے ہاتھ ہمیشہ اوپر کیا ہے۔ سخاوت فرمائی ہے۔'' ایک مرتبہ فرمایا ''تمہارے اجداد غیاث زمانہ ہیں حضرت سخی احمد یار غوث' خواجہ محمد عمر غوث' سلطان العصر غوث اور آج تمہارا باپ اس دنیا سے غوثیت کے مرتبہ پر فائز المرام جا رہا ہے۔ لہٰذا غم فکر نہ کرو۔''

حضرت امیر العصر کی زندگی میں کالج کا ایک زمانہ تھا لیکن اب مدت قلیل میں بحرِ عشق محمدؐ کی شناوری کے درجے پر پہنچ چکے تھے اور بیعت کے لئے موزوں تھے۔ وہ اس لئے کہ امیر العصر نے باقاعدہ طور پر کسی مدرسے یا مولوی سے تعلیم حاصل نہ کی تھی بلکہ آپ کی تعلیم حضرت مخدوم العصر کے نور عرفان سے ہوئی جن کو قرآن کے ہفت باطن مکمل طور پر عطا ہوئے تھے۔

حضرت مخدوم العصر نے حضرت امیر العصر کو درگاہ معلیٰ قادریہ غوث العصر کا تاج ولایت بہ امر غوث اعظم اور بہ رضائے شہنشاہ مدینہ عطا فرمایا اور مخلوق کی رہنمائی کی اجازت عطا فرمائی۔

چنانچہ ظاہری بیعت کے لئے امیر العصر اپنی والدہ ماجدہ کے پاس گئے۔ انہوں نے وصال کی رات کو امیر العصر اور حضرت نذیر حسین خاور کو بارگاہ فقر ولایت جناب مخدوم العصر کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مخدوم العصر نے دونوں صاحبزادگان کو شرف بیعت سے سرفراز فرمایا اور اذکار تعلیم فرمانے کے بعد حضرت نذیر خاور کو جانے کی اجازت دے دی اور حضرت امیر العصر کو روک لیا۔ بعدازاں حضرت مخدوم العصر نے حضرت امیر العصر کے قلب وروح پر نگاہ مشاہدہ وجہہ اللہ الکریم کے انوار وتجلیات کے ذریعے نور کے سمندر کے مشاہدے میں طغیانی پیدا کردی۔ اور دو گھنٹے کی قلیل مدت میں تمام مقامات فقر وولایت کا مشاہدہ کروا کر بلند ترین مقامات عطا فرمادیئے اور ارشاد فرمایا: ''بیٹا ہم نے تمہیں یہ سب کچھ اس لئے عطا فرمادیا ہے کہ اس وقت میرے والد صاحب (حضرت سلطان العصر) اور میرے مریدین میں بڑے بڑے صاحب مقام لوگ موجود ہیں اور انہوں نے بوقت ضرورت تم ہی سے آ کر مزید راہنمائی حاصل کرنی ہے' ایسا نہ ہو کہ تم ان کی راہنمائی نہ کر سکو۔ تم پر لازم ہے کہ تم یہ مقامات فقر وولایت جس کا مشاہدہ کرادیا ہے اپنے مجاہدہ سے محکم کرو۔''

حضرت امیر العصر کا طریق تعلیم یہ تھا کہ آپ لوگوں کی اہلیت واستقامت کے مطابق اور جدید دور کے تقاضوں کے موافق ابتدائی طور پر استغفار ودورشریف کی تعلیم دیتے اور بعد ازاں ذکر قلبی ''اللہ'' حرکت قلب کے ساتھ عطا فرماتے تھے۔ بعض کو ابتداء ہی سے ذکر قلبی عطا فرماتے اور وہ لوگ جو مقام ذکر اللہ کے ظواہر وبطون سے ناواقف ہوتے انہیں اسم ذات اللہ مشاہداتی طور پر اپنی پیشانی اور سائل کے قلب پر منقش ومتجلی دکھا کر مربوط فرماتے۔ حضرت امیر العصر نے عوام کی بھلائی کے لئے طبابت کو اختیار کیا اور ''عمدۃ الحکماء'' کا باضابطہ امتحان دے کر جامع طبیہ لاہور سے سند حاصل کی۔ آپ نے طباعت تو اختیار کی مگر کسی مریض سے عوضانہ طلب نہ کیا۔ اور بے لوث دکھی انسانیت کی خدمت کرتے رہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے۔ ''میری نظروں کے سامنے ہر لحہ دربار رسالت رہتا ہے اور میں ۲۴ گھنٹے مشاہدہ کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ بارگاہ رسالت مآب کے نو درجے اور مراتب

ہیں نواں مرتبہ وہ ہے جہاں اقطاب زمانہ کو بھی جرات حاضری نہیں اور بفضل خدا میں نویں مرتبہ پر ہمہ وقت حضوری کا شرف رکھتا ہوں۔"

حضرت امیر العصر کا طرز تبلیغ برصغیر کے صوفیائے کرام کے اوصاف کے عین مطابق تھا۔ اس ضمن میں آپ کے درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصر کے جانشین بننے کے بعد قابل قدر روحانی و تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ مسلم اور غیر مسلم مرئی اور غیر مرئی مخلوق بھی آپ سے مستفیض ہوئی۔ ایک سکھ جنی کا واقعہ تو بہت مشہور ہوا جس نے آپ کے دست پاک پر اسلام قبول کیا اور آپ نے خود اسے اسلام کی تعلیم دی۔ سلسلہ عباسی قادریہ سے لاکھوں مسلمان جنات وابستہ ہیں اور اسلام قبول کرتے رہتے ہیں۔ عالم رویا میں ان کی تعداد تین لاکھ سے کچھ اوپر بتائی گئی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا درگاہ معلیٰ رسولی شان رکھتی ہے اور جناب غوث الثقلین کے سلسلہ عالیہ قادریہ کی منفرد شان کی حامل ہے۔

حضرت امیر العصر کو اللہ تعالیٰ نے رموز طریقت میں بے مثل سرفرازی عطا فرمائی تھی۔ آپ کو عربی، فارسی، انگریزی، اردو اور پنجابی زبانوں پر خاصہ عبور حاصل تھا۔ آپ نے سیرت الفقراء چار جلدوں میں مرتب کی۔ اور حضرت میاں میر صاحب کے فضائل سیرت پر ایک مقالہ "میر فقر" کے عنوان سے شائع کیا۔ آپ کا اردو اور پنجابی زبان میں حمدیہ کلام، منقبت اولیاء اللہ اور کچھ عارفانہ کلام موجود ہے۔

حضرت امیر العصر کی طبع ۱۹۸۳ء میں علیل رہنا شروع ہوئی۔ لیکن کچھ دنوں بعد صحت مند ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ پھر علیل ہوتے تو آپ کو گوجرانوالہ کے ایک ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "یہ طبیب حضرات ہمارے کیا کام آ سکتے ہیں۔" چونکہ آپ کو ابھی تک کوئی آفاقہ نہ ہوا تھا تو آپ کو جولائی ۱۹۸۵ء میں آپ کے داماد حمید الدین بھٹی کے ایما پر سروسز ہسپتال لاہور میں داخل کرایا گیا۔ اور وہاں تقریباً دس بارہ دن زیر علاج رہے۔ ۲۱ جولائی کو آپ پر استغراق طاری ہوا۔ اور بالآخر پانچ دن بعد یعنی ۲۶ جولائی ۱۹۸۵ء بروز جمعۃ المبارک کو وصال فرما گئے۔ اس وقت فجر کے آثار نمایاں تھے اور موذن اذان دے رہا تھا۔

آپ کے جسد اقدس کو ایمبولینس کے ذریعہ گوجرانوالہ لایا گیا۔ نماز جنازہ حضرت میاں محمد شریف صدیقی قادری نے پڑھائی۔ اور عشاء کے وقت آپ کے جسم اقدس کو لحد میں رکھا گیا۔ اور تدفین کی جملہ رسومات و دعائیں میں لائی گئیں۔

آپ کے چودہ قابل ذکر خلفاء اور مریدین کا تذکرہ کتاب سکینۃ العارفین میں درج ہے۔ حضرت امیر العصر نے ۱۹۸۳ء ہی میں اپنے احباب خانوادہ اور اصحاب سلسلہ کی موجودگی میں اپنے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت صاحبزادہ شبیر احمد کمال عباسی کی سجادہ نشینی کا اعلان فرمادیا تھا۔

(٦) حضرت صاحبزادہ شبیر احمد کمال عباسی قادری: نقیب العصر حضرت صاحبزادہ شبیر احمد عباسی قادری مدظلہ العالی اس وقت درگاہ معلیٰ غوث العصر کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ کی ولادت ۲ جون ۱۹۶۳ء بروز اتوار ہوئی۔ آپ حضرت امیر العصر کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں۔ آپ کی پیدائش پر ہی حضرت امیر العصر نے آپ کی جانشینی کا عندیہ دے دیا تھا۔ صاحبزادہ صاحب کو چودہ برس اپنے والد ماجد کی توجہ خاص میسر رہی۔ آپ نے گوجرانوالہ ہی میں اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا اور ایف ایس ای کرنے کے بعد حضرت امیر العصر کے حکم سے ۱۹۸۱ء سے آپ کی خدمت میں ہمہ وقت حاضر رہے اور تعلیمات صوفیاء اور تربیت روحانیہ سے مستفیض ہوتے رہے۔

۱۹۸۳ء میں حضرت امیر العصر نے آپ کی جانشینی کا اعلان فرمایا تو اس کے ساتھ ہی آپ کو اپنی تعلیم دوبارہ جاری رکھنے کی اجازت دے دی اور آپ کے لئے ہومیو پیتھک کی تعلیم پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ آپ نے ہومیو میڈیسن میں گریجوایشن لندن سے کی۔

صاحبزادہ صاحب کی علمی و ادبی خدمات بے شمار ہیں۔ آپ کئی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کے مصنف ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت مخدوم العصر کے عارفانہ کلام کی اشاعت' مزارات سلسلہ عالیہ قادریہ کی تعمیرات اور درگاہ معلیٰ پر آپ کی عنایات آپ کے گراں قدر اوصاف ہیں۔ حضرت امیر العصر کے وصال کے بعد ۳۱ اگست ۱۹۸۵ء بموقعہ چہلم سلسلہ عالیہ

قادریہ کے جید علماء و مشائخ نے آپ کی دستار بندی فرمائی اور آپ مسند درگاہ معلیٰ قادریہ حضرت غوث العصر کے سجادہ نشین ہوئے۔ اور اپنے فرائض سجادگی میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں جس میں ملکی اور غیر ملکی دورے بھی شامل ہیں۔

خاندان عباسی قادری نے متعدد باکمال اور قوی حال ہستیاں پیدا کیں جن کی مساعی سے پورا خطہ ہندو پاک میں حضور سیّدنا غوث اعظم اور حضرت میاں میر بالا پیر کے سلسلہ قادریہ کی بڑی ترویج ہوئی۔ ان میں سے چند ایک خلفاء کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ حضرت قبلہ امام الدین لاہوری' بابو غلام سرور لاہوری' حضرت خواجہ محمد حفیظ اللہ بڑیلہ شریف' اور اب وہاں کے سجادہ نشین جناب خواجہ محمد رفیق اللہ' سرکار بڑیلہ شریف کے مایہ ناز خلیفہ اور قلندر زمانہ جناب حکیم صوفی عبدالمجید شیخوپورہ' صوفی محمد اقبال سیالکوٹ' سید غلام حسین صاحب' خواجہ نمبردار شاہ نواز' اور میاں سراج الدین لاہوری۔

ہندوستان میں اس سلسلے کے وابستگان میں حضرت محمد اشرف خاں (احمد آباد گجرات)' حضرت محمد یعقوب خاں صاحب (بمبئی)' حضرت شاہ سراج دین (بمبئی)' حضرت ولی محمد صاحب (بھالوسانہ) اور ان احباب کے دیگر متعلقین بلاد ہند میں موجود ہیں۔ خاندان عباسی قادری کے خلفاء کی تفصیلات کتاب ''سکینۃ العارفین'' اور ''انوار الحفیظ'' میں موجود ہیں۔

مشائخ قادریہ سندھ میں: عرب فتوحات کے ابتدائی ایام میں جب محمد بن قاسم نے سندھ میں اسلامی حکومت قائم کی (۷۱۴ء) تو ملتان عالم اسلام کا ایک سرحدی شہر تھا خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی دعوت پر سندھ کے کئی شہزادے مسلمان ہو چکے تھے۔ یہاں بھی تبلیغی کوششوں میں سب سے زیادہ حصہ مسلمان تاجروں کا نظر آتا ہے۔ وہ چین اور سری لنکا کی پیداوار سندھ کی بندرگاہوں میں لاتے اور وہاں سے براستہ ملتان' ترکستان اور خراسان میں لے آتے تھے۔ ایسے ہی تاجروں کی تلقین سے سمہ قوم کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا جو سندھ پر ۱۳۵۱ء سے لے کر ۱۵۲۱ء تک حکمران رہے۔ اسی خاندان کے ایک بادشاہ نندا ابن بانبیہ کے عہد حکومت میں مبلغین میں سے سب سے زیادہ مشہور سید یوسف الدین کا نام ملتا ہے جو شیخ سیّد عبدالقادر

جیلانی کی اولاد سے تھے۔ان کو خواب میں حکم ہوا کہ بغداد چھوڑ کر ہندوستان جائیں اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنائیں۔ چنانچہ وہ ۱۴۲۲ء میں سندھ آئے اور وہاں دس برس تک تبلیغ کرتے رہے حتیٰ کہ لوہانہ قوم کے سات سو گھرانوں کو مسلمان کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اول اس قوم کے دو آدمی سندر جی اور ہنس راج' سیّد صاحب کی کرامات دیکھ کر مسلمان ہوتے تھے۔قبولِ اسلام کے بعد ان کا نام آدم جی اور تاج محمد رکھا گیا۔آدم جی کا پوتا لوہانہ قوم کا سردار تھا۔اس کی سرکردگی میں یہ لوگ سندھ سے اٹھ کر کچھ میں آباد ہو گئے اور کچھ کے لوہانوں کے اسلام لانے سے بھی ان کی تعداد میں اضافہ ہوا (دعوت اسلام۔آرنلڈ)

مشائخ قادریہ بلوچستان میں: صوبہ بلوچستان میں تقریباً تمام سلاسل کے اولیاء کرام تبلیغ دین میں مصروف رہے ہیں۔ ان مشائخ میں حضرت سلطان باہو کے سلسلہ قادریہ نے ۱۰۳۸۔۳۹ھ (۱۶۲۸۔۲۹ء) تا ۱۱۰۲ھ (۱۶۹۰ء) گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ قریباً تین سو سال سے بلوچستان میں اسلامی تصوف پر اس سلسلہ کے اثرات موجود ہیں۔اور آج بھی پورے بلوچستان میں سلطان باہو کا صوفیانہ اور درویشانہ رنگ جگہ جگہ موجود ہے۔اس کے علاوہ اس خطہ میں سیّدنا غوث اعظم کی اولاد بھی اشاعت اسلام میں مصروف رہی ہے۔ان میں حضرت سیّد بلانوش نے کافی خدمات سرانجام دیں۔ان کا اسم شیخ بلیدر ہے مگر بلانوش کے لقب سے شہرت پائی۔ان کے بعد ان کا بیٹا حضرت شاہ حسن بن حضرت بلاش کا اسم گرامی ملتا ہے۔ حضرت خواجہ میاں غلام صدیق بن میاں نور محمد قادری اور حضرت سیّد غلام محی الدین شاہ جو قادری حسینی سیّد تھے سرگرم عمل رہے ہے۔کتاب ''تذکرہ صوفیائے بلوچستان'' جو ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی تالیف ہے میں ۳۲۶ اولیائے کرام کے اسماء درج ہیں جنہوں نے تبلیغ دین کے لئے اس صوبہ میں خدمات انجام دیں۔لیکن کتاب میں سوائے چند ایک کے ان بزرگوں کے سلاسل کی وضاحت موجود نہیں۔(تذکرہ صوفیائے بلوچستان)

دکن میں اشاعت اسلام: دکن میں بہت سے مسلمان مبلغین اسلام پھیلانے میں کامیاب رہے۔یہاں بھی تاجروں اور سیاحوں کے ساتھ مبلغ اسلام وارد ہوئے اور تبلیغ کے کام میں سر

گرم ہوئے۔ ان عرب مبلغین میں ایک واعظ کا نام پیر مہابیر کھمدایت تھا وہ ۱۳۰۴ء میں دکن میں اسلام پھیلانے کے لیے آیا۔ بیجاپور کے مسلمان کاشت کاروں میں اب تک جین مت کے ان لوگوں کی اولاد موجود ہے۔ جن کو اس نے مسلمان کیا تھا۔ اسی صدی کے خاتمے کے قریب سیّد محمد گیسودراز نے پونا کے بعض ہندوؤں کو مسلمان کیا اور بیس برس کے بعد بلگام میں بھی ان کی تبلیغی کوشش کامیاب رہیں۔ دہانو میں شیخ بابا کی اولاد اب تک موجود ہے۔ یہ بزرگ اسلام کے ایک بہت بڑے ولی یعنی شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی کے قرابت دار تھے۔ وہ مغربی ہند میں تقریباً پندرھویں صدی میں آئے اور کونکن میں بہت سے لوگوں کو مسلمان کرنے کے بعد انتقال کر گئے۔ اور دہانو میں مدفون ہوئے۔ (دعوت اسلام۔ آرنلڈ)

بنگال میں سلسلہ قادریہ کی خدمات: ہندوستان میں مسلمان مبلغین نے یہاں سب سے زیادہ کامیابی حاصل کی ہے۔ یہاں محمد بختیار خلجی نے سب سے پہلے بارھویں صدی عیسوی کے آخر میں اسلامی حکومت قائم کی جو مدت دراز تک قائم رہی۔ اس سے قدرتی طور پر اسلام کی اشاعت میں مدد ملی۔ بنگال میں مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے سر ولیم ہنٹر لکھتا ہے۔ ''ان مفلس لوگوں کے لیے جن میں ماہی گیر' شکاری' سمندری ڈاکو اور نیچ ذات کے کاشت کار شامل تھے اسلام ایک نعمت عظمیٰ تھی جو ان پر عرش بریں سے اتری۔ اسلام حکمران قوم کا مذہب تھا اور اس کے پُر جوش مبلغ خدا کی توحید اور انسانی مساوات کا مژدہ لے کر ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جس کو سب لوگ حقیر اور ذلیل سمجھتے تھے اور جس کا کوئی پُرسان حال نہ تھا...... بنگال میں نیچ ذاتوں کے لاکھوں آدمی صدیوں سے ہندو سماج کے رحم و کرم پر ذلت اور خواری کے دن کاٹ رہے تھے لیکن اسلام نے ان کے لیے ایک نئے معاشرے میں داخل ہونے کا راستہ کھول دیا۔''
(دعوت اسلام)

بنگال میں اشاعت اسلام کے حوالے سے قدیم مبلغوں میں شیخ جلال الدین تبریزی شامل ہیں جن کا ۱۲۴۴ء میں انتقال ہوا۔ وہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید تھے۔ اپنے تبلیغی سفر کے دوران میں وہ بنگال پہنچے جہاں ان کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کی گئی (دعوت

اسلام)

بنگال میں سب سے پہلا قادری مرکز شاہ قامیص (Qamis) نے قائم کیا جو حضرت شیخ عبدالرزاق کی اولاد میں سے تھے۔ شیخ عبدالرزاق غوث اعظم کے بیٹے تھے۔ بنگال سے وہ ہجرت کر کے سبوراخضر آباد کو چلے گئے۔ بادشاہ اکبر نے انہیں بنگال واپس آنے کو کہا جہاں وہ نومبر ۱۵۸۴ء میں وصال کر گئے۔ جون پور کے دیوان عبدالرشید کے مریدین نے بھی بنگال میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے مراکز قائم کیئے۔ ان ارادت مندوں میں راج محل کے میر سیّد محمد قادری کا ذکر نمایاں طور پر ملتا ہے جن کے روحانی وارث شاہ نعمت اللہ قادری ہیں۔

مصنف ''رود کوثر'' کے مطابق بنگال میں قادریہ سلسلے کے بزرگ شاہ نعمت اللہ قادری سرفہرست ہیں جو نارنول میں پیدا ہوئے اور سیر و سیاحت کرتے ہوئے راج محل آئے جو شاہ شجاع کے زمانے میں بنگالہ کا حاکم نشین شہر تھا۔ شاہ شجاع نے آپ کی بڑی قدر کی۔ آخری ایام میں آپ گوڑ کے نواحی قصبہ فیروز آباد تشریف لے گئے اور وہیں ۱۶۶۴ء (یا ۶۷۔۱۶۶۶ء) میں وفات پائی۔ آپ بڑے صاحب سطوت بزرگ تھے۔ آپ کے مریدین کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ آپ متعدد کتب کے مصنف بھی تھے۔ اسی علاقہ گوڑ میں حضرت شاہ نعمت اللہ قادری کی درگاہ بھی ہے۔

اس وقت شاید بنگال میں سب سے اہم قادری خانقاہ کلکتہ میں ہے۔ اس خاندان کا سلسلہ جنگ پلاسی کے بعد شروع ہوا۔ لیکن قادری بزرگوں کے فیض سے اس سلسلے کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی۔

۱۷۶۴ء میں حضرت سیّدنا غوث اعظمؓ کی اولاد میں سے ایک بزرگ سیدنا حضرت ذاکر علی اپنے والد اور بعض دوسرے عزیزوں کے ساتھ ایک اشارہ غیبی کے تحت بنگالہ تشریف لائے اور منگل کوٹ ضلع بردوان میں جو ان دنوں خوب آباد اور علمی اور مذہبی سرگرمیوں کا بڑا مرکز تھا رہائش اختیار کی۔ آپ کے والدہ ماجد اور بعض دوسرے اقربا تو بعد میں بغداد واپس چلے گئے لیکن سیّدنا شیخ ذاکر علی ان کے بھائی سیدنا روشن علی صاحب صوبہ بہار کے ضلع پورینہ میں

تشریف لے گئے اور وہاں قادریہ سلسلے کی اشاعت کا مرکز بنے۔ حضرت ذاکر علی نے اپنے بھتیجے کے ساتھ منگل کوٹ کو ارشاد ہدایت کا مرکز بنایا اور ایک مختصر سی خانقاہ تعمیر کی۔ آپ کی وفات ۸۱ برس کی عمر میں ۱۷۷۸ء میں ہوئی۔ آپ کے جانشین آپ کے بھتیجے اور داماد حضرت شاہ طفیل علی قادری تھے جن کا وصال ۱۸۳۶ء میں ہوا۔ آپ کے جانشین آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت مہر علی قادری تھے جن کی ولادت مدنا پور میں ۱۸۰۸ء میں ہوئی اور وہیں قیام پذیر ہوئے۔ آپ نے مدنا پور میں ایک مدرسہ اور ایک خانقاہ قادریہ قائم کی لیکن خود اردگرد کے اضلاع میں دورہ کرتے رہے اور سلسلہ ہدایت جاری رکھا۔ آپ کی وفات ۱۸۶۸ء میں ہوئی۔ آپ کے جانشین حضرت شاہ علی عبدالقادر شمس القادر مرشد علی القادری تھے جو ۱۸۵۲ء میں پیدا ہوئے اور سولہ برس کی عمر میں اپنے والد بزرگوار کے جانشین مقرر ہوئے۔ آپ نے قریباً ۴۴ سال تک مسند ارشاد و تلقین کو زینت بخشی۔ بالآخر آپ نے کلکتہ میں سکونت اختیار کی۔ آپ کی وفات ۱۷ فروری ۱۹۰۱ کو ہوئی مزار شریف مدنا پور میں ہے۔ آپ کے جانشین حضرت سیّد شاہ ارشاد علی قادری المعروف سیّدنا حضور مولا ہوئے۔ وہ ۱۸۸۳ء میں کلکتہ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۳ء میں انتقال کر گئے۔

قادریہ سلسلے کی اشاعت اور تبلیغ اسلام کے علاوہ اس خانوادے نے اشاعت علم میں بھی حصہ لیا۔ خانقاہ لین کلکتہ میں ایک وسیع کتب خانہ قادریہ لائبریری کے نام سے قائم ہے۔ اس کے علاوہ اس خاندان کے بزرگوں نے تصنیف و تالیف پر بھی توجہ دی۔ اس خاندان کے حالات میں فارسی میں مذاکرہ قطب العالمین اور انگریزی میں جسٹس مسٹر محبوب مرشد کی گلستان قادری (انگریزی) شائع کی گئی۔ جسٹس محبوب مرشد کے والد سابق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سید عبدالسالک کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ انہوں نے سیّدنا غوث اعظم کی ایک انگریزی میں سوانح عمری بھی لکھی ہے۔ (رود کوثر)

برصغیر پاک و ہند میں غوث پاک کی اولاد: پچھلے ابواب میں ذکر ہو چکا ہے کہ سیّدنا غوث اعظمؓ نے تبلیغ اسلام کے لئے اپنے خلفاء اور تلامذہ کی تربیت یافتہ جماعت تیار کی۔ آپ

نے اپنے تمام صاحبزادگان کو بھی ولایت اور خلافت سے نوازا۔ جنہوں نے تبلیغی مساعی میں بھر پور حصہ لیا۔ اس کے بعد ان کی اولاد نے تبلیغ کا مشن جاری رکھا۔ جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

(۱) حضرت سید صفی الدین صوفی گیلانی: سیّدنا غوث پاک کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت سیّد عبدالوہاب گیلانی سجادہ نشین ہوئے اور ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حضرت سید صفی الدین صوفی گیلانی صاحب سجادہ ہوئے۔ انہوں نے غوث پاک اور اپنے والد ماجد سے تعلیم حاصل کی۔ اوران سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ۳۰ سال کی عمر میں سیاحت کرتے ہوئے ملتان پہنچے اور اٹھارہ ماہ تک ملتان کے مضافات میں سیاحت کرتے رہے اور کئی لوگوں کو روحانی فیض سے سیراب کیا۔ آپ کا سن ولادت ۸ ذوالحجہ ۵۴۸ھ (۱۱۵۳ء) اور وفات ۱۲ رجب ۶۱۱ھ (۱۲۱۴ء)

(۲) سید ابوعبدالرحمٰن شرف الدین عیسیٰ: ''خطہ پاک اوچ'' میں مسعود حسن شہاب صاحب نے روایت کی ہے کہ سندھ میں سلسلہ قادریہ کے اولین بزرگ شیخ عیسیٰ تھے جو حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کے فرزند تھے۔ حضرت سید شرف الدین عیسیٰ نے بغداد میں درس دیا' فتوے دیے اور وعظ کیا۔ بعد میں مصر چلے گئے۔ آپ نے تصوف میں جواہر الاسرار اور لطائف الانوار وغیرہ لکھیں۔ ۱۲ رمضان کو فوت ہوئے۔ آپ کا قیام کچھ عرصہ تک سندھ کے مشہور شہر ہالہ (ضلع حیدرآباد) میں رہا۔ یہ روایت کسی دوسری جگہ نہیں ملتی۔

(۳) حضرت سید ابو محمد سراج الدین شیخ شاہ میر کیلانی: آپ سیّد عبدالقادر جیلانی کی اُولاد میں سے تھے اور حضرت سید محمد غوث اوچی کے دادا تھے۔ آپ کا اسم سامی حسن' مشہور نام شاہ میر کنیت ابوعبداللہ ابومحمد' لقب جمال الدین' اطہر' سلطان المشائخ اور مخدوم الاولیاء تھا ۶۷۰ ہجری میں حلب میں تولد ہوئے۔ سیر و سیاحت کے دوران ہندوستان بھی آئے اور ریاست بون ''کوہ ست پڑا'' شہر کالی بوڑی میں کچھ عرصہ قیام کیا اور لوگوں کو روحانی فیض سے مستفیض کیا۔ پھر واپس حلب چلے گئے۔ ۷۶۶ھ میں فوت ہوئے۔ حضرت شیخ شاہ میرے کے خلفاء

میں ان کے فرزندوں کے علاوہ حضرت شاہ میاں جیو قادری اور حضرت شیخ احمد قادری کے نام ملتے ہیں۔

(۴) حضرت مخدوم سید ابوعبداللہ محمد غوث گیلانی: آپ کی ولادت ۸۰۲ یا ۸۳۳ ہجری میں حلب (شام) میں ہوئی۔ دوران سیاحت لاہور آئے اور کچھ عرصہ لاہور اور ناگور میں قیام پذیر رہے۔ پھر حلب چلے گئے۔ آپ کی ذات سے برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ قادریہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔

(۵) میراں سید مبارک حقانی: آپ حضرت مخدوم سیّد محمد غوث گیلانی اوچ کے فرزند ثالث اور خلیفہ تھے۔ اوچ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اپنے والد سے تعلیم و روحانی فیض حاصل کیا۔ اکثر استغراقی حالت میں رہتے تھے۔ اسی حالت میں اوچ سے روانہ ہو کر "ڈلکھی" جنگل اور خوشاب کے قریب جنگل میں پہنچے اور سخت مجاہدے کیے۔ آپ کی خبر دور دور تک پھیل گئی تو شیخ معروف چشتی خوشاب سے چل کر آپ کی زیارت کو جنگل میں آئے۔ آپ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اس کے بعد سید مبارک نے آپ سے کہا: "پہلے تم شیخ معروف تھے اب ہم نے تم کو شاہ معروف کر دیا ہے۔ تم سے تصوف کا ایک جدید خانوادہ پیدا ہوگا جس کو لوگ خاندان نوشاہی کہیں گے۔ اس کے بعد سید مبارک لاہور آئے اور یہاں ۹ شوال ۹۵۶ ہجری کو وصال کیا۔ آپ کے جسم کو اوچ لے جا کر اپنے والد کے جوار میں دفن کیا گیا۔

حضرت مخدوم سید ابوعبداللہ محمد غوث کی اولاد اور ان کی اولاد بہت ہوئی۔ اور پنجاب اور شمالی سندھ کے شہروں اور قصبوں میں اب بھی موجود ہے۔

(۶) حضرت مخدوم سید ابوالحسن جمال الدین موسیٰ پاک شہید: آپ حضرت مخدوم محمد غوث کے پانچویں سجادہ نشین تھے۔ آپ کے بڑے بھائی (مخدوم سیّد عبدالقادر ثالث) نے سجادہ نشینی کے متعلق آپ سے جھگڑا کیا تو آپ نے خلافت اپنے بھائی کے سپرد کر دی اور خود اوچ چھوڑ کر اکبر کے دربار میں آ گئے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد آپ ملتان آئے اور نواح ملتان میں لنگاہ قوم کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

شہادت کا سال ۱۰۰۱ ہجری لکھا گیا ہے۔ یا ۹۹۸ھ ہے۔ آپ کا مقبرہ ملتان میں ہے۔
(۷) سیّد عبد القادر ثالث الملقب بہ مخدوم الملک: آپ کا اصل نام سید نظام الدین تھا۔ آپ کے چار فرزند ہوئے ہیں۔ آپ کا مزار مقبرہ قادریہ کے اندر اوچ میں ہے۔
(۸) حضرت سید فضل علی المعروف مخدوم شیخ حامد گنج بخش ثالث: آپ حضرت مخدوم غوث کے تیرھویں سجادہ نشین تھے۔ اوچ میں ۱۱۴۹ ہجری میں تولد ہوئے۔ کچھ عرصہ اپنے سسر کے پاس ڈیرہ غازی خان میں رہے۔ بعد ازاں اوچ واپس آئے۔ آپ نے اوچ میں قلعہ تعمیر کروایا اور اس کے اندر محل بنوا کر اس میں رہائش اختیار کی۔ یہ تعمیرات ۱۱۸۵ھ (۱۷۷۱ء) میں ہوئیں۔ ۴۸ سال کی عمر میں ۲۲ ربیع الثانی ۱۱۹۷ ہجری میں وفات پائی اور مقبرہ قادریہ میں مدفون ہوئے۔
(۹) حضرت سید حسن بخش المعروف مخدوم شیخ حامد محمد گنج بخش رابع ملقب مخدوم جنگاور: آپ حضرت مخدوم محمد غوث کے پندرھویں سجادہ نشین تھے۔ ریاست بہاولپور کے نوابوں نے آپ کی مخالفت کی۔ اس لئے اوچ سے نکل کر قلعہ پلولی میں محصور ہوئے وہاں بھی فوج نے محاصرہ کیا تو گڑھی اختیار خان آ کر کچھ دن قیام کیا۔ آخر سندھ میں چلے گئے اور گھوٹکی کے قریب موضع قادر پور میں سکونت اختیار کی۔ وہاں ۱۲۲۱ ہجری میں وفات پائی اور قادر پور میں مدفون ہوئے۔ آپ کے پوتے نے آپکا تو تابوت اوچ میں لا کر دفن کر دیا۔
(۱۰) سید عبد القادر: آپ سیّد خدا داد شمس الدین نورانی کے خلیفہ تھے اور ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے سندھ کے پاگارہ خاندان کے جد امجد سیّد پیر محمد بقا شاہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی کوٹ سدہانہ (ضلع جھنگ) کے جیلانی سادات کے متعلق روایت ہے کہ کسی زمانہ میں اوچ جیلانی کے سادات میں سے کچھ بزرگ نقل مکانی کر کے ''کوٹ سدھانہ'' میں رہائش پذیر ہوئے۔ پیر محمد بقا کے مرشد سید عبد القادر انہی میں سے تھے (بقیہ تفصیلات کے لیے کتاب ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں از ڈاکٹر عبد المجید سندھی مطالعہ فرمائیں)۔
ایشیاء میں قادری سہروردی مشائخ کی تبلیغی سرگرمیاں: چھٹی اور ساتویں صدی ہجری

میں قادری سہروردی اکابرین جنہوں نے تبلیغی کاموں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان میں سرفہرست شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ سعدی، شیخ الشیوخ عمر بن محمد البکری سہروردی، شیخ عزالدین بن عبدالسلام، رکن الدین بیبرس، شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی اور حضرت سیّد جلال سرخ سہروردی، اور شیخ جلال الدین تبریزی کے اسماء گرامی شامل ہیں۔ وہ اکابر اولیاء اللہ ہیں جنہوں نے ماضی میں اسلام کے نازک ترین مرحلہ میں نور ایمان و نور اسلام کے چراغ روشن کیے اور اسلام کا گرتا ہوا پرچم تھاما۔ یہ سب کے سب قادریت کے درخشندہ سیارے ہیں اور ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں۔ اور سیّدنا غوث اعظم اس نظام شمسی کے محور و مرکز ہیں۔

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی نے اسلام، ایمان و احسان کا عرفان مشرق و مغرب میں پھیلایا۔ سندھ و ہند، شام، مصر، عرب و عجم، ترکستان، ماوراء النہر سے لے کر دلی، گور، پنڈرا، مدنی پور، سلہٹ، بنگال و آسام میں روحانی فتوحات حاصل کیں۔ یہ قادریت کے پہلے آفتاب ہیں۔ دوسرے شیخ الشیوخ عمر بن محمد البکری ہیں۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام (۶۶۰ھ) سلسلہ قادریہ سہروردیہ کے چوتھے آفتاب ہیں جن سے شام و مصر و عرب زندہ و روشن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے اسلام کے ایک نازترین مرحلہ پر عظیم تاریخی خدمت لی۔ ۶۵۶ ہجری میں جب بغداد تباہ ہوا تو عزالدین عبدالسلام کے زیر ہدایت مجاہد اعظم رکن الدین بیبرس الملک الظاہر سلطان مصر نے بغداد کے زندہ بچ جانے والے عباسی شہزادے احمد طاہر کو تلاش کر کے ۶۵۶ ہجری (۱۲۶۱ء) میں قاہرہ میں خلافت عباسیہ اسلامیہ مصر کی مسند پر بٹھایا۔ سب سے پہلے شیخ عزالدین نے بیعت کی، پھر رکن الدین بیبرس الملک الظاہر نے، پھر قاضی القضاۃ شیخ تاج الدین اور خواص و عوام نے۔ اس طرح دو سال بعد عالم اسلام کی سیاسی و روحانی مرکزیت بغداد کی تباہی کے بعد قاہرہ میں دوبارہ قائم ہوگئی۔ اس کے علاوہ حضرت عزالدین کے زیر ہدایت، ترک مجاہد فی سبیل اللہ رکن الدین بیبرس نے پہلی دفعہ تاتاریوں کو شام میں پے در پے فاش شکستیں دیں۔ تاتاری سیلاب کا رخ پھیر دیا۔ شام و عرب کو ان کے تسلط سے آزاد کرایا اور سو سال کے اندر اندر خونخوار فاتح تاتاری حلقہ

بگوش اسلام ہوئے۔

سلسلہ قادریہ سہروردیہ کے پانچویں آفتاب شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کی مساعی سے سندھ اور ہند نور اسلام سے منور ہوئے۔ان کے صاحبزادے صدر الدین عارف سلسلہ قادریہ سہروردیہ کے بلند پایہ بزرگ ہوئے۔

آٹھویں صدی ہجری کے آغاز اور سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد سلطنت میں گور پنڈوادتی اور اوچ میں خبر پہنچی کہ سہلٹ وکامروپ (موجودہ اسام) کے ظالم ہندو راجہ گور گوند نے سہلٹ میں ایک مسلمان مبلغ کے نومولود بچہ کو ذبیحہ گاؤ کی وجہ سے قتل کر دیا ہے۔اور مظلوم مسلمان مبلغ اسلام نے شاہان اسلام سے دادرسی کی فریاد کی ہے۔اور بنگال کی مسلمان فوجوں کو گور گوند نے جادو کے زور اور عظیم فوجوں کے ذریعہ بار بار پسپا کیا ہے۔۷۰۲ ہجری میں اوچ کی خانقاہ قادری سہروردیہ سے حضرت شاہ جلال مجرد بن محمد سہروردی کی قیادت میں سات سو سہروردی درویشوں اور مجاہدوں کی فوج ظفر موج تکبیر وتہلیل وتسبیح کے نعروں کے ساتھ روانہ ہوئی۔اس فوج فقراء میں کئی اوتاد ابدال اور اولیاء اللہ تھے۔شاہ جلال مجرد ان میں سے بہت سے فقراء کو متعدد علاقوں میں تبلیغ کے لئے چھوڑتے ہوئے ۷۰۳ ہجری میں تین سو تیرہ اولیاء کرام کے ساتھ سلہٹ میں داخل ہوئے۔راجہ گور گوند کی عظیم فوجوں کو شکست فاش دی اور اس کے جادو اور سحر کا مکمل صفایا کر دیا۔سہلٹ کو دارالسلام بنایا اور سہروردی درویشوں کو بنگال و آسام میں تبلیغ اسلام کے لئے پھیلا دیا۔(کتاب صدر الدین عارف مصنفہ نور احمد خان)

خطہ کشمیر میں اسلام سلسلہ سہروردیہ کبرویہ کے سادات حضرت امیر کبیر سیّد امیر علی ہمدانی اور ان کے صاحب زادے میر محمد ہمدانی کے ذریعہ پھیلا (آب کوثر) سلسلہ کبرویہ کے نجم الدین کبریٰ حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی کے مرید تھے جنہوں نے براہ راست سیّدنا غوث اعظم شیخ سیّد عبد القادر جیلانی سے اکتساب فیض کیا۔

شہنشاہ جلال الدین اکبر کے دورِ حکومت میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نقشبندی نے کفریات اکبر کے خلاف جہاد اکبر فرمایا۔شیخ احمد سرہندی کے والد ماجد نے حضرت شاہ کمال

قادری کیتھلی سے اکتساب فیض کیا۔

مدنی پور، پلاس پور اور بالا سور مغربی بنگال میں قادری سہروردی بزرگوں نے اسلام پھیلایا۔ کتاب ''کوکب دری'' کی مصنفہ بیگم خجستہ اختر سہروردیہ کے دیباچہ میں شمس العلماء خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں چشتیوں کی آمد سے پہلے قادریوں اور سہروردیوں کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہوئی تھی۔ دارالسلطنت دلی میں شیخ شہاب الدین سہروردی کے فرزند جو ترکمان شاہ کے نام سے مشہور تھے آ کر آباد ہوئے تھے۔ ترکمان دروازہ دلی ان کے نام سے موسوم ہے کیونکہ آج بھی ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کی دو صاحب زادیاں نور بانو اور حور بانو کے مزارات بھی قدیم دلی، تغلق آباد میں موجود ہیں۔

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی کی دعا کی برکت سے سہروردی خاندان میں ایسی برکت ہوئی کہ سہروردی خاندان اور سلسلہ میں علم و عرفان، فقر و درویشی، ریاست و سیاست کا ہمیشہ عجیب وغریب اجتماع رہا ہے۔

قادری و سہروردی و فردوسی سلسلہ کے مثلث میں حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی فردوسی منیری (بہار شریف) کا نام نہایت ممتاز ہے۔ ان کے مکتوبات صدی اور مکتوبات دوصدی علم تصوف میں بے نظیر مانے جاتے ہیں۔ بہار کا خطہ آپ ہی کی مساعی سے نور السلام سے منور ہوا۔ شیخ شرف الدین کے نانا شیخ شہاب الدین جگجوت (پٹنہ) شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید و خلیفہ تھے۔ (خاتون پاکستان غوث اعظم نمبر ۱۹۶۷)

تاتاری خلقہ بگوش اسلام: شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب ''زبدۃ الآثار'' میں تاتاریوں کے قبول اسلام کا ایک دلچسپ واقع لکھتے ہیں۔ کہ تاتاریوں کے غلبہ کے بعد سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک خراسانی بزرگ غیبی اشارہ پا کر ہلاکو خان کے بیٹے تگودار خان سے ملنے گئے۔ وہ شکار سے واپس آ رہا تھا۔ اس نے اپنے محل کے دروازے پر اس درویش کو دیکھ کر تمسخر اور حقارت سے کہا کہ اے درویش! تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کتے کی دم؟'' آپ نے جواباً فرمایا کہ میں بھی اپنے مالک کا کتا ہوں اگر میں اپنی وفاداری سے اُسے خوش

پاؤں تو میری داڑھی کے بال اچھے ہیں ورنہ آپ کے کتے کی دُم اچھی ہے۔ تگودار خان پر اس جواب کا گہرا اثر ہوا اور اُس نے آپ کو اپنا مہمان رکھ کر آپ کی تعلیم و تبلیغ کے زیرِ اثر در پردہ اسلام قبول کر لیا مگر ناساز گار حالات کی وجہ سے اس کو ظاہر نہ کیا۔ بعد ازاں ان کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ کچھ عرصہ بعد تشریف لائیے تاکہ میں اس دوران اپنی قوم کو ذہنی طور پر نیا مذہب قبول کرنے کے لیے تیار کر سکوں۔ وہ درویش واپس آئے تو ان کا دنیا سے رخصتی کا وقت آ پہنچا۔ مرنے سے قبل اپنے بیٹے کو حالات سے آگاہ کیا اور تگودار خان سے ملنے کی وصیت کی۔ کچھ عرصہ بعد ان کے بیٹے تگودار خاں کے پاس پہنچے اور بات چیت کی تو اس نے بتایا کہ باقی سرداران قوم تو قریباً مائل ہو گئے ہیں مگر ایک سردار جس کے پیچھے کافی جمعیت ہے آمادہ نہیں ہو رہا۔ حضرت نے تگودار خان کے مشورے سے اُسے بلوایا اور دعوتِ السلام دی۔ مگر اُس نے کہا میں ایک سپاہی ہوں صرف طاقت پر ایمان رکھتا ہوں اگر آپ میرے پہلوان کو کشتی میں پچھاڑ دیں تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ آپ نے تگودار خان کے منع کرنے کے باوجود اس سردار کا چیلنج قبول کر لیا۔ تاریخ اور وقت کا اعلان کر دیا گیا۔ تگودار خان نے بہت کہا کہ ایک تاتاری نوجوان پہلوان سے ایک سن رسیدہ اور کمزور جسم درویش کیا مقابلہ کرے گا۔ یہ تو ناانصافی اور قتل عمد کے مترادف ہے مگر مخالف سردار نے کہا یہ مقابلہ تو اب ہو کر رہے گا۔ اوّل تو اس لیے کہ اس درویش کے قتل سے اس قسم کے واقعات کا سدباب ہو گا لوگوں کو عبرت ہو گی' دوسرے اس لیے کہ خان اعظم یعنی تگودار خان آئندہ اس قسم کے چلتے پھرتے لوگوں کی باتوں پر توجہ نہ دیں گے۔

چنانچہ مقررہ دن ہزارہا مخلوق کی موجودگی میں مقابلہ ہوا۔ درویش نے جاتے ہی تاتاری پہلوان کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا جس سے اس کی کھوپڑی اڑ کر دُور جا پڑی اور لوگوں میں شور مچ گیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ نہ صرف اس سردار نے حسب وعدہ میدان میں نکل کر آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا بلکہ اس میدان میں اکثریت ایمان لے آئی۔ تگودار خان نے اپنے اسلام کا اظہار کر کے اپنا نام ''احمد'' رکھا۔ تاریخ میں اس کا یہی نام ۱۲۸۱ء سے ۱۲۸۴ء تک تحریر ہے۔ اس نے اپنے دورِ اقتدار میں سلاطین مصر سے بھی تعلقات

استوار کرنے کی کوشش کی۔ اسی ضمن میں اس نے سلطان مصر کے نام ایک مراسلہ بھیجا اور اس میں اس کو اپنے قبول اسلام سے مطلع کیا۔ اس خط کا عربی متن "تاریخ وصاف" میں درج ہے اور اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

احمد تکودار کا مراسلہ:

"اللہ تعالیٰ نے اپنی نوازش اور نور ہدایت سے ہم کو عہد جوانی ہی میں اپنی ربوبیت کے اقرار اور اپنی وحدانیت کے اعتراف کی طرف رہنمائی کی تھی اور حضرت محمد (علیہ الصلوۃ والسلام) کی نبوت کی صداقت کی شہادت دینے اور خدا کے اولیا اور اس کے صالح بندوں کے ساتھ حسن اعتقاد رکھنے کی طرف رہبری کی تھی۔ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔ پس ہم دین اسلام کا بول بالا کرنے اور اسلام اور اہل اسلام کے معاملات کی اصلاح کرنے کی طرف مائل رہے یہاں تک کہ ہمارے والد بزرگوار اور برادر کلاں کے بعد بادشاہت ہمیں ملی اور خداوند کریم نے ہم کو اپنے لطف وکرم سے نوازا اور ہماری اُمیدوں کو پورا کیا اور عروس مملکت کی نقاب کشائی کی اور اس سے ہم کو ہم کنار کیا۔ پھر ہمارے ہاں ایک قسوریلتای منعقد ہوئی اور اس مجلس میں ہمارے تمام بھائی فرزند امرائے کبار سپہ سالار اور فوج کے بڑے بڑے افسر جمع ہوئے۔ تمام حاضرین اس رائے پر متفق ہوئے کہ ہمارے برادر کلاں کے سابقہ حکم کے مطابق مملکت کے تمام عساکر کے جم غفیر کو لشکر کشی کے لیے جمع کیا جائے جن کی کثرت کے سامنے روئے زمین تنگ ہے جن کی صولت وسطوت کا رعب لوگوں کے دلوں پر چھایا ہوا ہے جن کی ہمت اور شجاعت کے سامنے پہاڑوں کے سر بھی جھک جاتے ہیں اور جن کے عزم ارادہ کے سامنے سخت پتھروں کا زہرہ بھی گداز ہو جاتا ہے۔ پس ہم نے ان کی تجویز پر غور کیا جس پر سب نے اتفاق رائے کیا تھا اور اس کے ماحصل کو اپنے مافی الضمیر کے خلاف پایا کیونکہ ہم تو عوام کی بھلائی چاہتے ہیں اور شعائر اسلام کی تقویت کے خواہاں ہیں۔ ہم حتی الامکان صرف ایسے احکام اور فرمان صادر کرنا چاہتے ہیں جن سے خون ریزی بند ہو اور رعیت کو امن وسکون حاصل ہو۔ امن وامان کی نسیم تمام ملکوں میں چلے اور تمام

ملکوں کے سلاطین شفقت اور احسان کے گہوارے میں راحت پائیں' کیونکہ ہم خدا کے حکم کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کی مخلوق پر شفقت کرتے ہیں۔ خدا نے ہمارے دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ ہم جنگ و جدال کی آگ کو بجھائیں اور فتنہ و فساد کو دبائیں۔ جن لوگوں نے لشکر کشی کا مشورہ دیا ہے' اُن کو بتا دیں کہ ہمارے لیے خدا کا ارشاد ہے کہ ہم اہل عالم کو ان کی بیماریوں سے شفا دیں اور جنگ آزمائی سے سب سے آخر میں کام لیں۔ ہم کو معرکہ آرائی اور تیر اندازی کی طرف سبقت نہیں کرنی چاہیے' تاوقتیکہ ہم اتمام حجت نہ کر لیں اور حق کا اظہار نہ کر دیں اور اس کی دلیل نہ پیش کر لیں۔ امن و امان اور فلاح و صلاح پر ہماری جو رائے قرار پائی ہے' اس کی تحریک و تائید شیخ الاسلام قدوۃ العارفین کے وعظ و تذکیر سے ہوئی ہے جو دینی امور میں ہمارے بڑے اچھے مشیر و مددگار ہیں۔ چنانچہ ہم نے یہ مراسلہ صادر کیا ہے اور قاضی القضاۃ قطب الدین اور اتابیگ بہاء الدین کو آپ کی طرف بھیجا ہے' جو ہمارے ارکان دولت میں سے ہیں' تاکہ وہ آپ کو ہمارے طریقے اور نیک نیتی سے مطلع کریں۔ آپ کو بتائیں کہ ہم تمام مسلمانوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور آپ کو آگاہ کریں کہ ہم کو خدا کی طرف سے بصیرت حاصل ہے کہ اسلام نے تمام گذشتہ باتوں کو مٹا دیا ہے۔ خداوند کریم نے ہمارے دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ ہم حق اور اہلِ حق کی پیروی کریں۔ اگر کوئی شخص ہماری بات کی دلیل و حجت طلب کرے تو اس کو چاہیے کہ ہماری کارگردگی کا مشاہدہ کرے جو دنیا میں مشہور ہو چکی ہے' کیونکہ ہم نے توفیق الٰہی سے دین کے نشانوں کو بلند کیا ہے اور ہر ایک بات میں' ہر ایک حکم میں اس کو پیش نظر رکھا ہے۔ ہم نے شرع محمدی کے قوانین کو نافذ کیا ہے جیسا کہ عدلِ محمدی کا تقاضا تھا۔ چنانچہ اس طرح سے ہم نے جمہور کے دلوں کو مسرور کر دیا ہے اور جن لوگوں سے کوئی برائی یا خطا پہلے سرزد ہو چکی ہے' ہم نے ان سب کو یہ کہہ کر معاف کر دیا ہے کہ خدا تمہاری پہلی خطاؤں کو معاف کرے۔ پھر ہم مسلمانوں کے اوقاف کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے جن میں ان کی مساجد' زیارت گاہیں اور مدارس شامل ہیں' اور خانقاہیں اور سرائیں جن کے نشان مٹ گئے تھے' ان کو آباد کیا ہے۔ اوقاف کی آمدنی کو قدیم دستور کے مطابق اور واقفین کی شروط کے مطابق مستحق

لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔ ہم نے حکم دیا ہے کہ حاجیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے' ان کے لیے سامان سفر مہیا کیا جائے اور جن راستوں سے وہ سفر کرتے ہیں ان کو محفوظ بنایا جائے۔ ہم نے سوداگروں کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے کی کامل آزادی دی ہے اور وہ جہاں چاہیں آمد و رفت کر سکتے ہیں۔ ہم نے اپنی فوج اور پولیس کو ان کی آمد و رفت میں مداخلت کرنے سے سختی سے روک دیا ہے۔ ہم سلطان مصر کے ساتھ اتحاد چاہتے ہیں تاکہ یہ دیار و امصار پھر آباد ہو جائیں اور فتنہ و فساد فرو ہو جائے۔ تلواریں میان میں آ جائیں اور تمام لوگ آرام و آسائش سے زندگی بسر کریں اور مسلمانوں کی گردنیں ذلت و خواری کے طوق سے آزاد ہو جائیں۔" (دعوت اسلام۔ ارنلڈ)

جن لوگوں نے مغلوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے' اُن کے لیے اُن کی ناقابلِ بیان سفاکیوں اور مسلسل خونریزیوں کا حال پڑھنے کے بعد مندرجہ بالا مراسلے کا دیکھنا راحت اور سکون کا موجب ہے۔ یہ مراسلہ ایک مغل فرمانروا کی طرف سے صادر ہوا ہے اور اس میں ایسی حلیمی اور خیر اندیشی کے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے جو اس کی زبان سے فی الواقع عجیب معلوم ہوتے ہیں۔ (دعوت اسلام۔ آرنلڈ)

احمد تکودار کے بعض جرنیلوں نے اس کے اسلام لانے کو پسند نہ کیا اور اس کے خلاف بغاوت کر دی جس کا سرغنہ اس کا بھتیجا ارغون تھا۔ لڑائی کے دوران احمد تکودار شہید ہو گیا۔ اور ارغون نے تخت و تاج پر قبضہ کر لیا۔ اور مسلمانوں پر سختیاں کرنے لگا ان کو ان کے عہدوں اور منصبوں سے برطرف کر دیا اور دربار سے نکال دیا۔ (دعوت اسلام۔ آرنلڈ)

اگرچہ اس واقعہ سے تارتاریوں میں اشاعت اسلام کی رفتار قدرے سست پڑ گئی مگر چونکہ دوسری طرف ہلاکو خان کا ایک چچازاد بھائی "برکہ" (۱۲۵۶ء تا ۱۲۶۶ء) بھی حضرت شیخ شمس الدین باخوری کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر چکا تھا اور پھر احمد مرحوم یعنی تکودار خان کے بھتیجے کے بیٹے غزن محمود (۱۲۹۵ء تا ۱۳۰۴ء) نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا اس لیے وسط ایشیاء کی تاتاری حکومت' تاتاری اسلامی حکومت میں بدل گئی۔ اس غزن محمود کے خلاف بھی اس کے

جرنیلوں نے تبدیل مذہب کے باعث بغاوت کی مگروہ سب کو شکست دے کر ان سب پر غالب آنے میں کامیاب ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً تمام تاتاری قبائل اسلام لے آئے (زبدۃ الآثار)

پروفیسر ٹی۔ڈبلیو ارنلڈ لکھتا ہے کہ اگر چہ تکودار کے تمام جانشین کافر تھے اور غازان خان (غزن محمود) کے خلاف بغاوت بھی کی مگر جب یہ (غازان خان) جو کہ ایلخانی خاندان کا ساتواں اور سب سے بڑا فرماں روا ہو گزرا ہے مسلمان ہوا تو اس نے اسلام کو ایران کا شاہی مذہب قرار دیا۔(دعوت اسلام)

ایران: خطہ ایران میں سلسلہ قادریہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے وصال کے بعد اور 1501ء میں صفوی خاندان کے برسر اقتدار تک اسلام خوب پھیلا صفوی خاندان نے اپنے شیعیت مسلک کی بنا پر سوائے دو یا تین کے بہت سے سلاسل طریقت کو ملک سے نکال دیا۔اس وقت ایران میں سلسلہ قادریہ کی اکثرت تھی۔ان کو خصوصی طور پر اس لئے نکال دیا گیا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی سنی مسلک کے سربراہ تھے اور صفویہ کے شیعہ مسلک کے خلاف تھے۔

افغانستان: جب صفوی خاندان کی حکومت ۱۷۲۲ء میں ختم ہوئی تو علاقہ افغانستان میں قادری سلسلہ دوبارہ فروغ پانے لگا۔مثلاً ۱۸۲۸ء میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے سعداللہ گیلانی بغداد سے ہرات کو آئے۔وہ قرآن و حدیث کے عالم تھے۔انہوں نے سابقہ افغان حکمران احمد شاہ ابدالی کے گھرانے میں شادی کی۔کچھ عرصہ بعد انہوں نے اور ان کی اولاد نے ہرات سے ۱۴ کلومیٹر دور ایک قادریہ خانقاہ بنائی۔یہاں پر یہ سلسلہ قادریہ رزاقیہ انیسویں اور بیسویں صدی میں خوب پھیلا۔

ترکی: ترکی میں قادری پر اسماعیل رومی نے جن کی وفات ۱۶۳۱ء میں ہوئی استنبول میں سلسلہ قادریہ کی بنیاد رکھی۔اس کے بعد چالیس مزید قادریہ تبلیغی مراکز ترکی میں قائم کیے گئے۔اس قادری سلسلہ نے کپڑے کے آٹھ ٹکڑوں میں سلی سفید ٹوپی ایجاد کی۔انہوں نے ترکی میں ذکر جہری بھی متعارف کرایا جس میں ذاکرین کھڑے ہو کر ایک دوسرے کے بازو تھامے اونچی

آواز سے ذکر کرتے ہوئے دائیں بائیں حرکت کرتے۔ اس قادری رومیہ سلسلہ کی طرح چند ایک اور بھی قادری ذیلی سلاسل وجود میں آئے۔ لیکن مصطفیٰ کمال اتاترک نے ۱۹۲۴ء میں تمام سلاسل صوفیاء پر پابندی لگادی اور ان کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ لیکن ان کے بعد صوفیاء کرام دوبارہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہو گے اور اشاعت دین اسلام میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔

انڈونیشیا: جدید تحقیقات نے بھی ثابت کیا ہے کہ انڈونیشیا میں سب پہلے دین اسلام سندھی تاجروں کے توسط سے داخل ہوا۔ موجودہ دور میں انڈونیشیا کی تاریخ پر تحقیق کرنے والوں میں علامہ نور احمد قادری بھی ہیں جو ۱۹۶۳ء میں اس غرض سے انڈونیشیا گئے تھے۔ ان کی تحقیقاتی رپورٹ ۵ مارچ ۱۹۶۵ء کی روزنامہ ''انجام'' کراچی میں شائع ہوئی۔ علامہ صاحب لکھتے ہیں:۔

> ''اہل انڈونیشیا کے ساتھ اہل پاکستان کے برادرانہ تعلقات ساڑھے گیارہ سو سال پرانے ہیں یعنی دوسری صدی ہجری کے اس دور سے ہیں جب کہ میری حالیہ تاریخی تحقیقات کے مطابق ہمارے قدیم بزرگان دین نے سندھ سے انڈونیشیا پہنچ کر اسلام پھیلایا تھا اور وہاں کے رہنے والوں کو پیغام حق سنا کر گلے سے لگایا تھا۔ انڈونیشیا میں پہلی بار اسلام پھیلانے والے مبلغین قدیم سندھ ہی سے پہنچے تھے اور یہ زمانہ ہشام بن عبدالملک کے عہد خلافت کا تھا۔ جب مبلغین اسلام کا سفینہ کراچی کے اسی ساحل سے جس کا نام اس دور میں ''دیبل'' تھا۔ بحریہ عرب سے گزرتا ہوا انڈونیشیا کے شمالی علاقہ ساترا جزیرہ کے انتہائی شمالی سرے ''آچیہ'' میں پہنچ کر لنگر انداز ہوا تھا اور وہاں اعلائے کلمۃ الحق کیا تھا۔''

اس کے بعد لکھتے ہیں ''ریسرچ کے دوران اس قدیم اسلامی سرزمین کے تمام تاریخی

مقامات کا جائزہ لیا۔ ساڑھے گیارہ سو سال پرانی داخلی اور خارجی تاریخی شہادت کا پتہ چلایا۔ کتبائی آثار کی چھان بین کی تہذیبی تمدنی اور ثقافتی اثرات کی مماثلت کا جائزہ لیا اور وہ تمام اسباب وعمل یکجا کیے جن کی ثقافت اور مماثلت تاریخ کے اس امر پر شاہد ہیں کہ اسلام اس دیار میں پاکستان کے علاقہ سندھ ہی سے پہنچا اور یہ مبلغین حضرت خواجہ حسن بصری کے معتقدین میں سے تھے۔"

اس کے علاوہ علامہ نور احمد قادری نے نوائے وقت ۱۸ فروری ۱۹۸۲ء کی اشاعتِ ملی میں بعنوان "حضرت غوثِ اعظمؓ تبلیغ واشاعتِ اسلام کا عظیم کارنامہ" کے تحت ایک بصیرت افروز آرٹیکل لکھا ہے جس میں انہوں نے غوثِ پاکؒ ان کی آل اور وابستگان سلسلہ قادریہ کے تبلیغی سرگرمیوں اور کامیابیوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ اس مضمون کو یہاں سپردِ قلم کیا جاتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"حضرت غوث اعظمؓ کی خدمات واشاعت اسلام کا سلسلہ بہت طویل ہے۔ تاہم اس کے چند ابواب پیش خدمت ہیں: اہل مراکش کے تذکروں میں آتا ہے کہ آپ مراکش بھی آئے اور وہاں سے آپ نے افریقہ کے بہت سے ممالک میں اسلام پھیلانے کے لئے مشن بھجوائے' اور اولیاء اللہ مامور کیے۔ الجزائر کے ساحلی پہاڑوں میں بسنے والے تمام مظاہر پرست آپ ہی کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے تھے۔ طرابلس الغرب کے قدیم رومن شہنشاہوں کے بچے کچھے خانوادے آپ ہی کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جنوب اور مشرقی مصر میں پانے فراعنہ مصر کے خاندانوں کے بادیہ نشین قبائل کو آپ ہی نے جا کر مسلمان کیا تھا۔ بحر الہند کے جزائر سراندیپ (سری لنکا) اور مالدیپ میں بھی اسلام آپ نے ہی پھیلایا۔ ان دیار میں جگہ جگہ بلند مقامات پر اب تک آپ کے قیام کرنے کی جگہیں چلہ گاہ کی صورت میں باقی ہیں اور ان علاقوں کے لوگ آپ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔"

انڈونیشیا میں تو میں نے خود اپنے یونیورسٹی لیکچر کے دوران ایسے مقامات دیکھے ہیں۔ جزیرہ سماٹرہ (جو پندرہ سو کلومیٹر لمبا اور چار بڑے صوبوں پر مشتمل دنیا کے چند عظیم ترین جزائر میں

سے ایک ہے) صوبہ آچیہ اور صوبہ مغربی سماٹرہ میں طبقہ فقراء اور درویشوں نے مجھے بتایا کہ:
سیدنا غوث الاعظمؒ خود بہ نفسِ نفیس یہاں تشریف لائے۔ اور بے شمار خلقت کو مسلمان کیا۔ یوں تو اسلام اس نواح میں عہد نبویؐ ہی میں آ گیا تھا۔ مگر سندھ کی طرح کثرت سے آپ نے پھیلایا کہتے ہیں کہ شہر پاڈانگ (مغربی سماٹرا) کے نواح میں جو مشہور ولی اللہ حضرت مولانا برہان الدینؒ کا مزار ہے۔ آپ ہی کے مامورین میں سے تھے جنہوں نے وہاں عہد قدیم میں پہنچ کر علاقہ کے بدھ شہنشاہ کو مسلمان کر کے سماٹرہ میں لاکھوں آدمیوں کو مسلمان کیا تھا۔ ان کا یہ مزار ساڑھے آٹھ سو سال پرانا ہے۔ پھر انہی کے مبلغوں نے اس علاقہ سے آگے بڑھ کر ملایا اور اقصائے جنوبی چین تک لاکھوں آدمیوں میں کو مسلمان کیا تھا۔

"جزیرہ جاوا کی آبادی آٹھ کروڑ ہے۔ جس میں قریب قریب بڑی اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ اس جزیرہ میں بڑے بڑے قدیم تاریخی مقامات ہیں۔ انہی تاریخی مقامات میں "سمبیلانی سونان" (نو اولیاء اللہ) کے مزارات مختلف شہروں میں ہیں اور انہی کی ایک تاریخی مسجد ہے جس کے نو ہی ستون ہیں۔ سب اولیاء اللہ غوث پاکؓ ہی کے سلسلہ قادریہ" سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی بڑی بڑی درگاہیں ہیں جو مقامی زبان میں "مقام سونان (خانقاہ ولی اللہ) کہلاتی ہیں' ان کی عمارات عہدہ قدیم میں جاوا کے ان سلاطین اسلام نے بنوائی تھیں جو ہندو بدھ راجہ سمیت رعایا کے ان اولیاء اللہ کے دست مبارک پر اپنے اپنے علاقوں پر مسلمان ہوئے تھے ان خانقاہوں میں سے کوئی خانقاہ مغربی جاوا کے شہروں چرمیوں اور بانتن میں ہے۔ کوئی وسطی جاوا کے تاریخی شہرون قدس اور دیماگ اور کالی جگا میں ہے اور کوئی خانقاہ مشرقی جاوا کے شہروں سرابابا اور گریسک میں ہے۔ ان کی عمارات اس عہد کے طرز تعمیر کا نمونہ ہیں جزیرہ جاوا کے کروڑوں لوگ ان سے عقیدت رکھتے ہیں اور روحانی فیض کے حصول کے لئے ان کے مقامات پر حاضر ہوتے ہیں۔ جزیرہ جاوا میں اسلام جزیرہ سماٹرا سے پہنچا پھر انہی اولیاء اللہ نے پھیلایا' کیا راجہ اور کیا پرجا سب کو اپنی کرامات کے ذریعہ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان کر دیا۔ اور وہاں کی کیفیت بدل دی۔ سیاست بدل دی' تہذیب و تمدن بدل دیا۔ اب اس مشہور "بت

خانہ" بورد بودو کے شہر سگلانگ میں کہیں بھی دور تک کوئی بدھ نظر نہیں آتا۔ مسلمان ہی مسلمان نظر آئیں گے۔ کیسا حیرت انگیز روحانی انقلاب برپا کیا گیا تھا۔ ان سب شہروں میں قدیم سلاطین نے بڑے بڑے پسنتر ین (یعنی دارالعلوم) اپنے اپنے شہر کے ولی اللہ کے نام پر قائم کئے تھے۔ جن میں سے بعض اب تک موجود ہیں اور آزادی کے بعد حکومت انڈونیشا نے ان شہروں میں سے ہر شہر میں وہاں کے ولی اللہ کے نام پر یونیورسٹی قائم کر دی ہے۔ مجھے ان میں سے ہر یونیورسٹی میں جا کر لیکچر دینے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔"

مغربی جاوا کے شہر میں چر یبوں میں حضرت شریف ہدایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس ہے۔ "لفظ شریف" وہاں کی مقامی زبان میں مساوات" کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مشہور ہے کہ حضرت شریف ہدایت اللہ حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کا نام ہدایت اللہ تھا مگر سیّد ہونے کی وجہ سے شریف بھی ان کے نام کے ساتھ لگایا جاتا ہے۔ ویسے وہ ادب کی وجہ سے اصطلاح عام میں "سونان گننگ جاتی" مشہور ہیں۔ یہ وہاں کی مقامی زبان کے الفاظ ہیں۔ "سونان" کے معنی ولی اللہ "گننگ" کے معنی پہاڑ کے ہیں اور "جاتی" ساگوان کی لکڑی کو کہتے ہیں جس کے اس پہاڑ پر گھنے جنگل ہیں جس پر ان کا مزار ہے۔ مزار ایک بڑی عمارت میں ہے اور اس کے بالکل قریب ہی اس یونیورسٹی کی عمارت ہے جو حکومت انڈونیشیا نے ازراہ عقیدت قائم کی تھی اور یہ یونیورسٹی بھی ان بزرگ ولی اللہ ہی کے نام پتہ یونیورسٹیاس شریف ہدایت اللہ" کہلاتی ہے۔ بہت بڑی یونیورسٹی ہے اس بزرگ نے جاوا کے علاوہ اور دوسرے بہت سے جزیروں میں اسلام پھیلا دیا تھا۔ اس دیار میں ان کی بڑی بڑی کرامات مشہور ہیں۔ ان کا روحانی فیض اب بھی اسی طرح جاری ہے۔ میں نے وہاں گیارہویں شریف کے سلسلہ میں ختم شریف کی ایسی محفلوں میں بھی شرکت کی جو وہاں اہل طریقت ایصال ثواب کے لئے منعقد کرتے ہیں اور یہ وہاں کی اصطلاح عوام میں "کندودری" کہلاتی ہے۔ کدوری میں بڑے صاحب حیثیت لوگ زیادہ لنگر وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں اور ختم شریف کے بعد مواعظ بھی کرتے ہیں۔ وہاں بعض فقراء نے بتایا کہ عہد قدیم میں کدوری کی محفل نے

تبلیغ اسلام میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ میں نے وہاں اہل سلوک میں ایسے اہل دل اور با ادب لوگ بھی دیکھے کہ غوث پاکؒ کا نام سن کر فرط محبت وعقیدت سے رو پڑتے تھے اور سر جھکا لیتے اور مجھے کہتے کہ آج اس نواح میں جو اسلام اس کثرت سے نظر آتا ہے یہ سب سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہی کا روحانی فیض ہے انہی کے مامورین اولیاء اللہ نے یہاں کثرت سے اسلام پھیلایا اور وہ خود بھی یہاں آئے۔

غرض اس طرح آپ نے اپنے بعض فرزند اشاعت وتبلیغ اسلام کے لئے اطراف سندھ اور نواح بلوچستان میں بھجوائے۔ اگرچہ ان علاقوں میں بھی قدیم میں اسلام آچکا تھا اور بنی امیہ کے عہد میں فتح ملتان سے اسلام کا اثر آس پاس کے علاقوں میں داخل ہو چکا تھا مگر کثرت سے اسلام کا پھیلانا آپ کی روحانی مساعی سے آپ کے فرزندوں کا کارنامہ ہے۔ وہاں بہت سے غیر مسلم قبائل جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے آپ ہی کے بھجوائے ہوئے روحانی مشن کے ذریعہ مسلمان ہوئے۔ چنانچہ آپ کے ایک فرزند حضرت شیخ عبدالوہاب جیلانی'' کا مزار موجودہ شہر حیدرآباد سندھ کے شاہی قلعہ کے بالکل مقابل میں اب تک مرجع خلائق ہے اور اس عہد کی اس مقدس تاریخ کو یاد دلاتا ہے۔ (نوائے وقت ۱۸ فروری ۱۹۸۲ء)

افریقہ: براعظم افریقہ میں جن سلاسل کی وجہ سے اسلام کی وسیع اور کامیاب اشاعت ہوئی ان میں سے اہم آٹھ سلسلے ہیں (1) قادریہ (2) مرابطین (3) موحدین (4) شاذلیہ (5) تیجانیہ (6) سنوسیہ (7) مرغانیہ اور (8) مہدویہ۔ ان کے علاوہ بے شمار ذیلی اور چھوٹے سلسلے ہیں۔ ان آٹھ سلاسل میں صرف سلسلہ قادریہ باہر سے افریقہ میں وارد ہوا' بقیہ سات مقامی ہی سلسلے ہیں یعنی افریقہ کی پیداوار ہیں جن میں سے پانچ ۲ تا ۶ شمالی افریقہ کی پیداوار ہی اور باقی دو (مرغانیہ اور مہدویہ) سوڈان یا شمالی افریقہ کی۔ اس براعظم کے مغرب' وسط یا مشرق میں کوئی سلسلہ طریقت پیدا نہیں ہوا۔ اور یہ سلسلے سوائے سنوسیہ' تیجانیہ اور شاذلیہ افریقہ تک محدود رہے۔

تصوف تو حضور نبی کریمؐ کی ذات سے مخصوص ہے۔ دوسری صدی ہجری کے بعد دینوی

مسائل کی کثرت کے باعث مسلمانوں پر غفلت طاری ہوگی اور بعدازاں چوتھی اور پانچویں صدی میں سپین (اندلس) اور بغداد میں عیسائیوں اور تاتاریوں کے غلبہ کی وجہ سے مسلمانوں کا سیاسی زوال نمایاں ہوا تو تصوف کھل کر سامنے آیا اور اس نے باضابطہ طور پر خانقاہی نظام کی صورت اختیار کرلی تاکہ اپنے متبعین کا تصفیہ باطن اور تزکیہ نفس کرے۔

ان سلاسل کے کچھ تاریخی حقائق یہ ہیں۔ پہلی حقیقت یہ ہے کہ یہ سب صوفیانہ سلسلے تاریخ اسلام کے نازک ترین دور میں پیدا ہوئے۔ ان میں سے چار یعنی قادریہ۔ مرابطین' موحدین اور شاذلیہ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کی پیداوار ہیں۔ دوسری بڑی تاریخی حقیقت یہ ہے کہ افریقہ کے یہ تمام سلاسل سوائے سوڈان کے مہدویہ سلسلہ کے بالکلیہ مرکز اسلام (عرب) کی روحانی تربیت اور رہنمائی کے شرمندہ احسان ہیں تیجانیہ سلسلے کی تربیت میں بھی مکہ معظمہ کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس طریقہ کے گل سرسبد الحاج عمرو ہیں جن کو قادریہ سلسلہ کے ایک بزرگ نے مکہ معظمہ میں بیعت کرکے ان کی اس انداز میں روحانی تربیت کی کہ جب کئی سال بعد وہ وطن واپس آئے تو تبلیغ و جہاد کے کاموں میں عظیم الشان خدمات انجام دیں جو افریقہ میں اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

سنوسی اور مرغانی سلسلے بھی قادریہ سلسلے کے ایک مشہور بزرگ کے مریدین باصفا میں سے تھے۔ یہ بزرگ سیّد احمد بن ادریس تھے جو ۱۷۹۷ء سے ۱۸۳۳ء تک مکہ معظمہ میں ایک مذہبی معلم کی حیثیت سے مقیم رہے اور بڑی شہرت کے مالک تھے۔ ان تفصیلات سے ثابت ہوا کہ افریقی تصوف پر بڑی حد تک حرمین اور طریق قادریہ کا روحانی پرتو ہے۔

تیسری حقیقت یہ ہے کہ وسطی اور جنوبی افریقہ نیز مشرقی ساحلی ممالک میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت نہ تھی اور نہ کوئی سیاسی اقتدار تھا وہاں صوفیانہ طریقوں کے مماثل کوئی مضبوط اور کامیاب تحریک نہیں ملتی۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ سوڈان اور بربر علاقہ وہ ہے جہاں سب سے زیادہ چھوٹے بڑے سلاسل طریقت پیدا ہوئے اور پروان چڑھے۔ آخری خصوصیت یہ ہے کہ ان سلاسل طریقت کے پیشواؤں نے اگرچہ حکومتِ وقت کا مقابلہ کیا لیکن

اس سے ان کی یہ غرض نہ تھی کہ وہ سیاسی اقتدار کے بھوکے تھے جیسا کہ مستشرقین اوران سے متاثر حضرات کا خیال ہے۔

براعظم افریقہ میں اور خصوصاً مغربی افریقہ میں قادری سلسلے کو کافی کامیابی ہوئی۔ یہاں الفرادات کے مقام پر قادریوں کی بڑی خانقاہ پائی جاتی ہے جس کے بانی شیخ الکبیر تھے۔ ان کی وفات کے بعد سلسلہ قادریہ کے تین حصے ہوگئے۔ جس میں پہلا بکائیہ ہے جس کا مرکز مذکورہ بالا خانقاہ رہی۔ جہاں کے متوسلین ٹمبکٹو (مالی) تک پھیل گئے۔ دوسرا مرکز درار ہے جو بربر اور عرب قبائل کا ملک ہے جس کو آج کل موریتانیہ کہا جاتا ہے۔ تیسرا مرکز والایۃ ہے جہاں سے مغربی سوڈان میں پھیلتے ہوئے قادری سرلیوں تک چلے گئے۔ جو اس لئے اہم ہے کہ اس نے سینگال سے لے کر نائجیریا کے اندر بحر اوقیانوس کے خلیج بنائیں (Bay of Benin) تک اسلام کو پھیلایا۔ چنانچہ نائجیریا کا حکمران خاندان سلسلہ قادریہ سے بیعت وارادت کا تعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح اس سلسلے کے ایک مشہور پیر شیخ عبداللہ ابن شیخ سدی (سیدی) ہیں جو بیت لمت میں رہتے ہیں جو جنوبی موریتانیہ میں واقع ہے۔ یہ قادری سلسلہ کے رہنما ہیں اور ان کا حلقہ ارادت سینگال، فرانسیسی سوڈان (مالی) گیمبیا، پرتگال گینیا اور فری ٹاؤن کے دور و دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے۔ قادریہ سلسلہ مشرقی سوڈان تک پایا جاتا ہے جس کی ابتداء دسویں صدی عیسوی میں ایک بزرگ تاج الدین بہاری نے کی تھی۔ سلسلہ قادریہ کی روحانی فتوحات کا دائرہ افریقہ کے ہر حصہ میں پایا جاتا ہے۔ (خاتون پاکستان غوث اعظم نمبر ۱۹۶۷)۔

مغربی افریقہ: پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ لکھتے ہیں:۔

مغربی افریقہ میں اسلام بالخصوص دو اسلامی طریقوں یعنی قادریہ اور تجانیہ کے ذریعے سے پھیلا ہے۔ طریقہ قادریہ کو، جس کا سلسلہ تمام اسلامی طریقوں سے سب سے زیادہ وسیع ہے، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بارھوین صدی عیسوی میں قائم کیا تھا جو تمام اولیائے اسلام میں سب سے زیادہ ہردلعزیز بزرگ گزرے ہیں اور جن کا تمام عالم اسلام میں بڑا احترام ہوتا ہے۔ قادری طریقے کو مغربی افریقہ میں ان مہاجروں نے رواج دیا تھا جو پندرھویں صدی مین توات

کے مقام سے اُٹھ کر آئے تھے' جو مغربی سوڈان کا ایک نخلستان ہے۔ انھوں نے پہلے ولاتا کو اپنے سلسلے کا مرکز بنایا' لیکن کچھ عرصے کے بعد اُن کے جانشینوں کو اس شہر سے نکال دیا گیا اور انھوں نے تمیکتو میں پناہ لی جو ولاتا سے مشرق کی طرف واقع تھا۔ اُنیسویں صدی کے اوائل میں (وہابیوں کی) مذہبی تحریک نے' جس سے تمام اسلامی دنیا متاثر ہو رہی تھی' مغربی صحرا اور مغربی سوڈان کے قادریہ میں بھی ایک نئی زندگی کی روح پھونک دی۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ جید علماء اور سلسلۂ قادریہ کے چھوٹے چھوٹے گروہ تمام مغربی سوڈان میں سینگال سے لے کر نائجر کے دہانے تک جا بجا نظر آنے لگے۔ ان کی تبلیغی تنظیم کے بڑے بڑے مرکز کنکا' تمبو اور (منڈنگو کے ملک میں) مسارود میں تھے۔ چنانچہ قادری سلسلے کے ارادت مندوں نے بت پرستوں کے درمیان اپنے مرکز بنالیے اور ان لوگوں نے اُن کو منشیوں' فقیہوں' گنڈے تعویذ لکھنے والوں اور معلموں کی حیثیت سے قبول کر لیا۔ آہستہ آہستہ وہ اپنے نئے ماحول میں اثر ورسوخ پیدا کر لیتے تھے اور نومسلموں کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں وجود میں آ جاتی تھیں۔ ان میں سے جو اشخاص ہونہار ہوتے تھے ان کو تعلیم کی تکمیل کے لیے سلسلے کے مرکزوں یا قیروان اور طرابلس کے مدرسوں یا فاس اور ازہر (قاہرہ) کے دارالعلوموں میں بھیج دیا جاتا تھا۔ وہ ان درس گاہوں میں کئی کئی برس گزارتے تھے اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے وطن کو واپس آتے تھے۔ وہ اپنے ابنائے وطن میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کرنے کے لیے بخوبی تیار ہوتے تھے۔

غرض کہ سوڈان کے بت پرست لوگوں میں اس طریقے سے ایک ایسا خمیر ملا دیا گیا جس کی وجہ سے اسلام آہستہ آہستہ بڑی ثابت قدمی کے ساتھ پھیلتا گیا۔ چنانچہ اُنیسویں صدی کے وسط تک سوڈان میں جتنے مدارس قائم ہوئے اُن میں سے اکثر مدرسے ایسے معلموں نے جاری کیے تھے جنھوں نے قادریہ طریقے پر تربیت پائی تھی۔ اس طرح سے قادریہ کی تنظیم نے بت پرست قوموں کے درمیان اسلام کی تبلیغ کا ایک باقاعدہ اور مسلسل انتظام کر دیا۔ ان کا تبلیغی کام بالکل پرامن طریقے سے انجام پایا ہے اور انھوں نے ذاتی مثال اور پندونصیحت پر اعتماد کیا ہے۔ تعلیم کی اشاعت کے علاوہ اس اثر سے بھی کام لیا ہے جو استاد اپنے شاگردوں پر

ڈال سکتا ہے۔اس طرح سے سوڈان کے قادری مبلغین اپنے سلسلے کے بانی کے اصولوں پر پورے اُترے ہیں۔کیونکہ شیخ عبدالقادر کی زندگی کے اصول یہ تھے کہ اپنے ہمسایے سے محبت کرو اور ہر ایک سے رواداری کا سلوک کرو۔اگرچہ بادشاہ اور امراء شیخ عبدالقادر کی خدمت میں اکثر نذرانے بھیجتے رہتے تھے لیکن ان کی سخاوت اور دریا دلی ہمیشہ اُن کو مفلس رکھتی تھی۔اُن کی تالیفات اور ملفوظات میں کوئی قول ایسا نہیں ملتا جس مین عیسائیوں کے خلاف بدخواہی یا دشمنی پائی جاتی ہو۔انھوں نے جب کبھی اہل کتاب کا ذکر کیا ہے'ان کی گمراہیوں پر افسوس کا اظہار کیا ہے اور خدا سے دعا کی ہے کہ ان کے دلون کو نور ایمان سے منور کرے۔رواداری اور بردباری کے یہ اصول انہوں نے اپنے مریدوں کو ورثے میں دیے ہیں اور یہی وہ اصول ہیں جو ہمیشہ سے اُن کے پیروؤں کی امتیازی خصوصیات رہی ہیں۔(دعوت اسلام۔آرنلڈ)

آج بھی اس سائنس اور مادیّت کے دَور میں اسلام پوری دنیا میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔یورپ اور امریکہ میں خصوصاً قادریہ'چشتیہ اور کچھ دیگر سلاسل کے بزرگ ہمہ وقت سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔اور اغیار اس سے خائف ہیں کہ آئندہ چند برسوں میں اسلام پورے کُرہ ارض پر سب سے بڑا مذہب قرار پائے گا۔

☆☆☆

چھبیسواں باب:

اسمائے غوث اعظمؓ اور ختم غوثیہ

۱۔ یَا شَیخَ مُحیِ الدِّیْنَ	(اے بزرگ دین کے زندہ کرنے والے
۲۔ یَا سَیِّدِ مُحیِ الدِّیْنِ	(اے سردار دین کے زندہ کرنے والے)
۳۔ یَا مَولَانَا مُحیِ الدِّیْنِ	(اے ہمارے دوست دین کے زندہ کرنے والے)
۴۔ یَا مَخدُوم مُحیِ الدِّیْنِ	(اے ہمارے آقا دین کے زندہ کرنے والے)
۵۔ یَا دَرْوِیْش مُحیِ الدِّیْنِ	(اے دروازۂ خداوندی سے چمٹنے والے دین کے زندہ کرنیوالے)
۶۔ یَا خَواجَه مُحیِ الدِّیْنِ	(اے بزرگ دین کے زندہ کرنے والے)
۷۔ یَا سُلْطَانَ مُحیِ الدِّیْنِ	(اے شہنشاہ دین کے زندہ کرنے والے)
۸۔ یَا شَاہ مُحیِ الدِّیْنِ	(اے بادشاہ دین کے زندہ کرنے والے)
۹۔ یَا غَوْث مُحیِ الدِّیْنِ	(اے فریادرس دین کے زندہ کرنے والے)
۱۰۔ یَا قُطْبِ مُحیِ الدِّیْنِ	(اے سردار دین کے زندہ کرنے والے)
۱۱۔ یَا سَیِّدَ السَّادَاتِ عَبدُ الْقَادِرِ مُحیِ الدِّیْنِ	(اے سرداروں کے سردار عبدالقادر دین کے زندہ کرنے والے)

آپ کے دیگر اسمائے گرامی:

1 ☆ یَا سُلْطَانَ الْعَارِفِیْنَ	(اے عارفوں کے بادشاہ)
2 ☆ یَا تَاجَ الْمُحَقِّقِیْنَ	(اے محققوں کے تاج)
3 ☆ یَاسَاقِیَ الْحُمَیَّا	(اے معرفت کی تیز شراب پلانے والے

4 ☆ يَا جَمِيلَ الْمُحَيَّا (اے حسین چہرے والے)

5 ☆ يَا بَرَكَتَ الْاَنَامِ (اے حسین چہرے والے)

6 ☆ يَامِصْبَاحَ الظَّلَامِ (اے اندھیروں کے چراغ)

7 ☆ يَا شَمْسُ بِلا اَفَلٍ (اے نہ ڈوبنے والے آفتاب)

8 ☆ يَا دُرُّ بِلا مِثْلٍ (اے بے مثل موتی)

9 ☆ يَا بَدْرُ بِلا كَلَفٍ (اے چودھویں کے بے داغ چاند)

10 ☆ يَا بَحْرُ بِلا طَرَفٍ (اے دریائے بے کنار)

11 ☆ يَا بَازُ الْاَشْهَبِ (اے شہباز معرفت)

12 ☆ يَا فَارِجَ الْكُرَبُ (اے دکھوں کے دور کرنے والے)

13 ☆ يَا غَوْثُ الْاَعْظَمُ (اے بہت بڑے فریادرس)

14 ☆ يَا وَاسِعَ اللُّطْفِ وَالْكَرَمِ (اے کشادہ مہربانی اور کرم والے)

15 ☆ يَا كَنْزَ الْحَقَائِقَ (اے حقیقتوں کے خزانے)

16 ☆ يَا مَعْدِنَ الدَّقَائِقَ (اے باریکیوں کی کان)

17 ☆ يَا وَاسِطَ السِّلْكَ وَالسُّلُوكِ (اے راہِ حقیقت اور لڑیوں کے ملانیوالے)

18 ☆ يَا صَاحِبَ الْمُلْكِ وَالْمُلُوكِ (اے حکومت اور شاہوں کے مالک)

19 ☆ يَا شَمْسُ الشُّمُوسِ (اے آفتابوں کے آفتاب)

20 ☆ يَا زَهْرَةَ النفوسِ (اے جانوں کی آب وتاب)

21 ☆ يَاهَا وِىَ النَّسِيْمِ (اے نسیم سحر کے چلانے والے)

22 ☆ يَا مُحِىَ الرَّمِيْمِ (اے بوسیدہ ہڈیوں کے زندہ کرنے والے)

23 ☆ يَا عَالِىَ الْهَمِيْمِ (اے بلند ہمت والے)

24 ☆ يَا نَامُوْسَ الْاُمَمْ (اے عزت طبقاتِ امت کی)

25 ☆ يَا حُجَّةَ الْعَاشِقِيْنَ (اے عاشقوں کی دلیل)

☆ يَا سَلَالَةَ الِ طٰهٰ وَ يٰس (آلِ طٰہٰ و یٰسٓ کے بہترین اولاد)

☆ يَا سُلْطَانَ الْوَاصِلِيْنَ (اے حق سے ملے ہوؤں کے بادشاہ)

☆ يَا وَارِثَ النَّبِى الْمُخْتَارِ (اے نبی مختار کے وارث)

☆ يَا خِزَانَةَ الْاَسْرَارِ (اے اسرار کے خزانے)

☆ يَا مُبْدِىَ جَمَالِ اللّٰهِ (اے جمالِ الٰہی کے ظاہر فرمانے والے)

☆ يَا نَائِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (رسول اللہ صلے اللہ کے نائب)

☆ يَا سِرَّ الْمُجْتَبٰى (اے برگزیدہ کے بھید)

☆ يَا نُوْرَ الْمُرْتَضٰى (اے پسندیدہ کے نور)

☆ يَا قُرَّةَ الْعُيُوْنِ (اے آنکھوں کی ٹھنڈک)

☆ يَا ذَا الْوَجْهِ الْمَيْمُوْنِ (اے مبارک چہرے والے)

☆ يَا صَالِحَ الْاَحْوَالِ (اے نیک احوال کے)

☆ يَاصَادِقَ الْاَقْوَالِ (اے سچے باتوں کے)

☆ يَارَاحِمَ النَّاسِ (لوگوں پر رحم فرمانے والے)

☆ يَا مُذْهِبَ الْبَاسِ (اے خوف کے لے جانیوالے)

☆ يَا مُفَتِّحَ الْكُنُوْزِ (اے خزانوں کے کھولنے والے)

☆ يَا مَعْدِنَ الرُّمُوْزِ (اے رمزوں کی کان)

☆ يَا كَعْبَةَ الْوَاصِلِيْنَ (اے واصلوں کے کعبہ)

☆ يَا وَسِيْلَةَ الطَّالِبِيْنَ (اے طالبوں کے وسیلہ)

☆ يَا قُوَّةَ الضُّعَفَاءِ (اے کمزوروں کی قوت)

☆ يَا مَلْجَأَ الْغُرَبَاءِ (اے غریبوں کی جائے پناہ)

☆ يَا اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ (اے پرہیزگاروں کے پیشواء)

☆ يَا صَفْوَةَ الْعَابِدِيْنَ (اے عبادت گزاروں کے برگزیدہ)

☆ يَا قَوِيَّ الْاَرْكَانِ (اے طاقتور ارکان والے)

☆ يَا حَبِيْبَ الرَّحْمٰنِ (اے اللہ کے حبیب)

☆ يَا مُجْلِي الْكَلَامِ الْقَدِيْمِ (اے کلام خداوندی کے واضح کرنیوالے)

☆ يَا شِفَاءَ اَسْقَامِ السَّقِيْمِ (اے بیمار کی بیماریوں کی شفاء)

☆ يَا اَتْقَى الْاَتْقِيَاءِ (اے بہت پرہیزگاروں کے پرہیزگار)

☆ يَا نَارَ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةَ (اے اللہ کی روشن کی ہوئی آگ)

☆ يَا حَيَاةَ الْاَفْئِدَةَ (اے دلوں کی زندگی)

☆ يَا شَيْخَ الْكُلِّ (اے سب کے پیر)

☆ يَا دَلِيْلَ السُّبُلِ (اے راستوں کی دلیل)

☆ يَانَقِيْبَ الْمَحْبُوْبِيْنَ (اے محبوبوں کے پیش رو)

☆ يَا مَقْصُودَ السَّالِكِيْنَ (اے راہِ حق پر چلنے والوں کے مقصود)

☆ يَا فَاتِحَ الْمُغْلَقَاتِ (مشکلات کے کھولنے والے)

☆ يَا كَافِيَ الْمُهِمَّاتِ (اے مشکلات میں کفایت کرنے والے)

☆ يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ (اے سرداروں کے سردار)

☆ يَا مَنْبَعَ السَّعَادَاتِ (اے نیک بختوں کے مخزن)

☆ يَا بَحْرَ الشَّرِيْعَةِ (اے شریعت کے دریا)

☆ يَا سُلْطَانَ الطَّرِيْقَةِ (اے طریقت کے بادشاہ)

☆ يَا بُرْهَانَ الْحَقِيْقَةِ (اے حقیقت کی پختہ دلیل)

☆ يَا تَرْجَمَانَ الْمَعْرِفَةِ (اے معرفت کے ترجمان)

☆ يَا كَاشِفَ الْاَسْرَارِ (اے بھیدوں کے کھولنے والے)

☆ يَا طِرَازَ الْاَوْلِيَاءِ (اے ولیوں کے زیور)

☆ يَا عَضُدَ الْفُقَرَاءِ (اے محتاجوں کی قوت)

☆ يَا ذَاالْاَحْوَالِ الْعَظِيْمَةِ	(اے عظیم احوال والے)
☆ يَا ذَ الْاَوْصَافِ الرَّحِيْمَةِ	(اے مہربانی کی صفات والے)
☆ يَا اِمَامَ الْاَئِمَّةِ	(اے اماموں کے امام)
☆ يَا كَاشِفَ الْغُمَّةِ	(اے غم کے دور کرنے والے)
☆ يَا فَاتِحَ الْمُشْكَلَاتِ	(اے مشکلات کے دور کرنے والے)
☆ يَا مقبُولَ رَبِّ الْجَنَّاتِ	(اے جنتوں کے رب کے مقبول)
☆ يَا جَلِيْسَ الرَّحْمَانِ	(اے رحمان کی بارگاہ میں بیٹھنے والے)
☆ يَا مَشْهُوْرًا مِنَ الْجِيْلَانِ	(اے جیلان میں مشہور)
☆ يَا قُطْبَ الْاَقْطَابِ	(اے قطبوں کے قطب)
☆ يَافَرْدَ الْاَحْبَابِ	(اے پیاروں کے یکتا)
☆ يَا سَيِدِى	(اے میرے سردار)
☆ يَاسَنَدِىْ	(اے میری سند)
☆ يَا مولَاتِي	(اے میرے مالک)
☆ يَا قُوَّتِىْ	(اے میری قوت)
☆ يَاغَوْثِىْ	(اے میرے فریادرس)
☆ يَا غِيَاثِىْ	(اے میرے مددگار)
☆ يَا عَوْنِىْ	(اے میری مدد)
☆ يَا رَاحَتِي	(اے میرے آرام)
☆ يَا قَاضِىَ حَاجَاتِىْ	(اے میری حاجتوں کو پورا کرنیوالے)
☆ يَا فَارِجَ كُرْبَتِي	(اے میرے دکھوں کے دور کرنے والے)
☆ يَا ضِيَائِىْ	(اے میری روشنی)
☆ يَا رَجَائِىْ	(اے میری امید)

☆ يَا شِفَائِيْ (اے میری شفاء)

☆ يَا نُوْرَ السَّرَائِرِ (اے بھیدوں کی روشنی)

☆ يَا صَاحِبَ الْقُدْرَةِ (اے قدرت والے)

☆ يَا وَهِبَ الْعَظْمَةِ (اے عظمت بخشنے والے)

☆ يَا مَنْ ظَهَرَ سِرُّه' فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (اے وہ جس کا بھید دنیا وآخرت میں ظاہر ہو گیا)

☆ يَامَالِكَ الزَّمَانِ (اے زمانے کے بادشاہ)

☆ يَا اَمَانَ الْمَكَانِ (اے مکان کی پناہ)

☆ يَا مَنْ يُقِيْمُ بِاَمْرِ اللّٰهِ (اے وہ جس نے اللہ کا حکم جاری کیا)

☆ يَا وَارِثَ كِتَابَ اللّٰهِ (اے اللہ کی کتاب کے وارث)

☆ يَا وَارِثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (اے وارث رسول ﷺ کے)

☆ يَا حَضْرَتَ الشَّيْخُ مُحْيِ الدِّيْنَ عَبْدِ الْقَادِرِ جِيْلَانِي قُدِّسَ سِرُّهُ وَ نُوِّرَ ضَرِيْحَهُ (اے حضرت شیخ سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانی پاک ہو بھید ان کا اور روشن ہو قبر انکی)

☆ يَا سِرُّ الاَسْرَارِ (اے بھیدوں کے بھید)

☆ يَا كَعْبَةَ الْاَبْرَارِ (اے نیکوں کے کعبہ)

☆ يَا شَيْخَ كُلِّ قُطْبِ وَغَوْثِ (اے ہر قطب وغوث کے پیر)

☆ يَا شَاهِدَ الْاَكْوَانِ بِنَظْرَةِ (اے بیک وقت کائنات کا مشاہدہ کرنیوالے)

☆ يَا مُبْصِرَ الْعَرْشِ بِعِلْمِه (اے عرش کو دیکھنے والے اپنے علم کے ساتھ)

☆ يَا بَالِغَ الْغَرْبِ وَالشَّرْقِ بِخَطْوَةِ (اے ایک قدم میں مشرق مغرب پہنچے والے)

☆ يَا قُطْبَ الْمَلَائِكَةِ وَالانْسِ وَالْجِنِّ (اے قطب فرشتوں انسانوں اور جنات کے)

☆ یَاقُطبَ البَحرِ وَ الجَحرِ (اے بحروبر کے قطب)

☆ یَـاقُـطـبَ السَّـمٰـوَاتِ وَالاَرَضِینَ (اے آسمانوں اور زمینوں کے قطب)

☆ یَا قُطبَ العَرشِ وَالکُرسِیِّ وَاللَّوحِ وَالقَلَمِ (اے عرش وکرسی اورلوح وقلم کے قطب)

☆ یَاصَاحِبَ الھِمَۃِ وَالشَّفَاعَتِہ (اے ہمت وشفاعت والے)

☆ یَا مَنْ یَبْلُغُ لِمُرِیدِہٖ عِندَ الاِستَغَاثِہٖ ولو کَانَ فِی المَشرِقِ (اے وہ جو پہنچتے ہیں اپنے مرید کے لیے مدد مانگنے کے وقت اگرچہ وہ مشرق میں ہو)

☆ فَرَسُکَ مَسرُوجٌ وَ سَیفُکَ مَسلُوْلٌ وَ رُمحُکَ مَنصُوبٌ وَقَوسُکَ مَوتُورٌ وَسَھمُکَ صَائِبٌ وَرِکَابُکَ عَالٍ (آپ کا گھوڑا کاٹھی ڈالا ہوا ہے اور آپ کی تلوار کھچی ہوئی ہے۔ اور آپ کا نیزہ گڑا ہوا ہے اور آپ کا کمان تانت لگایا ہوا ہے اور آپ کا تیر نشانے پر لگنے والا ہے اور آپ کی رکاب اونچی ہے۔)

☆ یَا صَاحِبَ الجُودِوَالکَرَمِ (اے بخشش وسخاوت والے)

☆ یَا صَاحِبَ الاَخلَاقِ الحَسنۃِ والھِمَمِ (اے اچھی عادات اور ہمت والے)

☆ یَا صَاحِبَ التَّصَرُّفِ فِی الدُّنیَا وَفِی قَبرِہٖ بِاذنِ اللّٰہِ (اے تصرف فرمانے والے دنیا اور قبر شریف میں اللہ کے حکم سے)

☆ یَا صَاحِبَ القَدَمِ العَالِیْ عَلٰی رِقبَۃِ کُلِّ وَلِیِ اللّٰہِ (اے ہر ولی اللہ کی گردن پر اونچے قدم والے)

☆ یَا غَوثُ الاَعظَمُ اَغِثنِیْ فِیْ کُلِّ اَحوَالِی وَانصُرنِی فِیْ کُلِّ اٰمَالِیْ وَ تَقَبَّلنِیْ فِی طَرِیقَکَ بِحُرمَۃِ جِدِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَ بِشَفَاعَتِہٖ وَ رُوحِہٖ وَ سِرِّہٖ (اے بہت بڑے فریادرس میری فریادرسی کیجئے میرے سب حالات میں میری مدد فرمایئے۔ میری سب امیدوں میں اور مجھے قبول فرمایئے اپنی راہ میں

بحرمت اپنے نانا جان محمد مصطفیٰ ﷺ اوران کی شفاعت اوران کی روح اوران کے بھید کے)

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ وَ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ٥

تفریح الخاطر میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث سے فرمایا جو مانگتے ہو مانگو ہم تم کو راضی کریں گے۔ حضرت غوث نے عرض کیا الٰہی میں ایسی چیز چاہتا ہوں جو تجھ سے نسبت رکھتی ہو اور لافانی ہو۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہم تمہارا نام اپنے نام کے ساتھ کرتے ہیں تمہارا نام برکت اور تاثیر میں ایسا ہی ہوگا۔ جیسا کہ ہمارا نام۔''

حضور غوث اعظمؒ کے یہ چند اسمائے گرامی الفیوضات الربانیہ سے بمعہ ترجمہ درج کیے گئے ہیں۔ (مظہر جمال مصطفائی)

☆☆☆

ترکیب ختم شریف غوثیہ

۱۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ — ۷ بار

۲۔ سُورۃ الحمد شریف بمعہ بسم اللہ صرف مرتبہ اوّل — ۷ بار

۳۔ سُورۃ اَلَمْ نَشْرَحْ — ۷ بار

۴۔ تیسرا کلمہ — ۷ بار

۵۔ یَا بَاقِیْ اَنْتَ الْبَاقِیْ یَا کَافِیْ اَنْتَ الْکَافِیْ یَا شَافِیْ اَنْتَ الشَّافِیْ — ۷ بار

۶۔ یَا حَضْرَتْ شَاہ مُحیِ الدِّیْن مُشکل کُشَا بِالْخَیرِ — ۷ بار

۷۔ یَا حَضْرَتْ غَوْث ٥ اَغِثْنَا بِاِذْنَ اللّٰہِ — ۷ بار

۸۔ سَھِّلْ فَسَھِّلْ یَا اِلٰھِیْ کُلَّ صَعْبٍ بُحُرمَتِ سَیِّدِ الْاَبْرَارِ — ۷ بار

۹۔ امداد کن امداد کن از ہر بلا آزاد کن ۷بار
در دین و دنیا شاد کن یا غوثِ اعظم دستگیرؒ

۱۰۔ یَا حَضْرَتْ شَیْخ سَیّدْ عَبْدُ الْقَادِرْ شَیْئًا لِلّٰهِ اِمْدَادُکُنْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۷بار

۱۱۔ مُشکلات بے عدد داریم یا شَیْئًا لِلّٰه غوثِ اعظمؒ پیر ما ۷بار

۱۲۔ اَنْتَ الْهَادِیْ اَنْتَ الْحَقُّ ۷بار
لَیْسَ الْهَادِیْ اِلَّا هُوَا

۱۳۔ حَسْبِیْ رَبِّی جَلَّ اللّٰهُ مَافِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰه ۷بار
نُوْرِ مُحَمَّدْ صَلَّ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اذکار

اَفْضَلُ الذِّکْر: لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۱۰۱بار

اِلَّا اللّٰهُ اِلَّا اللّٰهُ ۱۰۱بار

اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ ۱۰۱بار

اَللّٰهُ اَللّٰهُ ۱۰۱بار

☆☆☆

ستائیسواں باب:

گیارہویں شریف

اولیاء کاملین کی رائے کے مطابق گیارہویں شریف کی محافل منعقد کرنے کا آغاز خود سیدنا غوث اعظم حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ نے حضور سرور کونین نور مجسم رحمۃ اللعالمین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کے حکم کے تحت کیا اور پھر تمام ظاہری حیات میں اس پر عمل پیرا رہے۔ امام یافعی کی بھی یہی رائے ہیں۔ اس میں علمائے ظواہر کے ہاں اختلاف ضرور پایا جاتا ہے۔ اس باب میں اس مسئلے کا کچھ تفصیلی جائزلیا گیا ہے۔

یہ درست ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں مختلف تقریبات منانے کا طریقہ عہد قدیم سے چلا آتا ہے۔ ہر قوم وملت کے افراد اپنی تقاریب کو نہایت خوشی اور مسرت سے مناتے ہیں۔ دین اسلام میں جو تقاریب ہیں وہ ہر لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ مگر ان میں محض رسوم و رواج یا لہو ولعب کے لئے کوئی جگہ نہیں بلکہ ان میں ماضی کے زبردست حوادث اور اکابرین کے عظیم الشان کارنامے پوشیدہ ہیں۔ ان تقاریب کو قائم رکھنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ان پاکیزہ ہستیوں نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے مثلاً ظلم وستم کو مٹانا' عدل وانصاف قائم کرنا' حق وصداقت کے پرچم کو بلند کرنا اور دین حق کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا وغیرہ کی یاد تازہ ہوتی رہے اور ہم اپنے محسن اسلاف کو فراموش نہ کریں۔

گیارہویں شریف کے بارے میں بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ یہ دن حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کا یوم وصال یا عرس کے طور پر منایا جاتا ہے۔ بعض معاندین تصوف تو یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ غوث اعظم کی پرستش ہے۔ کفر ہے شرک ہے۔ بدعت ہے اس کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں وغیرہ۔ درحقیقت گیارہویں شریف ہر ماہ یوم ولادت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے کا اہتمام ہے جس کا آغاز حضور کی ہدایت پر سیدنا غوث اعظمؒ نے کیا تھا اور آج تک اسلامی اور غیر اسلامی دنیا میں اہل سنت والجماعت اس کا انعقاد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ

سب تحدیث نعمت کے طور پر کیا جاتا ہے۔ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین کی ذات اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے جو اہل دنیا کو ملی۔ باقی تمام نعمتیں انہیں کا صدقہ ہیں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ تو جس دن یہ نعمتِ عظمیٰ عطا ہوئی ان دن کو یاد دلانا اور لوگوں کو بتانا کہ یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے نبی کریم رؤف رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کو بھیج کر مومنوں پر بڑا احسان وانعام فرمایا اس حکم الٰہی کی تعمیل ہے اور اللہ کے حکم کی تعمیل کرنا قطعاً بدعت نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذَالِکَ فَلْیَفْرَحُوْا
(اے میرے حبیب فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منایا کرو۔)

سورہ الضحیٰ میں ارشاد ہے: وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو)

حضرت عیسیٰ نے بارگاہ ربوبیت میں دعا کی تھی کہ وہ ان پر ایک خوان نعمت نازل فرمائے تو وہ اسے عید کی خوشی کے طور پر منائیں گے۔ آپ کی دعا یہ تھی: اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنَ لَنَا عِیْدًا لِاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا (سورہ مائدہ) (اے اللہ ہمارے پروردگار ہم پر نازل فرما آسمان سے ایک خوان تاکہ وہ خوان اترنے کا دن ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو۔)

غور فرمایئے جس دن خوان اترے وہ دن حضرت عیسیٰ اور ان کے اگلوں پچھلوں کے لئے عید ہوا۔ جس دن اللہ کی سب سے بڑی نعمت و رحمت حضور سرور کونین ﷺ تشریف لائیں وہ دن مسلمانوں کے لیے یقیناً سب سے بڑی عید ہے۔ اور شان وشوکت سے نعمت کو یاد کرنا زندہ قوموں کا نشان ہے تاکہ آئندہ نسلوں پر بھی اس دن کی اہمیت واضح ہوتی رہے۔ لہٰذا حضور سرور کائنات کے یوم ولادت پر خوشی منانا دراصل اظہار تشکر ہے۔

علماء حق نے نعمت کا شکر بجالانے کے مختلف طریقے بیان کئے ہیں جن کی سند بھی قرآن حکیم نے فراہم کی ہے:

(۱) ذکر نعمت: قرآن پاک نے نعمتوں کا شکر بجالانے کی ایک صورت یہ بیان کی ہے کہ اللہ

کی رحمت اور اسکی نعمت کو یاد رکھا جائے۔ سورہ بقرہ میں ہے:۔

يَـا بَنِى اِسْرَائِيلَ اذْكُرُوْنِعْمَتِىَ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ (اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری وہ نعمتیں جو میں نے تم پر کیں (۲:۴۷)

اسی طرح سورہ آل عمران میں فرمایا: وَاذْكُرُوْ نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَةِ اِخْوَانًا (۳:۱۰۳)

(اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر اس نے تمہارے قلوب میں الفت ومحبت ڈال دی۔ پس تم اس رحمتِ الٰہی سے بھائی بھائی بن گئے)

(۲) تحدیث نعمت: نعمت کا شکر بجالانے کا یہ طریقہ بھی ہے کہ انسان اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کے حصول پر ان کا اظہار کرے۔ خوشی کے ساتھ دوسروں کے سامنے ان کا تذکرہ کرے۔ اس نعمت کا تذکرہ اور ذکر عام کرے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔ ''اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔''

(۳) عید منانا: ذکر نعمت اور تحدیث نعمت کے علاوہ اللہ کی نعمتوں اور اس کی عنایات پر شکر کے اظہار کے لئے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ خوشی کا اظہار جشن اور عید کے طور پر کیا جائے۔

پہلی محفل میلاد خود ذاتِ باری تعالیٰ نے منعقد فرمائی۔ عالم ارواح میں سب سے پہلا اجتماع خود اللہ تعالیٰ نے منعقد کیا۔ جب تمام انبیاء کرام کو خلعت نبوت سے نوازا گیا تو اس اجتماع میں حاضرین وسامعین تمام کے تمام انبیاء علیہم السلام تھے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے ان سے حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کی تصدیق کرائی اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کا پختہ عہد لیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (ترجمہ) ''اور یاد کرو اس وقت کو جب اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت دے کر بھیجوں اس کے بعد تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ان پر ایمان لانا اور ان کا معاون بننا۔ فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو۔ سب نے اس کا اقرار کیا۔''

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) تو پھر ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ

گواہوں میں شامل ہوں۔" (۸۱:۳) گویا ذکر مصطفویؐ کے لیے محفل کا انعقاد سنّتِ الٰہیہ ہے اور سب سے پہلی محفل خود ذاتِ کبریا نے سجائی۔ اس یوم میثاق سے دو چیزیں واضح ہیں ایک تو نبی آخر الزماں کی ذاتِ اقدس پر ایمان لانا اور دوسرا انبیاء کرام سے یہ عہد لینا کہ ان کی مدد کی جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی کی مدد کرنا اور مدد کرنے کی طاقت رکھنا اور مدد طلب کرنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ خود اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے یہ وعدہ نہ لیتا۔ معلوم ہوا انبیاء کرام کو مدد گار سمجھنا عین السلام ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی رب تعالیٰ سے مددگار مانگا تو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کا وزیر بنا دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کا اپنے اُمتیوں سے مدد مانگنے کا ذکر بھی قرآن میں کیا ہے:
"جب عیسیٰؑ نے ان سے کفر پایا۔ بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف حواریوں نے کہا۔ ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔"

رب تعالیٰ نے حضور سیّد عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی اسی طرح سے بھی منائی کہ ولادت کی مبارک رات فارس کی آگ بجھ گئی حالانکہ اس سے قبل ایک ہزار برس سے یہ آگ کبھی نہ بجھی تھی۔ ایوان کسریٰ پھٹ گیا اور اس کے کنگرے ادھر ادھر بکھر کر ریزہ ریزہ ہو گئے۔ چنانچہ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ بحرۃ ساوہ طبریہ خشک ہو گیا جادو باطل ہو گیا' کہانت ختم ہوئی۔ آسمان کی حفاظت اور نگہداشت فرمائی گئی۔ شیاطین کو ادھر جانے سے روک دیا گیا۔ کعبے میں بُت سرنگوں ہو گئے۔ روشنیاں نور محمد مصطفیٰؐ کے سامنے ماند پڑ گئیں' ولادت کی خبر سن کر یہودی بوکھلا اُٹھے' نہ جانے رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ولادت پر کیا کیا عجائبات کون و مکان میں مرئی اور غیر مرئی مخلوق کو دکھائے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو وہاں یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو ان سے فرمایا کہ تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ دن نہایت مقدس و مبارک ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات بخشی لہٰذا ہم تعظیماً اس

دن کا روزہ رکھتے ہیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہم موسیٰ کی فتح کا دن منانے میں تم سے زیادہ حق دار ہیں۔ پس آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرامؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔'' معلوم ہوا جس دن بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی وہ دن حضور اکرمؐ اور صحابہ کرام نے منایا تو جس دن وہ کائنات کا نجات دہندہ تشریف لائے، جن کے تشریف لانے سے کائنات کو کفر و شرک، ظلم و ستم، جہالت و گمراہی سے نجات ملی وہ دن منانا کیونکر بدعت ہو سکتا ہے۔

علامہ اسمٰعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان آیہ کریمہ محمد رسول اللہ ﷺ کے تحت فرماتے ہیں: ''میلاد شریف کرنا بھی حضور ﷺ کی ایک تعظیم ہے جب کہ وہ منکرات سے خالی ہو۔'' امام سیوطی فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے حضور ﷺ کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔

امام جلال الدین سیوطی یہ بھی فرماتے ہیں کہ بعثت کے بعد حضور ﷺ نے اپنا عقیقہ خود کیا میں کہتا ہوں میرے لئے اس حدیث کی ایک اور اصل بھی ظاہر ہوئی ہے جیسے امام بیہقی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ بعثت کے بعد حضور ﷺ نے اپنی طرف سے ایک عقیقہ خود کیا۔ اس کے ساتھ یہ روایت بھی ہے کہ حضور ﷺ کے جد امجد حضرت عبد المطلب نے آپ ﷺ کی ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کیا حالانکہ عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا اس قول میں تطبیق یوں ہوگی کہ وہ فعل (عقیقہ) جسے حضور ﷺ نے خود کیا ہے یہ اللہ کی طرف سے آپ کی پیدائش اور آپ ﷺ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت للعالمین بنا کر مبعوث کرنے پر اظہار تشکر ہے اور آپ ﷺ کی امت کے لئے باعث شرف ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے حضور ﷺ خود اپنی ذات پر درود و سلام بھیجا کرتے تھے۔ لہٰذا ہمارے لئے یہ بھی مستحب ہے کہ ہم اظہار تشکر کے طور پر حضور ﷺ کی ولادت پر مسلمانوں کا اجتماع عام منعقد کیا کریں۔ کھانا کھلائیں اور اس طرح کی دیگر تقریبات کا انعقاد کریں اور آپ ﷺ کی ولادت پر خوشیوں کا اظہار کریں۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام سُہیلی نے ذکر کیا کہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ابولہب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ بہت بُرے

حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تم سے جدا ہونے کے بعد مجھے کوئی راحت نہیں ملی۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباس فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ نبی کریمؐ کی ولادت پیر کے دن ہوئی اور ثویبہ نے ابولہب کو آپؐ کی ولادت کو خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اس کو اس خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔ یاد رہے ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔ وقت ولادت اس نے اسے حضرت آمنہ کے گھر بھیج دیا کہ جاؤ میرے بھائی عبداللہ کے گھر ولادت ہونے والی ہے میری بھاوج آمنہ کی خدمت کرو۔ جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو ثویبہ دوڑتی ہوئی ابولہب کے پاس گئی اور کہا کہ آپ کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کے بھائی کے گھر بیٹا عطا کیا ہے۔ تو اس خوشی میں ابولہب نے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے ثویبہ کو آزاد کر دیا۔

علامہ ابوالخیر شمس الدین محمد بن الجزری کہتے ہیں جب ابولہب کو جو کافر تھا میلاد کی رات خوشی کرنے پر جزا دی جاتی ہے تو موحد مسلمان اُمتی کی جزا کا کیا حال ہوگا جو آپ کے میلاد کی خوشی مناتا ہے۔ بقدر استطاعت خرچ کرتا ہے۔

ملا علی قاری اپنی کتاب "**المورد الروی فی مولد النبیؐ**" میں امام شمس الدین السخاوی کی تحریر نقل کرتے ہیں: "محفل میلاد النبیؐ قرون ثلاثہ فاضلہ کے بعد صرف نیک مقاصد کے لئے شروع ہوئی اور جہاں تک اس کے انعقاد میں نیت کا تعلق ہے تو وہ اخلاص پر مبنی تھی۔ پھر ہمیشہ سے جملہ اہل اسلام تمام ممالک اور بڑے بڑے شہروں میں آپ ﷺ کی ولادت با سعادت کے مہینے میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آرہے ہیں اور اس کے معیار اور عزت و شرف کو عمدہ ضیافتوں اور خوبصورت طعام گاہوں کے ذریعے برقرار رکھا اور اب بھی ماہ میلاد کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات وخیرات دیتے ہیں اور خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرتے ہیں بلکہ جونہی ماہ میلاد النبیؐ قریب آتا ہے خصوصی اہتمام شروع کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں اس ماہ مقدس کی برکات اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضل عظیم کی صورت میں ان پر ظاہر ہوتی ہیں جیسا کہ امام شمس الدین بن الجزری المقری نے بیان کیا ہے

کہ ماہ میلاد کے اس سال مکمل طور پر حفظ وامان اور سلامتی رہتی ہے اور تمنائیں پوری ہونے کی بشارت بہت جلد ملتی ہے۔'' (جشنِ میلاد النبی کی شرعی حیثیت)

ملا علی قاری مزید نقل کرتے ہیں کہ محافل میلاد کے اہتمام میں اہل مصر اور اہل شام سب سے آگے ہیں اور سلطان مصر ولادت باسعادت کی رات ہر سال محفل میلاد منعقد کرنے میں بلند مقام رکھتا ہے۔ فرمایا کہ میں (امام سخاوی) ۷۸۵ ہجری میں سلطان ظاہر برقوق کے پاس میلاد کی رات الجبل العلیہ کے قلعہ میں حاضر ہوا۔ وہاں وہ کچھ دیکھا جس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور بہت زیادہ خوش کیا اور کوئی چیز مجھے بُری نہ لگی۔ میں ساتھ ساتھ لکھتا گیا جو بادشاہ نے اس رات قراء اور موجود واعظین، نعت خواناں اور ان کے علاوہ کئی اور لوگوں، بچوں اور مصروف خدام پر تقریباً دس ہزار مثقال سونا، خلعتیں، انواع واقسام کے کھانے، مشروبات، خوشبوئیں، شمعیں اور دیگر چیزیں دیں جن کے باعث وہ اپنی معاشی حالت درست کر سکتے تھے۔ اس وقت میں نے ایسے پچیس خوش الحان قراء شمار کیے جو اپنی مسحور کن آواز سے سب پر فائق رہے اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو سلطان اور اعیان سلطنت سے بیس کے قریب خلعتیں لیے بغیر سٹیج سے اترا ہو۔'' (المورد)

سلاطین اندلس اور شاہان بلاد مغرب یوم ولادتِ مصطفیٰ ﷺ پر رات کے وقت قافلے کی صورت نکلتے جس میں بڑے بڑے ائمہ وعلماء شامل ہوتے۔ راستے میں جگہ جگہ سے لوگ ان کے ساتھ ملتے چلے جاتے اور یہ سب اہل کفر کے سامنے کلمہ حق بلند کرتے۔ میرا گمان غالب ہے کہ اہل روم بھی ان سے کسی طرح پیچھے نہیں تھے اور وہ بھی دوسرے بادشاہوں کی طرح محافل میلاد منعقد کرتے تھے (المورد)

بلاد ہند میں میلاد النبی کی تقریبات جیسا کہ بلند پایہ نقاد علماء اور اہل قلم حضرات نے مجھے بتایا ہے۔ ہندوستان کے لوگ دوسرے ممالک کی نسبت بڑھ چڑھ کر ان مقدس اور بابرکت تقریبات کا انعقاد کرتے ہیں اور عجم میں جونہی اس ماہ مقدس اور بابرکت زمانے کا آغاز ہوتا لوگ عظیم الشان محافل کا اہتمام کرتے جن میں قراء حضرات اور عوام وخواص میں فقراء منش

لوگوں کے لئے انواع و اقسام کے کھانوں کا انتظام کیا جاتا۔ مولود شریف پڑھا جاتا اور مسلسل تلاوت قرآن کی جاتی۔ بآواز بلند نعتیہ قصیدے پڑھے جاتے اور فرحت و انبساط کا متعدد طریقوں سے اظہار کیا جاتا۔ خواتین سوت کات اور بُن کر رقم جمع کرتیں جس سے اپنے دور کے اکابرین اور زعماء کی حسب استطاعت ضیافت کرتیں۔ اس بابرکت و مکرم مجلس کی تعظیم کا یہ عالم تھا کہ اس دور کے علماء و مشائخ میں سے کوئی بھی اس میں حاضر ہونے سے انکار نہ کرتا۔ ایک دفعہ بادشاہ ہمایوں نے ارادہ کیا کہ وہ شیخ المشائخ زین الدین محمود ہمدانی نقشبندیؒ کے ہمراہ مجلس منعقد کرے اور ان کے لئے مالی امداد کا اہتمام کرے اور یہ مدد اس بادشاہ کے واسطہ سے ہو تو شیخ نے آنے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ سلطان کو اپنے پاس بھی آنے سے روک دیا۔ بادشاہ نے اپنے وزیر بیرم خان سے اصرار کیا کہ اجتماع کی لازماً کوئی تدبیر کرے۔ وزیر نے سنا کہ شیخ محفل میلاد النبیؐ کے علاوہ کسی بھی خوشی یا غمی کی محفل میں شریک نہیں ہوتے۔ پس بیرم خان نے بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ شاہانہ کھانے اور مشروبات تیار کئے جائیں اور ایک مجلس علمی کے انعقاد کے تمام اسباب بہم پہنچائے جائیں۔ تمام اکابرین اور کارکنان سلطنت کو مدعو کیا تو شیخ اپنے بعض مریدین کے ساتھ تشریف لائے۔ سلطان نے نہایت ادب سے لوٹا پکڑا اور وزیر نے شیخ کی طرف لطف و کرم کی نگاہ کی امید کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں میں طشت اٹھائی۔ یوں دونوں نے شیخ کے ہاتھ دھلوائے دونوں کو اللہ اور رسولؐ کے حضور اپنی عاجزی و انکساری کی وجہ سے بڑا مقام اور درجہ حاصل ہوا (المورد)

امام سخاویؒ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ خیر و برکت کی کان ہیں وہ اس مشہور مقام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو نبی اکرمؐ کی جائے ولادت ہے۔ یہ لوگ عید (میلاد) کے دن اس اہتمام میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔ امیر حجاز بلا تردد شرکت کرتے ہیں۔ اہل مدینہ بھی اسی طرح محافل منعقد کرتے ہیں اور اس طرح کے امور بجا لاتے ہیں اور بادشاہ مظفر شاہ اربک اس معاملے میں بہت زیادہ توجہ دینے والا اور حد سے زیادہ اہتمام کرنے والا تھا (المورد)

محدث امام ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ ہمیشہ مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ' مصر' شام' یمن غرض شرق

سے غرب تک تمام بلادِ عرب کے باشندے میلاد النبی ﷺ کی محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں۔ جب ربیع الاوّل کا چاند دیکھتے ہیں تو ان کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ چنانچہ ذکرِ میلاد پڑھنے اور سننے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور بے پناہ اجر و کامیابی حاصل کرتے ہیں (المولد النبوی)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ رقمطراز ہیں کہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا یہ دستور ہے کہ ربیع الاوّل کے مہینے میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں، صدقات و خیرات اور خوشی کے اظہار کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کریں۔ اس موقع پر وہ ولادت باسعادت کے واقعات بھی بیان کرتے ہیں (ماثبت من السنہ)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے والدِ گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ میں ہر سال حضور نبی مکرم ﷺ کے میلاد کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا۔ لیکن ایک سال (بوجہ غربت) کھانے کا اہتمام نہ کر سکا مگر میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ خوش و خرم تشریف فرما ہیں۔ (الدرالثمین)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ کی بارگاہِ اقدس میں ہدیہ درود و سلام عرض کر رہے تھے اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ کی ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار و تجلیات کی برسات شروع ہوگئی۔ میں نہیں کہتا کہ میں نے یہ منظر صرف جسم کی آنکھ سے دیکھا تھا نہ یہ کہتا ہوں کہ فقط روحانی نظر سے دیکھا تھا، بہر حال جو بھی ہو میں نے غور و خوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کیے ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمتِ باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان دو میں سے کون سا معاملہ تھا (فیوض الحرمین)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ملفوظات میں لکھا ہے روضہ حضرت غوث اعظمؒ پر گیارھویں تاریخ کو بادشاہ وغیرہ شہر کے اکابرین جمع ہوتے' نمازِ عصر کے بعد مغرب تک کلام اللہ کی تلاوت کرتے اور حضرت غوثِ اعظمؒ کی مدح میں قصائد اور منقبت پڑھتے۔ مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ان کے اردگرد مریدین اور حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکر جہری کرتے۔ اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ اس کے بعد طعام شیرینی جو نیاز تیار کی ہوتی' تقسیم کی جاتی اور نمازِ عشاء پڑھ کر لوگ رخصت ہو جاتے (ملفوظات عزیزی)

فتاویٰ عزیزی (فارسی) میں شاہ عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ امامین کریمین سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نیاز اور اس کا کھانا برکت والا ہوتا ہے اور بہت ہی اچھا ہوتا ہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ لکھتے ہیں "مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں اس قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہوسکتا ہے۔ البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں۔" (شمائم امدادیہ) مشہور کتابچہ "فیصلہ ہفت مسئلہ" میں فرماتے ہیں۔ "فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہے' بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف اور لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ)

غوثِ زماں امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری اولیائے کاملین میں وہ ہستی ہیں جن کی نظر کے سامنے چوبیس گھنٹے ہمہ وقت تخت حضور سرور کونین نور مجسم رحمۃ للعالمین ﷺ رہتا تھا۔ ایسی حضوری بہت کم اولیاء اللہ کو نصیب ہوتی ہے آپ نے فرمایا گیارہویں شریف در اصل محفل میلاد مصطفیٰ ہے۔ جب غوث الاغیاث شہنشاہ بغداد دنیا میں تشریف لائے تو تمام امت مسلمہ کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ آپ نے ان کو یکجا کر کے ایک مرکز پر متفق کیا۔

صاحبزادہ شبیر احمد کمال (مدظلہ العالی) نے فرمایا کہ میرے پیشوا امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری صاحب نے فرمایا۔ کہ غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی ظاہری

حیات مبارکہ کے کسی دور میں حضور سرور کائنات ﷺ نے آپ کو حکم فرمایا: "بیٹا آپ ہر ماہ ہماری محفل میلاد کا انعقاد فرمائیں" اس کام کے لئے آپ نے دن گیارھواں اور رات بارھویں مقرر فرمائی چنانچہ آپ نے اس معمول کو جاری فرمایا اور محفل میلاد کا انعقاد باقاعدگی سے ہوتا تھا۔اس پروگرام کے تین حصے تھے:۔

(۱) محفل ختم مبارک: تلاوت کلام پاک، درود وسلام کی محفل

(۲) لنگر شریف کی تقسیم

(۳) آپ جناب غوث پاک کی محفل وعظ ونصیحت۔ یہ محفل رات کو ہوا کرتی تھی۔ یہ پروگرام آپ کی تمام ظاہری حیات میں جاری رہا اور اب آج تک جاری ہے۔

جب غوث پاک کی محافل میلاد بہت باعثِ برکت ثابت ہوئی اور یہ معمول جو بنام رسالت مآب تھا اور منشاء الٰہی کے عین مطابق تھا اور اس کی حقیقت اہل اللہ پر واشگاف ہوئی تو جناب غوث پاک کے خلفاء نے آپ کی خدمت اقدس میں درخواست پیش کی کہ اپنے اپنے علاقوں میں اس محفل کے انعقاد کی اجازت عطا فرمائی جائے۔آپ سرکار نے اس کی اجازت عطا فرمائی۔ جب اس کا انعقاد مختلف علاقوں میں شروع ہو گیا تو پورے بلاد عراق اور اس کے مضافات میں کھانے والے نہیں ملتے تھے اور جو مرکز میں اہتمام تھا وہ بھی متاثر ہونے لگا اس صورت حال کے پیش نظر سرکار غوث پاک نے فرمایا چونکہ یہ نظام عدم توازن کا شکار ہو رہا ہے (یعنی دن گیارھواں اور رات بارھویں کی وجہ سے) لہٰذا آپ نے اپنے خلفاء کو حکم دیا کہ آپ حضرات اس محفل میلاد کا انعقاد دن دسواں اور رات گیارھویں کو کریں۔لہٰذا یہ انعقاد اور اہتمام ہر اُس جگہ پہنچا جہاں سرکار غوث پاک کا فیض جاری تھا اور بلاد اسلامیہ کو رحمت اور برکت کا ایک اور وسیلہ نصیب ہوا۔(روایت کردہ سجادہ نشین جناب صاحبزادہ شبیر احمد کمال عباسی)

امیر العصر جناب حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادریؒ نے مزید فرمایا کہ جناب غوث پاکؓ نے مجھے ارشاد فرمایا جس دن میں یہ کام کرتا تھا آپ بھی اسی دن اس کا انعقاد کریں۔لہٰذا درگاہ معلی غوث العصر گوجرانوالہ شریف میں یہ نظام اسی طرح رائج ہے۔

لہٰذا یہ بات پیش نظر رکھنا اشد ضروری ہے کہ محفل گیارھویں شریف دراصل محفل میلاد مصطفیٰ ہے لیکن اس کو گیارھویں شریف اس لئے کہتے ہیں کہ محفل کے انعقاد کے لئے جو تاریخ متعین ہے وہ چاند کی گیارہ تاریخ ہے اور غوث پاکؒ کو گیارھویں والا پیر اس لئے کہتے ہیں کہ اس عظیم نعمت کا اہتمام بلاد اسلامیہ میں باقاعدہ طور پر آپؒ سے ہوا۔ اگر کوئی شخص اس پر اعتراض کرے کہ یہ محفل عہد رسالت میں نہ تھی تو ان کے لئے دو تین باتیں جاننا ضروری ہے۔ (۱) اس محفل کا اہتمام کرنا اور اس کی ترغیب کی طرف توجہ دلانا مقصود تھا جس کے انعقاد کا اہتمام خود حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں شروع ہو چکا تھا جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

(۲) جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ بدعت دو قسم کی ہے۔ ایک بدعت حسنہ دوسری بدعت سیئہ۔ بدعت حسنہ کی تین اقسام ہیں: بدعت واجبہ، بدعت مستحبہ اور بدعت مباحہ۔

بدعت واجبہ: وہ کام جو اپنی ہیت میں تو بدعت ہو لیکن اس کا وجود واجب کی طرح دین کی ضرورت بن جائے اور اسے ترک کرنے میں دین میں حرج واقع ہو۔ جیسے قرآنی آیات پر اعراب، دینی علوم کی تفہیم کے لئے صرف ونحو کی درس وتدریس، اصول فقہ، تفسیر وحدیث، درس نظامی کے نصابات ان کی اصطلاحات سب بدعت واجبہ ہیں۔

بدعت مستحبہ: جو کام اپنی ہیت اور اصل میں نیا ہو لیکن شرعاً ممنوع ہو اور نہ ہی واجب کی طرح ضروری بلکہ عام مسلمان اسے ثواب اور مستحسن امر سمجھ کر کریں تو اس کے نہ کرنے والا گنہگار بھی نہیں ہوتا لیکن کرنے والے کو ثواب ملتا ہے۔ جیسے مسافر خانے، مدارس کی تعمیر، نماز تراویح کی جماعت، تصوف وطریقت کے باریک مسائل کا بیان، محافل میلاد، محافل عرس وغیرہ۔ لہٰذا اگر ہم گیارھویں شریف کے پروگرام کو بدعت حسنہ کی سطح پر بھی لے آئیں تو اس کے متعین کے لئے خاص جزاء ہے۔

بدعت مباحہ: وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور جیسے مسلمان صرف جائز سمجھ کر ثواب کی نیت کے بغیر اختیار کر لیں۔ فقہاء نے فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنے اور عمدہ عمدہ کھانے اور

مشروبات کے استعمال کو بدعت مباحہ گنوایا ہے۔(جشنِ میلاد النبی کی شرعی حیثیت)

بدعت حسنہ کے بارے میں ہے کہ جو شخص اس کو جاری کرے اور جو اس کے مبتدع (ابتداء کرنے والے) ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص جزاء کی نوید ہے۔

بدعت سیئہ ایسی بدعت ہے کہ جس کے جاری کرنے اور اس کے مبتدع کے لئے سزا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ گیارھویں شریف درحقیقت محفل میلاد کا دوسرا نام ہے۔دنیا بھر میں اس کا انعقاد صدیوں سے ہو رہا ہے۔اس میں مساجد،مدرسے،مزارات،خانقائیں خواہ وہ صوفیائے کرام کے کسی بھی سلسلہ سے منسلک ہوں اور دیگر اسلامی مراکز سب شامل ہیں۔ان سب میں سب سے پہلے تلاوت قرآن پاک،احادیث کا بیان حضور کی حیاتِ طیبہ،کمالات،درجات کا بیان،آپ ﷺ پر کثرت سے درود و سلام،آپ ﷺ کی مدح سرائی کے لئے نعت خوانی،وعظ ونصیحت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔اور آخر میں لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔سیّدنا غوث اعظمؓ کا یوم وصال گیارہ ربیع الثانی ہے۔ہر سال اس دن سیّدنا غوث اعظمؓ کا سالانہ عرس منایا جاتا ہے لیکن انعقاد میلاد شریف ہر ماہ کی گیارھویں تاریخ کو کیا جاتا ہے جس کو گیارھویں شریف کہتے ہیں۔

☆☆☆

فہرست مآخذ و مراجع

ابیات باہو۔ڈاکٹر سلطان الطاف علی۔جھنگ 1995

احوال و آثار شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی۔سید محمد فاروق قادری۔لاہور 1991

اسرار توحید۔پیر غلام محمد عرف امام جلوی۔فیصل آباد

اسلام اور جشنِ میلاد۔سیّد محمد دیدار علی شاہ الوری۔لاہور 1997

اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔سیّد قاسم محمود۔کراچی

افضیلت سیدنا غوث اعظم۔امام احمد رضا قادری۔لاہور 1998

افضیلت غوث اعظم: دلائل شواہد۔ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی۔لاہور' 1999

الفقر فخری۔سعید ابوالفیض قلندر علی سہروردی۔1994

انوار الحفیظ' حافظ محمد اسحاق' گجرات دربار عالیہ بڑیلہ شریف۔1999

اوچ شریف۔زبیر شفیع غوری

بہجۃ الاسرار۔امام ابوالحسن اشطنوفی۔مترجم سید احمد علی شاہ چشتی۔لاہور' 1995

برصغیر میں اسلام۔این میری شیمبل۔مترجم محمد ارشد رازی' 2000

برکاتِ میلاد شریف۔علامہ محمد شفیع اوکاڑوی۔لاہور 2002

پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں۔ڈاکٹر عبدالمجید سندھی۔1994

تاریخ اسلام۔بشیر احمد تمنا۔لاہور

تاریخ اسلام۔شاہ معین الدین احمد ندوی۔لاہور

تاریخ تصوف۔پروفیسر یوسف سلیم چشتی' لاہور

تاریخ دعوت و عزیمت۔مولانا ابوالحسن ندوی' 1976

تحفہ قادریہ یعنی سوانح عمری سیدنا غوث اعظم۔شاہ ابوالمعالی قادری

تحقیق الاولیاء فی شان سلطان الاصفیاء۔عطا محمد۔جلوی کتب خانہ۔فیصل آباد

تذکرہ صوفیائے بلوچستان۔ڈاکٹر انعام الحق کوثر' 1976
تذکرہ قادریہ۔پیر سیّد طاہر علاؤالدین الگیلانی۔کوئٹہ 1998
تذکرہ مشائخ قادریہ۔محمد دین کلیم قادری۔لاہور 1985
تذکرہ مشائخ قادریہ فاضلیہ۔اسرار الحسین قادری فاضلی۔لاہور' 1998
تعلیمات شاہ جیلان۔مولانا محمد صدیق ہزاروی
تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر۔حضرت علامہ عبدالقادر اربلی۔
جامع کراماتِ اولیاء (حصہ اوّل) علامہ یوسف نبہانی۔لاہور 1982
جشنِ میلاد النبی کی شرعی حیثیت۔پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔لاہور' 1999
جلاالخواطر۔غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی۔مترجم ڈاکٹر محمد عبدالکریم طفلی۔لاہور' 1988
جمال غوثیہ۔سید نصیر الدین ہاشمی قادری۔لاہور' 1999
حضرت غوث اعظم۔علامہ نور احمد قادری۔لاہور' نوائے وقت 18 فروری 1982
خاتون پاکستان۔غوث اعظم نمبر۔کراچی 1967
ختم غوثیہ کا جواز۔محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی' سیالکوٹ
خلاصۃ المفاخر فی اخبار الشیخ عبدالقادر۔امام محمد عبداللہ یافعی۔لاہور 1983
دعوت اسلام (دی پریچنگ آف اسلام) ڈاکٹر ٹی۔ڈبلیو۔آرنلڈ۔مترجم ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ 1972
الدر الثمین فی مناقب الشیخ محی الدین ابوالحسن علی بن ابراہیم قاری بغدادی۔بیروت 1959
ذکرِ میلاد رسول۔ترجمہ مولد العروس"۔علامہ ابن جوزی۔مترجم: پروفیسر دوست محمد شاکر۔ سیالکوٹ
رجال الفکر والدۃ۔ابوالحسن ندوی۔دار القلم کویت
رود کوثر۔شیخ محمد اکرام۔1987
رسالہ غوث اعظم موسوم جواہر العشاق۔سیّد محمد گیسو دراز۔لاہور' 1978

رسالہ قشیریہ۔امام ابوالقاسم قشیری۔مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن۔اسلام آباد' 1995
روح تصوف۔سید خورشید احمد گیلانی۔لاہور
زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔لاہور' 1975
سکینۃ الاولیاء دارالشکوہ۔کراچی 1975
سکینۃ العارفین۔شہدالدین خان کندن لاہوری۔گوجرانوالہ' 1996
سلطان الاذکار فی مناقب غوث ابرار مولانا شاہ محمد علم الیقین لکھنو 1302ھ
سیرت غوث الثقلین۔مولانا ابوالحامد محمد ضیاء اللہ قادری۔سیالکوٹ' 1981
سیرت غوث اعظم۔عالم فقری۔لاہور' 1994
سیرت غوث اعظم۔محمد داؤد فاروقی۔ڈیرہ اسماعیل خان 1983
شاہ جیلاں۔قاضی عبدالنبی کوکب۔لاہور' 1971
شاہ جیلاں بے مثال مبلغ اسلام۔سیّد غلام مصطفیٰ بخاری عقیل' لاہور
شرح فتوح الغیب۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔مترجم علامہ ظہور احمد جلالی۔لاہور 2000
شرح کبیر قصیدہ غوثیہ' علامہ عصر صابری۔لاہور' 1996
شہنشاہ بغداد' محمد لطیف زار نوشاہی۔لاہور' 1984
شریف التواریخ۔سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی۔گجرات' 1979 (جلد اول)
شیخ اکبر محی الدین ابن عربی: حیات و افکار۔محمد ریاض قادری' لاہور' 2004
صحیح البخاری' بخاری محمد بن اسماعیل۔استانبول' 1981
الطبقات الکبریٰ۔علامہ عبدالوہاب اشعرانی (اردو) کراچی' 1965
علم و قلم (ماہنامہ) جلد 7 شمارہ 9 ستمبر 1998
عین الفقر۔حضرت سلطان باہوؒ لاہور
غنیۃ الطالبین۔شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی' لاہور
غوث العالمین۔کندن لاہوری۔گوجرانوالہ (غیر مطبوعہ)

غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری۔ خواجہ محمد بشیر عباسی قادری۔ گوجرانوالہ 1987
غوث اعظم شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی۔ امان اللہ سرحدی۔ لاہور 1995
فتاویٰ کرامات غوثیہ۔ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی۔ لاہور 1995
فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ علامہ ابن حجر عقلانی۔ قاہرہ 1987
فتوح الغیب۔ شیخ سید عبدالقادر جیلانی۔ لاہور 1994
فتوحات مکیہ (اردو) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی لاہور 1990
فخر انخیاء حضرت سخی احمد یار عباسی قادری حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری گوجرانوالہ 1987
فیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی۔ شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی لاہور 1986
قلائد الجواہر محمد یحیٰ تادنی۔ مترجم مولانا زبیر افضل عثمانی کراچی 1978
قوت القلوب ابوطالب مکی۔ مترجم محمد منظور الوجیدی لاہور 1984
قول الجمیل۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔
کتاب اللمع فی التصوف۔ ابونصر سراج طوسی۔ مترجم پیر محمد حسن۔ اسلام آباد 1996
کشف المحجوب۔ حضرت داتا گنج بخش لاہور۔
گلدستہ کرامت۔ اردو ترجمہ مناقب غوثیہ از شیخ محمد صادق شہابی۔ مترجم مفتی غلام سرور لاہور 1939
گلزار سروری ومحبت النبی۔ حافظ محمد اسحاق۔ گجرات: دربار عالیہ بڑیلہ شریف 1998
گیارہویں شریف۔ مولانا محمد ضیاء اللہ قادری۔ سیالکوٹ
لمعات۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ۔ مفتی محمد خان قادری۔ لاہور 2002
مخزن الاسرار۔ حضرت فقیر محمد سروری قادری کلاچوی۔ ڈیرہ اسماعیل خاں 1985
مراۃ الاسرار۔ شیخ عبدالرحمٰن چشتی۔ مترجم کپتان واحد بخش سیال لاہور 1410 ہجری
مکتوبات صدی۔ شیخ شرف الدین یحیٰ منیری۔ کراچی 1404 ہجری

مکتوباتِ دوصدی۔شیخ شرف الدین یحییٰ منیری۔لاہور'2003
ملت اسلامیہ کی تاریخ (حصہ اول) ثروت صولت'1982
ملفوظاتِ غوث اعظم۔محمد سلطان نظامی۔لاہور'1963
ملفوظات مہریہ۔پیر غلام معین الدین شاہ صاحب' گولڑہ شریف'1974
مناقب الشیخ عبدالقادر۔حضرت علامہ الشیخ عبدالرحمٰن الطالبانی
میر فقر۔امیر العصر حضرت خواجہ محمد بشیر عباسی قادری۔گوجرانوالہ۔
میلاد رسول اعظمؐ۔شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی۔لاہور 2002۔
نام ونسب۔سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی۔گولڑہ شریف'1989
نزہۃ الخاطر الفاتر فی مناقب شیخ عبدالقادر جیلانی۔ملا علی قاری۔فیصل آباد۔
نفحات الانس (اردو) مولانا عبدالرحمٰن جامی۔مترجم حضرت شمس بریلوی۔اسلام آباد 1998
نور ربانی فی مدح المحبوب السبحانی۔مولانا غلام قادر بھیروی۔لاہور
نوشہ گنج بخش۔سید ابوالکمال برق نوشاہی۔گجرات'1975
ہمعات۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔مترجم محمد سرور۔لاہور 1957

☆☆☆

غوث الاغیاث

حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ نبوت کا ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔ دوسرا طریقہ ولایت کا ہے۔ اس طریقے پر چلنے والے اللہ تعالیٰ تک بالواسطہ پہنچتے ہیں اور یہ اقطاب، اوتاد، ابدال، نجباء اور اولیاء ہیں۔ اس طریقے میں واسطہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور یہ منصبِ عالی آپ ہی کی ذاتِ گرامی سے متعلّق ہے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وِصال ہوا تو یہ منصب حسنین کریمین کے حوالے کر دیا گیا۔ ان کے بعد ترتیب وار آئمہ اہلِ بیت کو یہ منصب ملتا رہا۔ جب غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی باری آئی تو یہ منصبِ عالی آپ کے حوالے کر دیا گیا اور ہمیشہ آپ ہی کی وساطت سے ولایت کا فیض غوث قطب، ابدال، نجباء اولیاء کو پہنچتا رہے گا۔ آپ نے اِسی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ہمارے اگلوں کے سورج ڈُوب چکے لیکن ہمارا سُورج ہمیشہ ہمیشہ بُلندی کے آسمان پر چمکتا رہے گا کبھی غُروب نہ ہوگا

قِرطاس پبلشرز

7 میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور